ڈاکٹر محبوب راہیؔ
کی حیات اور ادبی خدمات

تحقیقی مقالہ

برائے پی۔ایچ۔ڈی۔ڈگری (اردو)

یونیورسٹی آف کوٹہ، کوٹہ (راجستھان)

(فیکلٹی آف آرٹس)

ریسرچ اسکالر

حنا کوثر

شعبۂ اردو گورنمنٹ پی۔جی۔آرٹس کالج، کوٹہ

زیرنگراں

ڈاکٹر حسن آرا

صدر شعبۂ اردو

گورنمنٹ آرٹس کالج، کوٹہ

یونیورسٹی آف کوٹہ، کوٹہ (راجستھان)

2021

Certificate

I feel great pleasure in certifying that the thesis entitled **"Dr. Mahboob Rahi Ki Hayat Aur Adabi Khidmat"** has been written by **Heena Kousar** under my guidance. She has completed the following requirements as per Ph.d. regulations of the university.

a) Course work as per the university rules.
b) Residential requirements of the university. (200 days)
c) Regularly submitted annual progress report.
d) Presented his work in the department committee.
e) Published research papers in referred research journals.

I recommend the submission of the thesis.

Place : Kota
Date :

Dr. Husn Ara
Research Supervisor

ANTI-PLAGIARISM CERTIFICATE

It is certified that Ph.D. thesis entitled "**Dr. Mahboob Rahi Ki Hayat Aur Adabi Khidmat "** by **Heena Kousar** has been examined by us with the following anti-plagiarism tools. We undertake the follows:-

a. Thesis has significant new work/knowledge as compared already published or are under consideration to be published elsewhere. No sentence, equation, diagram, table, paragraph or section has been copied verbatim from previous work unless it is placed under quotation marks and duly referenced.

b. The work presented is original and own work of the author (i.e. there is no plagiarism). No ideas, processes, results or words of other have been presented as author's own work.

c. There is no fabrication of data or results which have been compiled and analyzed.

d. There is no falsification by manipulating research materials, equipment or processes, or changing or omitting data or results such that the research is not accurately represented in the research record.

e. The thesis has been checked using **Urkund Software** and found within limits as per HEC plagiarism Policy and instructions issued from time to time.

Heena Kousar
Research Scholar
Place:
Date:

Dr. Husn Ara
Research Supervisor
Place:
Date:

اختصار (Abstract)

محبوب راہیؔ ایک کثیر الجہت شاعر ہیں اور ان کی سوچ کا کینوس بے حد وسیع ہے۔ ان کی شخصیت انسانی خوبیوں اخلاقی اچھائیوں اور اعلیٰ نصب العین سے متصف ہے۔ ان کی شخصیت وفکر وفن کی مزید وضاحت کے لیے یہ مقالہ ''ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی حیات اور ادبی خدمات'' تحریر کیا گیا ہے۔

یہ مقالہ بظاہر چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان میں سے پانچ ابواب بنیادی حیثیت کے حامل ہیں اور آخری باب میں نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔

باب اوّل: شخصیت اور سوانح: اس میں محبوب راہیؔ کی شخصیت اور سوانح بیان کی گئی ہے۔ آپ کی پیدائش ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے آباء واجداد مغلیہ دور میں پٹیل کے عہدے پر فائز تھے۔ اس دور میں پٹیل کا عہدہ اعزازی ہوا کرتا تھا لیکن خاندان کے لیے منفعت بخش نہیں تھا۔ گھر کا ماحول مذہبی ہے۔ اس ماحول کے اثرات آپ کے ذہن میں پڑے اور آپ مذہبی روایت کے پاسدار بن گئے۔

مذہب آپ کے خمیر میں رچا بسا ہے، اور خون بن کر آپ کی رگوں میں دوڑتا ہے آپ کے بنیادی نظریہ اور فطری رجحان کے زیرِ اثر لاشعوری طور پر مذہب آپ کی رگ وپے میں سرایت کرتا ہے۔

آپ کی ابتدائی زندگی غربت ومفلسی میں گزری، آپ کے والدین نے آپ کی تربیت بہترین انداز میں کی، ان مشکل معاشی حالات کے باوجود بھی آپ نے ہمّت نہ ہاری اور تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کی اس کوشش میں آپ کامیاب بھی ہوئے۔ آپ نے تعلیمی شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی۔ یہ سند آپ کو یونہی حاصل نہیں ہوئی بلکہ اس کے لیے آپ نے جی توڑ محنت کی، جس کا ثمرہ ''مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے'' کی شکل میں آپ کو ملا۔

آپ کی زندگی کا ایک بڑا حصّہ درس وتدریس میں گزرا بحیثیت مدرس آپ نے ہزاروں بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا اور آپ کے طالبِ علم آج ملک اور بیرونِ ملک میں اچھے عہدوں پر فائز ہیں۔

اپنی ملازمت کے سلسلہ میں آپ کھام گاؤں، پیپل گاؤں، لاکھنواڑہ، بارسی ٹاکلی رہے۔ دورِ حاضر میں مستقل طور پر آپ بلڈانہ میں سکونت پذیر ہیں اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ پرسکون زندگی گزار رہے ہیں۔

محبوب راہیؔ اعلیٰ تعلیم یافتہ شخصیت ہیں۔ آپ کی ڈگریاں دیکھ کر کئی لوگوں کو آپ سے حسد بھی ہوتی ہے۔

جس کے سبب وہ آپ پر تنقیدی حملہ کرتے ہیں۔لیکن محبوب راہیؔ حاسدین کے ان تنقیدی حملوں سے گھبراتے نہیں ہیں،اورانہیں اپنی قلم سے منہ توڑ جواب دیتے ہیں۔

آپ نے شاعری ونثر دونوں ہی میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے،جس کا صلہ آپ کو انعامات واعزازات کے روپ میں ملا۔ان انعامات واعزازات میں مہاراشٹر، یوپی، بہار،مغربی بنگال کی کئی صوبائی اردو ایکٹرمیوں کے انعامات شامل ہیں۔اس کے ساتھ ہی آپ کو اپنی تدریسی خدمات کے لیے صدرِ جمہوریہ ہند کے ہاتھوں مثالی مدرس کے نیشنل ایوارڈ سے بھی نوازا جاچکا ہے۔

آج محبوب راہیؔ ایک ایسے باغ کے مالک ہیں جس میں بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی،نواسہ،نواسی بھی پھل پھول رہے ہیں۔آپ نے اس چمن کی آبیاری اپنے خونِ جگر سے کی اورآج اس باغ کو پھلتے پھولتے دیکھ کر باغباں ہوتے ہیں۔

باب دوم: محبوب راہیؔ کا ادبی پس منظر: کے متعلق ہے۔اگر ہم آپ کی ادبی نشوونما کے تعلق سے حالات کا جائزہ لیں تو علاقہ برار کے اردو زبان وادب کی تاریخ بے مثال رہی ہے۔یہاں کے علاقہ میں شعراء وادباء کی تخلیقات کے بیش بہا خزانے موجود ہیں۔اورانہیں تخلیق کاروں نے اپنی قلم کے جوہر دکھائے اور گوہر آب دار کی چمک سے یہاں کے ادبی ماحول کو ماندنہیں ہونے دیا،اپنی تخلیقی کاوشوں سے ادبی فضا کو ہمیشہ سرسبز رکھا۔اس ادبی خزانہ کو محبوب راہیؔ نے بھی اپنی ادبی تخلیقات سے خوب مالا مال کیا۔

بزرگ شعراء حضرات اور محبوب راہیؔ کے ہم عصر شعراء نے مل کر علاقہ برار کے ادبی ماحول کو پروان چڑھایا اوراپنی تخلیقات کے ذریعہ ادب میں اضافہ کررہے ہیں۔

آپ کے ادبی سفر میں آپ کے دوست واحباب نے آپ کی حوصلہ افزائی کی۔لیکن آپ کو اس طرف راغب کرنے میں سب سے بڑا ہاتھ آپ کے مرحوم استاد ''مصطفیٰ خاں صاحب'' کا ہے جنہوں نے آپ کو اس طرف راغب کرکے آپ کی حوصلہ افزائی کی جس کے طفیل آج آپ اس مقام تک پہنچیں اور آج تقریباً ۴۸ رکتابوں کے مصنف ہیں۔جس میں ہرطرح کی اصناف مثلاً غزل،نظم،نعت،گیت، رباعی،قطعہ،دوہے،طنز ومزاحیہ شاعری بچوں کے لیے نظمیں،تنقیدی مضامین،تحقیقی مقالہ،سفرنامہ،خطوط نگاری،سوانح نگاری،ترتیب واتخاب وغیرہ موجود ہیں۔علاقہ برار میں ادب کی محفلیں غلام حسینؔ چشتی ایلچپوری،عبداللہ منظرؔ،مصطفیٰ خاں جمیلؔ، غلام ربّانی نعیمؔ،یحییٰ نشیطؔ، ڈاکٹر صفدر، پروفیسر مصطفیٰ خاں، رفیق شاد اکولوی،خلشؔ تسکین،شکیل اعجازؔ،مرحوم عبد

اللطیف خاں، ڈاکٹر ذاکر نعمانی، رفیق شاکرؔ جیسے ادباء کے دم قدم سے روشن ہیں۔

محبوب راہیؔ ہندوستان کے سب سے زیادہ چھپنے والے شاعر اور ادیب ہیں۔ ملک و بیرونِ ملک کے رسائل و جرائد میں آپ کی تخلیقات وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں۔

باب سوم: محبوب راہیؔ کی غزل گوئی: پر منحصر ہے۔ محبوب راہیؔ نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز غزل سے کیا۔ لیکن راہیؔ کے یہاں ایسا نہیں ہے کہ انہیں صرف غزل ہی محبوب ہو۔ آپ ہر صنف میں خوش دلی سے طبع آزمائی کرتے ہیں اور جب جس صنف کا خیال آیا بس اس پر قلم اٹھا دیا اور پھر وہ قلم اس طرح سحر دکھاتا ہے کہ قاری کو اپنی طرف خود بہ خود متوجہ کر لیتا ہے۔ شاعری کی بات کریں تو آپ نے حمد، نعت، گیت، غزل، تضمین، نظم، بچوں کے لیے نظمیں، دوہے، قطعہ، رباعی وغیرہ تقریباً ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔

راہیؔ علاقۂ برار کے نمائندہ غزل گو شعراء میں انفرادی مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔ آپ نے عشقِ حقیقی اور عشق مجازی سے اپنی غزلوں کو روشن کیا ہے، سجایا ہے، سنوارا ہے۔ آپ کے دل میں جو جذبات انگڑائیاں لیتے ہیں اسے غزل کے پیکر میں ڈھال دیتے ہیں۔ زندگی کی دھوپ چھاؤں سے حاصل تجربات سے انہوں نے اپنی غزلوں کو بلند و بالا کیا ہے۔

محبوب راہیؔ کی شاعری مسائل سے جھوجھنے، خلوص و محبت، ایثار، قربانی، عزم و حوصلہ سے نبرد آزماں ہونے کی تلقین کرتی ہے۔ آپ کی شاعری اندھیروں میں بھی اجالے تلاش کر لیتی ہے۔

اگر آپ کی حمد و نعتیہ شاعری کے بارے میں بات کریں تو آپ کی حمد یہ نعتیہ شاعری کی یہ خاصیت رہی ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری میں کسی ایک مضمون کو دوہرایا نہیں ہے۔ آپ نے نعت گوئی کے اداب کا پورا التزام کیا ہے، آپ نے حضورؐ سے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کیا اور ساتھ ہی پیارے نبی کی سیرت و کردار کو پیش کر کے معاشرہ کی اصلاح کے روشن پہلو تلاش کیے۔

نعت گوئی کا فن تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے، ہر کوئی اس مشکل صنف میں طبع آزمائی کرنے سے پرہیز کرتا ہے محبوب راہیؔ نے اس صنف میں بھی طبع آزمائی کی اور جوش میں ہوش نہ کھوتے ہوئے اپنے ہوش و حواس پر قابو رکھ کر سرورِ کائنات کی مدحت بیان کی۔ اور بال برابر بھی لغزش (غلطی) کوتاہی نہیں برتی بلکہ پیارے نبی کے شایانِ شان ان کے اوصاف بیان کیے۔

وقتاً فوقتاً آپ اپنے قارئین کے سامنے حمد و نعت پیش کرتے رہیں جس کے اعتراف میں ادارہ ادبِ

اسلامی مہاراشٹر کی جانب سے راہیؔ کو حفیظ میرٹھی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ یہ ایوارڈ خصوصاً انہیں شعراء کو دیا جاتا ہے جو اسلامی شاعری کرتے ہیں۔

باب چہارم: محبوب راہیؔ کی نظم نگاری: محبوب راہیؔ کی نظم نگاری کے متعلق ہے۔ اردو کے تقریباً سبھی شعراء نے نظم کے پیرائے میں اظہارِ خیال کیا ہے اور یہ فہرست کافی طویل ہے اس فہرست میں ایک نام محبوب راہیؔ کا بھی شامل ہے۔ آپ نے غزلوں کے ساتھ ساتھ نظموں میں بھی طبع آزمائی کی، کیونکہ محبوب راہیؔ استاد رہ چکے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ طلبہ وطلبات کے بیچ گزارا ہے اس لئے آپ بچّوں کی ضروریات ان کی نفسیات سے بہت حد تک واقفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی نظموں کے ذریعہ بچّوں کے کردار کو سجانے ،سنوارنے ،نکھارنے اور ان کی معلومات میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ کی نظموں میں موضوعات کا تنوع ہے ہلکی پھلکی مترنّم بحروں کا استعمال ہوا ہے، زبان سادہ ہے اور بچّوں کی نفسیات سے متعلق ہے، جس کے سبب انہیں سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ جس طریقہ سے نعت گوئی ایک مشکل فن ہے۔ اس طریقہ سے بچوں کے لئے ادب تخلیق کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں، لیکن محبوب راہیؔ اس میدان میں بھی کامیابی کے ساتھ فتح و کامرانی کی منزلوں تک پہنچ گے۔ آپ نے اپنی نظموں کے ذریعہ بچّوں کے ادب میں اپنی ایک منفرد شناخت قائم کی۔

آپ نے ابتدائی دور میں دوسرے موضوعات پر بھی نظمیں تحریر کی ہیں۔ مختلف موضوعات پر آپ کی تحریر کردہ نظمیں آپ کے مجموعہ ''غزل کے بعد'' میں شامل ہیں۔ ابتدائی دور کی نظموں میں جوش وجذبہ کی فراوانی ،جوانی کی امنگوں کے باعث سادگی روانی اور برجستگی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی دیگر نظموں میں حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کی صورت میں ان موضوعات میں مضحکہ خیز رسومات، تعصب، فسادات، منافقت، فرقہ وروایت، خودغرضی، سیاست کی ہالاکیاں، دین ومذہب کی پامالی اور کرپشن وغیرہ کو تنقید کا شانہ بنایا گیا ہے۔

محبوب راہی ''شفیع الدین نیرؔ'' کے بعد سب سے زیادہ نظمیں کہنے والے شاعروں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی نظموں نے شفیع الدین نیر کی کمی کو پورا کیا ہے، اکثر محبوب راہیؔ پر زود گوئی کا الزام لگایا گیا ہے لیکن لکھتے وہی ہیں جن مین لکھنے کی صلاحیت ہو۔ کبھی لکھتے وقت آپ نے کبھی بھی کمیوں سے چشم پوشی نہیں کی اور فنی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھتے ہوئے ادب تحریر کیا۔ آپ نے غزل، حمد ونعت، نظم کے ساتھ ساتھ گیت، قطعہ، دوہے، رباعیات، تضمین اور طنز ومزاحیہ نظموں میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔

راہیؔ صاحب کو اپنی ایک طنزیہ نظم ''آج کا نیتا'' کے لیے زندہ دالانِ حیدرآباد کا ''کل ہند'' اوّل انعام بھی

موصول ہوا

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں ہے کہ محبوب راہیؔ نے ہر موضوع پر نظم لکھی ہیں۔ چاہے ذاتی موضوعات ہو یا معاشری، مذہبی ہو یا وطن دوستی، انسانی زندگی ہو یا قدرتی اشیاء، آزادی ہو یا بچوں کا ادب ہر موضوع پر آپ نے قلم کو رواں رکھا ہے۔

باب پنجم: محبوب راہیؔ کی نثر نگاری : آپ نے شاعری کے ساتھ نثر کے میدان میں بھی کارہائے نمایاں انجام دئے آپ کے مضامین ملکی اور غیر ملکی رسائل اور جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔تنقید وتحقیقی نوعیت کے مضامین یکجا کر کے کتابی صورت میں منظرِ عام پر آتے ہیں اور قارئین سے داد وتحسین حاصل کرتے ہیں۔

آپ نے ''مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے'' عنوان سے مظفر حنفیؔ صاحب پر تحقیقی مقالہ تحریر کیا۔جس کے تحت مظفر حنفیؔ کی شخصیت اور ادبی زندگی سے روبرو ہونے کا موقع میسر آیا، اس کے علاوہ آپ کی تنقیدی وتحقیقی مضامین پر مشتمل تقریباً ۲۰ تصانیف شائع ہوچکی ہیں۔ان تصانیف میں سیکڑوں مضامین شامل ہیں جو اردو ادب کی مشہور ومعروف ہستیوں سے لے کر گمنام شخصیات تک سبھی کا احاطہ کرتی ہے، یہ آپ کا خاصہ ہے کہ آپ نے گمنام ہستیوں پر بھی قلم اٹھایا اور ان کی تصانیف کا ادبی جائزہ لیا، اور ادب میں انہیں ایک خاص مقام دلانے کی کوشش کی۔

تحقیق وتنقید نگاری میں حق گوئی اور اعتدال پسندی نہایت اہم ہے، ایک محقق تب تک تنقید وتحقیق کا حق ادا نہیں کرسکتا جب تک وہ حق پسندی اور اعتدال پسندی سے کام نہ لیں، محبوب راہیؔ نے بھی تحقیق وتنقید کے میدان میں حق گوئی اور اعتدال پسندی سے کام لیا اور اپنی تخلیقات میں کھرے کھوٹے کے فرق کو واضح کیا، جب آپ کسی ادبی شہ پارے پر اپنی تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو اعتدال وتوازن سے کام لیتے ہوئے فن پارے کی خوبیوں اور خامیوں پر اپنی گرفت کرتے ہیں۔اور اس فن پارے میں جتنی بھی خوبیاں ہے، ان کو منظرِ عام پر لانے کی پوری کوشش کرنے کے ساتھ ہی اگر اس فن پارے میں کوئی خامی موجود ہے تو اسے بھی بیان کرتے ہیں، لیکن خامی بیان کرتے وقت آپ کا روّیہ سمجھانے والا ہوتا ہے نہ کہ دشمنانہ۔آپ نے اپنے دوست واحباب کی تصانیف پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ان کے ساتھ پورا پورا انصاف کرنے کی کوشش کی ہے۔جس طرح محبوب راہیؔ کا اندرون پاک ہے اسی طرح آپ کی نثر بھی بغض اور کینا کی لعنت سے پاک ہے، آپ کی نثری زبان میں شستی، شائستگی لطافت کی چاشنی اور سادگی کے ساتھ بے ساختہ اظہار ہے۔ جسے پڑھنے والا بے اختیار پڑھتا چلا جاتا ہے،

لیکن اس کی دلچسپی میں کوئی کمی نہیں آتی، جبکہ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ تحقیقی وتنقیدی نثر لکھتے وقت نثر خشک ہوجاتی ہے یا پھر اسے جان بوجھ کر گنجلک اور ادک بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔لیکن محبوب راہیؔ کی نثر اس طرح کی کمیوں سے پاک صاف نظر آتی ہے،اس کے پیچھے سب سے خاص وجہ یہی ہے جب آپ کسی شاعر وادیب پر قلم اٹھاتے ہیں وہ بڑی کشادہ دلی، وسیع النظری سے ان کے فکر وفن کا جائزہ لیتے ہیں آپ جب بھی کسی پر لکھنے بیٹھتے ہیں تو مثبت اندازِ فکر اختیار کرتے ہیں۔

محبوب راہیؔ کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ وہ ایسے مضامین کو بھی بڑی آسانی سے لکھ لیتے ہیں، جن پر اکثر شعرا وادیب کی گرفت کم رہتی ہے،محبوب راہیؔ نے اپنے مضامین کے ذریعہ ہندو مسلم یکجہتی اور بھائی چارے کو ایک دھاگے میں پرونے کی کوشش کی ہے اور قومی یکجہتی کا پیغام دیا ہے۔

آپ نے ہر مضامین پر قلم اٹھایا ہے۔ایک اور جہاں آپ نے ''سفر ہے شرط'' لکھ کر بحیثیت سفر نامہ نگار اپنی پہچان بنائی ہے تو وہیں مظفر حنفیؔ اور نذیرؔ فتح پوری کو لکھے گئے خطوط کے مطالعے سے مکتوب اور مکتوبِ الیہ کے درمیان محبت،خلوص، اپنائیت کے ساتھ ساتھ ادبی رشتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے جو خطوط نویسی کی دم توڑتی روایت میں اضافہ کرتی ہے۔اپنی خودنوشت سوانح زندگی میں اپنا بچپن اور زندگی کے تمام حالات اور کوائف کو قلم بند کرا سے مختلف عنوانات میں تقسیم کیا ہے۔جس بھی موضوع پر آپ لکھتے ہیں اس کی تفصیل اور جزیات پیش کرتے ہیں۔

باب ششم: محبوب راہیؔ معاصرین کی نظر میں ماحصل: اس طرح مقالے کی آخری باب بابِ ششم میں محبوب راہیؔ کی ادبی شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس باب میں راقمہ نے محبوب راہیؔ کی شخصیت کو اردو ادب کے معجز حضرات کی نظر سے جانچنے اور پرکھنے کی کوشش کی ہے۔اور آپ کی شاعری اور نثر کے مختلف پہلوؤں پر تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے۔ان میں سے ڈاکٹر مظفر حنفیؔ، نذیرؔ فتح پوری، عتیق احمد عتیقؔ، محمود شیخؔ، ڈاکٹر پنڈت آنند موہنؔ، زتشی گلزار دہلویؔ، دل تاج محلؔ، خیال انصاری، وصیل خان (مبصر اردو ٹائمز)، عظیم راہیؔ وغیرہ کی رائے شامل ہیں۔

آخر میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محبوب راہیؔ ایک روشن ستارے کے مانند ہیں جس کی روشنی بہت دور تک اور بہت دیر تک پھیلتی رہے گی۔آپ اردو ادب کے اُن شاعروں اور ادیبوں میں شمار کیے جاتے ہیں جن کی علمی وادبی بصیرت اور فنِ شاعری پر گرفت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ان کی نظر میں شعر وادب حیات بھی ہے اور تہذیبِ حیات بھی۔یہی وجہ ہے کہ ان کی شعری ونثری اصناف موجودہ سماج کی آئینہ دار ہیں۔

CANDIDATE'S DECLARATION

I, hereby, certify that the work which is being presented in the thesis entitled "**Dr. Mahboob Rahi Ki Hayat Aur Adabi Khidmat"** in partial fulfillment of the requirement for the award of the Degree of Doctor of Philosophy, carried out under the supervision of Dr. Husn Ara and submitted to university of Kota, Kota represents my idea in my own words and where other ideas or words have been included, I have adequately cited and referenced the original sources. The work presented in this thesis has not been submitted elsewhere for the award of any other degree or diploma from any institution.

I also declare that I have adhered to all principles of academic honesty and integrity and have not misrepresented or fabricated or falsified any idea/data/fact/source in my submission. I understand that any violation of the above will cause for disciplinary action by the University and can also evoke penal action from the sources which have thus not been properly cited or from whom proper permission has not been taken when needed.

Date: Heena Kousar
Place: Research Scholar

This is to certify that the above statements made by Heena Kousar Regd. No. RS/2025/16 is correct to the best of my knowledge.

Date :
Place : Kota

Dr. Husn Ara
Research Supervisor

پیش لفظ

مہاراشٹر ہندوستان کا ایک ایسا صوبہ ہے جہاں علمی اور ادبی فضا کا ماحول ہمیشہ سے رہا ہے اور اسی مہاراشٹر کے ضلع بلڈانہ کی ایک ادبی شخصیت ڈاکٹر محبوب راہیؔ ہیں۔

راہیؔ ایک کثیر الجہات شاعر ہیں اور ان کی سوچ کا کینوس بے حد وسیع ہے۔ آپ کا شمار ان تخلیق کاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے ادب میں نئے تجربات کا نہ صرف خیر مقدم کیا بلکہ ترویج و اشاعت میں بھی اہم رول ادا کیا کیونکہ ان کا خیال ہے کہ تلاش و جستجو کا سلسلہ چلتا رہے تو نئے نئے انکشافات ہوتے رہیں گے۔ آپ کی شخصیت انسانی خوبیوں اخلاقی اچھائیوں اور اعلیٰ نصب العین سے متصف ہے۔ ان کے فکر و فن پر متعدد تصانیف و مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ جو راہیؔ شناسی میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ آپ کی شخصیت و فکر و فن کی مزید وضاحت کے لیے یہ مقالہ ''ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی حیات اور ادبی خدمات'' تحریر کیا گیا ہے۔

یہ مقالہ چھ ابواب پر مشتمل ہے ان میں سے پانچ ابواب بنیادی حیثیت کے حامل ہیں اور آخری باب میں نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔

پہلا باب محبوب راہیؔ کی ''شخصیت اور سوانح'' سے متعلق ہیں۔ اس باب میں ان کی شخصیت اور ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ کے آباء و اجداد، پیدائش، تربیت، تعلیم، فکرِ معاش، ازدواجی زندگی، شعری زندگی کا آغاز، نثر نگاری کا آغاز، انعامات و اعزازات اور عادات و خصائل وغیرہ کے ذریعہ آپ کی شخصیت کو پیش کیا گیا ہے۔

آپ ۲۰ / جون ۱۹۳۹ء کو مہاراشٹر کے ضلع بلڈانہ کے ماٹرگاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے ابا و اجداد مغلیہ دور میں پٹیل کے عہدے پر فائز تھے۔ یہ عہدہ اعزازی تو ہوا کرتا تھا لیکن منفعت بخش نہیں تھا۔ بچپن غریبی کے حالات میں بیتا لیکن پھر بھی آپ کے والدین نے آپ کی تربیت بہترین انداز میں کی، ان مشکل حالات کے باوجود بھی آپ نے ہمّت نہ ہاری اور تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں آپ کامیاب بھی ہوئے۔

آپ نے تعلیمی شوق کو مدّنظر رکھتے ہوئے پی۔ایچ۔ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی۔ یہ سند آپ کو یونہی حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے آپ نے جی توڑ محنت کی، جس کا ثمرہ ''مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے'' کی شکل میں آپ کو ملا۔

اپنی ملازمت کے سلسلہ میں آپ کھام گاؤں، پیپل گاؤں لاکھنواڑہ، بارسی ٹاکلی رہے۔ دورِ حاضر میں مستقل طور پر آپ بلڈانہ میں سکونت پذیر ہیں اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ پرسکون زندگی گزار رہے ہیں۔

دوسرا باب: محبوب راہیؔ کا ادبی پس منظر ہے اس باب میں محبوب راہیؔ اور علاقہ برار کے ان کے ہم عصر شعراء کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جس زمانے میں آپ کا ادبی ذوق پروان چڑھا۔ آپ کے اس ادبی سفر میں بزرگ شعراء اور محبوب راہیؔ کے ہم عصر شعراء نے مل کر علاقہ برار کے ادبی ماحول کو پروان چڑھایا اور اپنی تخلیقات کے ذریعہ ادب میں اضافہ کررہے ہیں۔

آپ کو اپنے ادبی سفر کی طرف راغب کرنے میں سب سے بڑا ہاتھ آپ کے مرحوم استاد ''مصطفیٰ خاں صاحب'' کا ہے جنہوں نے آپ کو اس طرف راغب کرکے آپ کی حوصلہ افزائی کی جس کے طفیل آج آپ اس مقام تک پہنچیں اور آج تقریباً ۴۸ کتابوں کے مصنف ہیں۔

علاقہ برار میں ادب کی محفلیں غلام حسینؔ چشتی ایلچپوری، شکیل اعجازؔ، مرحوم عبداللطیف خاں، عبداللہ منظرؔ، مصطفیٰ خاں جمیل، غلام ربانی نعیمؔ، یحییٰ نشیطؔ، ڈاکٹر صفدر، پروفیسر مصطفیٰ خاں، رفیق شاد اکولوی، ڈاکٹر ذاکر نعمانی، رفیق شاکرؔ جیسے شاعر جنہوں نے علاقہ برار کے ادب کے ماحول کو سجایا سنوارا ہے۔

تیسرا باب: ''محبوب راہیؔ کی غزل گوئی'' ہے۔ اس باب میں محبوب راہیؔ کی غزل اور حمدیہ نعتیہ شاعری کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آپ نے کثرت سے غزلیں اور حمدیہ نعتیہ شاعری کہی ہیں۔ آپ اپنی شاعری کو فنی لوازمات سے آراستہ کیا ہے۔ غزل میں مطلع، ردیف قافیہ، مقطع اور بحر کی پابندی کے ساتھ آپ نے غزلوں کو سنوارا اور سجایا۔

آپ نے اپنی شاعری میں موضوعات کی کوئی قید نہیں رکھی اور مختلف موضوعات پر طبع آزمائی کی۔ آپ کی شاعری زبان کی سادگی کے ساتھ دلکشی لیے ہوئے ہیں۔ انسانی احساسات کی ترجمانی کرتی ہے۔ دُکھے ہوئے دلوں کی صدا بھی ہے اور ہمت حوصلوں کی زبان بھی ہے۔

چوتھا باب: ''محبوب راہیؔ کی نظم نگاری'' ہے۔ اس باب میں محبوب راہیؔ کی نظم نگاری کا جائزہ لیا گیا ہے۔

محبوب راہیؔ ''شفیع الدین نیر'' کے بعد سب سے زیادہ نظمیں کہنے والے شاعروں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے نظم، گیت، تظمین، بچوں کے لیے نظمیں، دوہے، رباعی، قطعہ، گیت، طنز و مزاحیہ شاعری جیسی صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔ کیونکہ محبوب راہیؔ خود ایک استاد رہ چکے ہیں، آپ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ طلبہ اور طلبات کے بیچ گزارا ہے اس لیے آپ بچوں کی ضروریات ان کی نفسیات سے بہت حد تک واقفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی نظموں کے ذریعہ بچوں کے کردار کو سجانے، سنوارنے، نکھارنے اور ان کی معلومات میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ کی نظموں میں موضوعات کا تنوع ہے ہلکی پھلکی مترنم بحروں کا استعمال ہوا ہے۔ زبان سادہ اور بچوں کی فہم کے مطابق آپ نے اپنی نظموں کے ذریعہ بچوں کے ادب میں اپنی ایک منفرد شناخت قائم کی۔

آپ کے نظموں میں جوش و جذبہ کی فراوانی، جوانی کی امنگوں کے باعث سادگی روانی اور برجستگی محسوس ہوتی ہے۔ آپ کے گیتوں کا رنگ ادبی ہے جن میں عہد حاضر کے تقاضوں کا عکس موجود ہے۔ وہیں آپ کے دوہوں نے سادگی اور روانی سے اپنی دل کی بات کو مختلف پیکر عطا کر دئے۔

پانچواں باب: ''محبوب راہیؔ کی نثر نگاری'' اس باب میں محبوب راہیؔ کی نثر نگاری کا جائزہ لیا گیا ہے، جس کے تحت ان کے تحقیقی و تنقیدی مضامین، تذکرہ نگاری، خطوط نگاری، سوانح نگاری، سفر نامہ وغیرہ کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آپ کی یہ تخلیقات اپنے عہد و ماحول کی عکاسی کی۔

سفر نامے میں سفر کی روداد اس انداز سے بیان کی ہے کہ قارئین ان کے ہم سفر ہو گئے۔ سوانح میں اپنے ماضی کو اس انداز سے بیان کیا ہے جیسے ان کی زندگی نہ ہو کر کوئی دلچسپ کہانی ہو۔ تحقیق و تنقید کے ذریعہ آپ نے ان دشوار گزار راہوں کی بھی سیر کی جہاں جانے سے اکثر لوگ گھبراتے ہیں۔ ''تذکرہ ہم نفساں'' کے ذریعہ اپنے وطن عزیز کی تاریخ اور وہاں کے شعراء کا تذکرہ پیش کر دیا۔ غرض کہ راہیؔ نے شاعری کی طرح نثر میں بھی اپنے سادہ دلکش انداز بیان کے ذریعہ اپنی بات پیش کی اور مشکل سے مشکل تر مسئلہ کو بھی آسانی سے حل کر لیا۔

باب ششم ''ماحصل'' : ہے۔ اس حصہ میں راہیؔ کی ادبی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے اور نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔ محبوب راہیؔ کی تمام شائع شدہ تصانیف ان کی تعمیر سوچ، دورِ حاضر کے روشن اس باب میں محبوب راہیؔ کی شخصیت کو

اردو ادب کے معجزز حضرات کی نظر سے جانچنے اور پرکھنے کی کوشش کی ہے اور آپ کی شاعری اور نثر کے مختلف پہلوؤں پر تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے۔ان میں سے ڈاکٹر مظفر حنفی، نذیر فتح پوری، عتیق احمد عتیق، محمد شیخ، ڈاکٹر پنڈت آنند موہن زتشی گلزار دہلوی، دل تاج محل، خیال انصاری، وصیل خان (مبصر اردو ٹائمز)، عظیم راہی وغیرہ کی رائے شامل کی گئی ہے۔نظریات اور صحت مند رجحانات کی منہ بولتی تصویر پیش کرتی ہے۔ان کی شخصیت اردو تہذیب، اردو اقدار و روایات کی پاسدار ہے۔مقالہ کے آخر میں کتابیات کی فہرست شامل کی گئی ہے۔یوں تو اس مقالے کی تکمیل میں لاتعداد کُتب و رسائل سے استفادہ کیا گیا ہے لیکن کتابیات کے ذیل میں صرف انہیں کا حوالہ درج ہے جن سے براہِ راست مدد لی گئی ہے۔

میں ڈاکٹر حسن آرا صاحبہ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جن کی زیرِ نگرانی یہ مقالہ تحریر کیا گیا۔میں اپنی کم علمی کے باوجود ان کی علمی و ادبی بصیرت، مخلصانہ رہنمائی اور بے پناہ شفقت کی وجہ سے یہ کام مکمل کر پائی ہوں۔ انہوں نے ہر قدم پر میری رہنمائی کی اور تحقیق و تنقید کے رموز سے آشنا کیا۔تحقیق کی اس دشوار گزار راہ کو میں نے انہیں کی شفقت، ہمت افزائی اور رہنمائی میں سلامتی سے پار کیا جس کے سبب مجھے یہ ثمرہ حاصل ہوا۔میں ان کے لیے اللہ سے دعا گو ہوں کہ اللہ دنیا جہاں کی تمام خوشیوں سے انہیں نوازے اور صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ (آمین)۔

میں محبوب راہی صاحب کی بھی بے حد شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے مواد کی فراہمی سے لے کر مقالے کی تکمیل تک قدم قدم پر میری مدد کی۔فون پر بھی وہ بڑی شفقت سے پیش آتے ہیں۔ان کا مخلصانہ شخصیت کے سبب وہ میری مدد کے لیے ہمیشہ تیار رہتے ہیں، ساتھ ہی میں نذیر فتح پوری صاحب (محبوب راہی کے دوست) ڈاکٹر ذاکر نعمانی صاحب (محبوب راہی کے شاگرد) کی بھی بہت بہت شکر گزار ہوں جنہوں نے اس مقالہ کے مواد کی فراہمی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔مقالہ سے متعلق ہر چھوٹی سے چھوٹی معلومات وہ مجھے وقت بوقت فراہم کرواتے رہے۔بارگاہِ الٰہی میں ان کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ ان کے ادبی و دنیاوی مال و زر میں برکت کے ساتھ تندرستی عطا فرمائے اور عمر دراز کرے۔آمین۔

میں اپنے مشفق والد جناب سپّو رائن صاحب اور ماں محترمہ رخسانہ کوثر صاحبہ کی نہ صرف شکر گزار

ہوں بلکہ احسان مند ہوں کہ انہوں نے تعلیمی میدان میں مجھے آگے بڑھانے میں میری ہر طرح سے حوصلہ آفزائی کی۔ اللہ نے آج جو مقام مجھے عطا کیا ہے یہ سب انہیں کی دعاؤں کی بدولت ہے۔ اس لیے میں ان کا جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے۔ اللہ ان کی عمر میں برکت دے اور انہیں صحت وتندرستی عطا کرے۔ آمین۔

میں اپنے شوہر جاوید حسین کی بھی بہت بہت شکر گزار ہوں جنہوں نے قدم قدم پر میرا ساتھ دیا، میری ہر ضرورت کو پورا کیا اور جن کی حوصلہ افزائی اور محبت کے طفیل میں اس مقالے کو مکمل کر پائی ہوں۔ اللہ انہیں ہر موڑ پر کامیابی عطا فرمائے آمین۔

میں اپنی خالہ زاد بہنیں ڈاکٹر ترنم، ترانہ بانو، بھائی افضل و اسرار، بہن رینا رائن اور ساتھ ہی اپنے عزیز پون راج کی بھی شکریہ ادا کرتی ہوں جن کی حوصلہ افزائیوں نے مجھے مایوسی سے بچائے رکھا۔

میں اپنی پیاری معصوم بیٹی حرین زہرا کے لیے بھی دعا گو ہوں کہ جس کو میں چھوڑ کر کام کرتی اور میری لخت جگر مجھے کبھی پریشان نہیں کرتی۔ اللہ میری بچی کو اچھی صحت بخشے اور اس کی عمر دراز کرے۔ آمین۔

اسی کے ساتھ میں مولانا نور الحسن رضوی کی بھی بہت بہت شکر گزار ہوں جنہوں نے اس مقالہ کو حسنِ کتابت سے سنوارنے میں میری مدد کی۔

آخر میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ تحقیق میں کوئی بات حرف آخر کا درجہ نہیں رکھتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آئے دن انکشافات ہوتے رہتے ہیں۔ ادب میں تو یہ بات اور بھی شدت کے ساتھ رونما ہوتی ہے۔ اسی لیے میں اہلِ نظر حضرات سے اُمید کرتی ہوں کہ وہ میری کم علمی کو مدّنظر رکھتے ہوئے میری لغزشوں کو درگزر فرمائیں گے۔

حِنا کوثر

ریسرچ اسکالر

فہرستِ مضامین

نمبر مضمون صفحہ نمبر

۱۔باب اوّل:۔۔۔

بابِ اوّل

شخصیت اور سوانح

بابِ اوّل

شخصیت اور سوانح

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں علمی اور ادبی ماحول ہمیشہ سے رہا ہے۔ اردو شاعری ہندوستان کی مٹی میں رچی بسی ہے۔ اردو شعر و ادب کا مطالعہ کرتے وقت یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اردو شاعری کے اوّلین نقوش امیر خسرو کی کلام میں ملتے ہیں۔ جو کہ فارسی آمیز ہیں لیکن اردو شاعری کی بات کرتے ہوئے ان کی شعری خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

امیر خسرو کے علاوہ قلی قطب شاہ، غواصی، وجہی، نشاطی، نصرتی وغیرہ نے اردو شاعری کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کرتے ہوئے شاعری کو عروج بخشا۔ ان شعراء کا جائزہ لیتے ہوئے جب اور آگے بڑھتے ہیں تو ہماری نظر ایک ایسے شاعر پر مرکوز ہوتی ہے جن کی شعری فکر سے نہ صرف دکن والوں نے استفادہ کیا بلکہ شمال والے بھی مستفیض ہوتے رہے۔ وہ اور کوئی نہیں بلکہ ولی اورنگ آبادی ہیں۔ ولی اورگ آبادی کے ہم عصر شعراء میں شاکر ناجی، آبرو، یک رنگ، سراج وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

وقت و حالات کے تقاضے کے مطابق اردو ادب میں نمایاں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ کئی تجربات وجود میں آئے اور انہوں نے اپنے فکر و احساس کا مظاہرہ کر کے لوگوں کو متاثر کیا بھی اور نہیں بھی، دونوں حیثیتوں سے ان کے دھندلے دھندلے نقش اردو ادب میں آج بھی جا بجا نظر آتے ہیں۔ مثلاً کچھ شعراء زندگی بھر کسی تحریک سے وابستہ رہے۔ اور کچھ نے حالات اور وقت کے ساتھ قدیم و جدید افکار و نظریات کو اپنایا۔ علاقائی سطح پر بھی یہ ادبی شخصیتیں اپنے فکر و فن سے اردو ادب کو منور کرتی رہتی ہیں۔

مہاراشٹر ہندوستان کا ایک ایسا صوبہ ہے جس نے اپنے علمی و ادبی ماحول کی خوشبو سے ہندوستان کو مہکایا ہے۔ اسی صوبے کے ضلع بلڈانہ کی ایک ادبی شخصیت ''ڈاکٹر محبوب راہی'' ہیں۔ جو تقریباً ۳۸ سال سے اردو ادب کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ وہ ایک بیدار مغز انسان اور صاحب نظر شاعر و ادیب ہیں۔ ان کی شخصیت رنگا رنگ بھی ہے اور ہمہ جہت بھی۔

محبوب راہی ایک طویل صبر آزماں لیکن جدّ و جہد پیہم سے کامیاب ادبی سفر طے کر کے اس مقام تک پہنچے ہیں۔

آباواجداد

صوبہ مہاراشٹرا اپنی زرخیزی اور شادابی کے بنا پر ایک خوبصورصوبہ ہے۔اس صوبے میں شامل سبھی اضلاع کسی نہ کسی خوبی کے حامل ہیں۔ان میں سے ایک ضلع ''بلڈانہ'' ہے جو مہاراشٹر کا ایک زرخیز علاقہ ہے۔اس ضلع کا ایک گاؤں کھام گاؤں ہے جو بلڈانہ سے ۱۵ کلومیٹر دور ہے اور یہاں کی آبادی ۱۴۰۰ کے قریب ہے۔یہ علاقہ اپنی مردم خیزی کی بنا پر خاصا معروف رہا ہے۔

یہاں کے بہت سے افراد مغلیہ دور حکومت میں بڑے عہدوں پر فائز رہے ہیں۔جن میں علی سردار خاں پٹیل بھی شامل تھے۔آپ پٹیل کے عہدے پر ماٹر گاؤں میں مامور تھے۔آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بڑے بیٹے بھیکن خاں کو پٹیل کا منسب عطا ہوا۔بھیکن خاں کے دو بھائی اور تھے جن کا نام محمد خاں اور چھوٹے خاں تھا۔آپ دونوں بھی اپنے وطن جل گاؤں میں تجارت میں مشغول تھے۔اور آپ کا شمار اس علاقے کے دھنّہ سیٹھوں میں ہوتا تھا۔بھیکن خاں کے بعد پٹیل کا عہدہ بھیکن کے بڑے بیٹے دولت خاں پٹیل کو حاصل ہوا۔دولت خاں پٹیل محمود خاں پٹیل کے بڑے بھائی تھے۔یہ محمود خاں کوئی اور نہیں بلکہ اردو ادب کی جانی مانی شخصیت محبوب راہیؔ عرف محبوب خاں پٹیل کے والد ماجد تھے۔

محمود خاں سیدھے سادے،نمازی، پرہیزگار، دیندار شخص تھے۔جنہیں وقت و حالات،غریبی،تنگ دستی ،نے عمر سے پہلے ہی بوڑھا کر دیا تھا۔انہوں نے مرتے دم تک خودداری کا ساتھ نہیں چھوڑا۔چاہے فاقہ کر لیے ،روزہ رکھ لیا لیکن کبھی بھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔اور نہ ہی اپنے حالات اور غریبی کا ذکر کسی کے سامنے کیا۔اللہ والے شخص تھے۔نماز کا دامن کبھی نہ چھوڑا۔جب شہر میں ہر طرف دنگے فساد برپا تھے تب بھی آپ نے اپنے اسلامی فرض سے منھ نہیں موڑا۔بالہ آخر اس فرض پر قربان ہو گئے۔اس سانحہ کے متعلق محبوب راہیؔ اپنی خود نوشت ''زندگی اپنی'' میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> ''۱۹۵۶ء میں کھام گاؤں (بلڈانہ) میں فساد ہو گیا۔مخدوش حالات میں روکنے کے باوجود مرحوم نماز عصر باجماعت ادا کرنے پھاٹک پورہ پہنچ گئے۔باہر سے دشمن نے تاک کر نیزہ مارا جو جبڑے کو چیرتا ہوا حلق میں پیوست ہو گیا۔زندگی تھی بچ ضرور گئے لیکن کچھ عرصے بعد برہانپور میں انتقال فرما گئے۔''(۱)

محمود خاں کی زندگی کسم پرسی کے حالات میں گزری۔ان کے مالی حالات اچھے نہیں تھے۔گھر میں غربت

کا راج تھا۔ دووقت کا کھانا بھی بہت مشکل سے حاصل ہو پاتا تھا۔ جس کے متعلق محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''چھوٹی سی ٹوکری میں ہلدی، دھنیا، گرم مصالحہ وغیرہ بنیادی ضرورت کی چیزیں بیچ کر قرب وجوار کے دیہاتوں سے جوار، دال، نمک، مرچ وغیرہ لاتے ہوں گے۔ اچانک بچے کا مرجھایا ہوا چہرہ کھل اٹھتا ہے دوڑ کر گھر میں ماں کو اپنے باپ کے آنے کی نوید مسرّت سناتا ہے۔ جو سنتے ہی ٹھنڈے چولہے کو اوپلوں اور سرکنڈوں کے ٹکڑوں سے گرم کرنے میں جٹ جاتی ہے۔ تاکہ اپنے چار بچوں کے ساتھ اپنے تھکے ماندے شوہر کے پیٹ میں دہکتی ہوئی آگ کو عارضی طور پر بجھانے کا بندوبست کر سکے۔'' (۲)

اپنے گھر کے مالی حالات اس قدر خراب ہونے کے باوجود آپ نے کبھی کسی سے مالی امداد لینا گوارا نہیں کیا۔ جبکہ دیگر رشتہ دار بہترین زندگی بسر کر رہے تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے رشتہ داروں کی طرف کبھی مدد کے لیے ہاتھ نہیں پھیلائے۔

ولادت

محبوب راہیؔ کے پردادا بھیکن خاں پٹیل ماڑگاؤں کے باشندے تھے۔ آپ کے دو بھائی محمد خاں اور چھوٹے خاں تھے ۔ میرے دادا کے دو بیٹے تھے۔ دولت خاں اور محمود خاں۔ محمود خاں کا نکاح محمد حنیف ماسٹر صاحب کی بیٹی طاہرہ بی سے ہوا۔ آپ کی والدہ مشرقی دیندار اور تعلیم یافتہ خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔

محبوب راہیؔ کی ولادت ۲۰ جون ۱۹۳۹ء کو ماڑگاؤں (خورد) ضلع بلڈانہ (مہاراشٹر) میں ہوئی۔ جس گھر میں آپ پیدا ہوئے، اس کے مالی حالات اچھّے نہیں تھے۔ گھر میں غربت کا راج تھا اور آپ کی ولادت بھی ایک چھوٹے اور کچّے مکان میں ہوئی۔ محبوب راہیؔ سے ان کی پیدائش کے سلسلے میں معلومات دریافت کرنے کے لیے میرا فون پر رابطہ ہوا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ کے تایا جو اس وقت گاؤں کے پٹیل ہوا کرتے تھے وہ اپنے پاس ایک رجسٹر رکھتے تھے جس میں وہ گھر کے سب افراد کی پیدائش کا ریکارڈ بھی رکھتے تھے۔ جب اس رجسٹر کو میں نے دیکھا تو اپنے والد کے جس بیٹے کا ذکر اس میں تھا اس سے میں نے یہ قیاس لگایا کہ یہ بچّہ میں ہی ہوسکتا ہوں۔ اور اس سے مجھے اپنی پیدائش کی تاریخ ۲۰ جون ۱۹۳۹ء کا پتا چلا۔

تربیت

اچھی تربیت ہی زندگی کوسنوارنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔اگر تربیت بہترین طریقے سے کی جائے تو اولاد نیک بنتی ہے۔محبوب راہیؔ کی تربیت میں بھی ان کے والدین کا اہم رول رہا۔ان کی شخصیت کو پروان چڑھانے میں ان دونوں کا نہایت اہم حصّہ رہا ہے۔محبوب راہیؔ اپنی ماں کے لاڈلے تھے۔آپ کی والدہ کوئی تعلیم یافتہ خاتون نہیں تھی، دنیاوی تعلیم سے محروم تھی البتہ قرآن کی تعلیم انہوں نے حاصل کی تھی۔قرآن اور نماز کی پابند تھیں۔اور قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ نے محبوب راہیؔ کو بہترین اخلاق اور آدابِ زندگی سے آراستہ کیا۔

عادت واطوار

محبوب راہیؔ نہایت نرم مزاج ہیں۔غصّے میں بھی وہ ضبط کا دامن کبھی نہیں چھوڑتے اور ہمیشہ صبر سے کام لیتے ہیں۔ان کی اسی خوبی کی وجہ سے ان کے دوست احباب کی تعداد بہت ہے۔وہ دشمنی کو ترجیح نہیں دیتے اور اسی لیے گِلے شکوہ سے بھی دور رہتے ہیں۔اپنی غلطی کی وجہ سے کسی سے گلہ شکوہ ہو بھی جائے تو اپنی غلطی پر شرم سار ہوتے ہیں اور اگر دوسرے کی غلطی ہو تو بھی ضبط کرتے ہیں۔یہ ان کی شخسیت کی خاص خوبی ہے۔ایسے لوگوں کو اللہ بھی پسند کرتا ہے۔

محبوب راہیؔ اپنے تمام بہن بھائیوں میں منفرد شخصیت کے مالک ہیں۔سانولا رنگ،تقریباً چھ فِٹ لمبائی، پہلے چھرہرا بدن تھا لیکن اب وقت اور حالات کے ساتھ بدن تھوڑا فربا ہے۔دور حاضر میں علالت اور کمزوری کے سبب بستر پر دراز ہیں۔

ہر شخص کسی نہ کسی چیز کا خواہش مند ہوتا ہے۔لیکن محبوب راہیؔ نے حالات سے سمجھوتا کر کے اللہ کی رضا میں اپنی رضا ڈھونڈ لی۔پھر چاہے لباس ہو یا خوراک،جس وقت پر جو ملا اسے خدا کا شکر ادا کر کے قبول کر لیا۔

دوران ملازمت آپ پینٹ شرٹ،سفاری سوٹ،کوٹ سوٹ سبھی طرح کے لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔لیکن پچھلے کچھ برسوں سے آپ نے سادا لباس اختیار کر لیا ہے۔اور کرتا پائجامہ وغیرہ میں ہی آپ کو سکون حاصل ہوتا ہے۔

اسی طرح خوراق میں بھی آپ نے کسی چیز کی خواہش نہیں کی۔اپنی قلیل آمدنی میں جو ملا وہ کھا کر خدا کا شکر ادا کیا۔لیکن پھر بھی آپ میٹھے کے شوقین ہیں۔

زندگی کو بہتر انداز سے جینے کی خواہش ہر شخص کے دل میں موج زن ہے۔محبوب راہیؔ بھی اپنے دل میں

ایسی بہت سی خواہشات کو دبائے ہوئے ہیں۔ان میں سے کچھ پایائے تکمیل کو پہنچی اور کچھ ادھوری رہ گئیں۔مکہّ مدینہ جانے کی خواہش کو اللہ نے دو بار قبول کیا۔ایک بار آپ کی اہلیہ کے ساتھ اور دوسری بار آپ کے ہمعصر شعراء کے ساتھ جس کی روداد آپ نے ''سفرنامہ دیر سے حرم تک'' میں تحریر کی ہے۔

تعلیم

محبوب راہیؔ کا بچپن غربت کے حالات میں گزرا۔گھر میں غریبی تھی۔والد دو وقت کا کھانا بھی مشکل سے جٹا پاتے تھے لیکن ایسے سنگین حالات میں بھی انہوں نے اپنے بچّوں کو دینی اور دنیاوی تعلیم دلانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔جب آپ کی عمر تقریباً پانچ چھ برس کی تھی تب آپ کے والد صاحب نے آپ کو قرآن کی تعلیم کے لیے مدرسہ بھیجا۔آپ ذہین تھے اس لیے آپ کو بہت سی قرآنی آیات جلد ہی ازبر ہوگئیں۔جس کی وجہ سے آپ کے استاد بھی بہت خوش رہا کرتے تھے۔اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے محبوب راہی فرماتے ہیں۔

> ''عاشور خانے میں جامع مسجد کے امام محمد امجد صاحب قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔والد صاحب نکبت وافلاس کے باوجود مقررہ ہدیہ کے علاوہ کھجوریں یا پھل جو کچھ ان دنوں بیچتے گاہے گاہے تحفاً انہیں بھیجتے رہتے تھے۔مولوی صاحب میری خوش الحن قرات بیحد خوش ہوتے تھے۔مکتب میں چھٹی کے بعد دیر تک مجھ سے سورہ یٰسین تبارک یاعم یتسائلون کی تلاوت کرواتے۔اور خود بھی جھوم جھوم کر میری آواز میں آواز ملاتے تھے۔میری طبعی معصومیت اور خیر کی جانب فطری اور غالب رجحان کے پیشِ نظر مولوی صاحب اکثر لوگوں کے سامنے فخریہ انداز میں میرا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں ''یہ لڑکا اگر خراب ماحول میں فاسد اثرات سے محفوظ رہ گیا تو ایک دن یقیناً ولی اللہ بنے گا۔'' (۳)

آپ نے قرآن بھی پڑھا اور اس کی تعلیمات پر عمل بھی کیا۔اس کے ساتھ ہی آپ دنیاوی تعلیم میں بھی پیچھے نہیں رہے۔

جب آپ چھ سات برس کے ہوئے تو آپ کے والد دنیاوی تعلیم کے لیے بھی فکرمند ہوئے اور آپ کے ساتھ آپ کے بڑے بھائی سخائا للہ خاں کو اسکول میں داخلہ دلانے کی تیاریاں کیں۔آپ کی تعلیم پیپل گاؤں کے سرکاری اسکول سے شروع ہوئی۔پہلی اور دوسری جماعت پاس کرنے کے بعد جب تیسری جماعت میں آئے تو

یہ مسئلہ پیش آیا کہ ہر بچّے کو ایک آنا ماہوار فیس دینی ہوتی تھی، اور دو بھائی ایک ساتھ ہونے پر ایک کی فیس معاف ہوتی تھی۔ اس طرح سے دونوں بھائی ایک ہی فیس میں چوتھی جماعت تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد بڑے بھائی کو والد صاحب نے معاشی پریشانیوں کے سبب پڑھائی سے رشتہ منقطع کروا کر کام پر لگا دیا۔ اب محبوب راہیؔ اس تعلیمی میدان میں تنِ تنہا آگے بڑھے اور مڈل اسکول تک پہنچے۔ آپ تیز دماغ کے مالک تھے جس کا اندازہ اِس تحریر سے ہوجاتا ہے۔

''میں ہر جماعت میں ہر مضمون میں سب سے آگے تھا لیکن ہر امتحانی نتیجے میں میرا نام دوسرے نمبر پر ہوتا۔ پہلے نمبر کے حقوق ہمارے ایک استاد کے فرزند کے نام محفوظ تھے۔ دوسری یا تیسری جماعت ہی سے خوش الحانی کی بنا پر اجتماعی نظم خوانی کی ذمّہ داری مجھے سونپ دی گئی تھی۔ چہارم اور پنجم میں پہنچا تو اکثر بیت بازی کے مقابلوں میں اکثر کمزور گروپ کے ساتھ مجھے رکھا جاتا، اس کے باوجود بازی ہمارا گروپ لے جاتا۔ ششم اور ہفتم میں پہنچنے پر شعرفہمی میں اتنی استعداد پیدا ہوچکی تھی کہ استادِ محترم کی تشریح اور تفہیم مجھے مطمئن نہ کرتی اور اجازت پا کر میں اخذ کردہ تشریح بیان کرتا تو استادِ محترم اسے قبول کر لیتے اور اکثر شاباشی سے بھی نوازتے تھے۔ بزم ادب کے ہفتہ واری جلسوں کے لیے دیے گئے عنوانات پر تقریروں کی مشق بھی انہیں دنوں پہنچائی گئی۔ اسکول لائبریری میں چھوٹی بڑی ہزاروں کتابیں تھیں، چند ایک چھوڑ کر اُن تمام کو کئی کئی بار چاٹ گیا۔ جی ہاں یہ صرف مڈل اسکول کی تعلیمی سرگرمیوں کی بات کر رہا ہوں۔'' (۴)

مڈل کے بعد آپ کے ماموں زاد بھائی نے ٹیچر ٹریننگ کے انتحان کا فارم آپ کو بھیجا۔ امتحان کے لیے آپ بالا پور گئے جہاں سب سے کم انگریزی پڑھے ہوئے آپ تھے۔ بہرحال قسمت رہی اور آپ نے امتحان بھی پاس کرلیا۔ اور پھر ایک سال کی ٹیچر ٹریننگ کے لیے بالا پور گئے۔ اس وقت ڈی ایڈ کا کورس دو سال سے ایک سال کا کر دیا گیا تھا مئی ۱۹۵۶ء میں آپ نے ڈی ایڈ کا امتحان دیا۔ اس بات کا ذکر کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''میرے ماموں زاد بھائی معروف ادیب، نقاد اور مبصر ڈاکٹر آغا غیاث الرحمٰن مصنف ''برار میں اردو شعر و ادب کا آغاز و ارتقاء'' بھی شریک تھے جو ان دنوں دو

سالہ اردو ٹیچرس ٹریننگ کے لیے اردو نارمل اسکول کھنڈوہ کے سالِ دوم میں زیر تعلیم تھے۔اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور موصوف نے داخلے کے امتحان میں شرکت کا فارم مجھے بھیج دیا۔فارم کی خانہ پوری کرنے کے بعد والد صاحب کو میرے ارادے کا پتا چلا تو بیحد خفا ہوئے اور سختی سے منع کر دیا کہ خبردار ماسٹر واسٹر بننے کا خیال اپنے دل سے نکال دو کہ ماسٹروں کے حال ویسے بھی کہاں بہت اچھے ہیں۔''

(۵)

آپ کے والد کی ناراضگی کا سبب یہ تھا کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ ۵۸ روپے ماہانہ کی نوکری کریں کیوں کہ اپ کے والد کا کہنا تھا کہ اتنے روپے تو ہم اپنی دوکان پر کام کرنے والے نوکر کو دے دیتے ہیں۔
(آپ کے والد نے پیشہ بدل کر برتن کا کاروبار شروع کیا تھا جس سے آپ کے گھر کے مالی حالات سدھرنے لگے تھے۔)

ڈی ایڈ کے امتحان میں آپ نے کامیابی حاصل کی اور آپ کو ٹریننگ کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ٹریننگ کے لیے جاتے وقت آپ کو مع ۲۰۰ روپے فیس کے ساتھ دو چادر اور ایک مسیری ایک گدّا اور ضروریاتِ زندگی کا سامان ساتھ لے جانا تھا۔لیکن آپ کے والد نے اس سلسلے میں آپ سے ناراضگی کے سبب یہ سب چیزیں دینے سے صاف انکار کر دیا۔لیکن پھر بھی آپ نے ان چیزوں کا بندوبست کیا اور ٹریننگ کے لیے بالا پور روانہ ہو گئے۔

اپنی تدریسی خدمات انجام دینے کو دوران جب آپ نے اپنے ایک دوست کو کھام گاؤں میں بحیثیت لیکچرر پایا تو آپ کی غیرت آپ کو للکارنے لگی کہ جو بچّہ رٹّا مار کر پاس ہوتا تھا وہ کالج میں لیکچرر بن کر بیٹھا ہے اور آپ ایک پرائیمری اسکول میں بحیثیت مدرس کام کر رہے ہیں۔یہ سانحہ آپ کو اندر تک جھنجھوڑ گیا اور آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی ٹھانی۔اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

''محض ساتویں جماعت اور ڈی۔ایڈ۔پاس کر کے اپنے آپ کو تعلیم یافتہ کہلانے یا سمجھے جانے سے میں مطمئن نہیں تھا۔لہٰذا تعلیمی میدان میں بھی کچھ پیش رفت کرنے کا خیال مجھے ہر وقت مضطرب رکھتا تھا۔اس اضطراب میں یکلخت اضافہ ہو گیا۔جب مجھے پتہ چلا کہ میرا ڈی۔ایڈ۔ٹریننگ کا ایک ساتھی خواجہ علی انجم ایم۔اے۔کر کے جی۔ایس۔کالج کھام گاؤں میں بحیثیت لیکچرر مامور کیا جا چکا ہے۔اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ ذہانت کے یونہی الم غلم مشاغل میں

ضائع کرنے پر دل ہی دل میں شرم آئی کہ مرحوم خواجہ علی انجم ذہین طلبہ میں قطعی شمار نہیں ہوتا تھا۔ کتابیں بیاضیں سامنے رکھ کر رٹتا رہتا۔ بسا وقات بیت الخلاء میں بھی اسے اپنا یاد کیا دہراتے سنا گیا۔ ہم اسے کرم کتابی کہہ کر چڑایا کرتے تھے۔ ہمہ وقت رٹتے رہنے کی اس دھن کے طفیل وہ ایم۔اے۔ ہو کر ڈگری کالج میں لیکچرر بھی ہو گیا'' اور ہم غبار دیکھتے رہ گئے۔' (۶)

۱۹۷۷ء میں آپ نے ایس ڈگری کالج امراوتی یونیورسٹی سے پرایویٹ طور پر بی۔اے۔ کا امتحان پاس کیا اور وہیں سے ۱۹۷۹ء میں ایم۔اے۔ اردو بھی پرایویٹ طور پر اچھّے نمبروں سے پاس کیا۔

ایم۔اے۔ کرنے کے بعد بھی علم حاصل کرنے کی پیاس باقی رہی اور آپ نے پی ایچ۔ڈی۔ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ پی ایچ۔ڈی۔ کے لیے موضوع انتخاب کرنے کا وقت آیا تو آپ نے ''مظفر حنفی'' کو بہترین پایا۔ مظفر حنفی پی ایچ۔ڈی مقالے کے لیے آپ کی پہلی پسند رہے اس تعلق سے آپ فرماتے ہیں۔

''احبابِ کھنڈوہ بالخصوص مرحوم قاضی حسن رضا کا ایک بڑا احسان جو مجھ پر ہے اور جس کے نہایت دور رس اور تعمیری اثرات سے میری شعری ادبی زندگی پر مرتب ہوئے، میرے کرم فرما اردو شعر و ادب کی ثقہ شخصیت پروفیسر مظفر حنفی سے میرا رابطہ کے استحکام میں معاونت کرنا ہے۔ ہوا یوں کہ یادِ اقبال کے متذکرہ مشاعرے میں شرکت کے لیے کھنڈوہ پہنچا تو مجھے پہلی بار علم ہوا کہ اپنے منفرد لب لہجہ اور جداگانہ رنگ و آہنگ کی بنا پر ہم عصر شعراء میں میری اوّلین پسند محترم مظفر حنفی کا نہ صرفیہ کہ کھنڈوہ میں مقام پیدائش ہے بلکہ میرے احبابِ کھنڈوہ بالخصوص قاضی حسن رضا موصوف بچپن کے دوست اور بے تکلف یار غار ہیں اور مجوزہ پروگرام میں موصوف کا عملی تعاون (سرپرستی) شامل ہے۔ یہ دل خوش کم اطلاع میرے کھنڈوہ پروگرام میں شرکت کے لیے مزید غیب و تحریص کا باعث ہوئی۔ حنفی صاحب سے تعارف ہوا، باتوں باتوں میں تکلفات کچھ کم ہوئے تو میں نے موصوف کی شخصیت اور فن کا قدرے گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرنی کی غرض سے انہیں تحقیق کا موضوع بنانے کا اپنا عندیہ پیش کیا۔ پہلے تو پتا نہیں کیوں رضامند نہیں ہوئے۔ بالآخر قاضی حسن رضا کے مسلسل اصرار اور یقیں دہائی پر کہ راہی تمہارے

ساتھ پورا پورا انصاف کرنے کی اہلیت رکھتا ہے اجازت دیدی۔'' (۷)

آپ نے ناگپور یونیورسٹی سے مرحوم پروفیسر منشاء الرحمٰن کے زیر نگرانی پی ایچ۔ڈی۔ میں رجسٹریشن لیا۔دورانِ پی ایچ۔ڈی۔ جناب منشائا لرحمٰن اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔آپ کے انتقال کے بعد محبوب راہیؔ نے مظفرحنفی کے استاد پروفیسر عبدالقوی دسنوری کے زیرِنگرانی یہ مقالہ مکمل کیا۔

پی ایچ۔ڈی۔ کے دوران آپ کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جن کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

''پی ایچ۔ڈی۔ کے اس سنگلاخ خارزار کو عبور کرتے ہوئے کامرانی کے چمن زاروں تک پہنچنے میں مسلسل تین سال تک اپنی فکر واحساس کے تلوؤں کو کس طرح لہولہان کیا اس کا علم میرے بیشتر واقف کاروں کے علاوہ خود حنفی صاحب کو بھی ہے۔'' (۸)

آخر کار ان خارزار اور دشوار گزار راہوں سے گزر کر کامیابی حاصل ہوئی اور ۱۹۸۵ء میں آپ کو پی ایچ۔ڈی۔ کی ڈگری تفویض کی گئی۔اس خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

''اصول قدرت رہا ہے کہ جب ایک بار کوئی سلسلۂ چل پڑتا ہے تو مدّتوں لگا تار چلتا رہتا ہے۔ ۸۴ء میں ہمیں مظفرحنفی کی شخصیت اور فن پر ڈاکٹریٹ اور ۸۵ء میں راشٹر پتی وینکیٹ رمن کے ہاتھوں مثالی مدرس کا قومی اعزاز پانے کا غلغلہ اس قدر بلند ہوا کہ غالباً اس کی بازگشت پر کاپردازان مہاراشٹرار دو اکادمی کے بھی کان کھڑے ہوئے اور سال رواں ۸۵ء میں جب اکادمی کی تشکیل ہوئی تو خاکسار کو بھی اس کی زینت تفویض کر دی گئی۔'' (۹)

شعر گوئی کا آغاز

ہر شاعر اپنی شعری زندگی کا آغاز کسی نہ کسی واقعہ یا حادثہ سے متاثر ہو کر کرتا ہے۔محبوب راہیؔ کی زندگی میں بھی ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ آپ شاعری کی اس خوبصورت دنیا میں داخل ہو گئے۔یہ واقعہ ۱۹۵۷ء میں پیش آیا۔جب بالا پور میں ایک کُل ہند مشاعرہ ہوا۔تو آپ کے استاد پروفیسر مصطفیٰ خاں نے آپ کو بھی طرحی غزل لکھنے کا حکم دیا۔اور آپ نے اپنے استاد کا حکم بجالاتے ہوئے ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ تھا ؎

''سامنے بیٹھی وہ میرے گلگلے کھاتی رہی میں اس مانگا کیا وہ مجھ کو ستاتی رہی''

آپ کو جو مصرعہ دیا گیا تھا، وہ یہ تھا ؎

رات بھر ساغر میں ان کی یاد لہراتی رہی

اس غزل کے ساتھ آپ اپنی شعری زندگی کی ابتدا کے متعلق فرماتے ہیں

''یہ میری زندگی کا پہلا شعر تھا اور پہلا مشاعرہ تھا۔ حیدر آباد، ممبئی، ناگپور، اکولہ، مالیگاؤں اور امراوتی وغیرہ شہروں سے شیروانیوں میں ملبوس، سوٹیڈ، بوٹیڈ شعراء اکرام کے درمیان مجھ شکستہ حال دیہاتی لڑکے کے کچرے اشعار پر داد و ستائش نے شوق کی چنگاری کو ہوا دی۔ چھوٹی موٹی نشستوں اور اطراف و جوانب کے مشاعروں کے لیے تک بندیاں ہونے لگیں۔ باقاعدہ شعر کوئی کی ابتدا ۲۱ دسمبر ۱۹۶۲ء کے اردو ٹائمز میں غزل شائع ہونے پر ہوئی۔ ہند چین کے پس منظر میں تخلیق شدہ غزل کا مطلع یوں تھا ؎

گلچیں کیا ادھر گل پر نظر دیکھ رہا ہوں
کانٹوں کو ادھر سینہ سپر دیکھ رہا ہوں

اور دوسرا شعر تھا ؎

آواز پہ نہرو کی ہر اک فرد اٹھا ہے
جے ہند کے نعرے کا اثر دیکھ رہا ہوں

اس غزل کی اشاعت کے ساتھ ہی آپ کے حوصلوں کو پر لگ گئے۔ اور آپ کا شعری سفر منزل در منزل آگے بڑھتا رہا۔ جس کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

''غزل کی اشاعت کے ساتھ ہی طائر فکر چار سمت اُڑانیں بھرنے لگا۔ طبع رواں پر بندھا پشتہ ٹوٹ گیا، ایک باڑھ سی آئی، ۔ ادھر اُدھر شعر دھلنے لگے اور پھر کس طرح غزل، نظم، قطعہ، رباعی، حمد، نعت و مناجات، طنز و مزاح، بچّوں کی نظمیں، سیاست، سماجیات وغیرہ موضوعات پر شعری تخلیقات کے ساتھ تنقیدی، تحقیقی مضامین ہنگامی موضوعات پر مقالے تبصرے، پیش لفظ مقالے بے تحاشہ لکھے گئے۔

جو ہر مزاج و معیار کے اخبارات و رسائل اور کتابوں میں بکثرت شائع ہو کر مختصر سی مدّت میں مجھے اردو کے سب سے زیادہ لکھنے اور چھپنے والے مصنف اور کثیر الجہات شاعر و ادیب کی حیثیت سے رسوا کرنے کا موجب ہوئے، کس طرح

مختلف صوبائی اکیڈمیوں ،غیر سرکاری اداروں اور ادب نوازوں کی عنایت سے میری مختلف اصناف ادب پر ۱۸ کتابیں شائع ہوئیں جن پر ہر طرف سے انعامات و اعزازات کی بارش ہوئی ۔ جہاں تک میرے تخلیقی رویّے کا تعلق ہے میں کبھی کسی خاص ادبی تحریک ،نظریے یا رجحان کا پابند نہیں رہا۔اپنی افتادِ طبع کے تحت فضاؤں میں اُڑانیں بھرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا اور اپنی فکر رسا کی رہنمائی میں غیر متعینہ منزلوں کی جانب اپنا تحقیقی سفر جاری رکھا ہے۔

راہیؔ حاجت پیش نہ آئی مجھے کسی بیساکھی کی

میرے شعروں نے اپنے پیروں پر چلنا سیکھا ہے'' (۱۰)

مختلف شعری اصناف پر اب تک آپ کے تقریباً ۲۳ شعری مجموعے شائع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔جن میں غزلیں ،نظمیں بچّوں کے لیے نظمیں ،رباعی ،قطعہ ،حمد نعت و مناجات ،تضمین اروطنزیہ اور مزاحیہ منظومات وغیرہ شامل ہیں۔

نثر نگاری کا آغاز

محبوب راہی نے اپنی تدریسی خدمات انجام دیتے ہوئے شعری اور نثری میدان میں اپنے قلم کو رواں رکھا اور بہترین ادبی ذخیرہ قارئین کی نذر کیا۔آپ نے اپنی نثر نگاری کی ابتداء کے متعلق بھی ایک دلچسپ قصّہ اپنی خودنوشت سوانح زندگی اپنی میں بیان کیا ہے۔اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

''مدیر ''رنگ'' شان بھارتی سے گہرے دوستانہ مراسم اسی شوق کی دین ہے۔اُن دنوں اردو ٹائمز کے علمی و ادبی صفحہ ''لوح وقلم'' میں ناظم انصاری اکولوی کی غزل ان کے پتے کے ساتھ شائع ہوئی ،جس پر میرا توصیفی خط دوستی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔کچھ دنوں بعد میں نے اپنے اس ان دیکھے دوست پر بعنوان ''ایک ابھرتا ہوا شاعر ناظم اکولوی'' لکھا جو اردو ٹائمز کے ادبی صفحے میں شائع ہونے والا غالباً اوّلین مضمون تھا۔''

(۱۱)

اتفاق سے ہی سہی پر یہ مضمون اور یہ خط محبوب راہی کی نثر نگاری کا سنگِ میل ہیں جس پر آپ کی نثری

تصانیف کا محل اپنی آب وتاب اور شان وشوکت کے ساتھ کھڑا ہوا ہے۔اس کے بعد آپ نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور مختلف نثری اصناف مثلاً مضمون، تنقید وتحقیق، سفر نامہ اور سوانح نگاری وغیرہ میں آپ نے طبع آزمائی کی ملک و بیرونِ ملک کے مختلف رسائل وجرائد میں آپ کے مضامین وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں اور قارئین سے داد و تحسین حاصل کرتے رہتے ہیں۔

فکرِ معاش

محبوب راہی کے معاشی حالات اچھّے نہیں تھے۔لیکن پھر بھی آپ نے ان مشکل حالات کے باوجود ڈی۔ایڈ۔کا امتحان پاس کیا جس کی بنا پر آپ کو گوندھنا پور پرائیمری اسکول میں اپنی پہلی تدریسی خدمات انجام دینے کا شرف حاصل ہوا۔جس کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

> ''۳۰ اپریل کو عرصہ تربیت ختم ہونے سے کوئی ایک ہفتہ قبل پرنسپل صاحب نے فارغ ہونے والے تمام طلبہ سے ملازمت کے لیے اپنے اپنے پسندیدہ ضلع پریشد و میونسپل کمیٹیوں اور کارپوریشن کے لیے درخواستیں طلب کیں۔کئی جگہ آسامیوں کی ناپسندہی کی۔میں نے کھام گاؤں، ناگپور اور بمبئی نگر پالیکاؤں اور کارپوریشن کے ساتھ ضلع پریشد کے لیے بھی درخواستیں دیں۔مجھے چارون اداروں کے آرڈر ملے لیکن میں نے بلڈانہ ضلع پریشد کے تحت کھام گاؤں پنچایت سمیتی کا انتخاب کیا کہ اپنے ساتھ اپنے والدین اور آٹھ بہن بھائیوں کی بڑے شہروں میں کفالت بے حد مشکل تھی۔'' (۱۲)

تقریباً ڈیڑھ برس تک آپ یہیں ملازمت کرتے رہے۔اس کے بعد آپ کا تبادلہ پیپل گاؤں میں ہو گیا۔جس کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

> ''گوندھنا پور ملازمت کا ابھی دوسرا برس ختم بھی نہیں ہو پایا تھا کہ ایک روز فروری کے اوائل میں دوپہر کے چائے کے وقفے میں اسکول سے گھر کی جانب محو خرام تھے کہ محکمہ تعلیمات کے کھام گاؤں آفس سے سائکل پر سوار ایک چپراسی نے رکنے کا اشارہ کیا۔اس کے ہاتھ میں صدر مدرس کے نام ایک خاکی لفافہ تھا جسے وہیں کھڑے کھڑے کانپتے ہاتھوں سے چاک کیا گیا۔جس میں میرے نام اپنے

وطن پیپل گاؤں راجہ کی اپنی مادرِ علمی میں تبادلے کا آرڈر برآمد ہوا۔'' (۱۳)

یہ وہی پیپل گاؤں تھا جو محبوب راہیؔ کا مادرِ وطن تھا۔ جہاں آپ نے اپنے بچپن کے خوشگوار لمحے گزارے تھے۔ وہاں تبادلہ ہونے پر آپ کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

''بغیر کسی کدو کاوش بغیر کسی سفارش، بغیر کسی دعا تعویز کے میرا پیپل گاؤں راج تبادلہ ہو جانا مجھ جیسے نادار بے یار و مددگار کے لیے کسی تاج وتخت مل جانے، چھپّر پھٹ کر ہیرے جواہرات برسنے یا آنگن میں دفینہ برآمد ہونے کی مصداق تھا۔'' (۱۴)

لیکن یہ خوشی زیادہ دیر تک آپ کے دامن میں نہ رہ سکی۔ آپ کو پیپل گاؤں میں ابھی ایک برس بھی پورا نہ پایا تھا کہ سیاسی سازشوں کے تحت آپ کا تبادلہ پیپل گاؤں سے لاکھنواڑہ ہو گیا۔ اس تبادلے کے پیچھے بہت ہی سنگین حالات درپیش آئے۔ اُن لمحوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

''بدبختانہ اتفاق کہئے کہ انہیں دنوں ضلع پریشد کے انتخابات سر پر آ گئے۔ کرشن راؤ پٹیل کی آمریت اور فرقہ پروری سے پرگشتہ و بیزار تعمیر پسند مسلمانوں (جن میں اکثریت مالوی برادری کی تھی) نے اس کے خلاف ایک محاز تیار کیا جس کی کمان لطیف کے بہنوئی برکت اللہ صاحب خاں نے سنبھالی اور سرپرستی ضلع کے معروف مسلم رہنما ضیاء الحق خاں صاحب نے فرمائی۔ میں لطیف کی دوستی کے وسیلے سے مالوی برادری کے اکابرین سے قربت اور کچھ اپنی سادہ لوحی اور ناعاقبت اندیش جذباتیت کی بنا پر ہاتھیوں کی اس لڑائی میں چیونٹی سے کمتر حیثیت کے باوجود کود پڑا۔ نتیجہ ظاہر ہے، جو ہونا تھا ہوا۔ میں نے عملی طور پر کارنر میٹنگوں میں کھلے بندوں سر گرم شرکت کی گھر گھر کنوینسنگ کی۔ حتی کے پٹیل کے خلاف اپنی تحریروں کے دستاویزی ثبوت بھی مخالفین کو مہیاّ کیے۔ الیکشن کا نتیجہ آیا تو ہماری کوششیں بارآور ثابت ہوئیں۔ کرشن راؤ پٹیل کے مقابلے میں ہمارا اُمیدوار گلاب راؤ پٹیل بھاری اکثریت سے کامیاب قرار پایا۔ کرشن راؤ الیکشن ہارا ضرور لیکن اس کی اپنی ایک مستحکم ساکھ سیاست میں ہونے کی بنا پر وہ اپنا ایک وزن رکھتا تھا۔ وہ جو مثل مشہور ہے کہ بڑا پیڑ گر رتا ہے تو اس کی زد میں کئی چھوٹے پودے روند جاتے ہیں۔

لہٰذا کرشن راؤ کو ہرانے میں میرا بھی عمل دخل ثابت ہوجانے کے جرم کی پاداش مجھے کالے پانی کی سزا سنائی گئی۔اور وطنِ عزیز کی فرحت بخش فضاؤں میں فروری ۱۹۶۰ے تا اپریل ۱۹۶۱ء محض سوا برس پر کھول کر اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہو گئے مصداق مئی ۱۹۶۱ء عشرہ اوّلی میں دور افتادہ اور تمام تر سہولیتوں سے محروم مقام ''لاکھنواڑہ'' تبادلے کا تحریری حکم دستیاب ہوگیا۔''

(۱۵)

لاکھنواڑہ آنے کے بعد تقریباً پندرہ برس کی مدت تک آپ یہیں رہے۔یہ ایک بیابان علاقہ تھا۔جہاں آپ نے اپنی تدریسی خدمات انجام دیں۔اس کے ساتھ ہی آپ نے کھیتی باڑی کی اور جانور بھی پالے تا کہ آپ کی بدحالی کچھ حد تک دور ہو سکے۔اسی دوران آپ نے گریجوایشن تک تعلیم بھی حاصل کی۔یہ جگہ بارسی ٹاکلی سے تیس کلومیٹر دور تھی۔یہاں کوئی اسپتال بھی نہیں تھا۔ایسے حالات میں جب آپ کے بیٹے یرقان کی طبیعت حد سے زیادہ خراب ہوگئی اور آپ نے اپنے آپ کو بے یار و مددگار پایا تو آپ کو خیال آیا کہ اس ویرانے کو چھوڑ کر اپنوں کے قریب ہوجانا چاہیے۔اس لیے انہوں نے اپنا تبادلہ بارسی ٹاکلی جو کہ آپ کا سسرال بھی ہے وہاں کروالیا۔اِس قصّے کو یاد کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

''چند برسوں تک تو مجھے تنہائی وغیرہ کا تو کوئی احساس نہیں ہوا،لیکن ایک بار جب یرقان کے موذی مرض میں مبتلا ہو کر موت کے دروازے پر دستک دینے کی نوبت آئی ،دور دور تک اکیلے پن اور سنّاٹے میں بے یار و مددگار ہونے کا احساس شدید ہوا تب سسرالی عزیزوں کی قربت غنیمت محسوس ہوئی،اور میں نے بارسی ٹاکلی کے ارباب بست وکشاد بابا صاحب دھابیکر صدر ضلع پریشد مرحوم سیف الدین پٹھان کے روبرو اپنے برادرِ نسبتی شیخ ابراہیم ٹھیکیدار کے توسل سے مشروط تجویز پیش کی کہ ایک تو بلڈانہ ضلع پریشد سے اکولہ ضلع پریشد تبادلہ کر کے راست بارسی ٹاکلی کے اردو اسکول میں میرا تقرر کیا جائے۔دوسرے کم ازکم پانچ برس یہاں سے میرا تبادلہ نہ ہو۔میری دونوں شرطیں مان کر بابا صاحب دھابیکر نے بلڈانہ ضلع پریشد کے صدر کو فون کر کے لاکھنواڑہ اردو اسکول میں برسرکار محبوب خاں نائب مدرس کا تبادلہ کر کے ضلع پریشد اکولہ کے بارسی ٹاکلی اردو اسکول میں رجوع ہونے

کے لیے فوری طور سے بھیج دیا جائے۔ دو با اختیار صدکا معمہ تھا دونوں ضلع پریشدوں میں دو روز کے اندر احکامات ٹائپ کروا کے ہمارے ٹھیکیدار شیخ ابراہیم کو سونپ دیئے گئے تا کہ وہ جائیں اور جس حال میں ہوں اپنے بہنوئی کو پکڑ لے آئیں۔ حکم حاکم مرگ مفاجات کی مصداق ٹھیکیدار صاحب ٹرک لیے رات ۱۲ بجے دندناتے ہوئے لاکھنواڑہ آن دھمکے۔ اسی وقت پڑوسیوں مستان بھائی، عثمان بھائی وغیرہ کو جگایا گیا ، پیڑوں میکس جلائی گئی۔ جس کی روشنی میں گھر کے اندر باہر کا تمام اسباب جمع کیا گیا، چھت کے ٹین بلیّاں اور دروازے ٹرک میں لادے گئے۔ مجھے بیوی اور پانچ بچّوں مفیض، ناظمہ، شفیق، عتیق اور جاوید سمیت کیبن میں ٹھونسا گیا اور لاکھنواڑہ سے بے خانماں ہوکر راتوں رات اپنی مختصر سی کائنات سمیٹ کر یکم مئی ۱۹۷۵ء کی صبح مجھے بارسی ٹاکلی لا ڈالا گیا۔'' (۱۶)

اس تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کس حالات میں بارسی ٹاکلی آئے۔ یہاں دوران ملازمت ہی آپنے ایم۔اے اور پھر ۱۹۸۵ء میں اپنی پی ایچ۔ڈی۔ کی سند حاصل کی۔ جس کے فوراً بعد آپ کو راحت ڈگری کالج کے پرنسپل کے عہدے پر مقرر کر دیا گیا۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

''بارسی ٹاکلی پہنچ کر جب ایم۔اے۔ اور پی ایچ۔ڈی۔ کی اعلیٰ وارفع اسناد کے حصول میں کامیاب ہو گیا تو مہاراشٹر اردو اکادمی کی رکنیت کے دوران صدر اکادمی اور وزیر تعلیمات حکومت مہاراشٹر پروفیسر جاوید خان سے قربت کی بنا پر ملازمت میں ترقی کے لیے درخواست کی۔ ہائی اسکول یا ڈی ایڈ کالج میں تدریس کے لیے بی۔ایڈ۔ ضروری ہے جس سے میرا دامنِ تعلیم کھالی تھا۔ بابا صاحب دھابیکر وزیر مملکت مہاراشٹر جن کی خواہش کی تکمیل میں بلڈانہ ضلع پریشد پر پہنچا تھا ۔اُن دنوں ضلع پریشد کے صدر بھی تھے اور مقامی جنتا ہائی اسکول کے صدر بھی۔ میری درخواست پر اپنے اسکول میں جونیئر کالج کلاسز کھلوا کر کورے آرڈر پر دستخط کر کے جنتا ہائی اسکول میں جا کر پڑھاتا رہوں۔ یہ خبر پا کر تین چار ماہ وہاں درجہ پنجم اور ششم کو سماجی علوم پڑھاتا رہا کہ وہاں پہلے سے برسرکار دو تین پوسٹ گریجوایٹ ٹیچرس جونیر کالج میں ترقی پانے کے لیے قطار میں تھے۔ جمہوں نے

مجھے راست ان بلندیوں کو چھونے کی قانونی طور پر اجازت نہیں ملنے دی۔لہٰذا بخشوبی بلیّ چوہا لنڈورا ہی بھلا'' کہتے ہوئے بہ حسرت و یاس وہاں سے لوٹ کر اپنی پرائمری مدرسی سنبھال لی۔وہ جو کہاوت ہے اللہ شکر خورے کو شکر ہی دیتا ہے، چند روز بعد غلام نبی آزاد آرٹس کامرس کالج کھل گیا۔صدر انتظامیہ پروفیسر مدھوکر پورانے جو علاقائی ہندی مراٹھی اخبارات میں آئے دن میری علمی اور ادبی سرگرمیوں کی خبروں کے وسیلے سے میرے نام سے واقف تھے بہ نفس نفیس میرے غریب خانے پر قدم رنجہ فرما کر میرے سامنے اردو لیکچرر پھر دوسری ہی سانس میں صدرِ شعبہ اور تیسری میں پرنسپل شپ کی پیش کش کی۔اندھا کیا چاہے دو آنکھیں اور یہاں بیک وقت چھ چھ آنکھوں کی پیش کش ہو رہی ہے فوراً حامی بھر لی۔'' (۱۷)

آٹھ سال تک پرنسپ کے عہدے پر اپنی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۹۹۹ء میں آپ ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔کہنے کو تو یہ ایک اعزازی عہدہ تھا،لیکن اس اعزاز کو حاصل کرنے کے بعد آپ کو جن صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا ان حالات کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

''چار پانچ برسوں تک پیٹ پر پتھر باندھ کر پرنسپل شپ کا عیش بھوگتا رہا۔آہستہ آہستہ قسطوں میں سرکاری گرانٹ جاری ہوئی تو سبکدوشی سے محض ایک سال قبل یعنی ۱۹۹۹ء میں میری آخری تنخواہ دس ہزار تھی (سنا ہے ان دنوں ڈیڑھ لاکھ سے متجاوز ہو چکی ہے) وہ تو اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اسی دوران میرے دو بیٹے سرکاری پرائیمری اسکولوں میں مدرس ہو گئے، ورنہ فاقوں مرنے کی نوبت آجاتی اور ساری ہیکڑی نکل جاتی۔پرنسپل شپ لاکھ باعث اعزاز و افتخار سہی لیکن اس خالی پیلی اعزاز و افتخار کا کوئی معاشی فائدہ صدر انتظامیہ پروفیسر مدھوکر پورانے مجھے حاصل نہ ہونے دیا اور جیسے ہی خزاں رسیدہ کالج صد فیصد گرانٹ سے بہار آفریں ہوا ،موصوف نے ایک دوسرے کالج کی ملازمت چھوڑ کر میری آٹھ سالہ بیگار کو یکسر فراموش کرتے ہوئے پرنسپل شپ ہتھیا لی۔میرے پاس سوائے صبر کے کڑے گھونٹ پینے کے کوئی جارحانہ تھا کہ قانونی موشگافیوں میں پڑ کر محض اپنی توانائی ضائع کرنے کے علاوہ کوئی مثبت نتیجہ برآمد ہونے کی توقع بھی نہیں تھی۔''(۱۸)

محبوب راہیؔ نے اپنے تدریسی سفر میں ۱۹۵۸ء تا ۱۹۹۹ء تقریباً اکتالیس سال خدمات انجام دیں۔اس دوران آپ نے ہزار ہا طلبہ و طالبات کو علم کی روشنی سے منوّر کیا اور اپنی زندگی کا اہم حصّہ تعلیمی خدمات میں صرف کیا۔

ازدواجی زندگی

جب آپ تیئیس برس کے تھے اور لاکھنواڑہ میں تدریسی انجام خدمات دے رہے تھے۔اس وقت آپ کے ایک عزیز دوست موسیٰ کے گھر آپ کا آنا جانا تھا۔موسیٰ کی ایک بہن جس کا نام رضیہ تھا، جسے آپ نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔اسی سے آپ نے ۷ جنوری ۱۹۶۲ء بروز اتوار آپ نے نکاح کیا۔آپ کی اہلیہ نے زندگی کے ہر موڑ پر آپ کا ساتھ دیا۔اور ہر خوشی اور غم میں آپ کے ساتھ مضبوطی سے کھڑی رہی۔اپنی شادی کا پیغام آپ نے اپنے دوست کو اس طرح پہنچایا۔

> ''میں نے والد صاحب کے ہاتھ موسیٰ کے نام ایک رقعہ لکھ بھیجا کہ مجھے گل خاں کی زبانی چھوٹی بہن رابعہ کے علاوہ تمہاری ایک بڑی ہمشیرہ کی گھر میں موجودگی کا پتہ چلا ہے۔مناسب سمجھو تو والد صاحب کو ایک نظر بتا دو میں دوستی کو رشتہ داری میں مبدل کرنا یعنی اسے اپنا شریکِ سفرِ حیات بنانا چاہتا ہوں۔''(۱۹)

آپ کے چار بیٹے مفیض خاں، شفیق احمد خاں، جاوید اطہر خاں اور ساجد انور خاں ہیں۔ایک بیٹی ناظمہ نسرین ہے۔آپ کا ایک بیٹا جس کا نام عتیق تھا محض آٹھ سال کی عمر میں تنفس کے باعث اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔آپ کی ایک صاحب زادی اور تھی جس کا نام فوزیہ تھا جو گلے میں فلٹیاں نکلنے کی وجہ سے اللہ کو پیاری ہوگئی۔ان دونوں بچّوں کی داغِ مفارقت نے محبوب راہیؔ کو غم کے ساگر میں ڈبو دیا۔

آپ کے خاندان میں آپ کے پوتے یافت مجاہدالاسلام،(مونس رضا خاں) مظہر الاسلام خاں، مجاہد الاسلام خاں، سجّاد احمد خاں، صائم منوّر، مبشّر سعد خاں، معاز انور خاں۔پوتیاں صبا نسیم، شمائلہ نفیس، سعدیہ سمین، ثوبیہ سمین، اسماء نشاط، عذرا فاطنہ اور آسیہ صدف ہیں۔اور آپ کے نواسہ نواسیاں دانش، نوید، ثمینہ اور فرہین ہیں۔

محبوب راہیؔ اس خوبصورت گلشن کے مالک ہیں جس میں بیٹا، بیٹی، پاتا، پوتی، نواسہ، نواسی سبھی پھل پھول رہے ہیں۔آپ نے اس خوبصورت گلشن کی آبیاری خوب محنت سے کی ہے اور اسے پروان چڑھتے

ہوئے دیکھ کر خوب خوش ہوتے ہیں۔

اکولہ میں قیام

ویسے تو محبوب راہیؔ بلڈانہ (کھام گاؤں) میں پیدا ہوتے لیکن ملازمت کے سلسلے میں بہت سی ہجرتیں آپ کے حدّے میں آئیں۔ اوّل اوّل آپ نے کھام گاؤں میں ملازمت کی یہ آپ کا آبائی وطن تھا۔ اس کے بعد آپ کا تبادلہ پیپل گاؤں ہوا۔ پیپل گاؤں میں ملازمت کے دوران آپ کچھ سیاسی سازشوں کا شکار ہو گئے اور آپ کو پیپل گاؤں کو الودع کہنا پڑا اور لاکھنواڑہ میں رہائش پزیر ہوئے۔ یہاں کی ویرانی آپ کو راس نہیں آئی اور اس ویرانی اور اکیلے پن سے مایوس ہو کر آپ نے اپنا تبادلہ بارسی ٹاکلی ضلع اکولہ کروا لیا اور تقریباً ۷۸۔۱۹۷۷ء سے اب تک آپ بارسی ٹاکلی میں ہی سکونت پزیر ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا آپ کو راس آ گئی۔ یہیں ایک بہترین پختہ مکان آپ کی رہائش گاہ ہے۔ جس میں آپ کے بیٹے پوتے اور تمام اہل خانہ اخلاص ومحبت کے ساتھ رہتے ہیں۔

اعزازات وانعامات

محبوب راہیؔ کو ان کی شعری اور ادبی خدمات کے باعث مختلف اکادمیوں اور اداروں نے انعامات اور اعزازات سے نوازا۔ ان میں آپ کو اکولہ ضلع پریشد کا مثالی مدرّس اعجاز ۱۹۸۵ء میں ملا اور صدر جمہوریہ ہند کے ہاتھوں ۱۹۸۶ء میں مثالی مدرس کا قومی اعجاز حاصل ہوا۔ ۱۹۸۶ء میں آپ کو مہاراشٹر اردو اکادمی کی رکنیت حاصل ہوئی۔ دکن بورڈ آف اگزامز اور بورڈ آف اسٹڈیز امراوتی کولکاتا، اور پونے یونیورسٹی سے بال بھاری پونے کا مبصر، اور مختلف ملکی ادبی جرائد ماہنامہ شاداب (حیدر آباد)، اسباق (پونے)، گلشنِ اطفال (مالیگاؤں) کے اعزازی مدیر بھی رہے ہیں۔

آپ ودربھ نامہ (ناگپور) اور اسباق (پونے) کے ادارتی بورڈ کے رکن بھی رہے۔ آپ تعلیمِ ملّت سوسائٹی کے پرسیڈنٹ رہے اور اس کے علاوہ مختلف تنظیموں کے ممبر بھی رہے۔ آپ بہت سے مشاعروں اور تعلیمی اداروں کے صدر بھی رہے۔ ان میں غالبؔ سعدی سمینار، کولکاتہ، کھنڈوہ، جمّو کشمیر، ممبئی، نظیر اکبر آبادی، اور دوہا قطر کے سمینار قابلِ ذکر ہیں۔

آپ کو کئی انعامات بھی حاصل ہوئے جن میں گلشنِ ادب بمبئی کا قومی یکجہتی مقابلہ میں کُل ہند اوّل کا انعام دیا گیا۔ کُل ہند نعتیہ مقابلے میں ''کُل ہند نعت اکادمی کی جانب سے آپ کو اول انعام سے نوازہ

گیا۔راشٹریہ سہارا نے بھی آپ کو''حوالہ گھوٹالہ'' موضوع پر اوّل انعام سے نوازہ۔اور اردو ٹائمز نے بھی آپ کو بمبئی کا کل ہند ادب اطفال سے نوازہ۔اس کے علاوہ انکور ساہتیہ سنگھ کا''پیش رفت'' پر انعام دیا گیا۔بمبئی کا کُل ہند نے سرسیّد انام عطا کیا گیا۔ودر بھ مُکتی مورچہ کا رتن ایوارڈ بھی آپ کو دیا گیا۔رسالہ اسباق کی جانب سے آپ کو اسباق ادبی ایوارڈ دیا گیا۔آپ کو''کاریہ گورو پرسکار'' سے بھی نوازہ گیا۔اس کے علاوہ''ساہتیہ بھوشن ایوارڈ'' بھی آپ کو دیا گیا ہے۔''پرومنٹ سٹینز ایوارڈ'' ممبئی کی جانب سے عطا کیا گیا۔تکا مھنے پرسکار اور مہا دیوی ورما پرسکار کھنڈوہ کی جانب سے آپ کو دیا گیا۔اس کے ساتھ ہی ساہتیہ رتن ایوارڈ پونے،غالبؔ ایوارڈ،سرغزل اکادمی بلڈانہ اور کُل ہند حفیظ میرٹھی ایوارڈ،شاہ بابو پاتور کا افتخار ادبی ایوارڈ سے آپ کو نوازہ گیا ہے۔

آپ کو ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں مثلاً امراوتی یونیورسٹی،کولکاتہ یونیورسٹی،ناگپور یونیورسٹی اور دکن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے بطور ریسرچ گائڈ آپ کی خدمات حاصل کیں۔امراوٹی یونیورسٹی نے آپ کو پی ایچ۔ڈی۔گائڈ مقرر کیا اور بال بھارتی درجۂ چہارم میں حمد کے علاوہ،مختلف ریاستوں کی نصابی کتابوں بالخصوص ناگپور یونیورسٹی کے ایم۔اے۔اردو کے نصاب میں آپ کی شعری تخلیقات کو شامل کیا۔کئی غزل خواں حضرات نے آپ کی غزلوں کے ریکارڈ بھی تیار کیے۔آپ کی غزلیں،نظمیں،مضامین ملکی اور غیر ملکی سطح پر ہندوستان ،پاکستان،یو۔ایس۔اے۔اور انگلینڈ کے بہترین رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

محبوب راہیؔ کی شعری تصانیف

(۱)ثبات(بچوں کی منظومات،۱۹۷۹ء)،(۲)رنگا رنگ(غزلیات،۱۹۸۲ء)،(۳)تردید(غزلیات ،۱۹۸۳ء)،(۴)گُل بوٹے(بچوں کی منظومات،۱۹۸۳ء)،(۵)بازیافت(غزلیات ورباعیات،۱۹۸۵ء)، (۶)پیش رفت(غزلیات ورباعیات،۱۹۹۶ء)،(۷)تیری آواز مکّی مدینے(حمد ونعت ومنقبت،۱۹۹۸ء)، (۸)سرمایہ نجات(حمد ونعت ومنقبت،۱۹۹۹ء)،(۹)بند مٹھی کا بھرم(غزلیات،۲۰۰۳ء)،(۱۰) غزل رنگ (غزلیات(دیوناگری)،۲۰۰۰ء)،(۱۱)نئی پھلواری(بچوں کی منظومات،۲۰۰۴ء)،(۱۲)اناپ شناپ (طنزیہ ومزاحیہ منظومات،۲۰۰۵)،(۱۳)دھنک رنگ جذبے،دیوناگری(نظم،گیت،رباعی،قطعہ،دوہے، ۲۰۰۶ء)،(۱۴)مہکتی پھلواری(بچوں کی منظومات،۲۰۰۷ء)،(۱۵)چاندنی تخیل کی (غزلیات،۲۰۰۹ء)، (۱۶) الحمداللہ(حمد ومنظومات،۲۰۱۰ء)، (۱۷)برلبِ کوثر(نعت،۲۰۱۰ء)،(۱۸)غزل کے بعد(نظم ،گیت،قطعہ،دوہے،۲۰۱۱ء) ، (۱۹) آئینۂ وطن(قومی و وطنی نظمیں،۲۰۱۱ء)، (۲۰) آرائشِ

جمال (تضمینات، ۲۰۱۲ء)،(۲۱) روشنی،خوشبو،ہوا(غزلیات، ۲۰۱۳ء)، (۲۲) رنگا رنگ پھلواری (بچوں کی منظومات، پہلا ایڈیشن ۲۰۱۲ء اور دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۴ء)، (۲۳)اناپ شناپ (طنزیہ ومزاحیہ منظومات ،دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۴)،(۲۴)متاعِ نجات (حمد ونعت،۲۰۱۶ء)۔

محبوب راہیؔ کی نثری تصانیف

(۱) مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے(تحقیقی مقالہ، ۱۹۸۷ء)،(۲) تجزیات وتعبیرات(تحقیقی تنقیدی مضامین، ۲۰۰۶ء)، (۳) زاویۂ نقد ونظر(تحقیقی تنقیدی مضامین، ۲۰۱۰ء)،(۴)سفر ہے شرط(سفر ناموں کا مجموعہ،۲۰۱۱ء) ،(۵) اردو کا سفر دیر سے حرم تک(تنقیدی تجزیاتی مضامین، ۲۰۱۲ء)،(۶)تاویلات و تمثیلات(تنقیدی تجزیاتی مضامین، ۲۰۱۲ء)،(۷)ترجیحات و توجیہات(تنقیدی تجزیاتی مضامین، ۲۰۱۲ء)،(۸) تذکرہ ہم نفساں(علاقہ برار کے ہم عصر قلمکاروں پر، ۲۰۱۳ء)،(۹)باتیں مشاعروں کی(تنقیدی تجزیاتی مضامین، ۲۰۱۳ء)،(۱۰)تشکیلات وتفہیمات(تنقیدی تجزیاتی مضامین)،(۱۱)ارشد مینا نگری ایک جامع الکملات قلم کار(تحقیقی وتنقیدی، ۲۰۱۳ء)،(۱۲)مکتوباتِ مظفر حنفی بنام محبوب راہیؔ(مکتوبات، ۲۰۱۳ء) ،(۱۳) گوپی چند نارنگ ایک ہمہ جہت شخصیت(محبوبؔ و نذیرؔ کے مشترکہ مضامین، ۲۰۱۳ء)،(۱۴)توضیحات و ترسیلات(تنقیدی تجزیاتی مضامین، ۲۰۱۴ء)،(۱۵) پیکر جہد وعمل غنی غازی(تحقیقی وتنقیدی مضامین، ۲۰۱۴ء)،(۱۶) زندگی اپنی(خودنوشت سوانح، ۲۰۱۵ء)،(۱۷) یادگار زمانہ ہیں یہ لوگ(تنقیدی وتجزیاتی مضامین، ۲۰۱۵ء)،(۱۸)مکتوبات محبوب راہی بنام نذیرؔ فتح پوری(مکتوبات، ۲۰۱۵ء)،(۱۹)ترقیمات وترسیلات(ادبی مضامین، ۲۰۱۷ء)

محبوب راہیؔ کی غیر مطبوعہ تصانیف

نور و نکہت(حمد و نعت و مناجات)، زمزمۂ حق و صداقت (اسلامی، اخلاقی، اصلاحی منظومات)،جگنو، چاند،ستارے، پھول(طفلی منظومات)،فتح پور شیخاواٹی کا سفرنامہ(سفر نامہ)،دخل درنا معلومات(طنزیہ وظریفانہ منظومات)،بائیں پسلی(نساقی موضوعات پر منظومات)،شاعری یہ بھی تو ہے(سہرے ر،خصتیاں،استقبالیہ،الوداعیہ،نظمیں اور شخصی مرثیے)،ارتکاز ذکر(ادبی مضامین)،معرکہ آرائیاں(چند نظریاتی مباحث)۔

حوالہ جات: بابِ اوّل

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحہ نمبر	مصنف	سنِ اشاعت
(۱)	زندگی اپنی	۱۴	محبوب راہیؔ	۲۰۱۵ء
(۲)	زندگی اپنی	۱۲۔۱۳	محبوب راہیؔ	۲۰۱۵ء
(۳)	زندگی اپنی	۲۸	محبوب راہیؔ	۲۰۱۵ء
(۴)	زندگی اپنی	۱۹	محبوب راہیؔ	۲۰۱۵ء
(۵)	زندگی اپنی	۴۹	محبوب راہیؔ	۲۰۱۵ء
(۶)	زندگی اپنی	۱۴۶	محبوب راہیؔ	۲۰۱۵ء
(۷)	زندگی اپنی	۱۷۳۔۱۷۴	محبوب راہیؔ	۲۰۱۵ء
(۸)	زندگی اپنی	۱۷۴	محبوب راہیؔ	۲۰۱۵ء
(۹)	زندگی اپنی	۲۰۷	محبوب راہیؔ	۲۰۱۵ء
(۱۰)	سفر ہے شرط	۱۵۷۔۱۵۸	محبوب راہیؔ	۲۰۱۱ء
(۱۱)	زندگی اپنی	۱۵۷	محبوب راہی	۲۰۱۵ء
(۱۲)	زندگی اپنی	۸۶	محبوب راہی	۲۰۱۵ء
(۱۳)	زندگی اپنی	۹۰	محبوب راہی	۲۰۱۵ء
(۱۴)	زندگی اپنی	۹۰	محبوب راہی	۲۰۱۵ء
(۱۵)	زندگی اپنی	۱۰۱	محبوب راہی	۲۰۱۵ء
(۱۶)	زندگی اپنی	۱۶۲	محبوب راہی	۲۰۱۵ء
(۱۷)	زندگی اپنی	۲۴۸	محبوب راہی	۲۰۱۵ء
(۱۸)	زندگی اپنی	۲۴۸۔۲۴۹	محبوب راہی	۲۰۱۵ء
(۱۹)	زندگی اپنی	۱۱۶	محبوب راہی	۲۰۱۵ء

باب دوم

محبوب راہیؔ کا ادبی پس منظر

باب دوم
محبوب راہیؔ کا ادبی پس منظر

اردو ہندوستان کی مشترکہ زباب ہے۔ اس میٹھی زبان میں ہندوستان میں ہی جنم لیا اور یہیں پروان چڑھی، یہاں کے باشندوں نے اِس زبان سے محبت کی اور اِس کی آبیاری کی، کوئی بھی خطہ ہو، وہاں کے اہلِ قلم حضرات نے اس شیریں زبان کو اپنی پلکوں پر بٹھایا اور اس زبان میں ادب تحریر کیا۔ صوبہ مہاراشٹر کے علاقۂ برار میں بھی شعراء وادیب نے اردو میں ادب تحریر کیا اور اس کے ذخیرے کو بڑھایا۔ علاقۂ برار سے تعلق رکھنے والے محبوب راہیؔ کے اباؤ واجداد بھی مشتقل طور پر یہیں آباد رہے۔ اس لئے محبوب راہیؔ کو جو ادبی ماحول میسر آیا اسی کے سبب ان کی شخصیت پروان چڑھی، اور آج وہ اِس مقام پر پہنچے۔ آپ کے اساتذہ نے بھی آپ کو اِس طرف راغب کیا جن میں آپ کے استاد ''مصطفیٰ خاں صاحب'' اہم ہیں۔

مصطفیٰ خاں صاحب نے ہی آپ کو شاعری کی طرف راغب کیا، اس کے ساتھ ہی آپ پر اپنے ماحول کا بھی اثر پڑا آپ کی ادبی شخصیت کو سمجھنے کے لیے ذیل میں ان شعراء وادیب کا ذکر کیا جارہا ہے۔ جنہوں نے اس علاقہ کے ادبی ماحول کو پروان چڑھانے میں اپنا تعاون پیش کیا۔

شاہدؔ عبدالرّ وٗف اکولوی

شاہد صاحب کا پورا نام ''عبدالرّ وٗف ابن شیخ احمد مرشد انصاری'' ہے۔ شاہدؔ تخلص اختیار کیا۔ آپ ۷/جولائی ۱۹۱۸ء کو بالاپور ضلع اکولہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مولانا قندھاری، حافظ محمد حسین، مولانا نذیر الدین جیسی علمی وادبی ہستیوں کی سرپرستی میں عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی زندگی مشکل حالات میں گزری جس کے سبب حالات کی تلخیوں نے اپ کے حسّاس دل کو اظہارِ جذبات کے لیے مجبور کیا۔ شاہدؔ صاحب نے غزلیں، نظم، قصیدے، منقبت، نعت وغیرہ میں طبع آزمائی کی ہے۔ ۱۹۶۶ء میں ہندو پاک کے جنگ کے تاثرات کا مجموعہ شامل ہوا جس میں غزلیں اور نظمیں دونوں شامل ہیں۔ ''پھول بھی تلوار بھی'' یہ مجموعہ ہندی رسمل الخط میں شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکا ہے۔

مشاہدات کے عنوان سے آپ کی قومی اور اصلاحی نظموں کا مجموعہ ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا۔ ۱۹۷۰ء

میں ''جلتا ہوا ساون'' اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں شائع ہوا۔
۱۹۸۳ء میں سیل رواں، (غزلیات کا مجموعہ)، طیبات، مجموعہ، نعت اور منقبت (۱۹۸۶ء)، سہانے سپنے (غزلوں کا مجموعہ دیوانا گری میں)، اور ۱۹۹۶ء میں واقعاتِ کربلا پر ایک منظوم مجموعہ شہیدِ اعظم شائع ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ کی دو طویل نظمیں جمال مدنی سیلانی اور مسجدِ نبوی بھی اہمیت کی حامل ہیں۔
نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

اور کیا ہوگا دل مہجور کی آغوش میں　　جل رہا ہے طور برقِ طور کی آغوش میں
یوں لگا رکھی ہے دل سے زندگی کی آرزو　　جیسے طفلِ جاں بلب مزدور کی آغوش میں

رازؔ غلام حسین بالا پوری

آپ کا پورا نام غلام حسین اور رازؔ تخلص اختیار کیا۔ آپ کا شمار بالا پور کے بزرگ شعراء میں ہوتا ہے۔ بالا پور کی سیاسی، سماجی، علمی و ادبی سرگرمیوں کے آپ روحِ رواں ہے اور کئی علمی اور سماجی اداروں سے جڑے ہوتے ہیں۔ آپ بالا پور میونسپل کونسل کے وائس پریسڈینٹ بھی ہیں اس کے علاوہ انجمن دارالعلوم اور ویورس کوآپریٹو سوسائٹی کے چیرمین بھی رہے۔ ۱۹۸۰ء میں سرکار نے ودربھ ڈویزنل ہنڈلوم بورڈ کا ممبر بھی نامزد کیا تھا۔ آپ ایک اچھے مقرر اور شاعر بھی ہیں، آپ نے غزلیں، نظمیں، رباعیات اور قطعات سبھی میں طبع آزمائی کی لیکن آپ کی تمام خوبیاں غزل میں ہی کھل کر سامنے آتی ہیں، آپ کی غزل حسن و عشق کے تنگ دائرے تک محدود نہ ہوکر روز مرّہ کے مسائل کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔
آپ کے تین مجموعہ ''متاتہ احساس (۱۹۸۲ء، ''آخر شب'' (۱۹۹۶ء)، اور ''حامِ سفال'' (۲۰۰۳ء)، میں شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

مری راہِ عمل کے بیچ جتنی بار آئے گی　　گزاری جائے گی جب راہ میں دیوار آئے گی

آتش عبدالرحیم ہارون اکولوی

عبدالرحیم ہارون پورا نام اور ''آتشؔ'' تخلص ہے۔ ۱۹۲۷ء کو اکولہ میں پیدا ہوئے۔ زمانہ طالبِ علمی میں ہی شاعری کا شوق پیدا ہوئے اور ادبی سرگرمیوں میں مصروف ہوگئے۔ آپ نے عثمان آزاد ہائی اسکول میں اپنی تدریسی خدمات انجام دی اور ساتھ ہی بزمِ شکیل (اکولہ) اور فروغِ ادب اکولہ کے سکریٹری بھی رہے۔ آپ کا کلام سادگی سے لبریز ہے۔ اشعار میں سیاسی رنگ غالب ہے۔ نمونۂ کلام ؎

ہمارے خون سے ہم نے چمن کو زندگی دی ہے
نہ جانے کس لئے برہم ہے پھر بھی باغباں ہم سے

سحر بلڈانوی

آپ کا پورا نام قاضی محمد مستقیم الدین ۲۷/جولائی ۱۹۲۷ء کو دیول گھاٹ ضلع بلڈانہ میں پیدا ہوئے۔ایک علمی وادبی خاندان کے چشم و چراغ آپ کے والد قاضی مقیم الدین افسرؔ اپنے وقت کے اہم شاعروں میں شمار ہوئے تھے۔آپ کے تخلیقی سفر کی شروعات ۱۹۵۰ء کے آس پاس ہوئی۔سحرؔ روایتی غزل کی ذرخیز زمین پر کلاسیکی رومانیت کی خوشبو میں رچے بسے اشعار کے گل بوٹے کھلانے کا عمل جاری وساری رکھے ہوئے ہیں۔آپ کا مجموعۂ ندائے سحر شائع ہوکر منظر عام پر آچکا ہے ؎

عروج بربریت کا نظارہ دیکھتے جاؤ متاعِ آدمیت کا خسارا دیکھتے جاؤ
مقدر میں لکھا تھا یار کہ سازش تھی یہ موجوں کی بچایا مجھ کو طوفان سے ڈبویا پاس ساحل کے

غنی اعجازؔ

آپ کا پورا نام ''عبدالغنی'' اور اعجازؔ تخلص کرتے ہیں۔۱۹۲۹ء میں آپ قصبۂ پیپل گاؤں زاجہ ضلع بلڈانہ میں ایک نامور اور کپڑوں کے بڑے تاجر کے گھر پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام عبدالکریم تھا۔جب آپ ڈھائی سال کے تھے تب آپ کے والد انتقال کر گئے۔آپ کی والدہ نے آپ کی بہترین تربیت کی، والد کی وفات کے بعد مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور میٹرک تک پہنچنے کے بعد تعلیمی سلسلۂ منقطع ہوگیا لیکن آپ اہلِ علم حضرات کی صحبتوں میں آپ نے علم کی پیاس بجھاتے رہے۔ آپ نے کیسر بدنیروی سے علمِ فیض حاصل کیا۔آپ کی شاعری کی ابتدا نظم سے ہوئی لیکن آپ غزل بھی کہتے ہیں۔ساحرؔ اور مجروحؔ سے خاصے متأثر رہے لیکن بعد میں جدید رجحا کو مکمل طور پر اپنا لیا۔آپ کی غزلیں رومانیت سے بھرپور ہے،لیکن تجربات کا عکس شعروں میں نظر آتا ہے۔آپ کی نظموں میں لحدِ مادر پر سیمان شکن اور میرا وطن خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔آپ کے دو شعری مجموعۂ گردِ سفر اور دشتِ آرزو منظرِ عام پر آچکے ہیں۔آپ کا کلام حسن وعشق کی رعنائیوں کا مظہر ہے۔۲۰۱۰ء میں اکولہ میں آپ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

لوگ خوش ہیں اسے دے دے کے عبادت کا فریب
وہ مگر خوب سمجھتا ہے خدا ہے وہ بھی
اف یہ یادوں کا تسلسل یہ خیالوں کا ہجوم
چھین لی آپ نے مجھ سے میری تنہائی بھی

عازم منّے خاں امڑاپوری

آپ کا پورا نام منّے خاں اور عازم تخلص ہے۔آپ امڑاپور ضلع بلڈانہ میں پیدا ہوئے،۱۹۹۹ء میں آپ کا شعری مجموعہ ''قطرہ آنسوں شبنم'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ عازم کی شاعری میں ان کی اپنی زندگی اور گرد و پیش کے حالات سانس لیتے ہوئے نظر آئے ہیں۔آپ کے اشعار عصری حیثیت کے ترجمان ہے۔

محسنِ شہیدی

آپ کا پورا نام سید علی ہے اور محسن تخلص اختیار کیا۔شہیدی لفظ اپنے استاد کی طرف سے نسبت ہے، آپ ۱/جولائی ۱۹۳۰ء کو اکولہ میں پیدا ہوئے ۔میٹرک تک تعلیم حاصل کی اور اردو سے ادیب کامل کا امتحان بھی پاس کیا۔

آپ اکولہ سے شائع واہے دو اخبار ''زمیعت'' اور ''سویرا'' کے مدیر بھی رہے۔نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

مصطفیٰ خاں

آپ کا پورا نام مصطفیٰ خاں تھا۔ ۱/اپریل ۱۹۳۲ء کو اچل پور میں پیدا ہوئے۔۱۹۵۰ء میں آپ کی والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، آپ نے بی۔ایڈ اور ایم۔اے کرنے کے بعد اپنے رتنا گری ، گولا پور، امراوتی اور اکولہ کے گورنمنٹ بی۔ایڈ کالجوں میں بحیثیت اپنی تدریسی خدمات انجام دی۔ ۱۹۷۸ء میں ایم۔بی۔ایس۔سی کے ذریعہ سلیکٹ ہوکر گورنمنٹ بی۔ایڈ کالج پنویل میں تکرّر رہوا۔۱۹۹۲ء میں آپ اپنے تدریسی خدمات سے سبکدوش ہوگئے۔اس کے بعد آپ نے ڈاکٹر سعد اللہ خاں صاحب کی نگرانی میں امراوتی یونیورسٹی سے اردو سیست کا ارتقائی جائزہ موضوع پر ڈاکٹریت کی سند حاصل کی۔

فرحت خلیل کارنجوی

فرحت خلیل ۱۶/اپریل ۱۹۳۵ء کو کارنجہ میں پیدا ہوئے۔۷۰-۱۹۶۰ء تک آپ کا کلام مسلسل

اخبار رسائل و جرائد میں شائع ہوتا رہا۔ آپ کے اشعار میں روایت اور ترقی پسندی کی آمیزش ہے، آپ کا مجموعۂ کلام بعنوان زخمِ ہنر شائع ہو کر منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ ۱۹/اپریل ۲۰۰۷ء کو آپ اِس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

خلشؔ تسکینی

آپ کا پورا نام عبد الحفیظ ہے۔ خلشؔ تخلص اختیار کیا۔ آپ آپ ایلچپور کے رہنے والے ہیں اس لیے آپ اپنے نام کے ساتھ ایلچپوری لگاتے ہیں۔ علاقۂ برار کے کہنہ مشق شاعروں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کے دو مجموعۂ کلام تجربوں کے چراغ اور پیاس کا سیلاب شائع ہو کر قارئین سے داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ آپ لقب ''عمران'' کے نام سے طنزیہ و مزاحیہ شاعری بھی کرتے ہیں۔ آپ کی شاعری کے مضامین میں اندازِ بیان میں ندرت تخیل میں جدّت اور تخلیقی رویّے کی پہچان کے خدوخال ہیں۔

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

بے رنگ صبح و شام پہ کیا تبصرہ کریں ساتھ ترے نظام پہ کیا تبصرہ کریں
اصلیت تھی ہر عمل میں یہ اداکاری نہ تھی کتنا اچھا دور تھا جب ہم میں عیاری نہ تھی

انجمؔ آکوٹوی

آپ کا پورا نام خواجہ علی اور انجمؔ تخلص تھا۔ ۱۹۳۵ء میں آکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ جی۔ ایس۔ کالج کھام گاؤں اردو کے لیکچرر تھے۔ آپ نے ''شمیم کرہانی''، ''حیات، شخصیت اور شاعری'' موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۹۰ء میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

جوہرؔ جہانگیری پاتوروی

آپ کا پورا نام جہانگیری خاں اور والد کا نام منصب خاں تھا۔ جوہرؔ تخلص اختیار کیا۔ آپ ۲۲/دسمبر ۱۹۳۵ء کو باسن میں پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی وطن پاتور (اکولہ) ہے۔ آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ جوہرؔ کو حالات اور ماحول کی بے حس نے شعر کہنے پر آمادہ کیا۔ ابتداء میں بشیر احمد شہید سے شرفِ تلفظ حاصل کیا اور پہلی غزل ۱۹۵۱ء میں کہیں اشعار ملاحظہ ہو ؎

جو حادثات زمانہ سے ڈر نہیں سکتا وہ لاکھ بار مرے پھر بھی مر نہیں سکتا
نظر وسیع، جواں حوصلے، بلند افکار میں پستیوں کا تصور بھی کر نہیں سکتا

امینؔ انعامدار بیودوی

آپ کا پورا نام امین الرحمن اور والد کا نام مبین الرحمن تھا۔آپ کی پیدائش دیودہ ضلع امراوتی میں ایک زمیندار گھرانے میں ہوئی۔ آپ نے قرآن حفظ کیا اور اعلیٰ تعلیم سے آراستہ ہوکر بیودہ کے کالج میں لیکچرر مقرر ہوئے۔آپ نے ''مہاراشٹر میں اردو شعری آزادی کے بعد موضوع پر پی۔ایچ۔ڈی کی سند حاصل کی۔ ۱۹۷۹ء میں آپ نے شعر کہنا شروع کیا۔آپ کا کلام اردو ٹائمز، انقلاب ممبئی اور ودربھ نامہ ناگپور میں شائع ہوتا رہا۔غزل آپ کی محبوب صنف ہے اور یہ آپ کے مذہبی رجحانات اور عصری حیثیت کی آئینہ دار ہے۔آپ کا پہلا شعری مجموعہ بعنوان اساس ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا۔نثر میں بھی کئی تحقیقی وتنقیدی مضامین کے ساتھ ''محبوب راہیؔ ایک مطالعہ'' شائع ہوچکی ہے۔محض ۵۴ رسال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

خدا ہی جانے وہ کس حادثے سے گزرا ہے　　فلک پہ چاند بہت آج دھندلا دھندلا ہے
چند سکّے ہی نہیں ساری خدائی دے گا　　جب مرا بیٹا مجھے پہلی کمائی دے گا

انجمؔ قاضی رؤف

آپ کا پورا نام قاضی رؤف اور انجمؔ تخلص ہے۔آپ ۱۸ رمارچ ۱۹۳۷ء کو بارسی ٹاکلی (اکولہ) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۵ء میں تدریسی کے پیشے سے منسلک ہوئے اور ترقی پاکر اے۔ابی۔آئی کے عہدے پر پہنچیں۔ ۱۹۶۵ء میں آپ بزمِ تنویر ادب اور ادبی یونین کے مقامی مشاعروں اور نشستوں میں اپنا کلام سناتے رہے ہیں۔شاعری کی ہر صنف میں طبع آزمائی کرتے ہیں، آپ کا کلام مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہوتا رہتا ہے۔نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

انا جب سان چڑھتی ہے تو جذبے کاٹ دیتی ہے　　دلوں میں جب اتر جاتی ہے رشتے کاٹ دیتی ہے
ہمارا حوصلہ ہی کامیابی کی ضمانت ہے　　ندی چڑھ جائے تو دونوں کنارے کاٹ دیتی ہے

جوشؔ ادیب

آپ کا پورا نام مشتاق حسین ہے۔جوشؔ تخلص اختیار کرتے تھے،آپ کی ولادت ۹ رنومبر ۱۹۳۷ء کو بارسی ٹاکلی میں ہوئی۔اِس لیے آپ مشتاق حسین بارسی ٹاکلی کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔آپ نے ہر صنف میں طبع آزمائی کی، آپ کے مختلف اصنافِ شاعری میں آٹھ مجموعۂ کلام منظرِ عام پر آچکے ہیں جن کے نام یہ ہیں:

''قصر جوش''، ''شفاف''، ''سویرا''، ''قلم کی روشنی''، ''بچوں کی نظمیں کیف وکم''، ''سفینۂ ادب'' وغیرہ۔ کسی حادثہ میں آپ اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

الٹ دی ہے نقاب رُخ کس نے
جدھر دیکھو اُدھر اب روشنی ہے
چاروں طرف تھا جن کا چرچہ
وہ میرے افسانے نکلے

رہبرؔ

آپ کا پورا نام حبیب خاں ہے۔ آپ کھام گاؤں (اکولہ) میں ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ شاہ بابو ہائی اسکولی میں آپ صدر مدرّس کے عہدے پر آپ فائز تھے اور وہیں سے سبکدوش ہوئے۔ آپ کے شعر کہنے کا انداز روایتی تھا۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو ؎

وہ اشک بنے ہیں لعل و گہر ٹپکے جو تمہارے دامن پر
یہ پھول بنے ہیں انگارے چٹکے جو ہمارے گلشن پر
مرے پیغام الفت کا بھی وہ سازش سمجھتے ہیں
عجب اہلِ سیاست کا یہاں دستور ہے ساقی

رہبرؔ ہدایت اللہ خاں

آپ کا پورا نام ہدایت اللہ خاں اور رہبرؔ تخلص تھا۔ ۲۵ / جون ۱۹۳۹ء کو پیپل گاؤں راجہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام عطاء اللہ خاں تھا، آپ نے ملکاپور حیدرآباد اور بھی کئی صوبوں میں آپ نے تعلیم حاصل کی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے درس وتدریس کا پیشہ اختیار رکھتے تھے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

دکھائیں داغ دل کس کو نہیں کوئی یہاں اپنا
نہ کوئی رازداں اپنا نہ کوئی ہم زباں اپنا

تلاشِ یار میں گزری ہے ساری زندگی اپنی
وصال یار ہو رہبرؔ نصیب ایسا کہاں اپنا

نشترؔ انوار احمد اکولوی

آپ کا پورا نام انوار احمد قریشی ہے اور نشترؔ تخلص تھا۔ آپ کے والد کا نام عبد اللطیف قریشی تھا جو سِول کورٹ میں کلرک تھے، آپ کی ولادت ۲۹ ستمبر ۱۹۳۹ء کو اکولہ میں ہوئی۔ ۱۹۶۰ء میں بی۔اے۔ کا امتحان پاس کر کے عثمان آزاد ہائی اسکول اکولہ سے منسلک ہو گئے اور درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا اور اس اسکول سے سبکدوش ہوئے۔ آپ نے ۱۹۶۶ء میں بی۔ایڈ اور ۱۹۶۹ء میں ایم۔اے۔ پھر ۱۹۷۲ء میں ایم۔ایڈ کا امتحان پاس کیا۔ شاعری کا شوق آپ کو طالبِ علم کے زمانے سے ہی تھا، موسیقی سے بھی لگاؤ رکھتے تھے اور مشاعروں میں ترنّم سے غزل پڑھتے تھے، آپ کا مجموعۂ کلام ''زنجیر بجالی جائے'' شائع ہو کر قارئین سے داد و تحسین حاصل کر چکا ہے۔ اس مجموعہ پر آپ کو مہاراشٹر اردو اکیڈمی سے انعام حاصل ہوا۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

جو بھی سنگین حالات سے ڈر جاتا ہے
موت آنے سے بہت پہلے وہ مر جاتا ہے
مظلوم ہے اس دور میں انصاف کا خواہاں
جیسے کوئی صحرا میں کنواں کھود رہا ہے

نورالسعید اخترؔ

نورالسعید اختر ۱۳ نومبر ۱۹۳۹ء کو عبدالمجید سوداگر کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے امراوتی، کھام گاؤں، وردبھ، ناگپور وغیرہ میں تعلیم حاصل کی اور فارسی میں ایم۔اے۔ کیا۔ آپ کی تحقیق کا موضوع ''تاج الحقائق کی ترتیب و تدوین'' ہے۔ اس موضوع پر آپ کو ۱۹۷۹ء میں ممبئی یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی کی اعزازی سند سے نوازا گیا۔ آپ کا یہ تحقیقی مقالہ ۱۹۹۷ء میں ملّا وجہی اور ان کی تاج الحقائق عنوان سے شائع ہو کر منظرِ عام پر آیا۔ ۱۹۹۱ء میں آپ کے فارسی ادب میں تحقیقی مقالہ پر ڈی۔لٹ کی ڈگری سے بھی سرفراز کیا گیا۔ ۱۹۹۹ء میں آپ مہاراشٹر کالج ممبئی سے اپنی تدریسی خدمات سے سبکدوش ہوئے۔

جمیلؔ مصطفیٰ بالاپوری

مصطفیٰ جمیل ۶ مئی ۱۹۴۲ء کو بالاپور میں پیدا ہوئے۔ زمانہ طالبِ علمی سے ہی شاعری کے شوقین تھے۔

حفیظ اللہ خاں بدر، عبدالمطلب، بیدل اور بدرالدین انصاری کی صحبتوں میں شعر گوئی کا شوق پروان چڑھا۔

آپ نہایت خود اعتمادی سے شعر کہتے ہیں۔ آپ شاعری کے روایتی اور جدیدیت دونوں ہی انداز میں شعر کہتے ہیں، ملک کے مختلف رسائل و جرائد میں آپ کا کلام شائع ہوتا رہا ہے۔ آپ کا مجموعۂ کلام عکس جمیل کے نام سے شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکا ہے۔

شعر ملاحظہ ہو ؎

تیرا خیال ذہن میں سیراب جیسا تھا
گزرنا یاد کے صحرا سے خواب جیسا تھا
ہمیں تو اپنے ہی سائے سے خوف لگتا ہے
تمہیں بتاؤ کیسے ہم کہیں کہ اپنا ہے

جاویدؔ ڈاکٹر زینت اللہ

آپ کا پورا نام زینت اللہ تھا اور تخلص جاویدؔ اختیار کیا۔ مالیر کوٹلہ سے نقل مکانی کرکے ناگپور میں سکونت اختیار کی۔ آپ ایک اچھے شاعر اور نثر نگار ہیں، نثر میں آپ کی تقریباً آٹھ کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ آپ کا شعری مجموعہ ''رنگ''، ''خوشبو'' اور ''روشنی'' کے عنوان سے شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہو ؎

کانٹوں میں الجھ جائیں تو آہستہ نکالو
رشتوں میں کہیں ریشمی دھاگے بھی لگے ہیں
بہت سورج نکل آتے ہیں میری ذات کے اندر
فصیل جس سے باہر مگر سایہ نہیں اب تک

صفورؔ ڈاکٹر سید صفدر

آپ کا پورا نام سید صفدر اور تخلص صفدر اختیار کیا۔ آپ کی پیدائش ایلچپور میں ہوئی۔ بی۔ ایڈ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد وروڈ مدرس کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی، آپ کی شاعری میں روایتی اسلوب سے مکمل انحراف کیا گیا ہے۔ جدیدیت کا رجحان آپ کے یہاں غالب نظر آتا ہے، آپ کے شعری مجموعوں میں ''قل قل آب وضو'' اور ''لفظوں پہ رم'' شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ نمونۂ کلام ؎

نہ بندہ نہ مولا عجب آدمی ہے
مرے شہر کا منتخب آدمی ہے
قطرہ قطرہ ٹپک رہی ہے پیاس
شاخ در شاخ رس بھر منظر

ندیمؔ منظور حسین

آپ کا پورا نام منظور حسین ہے۔ ندیم تخلص اختیار کرتے ہیں، آپ ۲۵ / مارچ ۱۹۵۲ء کو بالا پور میں پیدا ہوئے، آپ نے ایل۔ ایل۔ بی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بالا پور میں ہی وکالت شروع کی۔ آپ کے والد ''رازؔ بالا پوری'' کی صحبت میں ہی شاعری کی طرف رجحان کیا۔ آپ کی شاعری انفرادیت کی حامل ہے، آپ کی شاعری جدیدیت یا روایت کی حامل نہیں ہے بلکہ عصری تقاضوں کی حامل ہے۔ اس میں صاف شیریں الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔

زخمیؔ

آپ کا پورا نام ''ضیاء اللہ شاہ ابن عطاء اللہ شاہ'' ہے۔ زخمیؔ تخلص اختیار کرتے ہیں۔ آپ کھام گاؤں ضلع بلڈانہ میں ۲۶ / فروری ۱۹۴۶ء کو پیدا ہوئے۔ بی۔ ایڈ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے بلڈانہ میں مدرس کا پیشہ اختیار کیا، آپ کے دو شعری مجموعہ شائع ہو کر منظرِ عام پر آ چکے ہیں جن کے نام ''تنہائی کی بھیگی رات'' اور ''زخموں کے چراغ'' (۱۹۷۴ء) ہیں۔

اس کے علاوہ بھی آپ کا کلام ''قومی راج''، ''ہماری زبان''، ''قمر''، ''بمبئی''، ''فلمی ستارے نشیمن''، ''نور رام پور میں''، ''غنچہ''، ''انقلاب'' وغیرہ اردو ٹائمز ممبئی میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ روایتی انداز میں آپ کے چند اشعار ملاحظہ ہو ؎

جس کی دہلیز پہ کل تک تھا فقیروں کا ہجوم
آج اس شخص کے ہاتھوں میں ہے کاسا دیکھو
میرا مٹنا تو مقدر میں لکھا تھا دیکھو
دوستو آؤ میرے ہاتھ کی ریکھا دیکھو

نقیبؔ فصیح اللہ خاں نقیب اکولوی

آپ کا پورا نام فصیح اللہ خاں اور نقیبؔ تخلص تھا۔ آپ ۱۵/اپریل ۱۹۴۸ء کو ساجدؔ اللہ خاں زمیندار ساکن پیپل گاؤں ضلع بلڈانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے آبائی وطن میں حاصل کرنے کے بعد اکولہ آ گئے اور ۱۹۶۵ء میں میٹرک پھر ۱۹۶۷ء میں ناگپور سے ایل۔ایس۔ایس کا ٹریننگ کورس کیا۔ ۱۹۶۸ء میں آپ اکولہ میں عثمان آزاد اردو ہائی اسکول سے پرنسپل کے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔ اسی دوران آپ نے بی۔اے اور بی۔ایڈ کی ڈگری بھی حاصل کی پھر ۱۹۷۶ء میں اردو سے ایم۔اے کیا اور ۱۹۸۳ء میں فارسی میں ایم۔اے کی سند حاصل کی۔

فصیح اللہ نقیب مشاعروں کے لئے جانے مانے شاعر ہیں، ناظمِ مشاعرہ کی حیثیت سے بھی کافی مشہور ہے۔ آپ کی شعری خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں:

> ''شاعری کے تعلق سے نقیبؔ کے اپنے کچھ نظریات ہیں جن کا اظہار وہ اپنے اشعار میں جابجا کرتا ہے اسے اعتراف ہے کہ وہ اپنے طرزِ سخن ابھی قطعی طور پر طے نہیں کر پایا ہے۔ روایت اور جدیدیت کے درمیان وہ ابھی اپنے آپ کو اس گو مگو کے عالم میں پاتا ہے جس میں آج کا تقریباً ہر فنکار گھرا ہوا ہے۔''

(تذکرہ ہم فضاں : ڈاکٹر محبوب راہی۔ ص ۱۶۸ (۲۰۱۴)

آپ کا شعری مجموعہ ''سیپیاں'' کے عنوان سے شائع ہو کر منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو ؎

میرا چہرہ ہے میرے قلب کا عکاس نقیبؔ
میرا چہرہ ترا چہرہ نہیں ہونے والا

وہ گھر کہ جس میں کسی سے کسی کو انس نہیں
بڑے سے بورڈ پہ دار السرور لکھا تھا

نورؔ احمد نور پاتوروی

آپ کا پورا نام نور احمد ہے، ۱۰/نومبر ۱۹۴۹ء کو پاتور میں ولادت ہوئی، دورانِ طالبِ علمی سے ہی شعری ذوق پروان چڑھا، ۱۹۶۶ء میں باقاعدہ شاعری کی ابتدا ہوئی، آپ نے ۱۹۸۹ء میں اکولہ سے ماہنامہ نقوشِ برار جاری کیا اور نورانی پرنٹنگ پریس بھی قائم کی، نعت گوئی سے آپ کو رغبت ہے اور آپ کے نعتوں کا مجموعہ بعنوان

امانت شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکا ہے۔اس کے ساتھ ہی آپ ایک اچھے نثر نگار بھی ہیں۔نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

پابندیاں زبان پہ عائد ہوئیں تو کیا اخبار گونج اٹھے، قلم بولنے لگے
کب تک چلوگے نورؔ سہاروں کے ساتھ تم اک موڑ ایسا آئے کہ اپنا بھی چھوڑ دے

یوسفؔ: محمد یوسفؔ نظامی

محمد یوسفؔ نظامی۔تخلص ''یوسفؔ'' ہے۔۱۹۵۰ء میں واشم میں پیدا ہوئے۔آپ نے ایس۔ایس۔سی تک تعلیم حاصل کی۔شعروشاعری کا شوق بچپن سے تھا،آپ کا مجموعۂ کلام ''بازارِ مصر'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

مسکرانا آپ کا تھا دل لگی میرے لیے دل لگی وہ بن گئی دل کی لگی میرے لیے
زمانے کو بدلنے کے لئے کچھ شعر لکھے تھے بدلتے رنگ سے ہونے لگے اشعار شرمندہ

دانشؔ: محمد صابر

آپ کا پورا نام محمد صابر ہے۔آپ ۱۹۵۴ء میں کوندھناپور ضلع بلڈانہ میں پیدا ہوئے۔آپ ۱۹۷۵ء سے شعروشاعری کے میدان میں رواں دواں ہے اور ارشم میونسپل ہائی اسکول میں پرنسپل کے عہدے پر فائز ہے۔ آپ کے تین شعری مجموعہ بعنوان تسکین،اضطراب اور انا زیرِ ترتیب ہیں۔نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

اک اضطراب سا ہے دل بے قرار میں
کمبخت دل نہیں ہے مرے اختیار میں
زباں سے اپنی جو کم بولتے ہیں دانشؔ
نظر میں سب کی بڑے پُر وقار ہوتے ہیں

عارجؔ میر

آپ ۲۲ر فروری ۱۹۵۴ء میں بروڈ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے بروڈ میں ہی حاصل کی۔ ایم۔اے اپنے ناگپور سے کیا اور بی ایڈ کی ڈگری بھوپال سے حاصل کی۔آپ درس وتدریس کے پیشہ سے منسلک ہیں اور بروڈ کے ادبی ماحول کو بہترین بنائے ہوئے ہیں۔آپ کا پہلا شعری مجموعہ ''ناشندہ'' کے عنوان سے ۱۹۹۷ء میں شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکا ہے۔

عبدالرؤف اکولوی

آپ کا پورا نام عبدالرّ وٗف اور انجم تخلص اختیار کیا۔ آپ کی ولادت ۵ رنومبر ۱۹۵۴ء کو اکولہ میں ہوئی آپ نیے انداز میں شعر کہتے ہیں۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

خوشبوؤں کا سفر طویل مگر
مختصر ہے حیات پھولوں کی
ہماری خاموشی ٹوٹی تو لاوا بن کے برسے گی
چھپا رکھے ہیں سینے میں کئی آتش فشاں ہم نے

کلیم ضیاء

آپ کا پورا نام محمد کلیم ہے۔ ضیاؔ تخلص اختیار کیا، آپ ۴ رمارچ ۱۹۵۴ء کو ملکاپور ضلع بلڈانہ میں محمد مقیم کے گھر پیدا ہوئے، آپ کے والد سلائی کا کام کرتے تھے لیکن پھر بھی آپ نے حالات کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے اور اپنی تعلیم کو جاری رکھتے ہوئے پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی۔ آپ کے نشری مجموعہ ''پسِ آئینہ'' کے عنوان سے شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکا ہے جو ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا۔ آپ کی شاعری پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں:

> ''آپ نے روزمرّہ سے وابستہ زندگی کے حقائق کے ترجمان اور اشعار سے کلیم ضیاؔ کا رنگا رنگ تخلص پیکر ابھرتا ہے جس سے ان کے نظریہ تخلیق اور مقصدِ شعری کے دلکش خدوخال بھی جلوہ گر ہوتے ہیں''

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

جس کا شمار ہوتا ہے عیب و ہنر کے ساتھ
وابستہ سیکڑوں ہیں تقاضے بشر کے ساتھ

آدمی پہلے خود آئینہ دیکھ لے
پھر کسی کی بھلائی برائی کرے

امانؔ الحق بالاپوری

امان الحق تخلص امان، ۱ رجولائی ۱۹۵۹ء کو بالاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ مقامی ادبی سرگرمیوں میں اپنا تعاوٗن پیش کرتے ہیں اور مشاعروں کا انعقاد بھی کرواتے ہیں۔ آپ ادبِ اطفال سے بھی تعلق رکھتے ہیں، بچوں

کے لیے شاعری کرتے ہیں اور بچوں کے لیے نظموں کا ایک مجموعہ ''رنگ ترنگ'' کے عنوان سے ۲۰۰۹ء میں شائع کروا چکے ہیں۔

نظم کا ایک بند ملاحظہ ہو ؎

خیر سے تم کترانا مت شر کوئی اپنا نامت
پیڑ بدی کا ہے پھلدار اس کا پھل تم کھانا مت
سوچ کے مشکل کو مشکل مشکل میں گھِر جانا مت
ڈر ہو جہاں سے گرنے کا اتنی اوپر جانا مت

ڈاکٹر عمران علی عمرانؔ

آپ کا پورا نام عمران علی ہے۔ عمرانؔ آپ کا تخلص ہے۔ آپ کی پیدائش ۴؍جنوری ۱۹۶۲ء میں اکولہ میں ہوئی۔ آپ اکولہ کے مشہور شاعر (مرحوم) ایڈوکیٹ مردان علی خاں نشاطؔ کے فرزند ہے۔ آپ نے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کی تعلیم کے بعد ایم۔ ایس کی تعلیم حاصل کی اور اپنے آبائی وطن کا نام روشن کیا۔ آپ نے فنِ شاعری پر بھی مہارت حاصل کی۔ آپ کا مجموعۂ کلام ''زخم اور مرہم'' زیرِ ترتیب ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

برہنہ کون نہیں ہے یہاں پہ اے عمرانؔ
اگرچہ جسم پہ سب کے لباس لگتا ہے
ہمارے بانکپن کی کچھ تو داد دے قاتل
کس اطمینان سے ہم سر کٹانے آئے ہیں
لوگ احسان کو احسان سمجھتے کب ہیں
جس کے سایے میں پلیں گے وہ شجر کاٹیں گے

التمش شمسؔ

آپ کا پورا نام التمش حسین ہے۔ شمسؔ تخلص اختیار کرتے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱؍جولائی ۱۹۶۲ء کو اکولہ میں ہوئی۔ بی۔ اے کی تعلیم حاصل کر کے آپ اپنے ہی محکمہ ڈاک میں سنیئر کلرک کے عہدے پر فائز ہوئے۔ شروع میں آپ نے طنز و مزاح کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا اور مشاعروں میں بھی قافی مقبولیت حاصل کی۔ بعد میں آپ نے سنجیدہ شاعری کا دامن تھام لیا، یہاں بھی آپ کے اشعار میں طنز کی کاٹ شامل رہی جدید رنگ و آہنگ

اورطنزیہ لب ولہجہ کے متوازن امتزاج سے اشعار تخلیق کر کے کامیابی حاصل کی۔آپ کے مزاج میں شگفتگی رچی بسی ہے۔مشاعروں کی نظامت کا فریضہ بخوبی انجام دیتے ہیں۔نمونہ کلام ملاحظہ ہو ؎

موت کہتی ہے چلی آ کہ سنواروں تجھ کو
زندگی تو نے یہ کیا حال بنا رکھا ہے

امیر شہر کے گھر میں نہ خاندان میں ہے
وقار جتنا غریبوں کی آن بان میں ہے

قاسم عمران

آپ کی پیدائش ۳؍جولائی ۱۹۶۵ء کو بالا پور میں ہوئی۔آپ کے والد کا نام عبدالغفار ہے۔بی۔اے کے بعد آپ نے بی۔ایڈ کی ڈگری حاصل کی اور تدریس کا پیشہ اختیار کیا ۱۹۸۴ء میں آپ نے شاعری کا آغاز کیا، مشاعروعس میں بھی آپ شرکت کرتے ہیں،آپ کے کلام ''گلابی کرن''،''بچوں کی نرالی دنیا''،''کاوش جمیل''، ''انوار حبیب خدا''اور''آواز جرس''اور رنگ آباد ٹائمز میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

نمونہ کلام حسب ذیل ہے ؎

سمندروں کا بلاوا تھا وہ بھی کیا کرتا
گزرے ابر کو پیاسی زمیں ترستی رہی

دیوانہ جانے بدن کس کا چھو کے آئی تھی
گلی ہماری کئی روز تک مہکتی رہی

ساجد محشرؔ

آپ مرحوم عبدالستار اخترؔ انصاری کے بیٹے اور مرحوم شاہدؔ انصاری کے بھتیجے ہیں۔آپ ۱؍جولائی ۱۹۶۹ء کو اکولہ میں پیدا ہوئے۔بی۔اے،بی۔ایڈ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے اپنے والد کی طرح تدریس کا پیشہ اختیار کیا، بعد میں اکولہ میں میونسپل کارپوریشن کے محکمہ تعلیمات میں سی۔آر۔سی۔کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ نے طرحی اور غیر طرحی مشاعروں، انعامی مقابلوں، سیمناروں، جلسوں، نشستوں کا ایک غیر مختتم سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔آپ اپنی تازہ کار آواز لب ولہجہ رنگ وآہنگ کے سبب اپنی ایک خاص پہچان بنا چکے ہیں۔کئی بار آل انڈیا ریڈیو سے ایک کا کلام نشر ہو چکا ہے۔ایک شعری مجموعہ''ارتعاش''شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکا ہے۔نمونہ

کلام ملاحظہ ہو ؎

تیرگی نے شب سے ڈر کر چھپ گیا ہے آفتاب
جس میں جل کر حوصلہ اپنا دکھاتے ہیں چراغ
اتروں کہ نہیں سوچ میں ڈوبا ہے پرندہ
بکھرا وہیں رزق جہاں جال پڑا ہے

آغاز بلڈانوی

آپ کا پورا نام گنیش جے رام گا یکواڑ ہے۔آپ ۱۵؍جنوری ۱۹۹۷ء کو واشم میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام جے رام گا یکواڑ ہیں ۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے ایم۔بی۔بی۔ایس کیا اور آج گا یکواڑ اسپتال میں اپنی خدمت انجام دے رہے ہیں۔آپ اردو ع کے شیدائیوں میں شامل ہیں اور ڈاکٹر محبوب راہی کے شاگردِ خاص بھی ہیں۔آپ کا پہلا شعری مجموعہ ''نئے سفر کا آغاز'' ۲۰۱۱ء میں شائع ہوا۔اس کے علاوہ شعری مجموعہ ''آنکھ بھر روشنی'' ۲۰۱۶ء میں شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکا ہے۔اس کے علاوہ آپ کی تصانیف بعنوان ''منظر بدل نہ جائے'' (۲۰۰۴ء)،''آزادی رٹائرڈ ہے'' (۲۰۰۶ء)،''کبھی سوچا نہ تھا'' (۲۰۱۰ء)،''دکھ کا مسافر'' (۲۰۱۲)،''میری نگاہ سے دیکھو'' (۲۰۲۰ء) دیوناگری رسم الخط میں شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

کبھی نہ بھولوں گا وہ منظر دیکھا ہے میں نے اپنی موت کو چھوکر دیکھا ہے
یوں تو پہچان چکا سارے جہاں کو آغازؔ خود سے لیکن میری پہچان ابھی باقی ہے

سلیم سحرؔ

آپ کا پورا نام شیخ سلیم ہے اور سحر تخلص ہے۔آپ کے والد کا نام شیخ بنو تھا،آپ کی پیدائش ۱؍جولائی ۱۹۷۵ء کو اکولہ میں ہوئی،آپ نے ایس۔ایس۔سی پھر ڈی۔ایڈ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تدریسی کا پیشہ اختیار کیا۔اعلیٰ انسانی قدروں کا فروغ آپ کی تخلیق میں جھلکتا ہے آپ بنیادی طور پر اسلامی فکر کے حامل ہیں اور اِسی بنا پر آپ کے اشعار میں بھی آپ کی فکر ظاہر ہوتی ہے۔چند اشعار ملاحظہ ہو ؎

خلوص دل سے کچھ ایسی عبادت کرکے نکلا تھا
مفید اپنی آنکھوں میں جنت کرکے نکلا تھا

دعائیں ساتھ تھی مجھ کو بلائیں کس طرح چھوتیں
میں گھر سے ماں کے چہرے کی زیارت کر کے نکلا تھا

سعید الدین نواب

آپ کی پیدائش ۲۰ رجولائی ۱۹۷۶ء کو اکولہ میں ہوئی۔ آپ اکولہ کے مشہور طنز ومزاح نگار مرحوم زین العابدین کے بیٹے ہیں۔ آپ نے ہائر سیکنڈری تک تعلیم حاصل کی، آپ کی غزلوں کا انداز ہ سنجیدہ ہے، آپ کے شعر کہنے کے انداز میں تیکھا پن ہے، مشاعروں میں بھی آپ کا انداز دلکش ہے۔

چند اشعار ملاحظہ ہو ؎

سدا جیوں کہ زندگی اچھی نہیں لگتی
غموں کے بوجھ یوں تو پھر خوشی اچھی نہیں لگتی
میری مٹھی میں مقید ہے زمانہ لیکن
مجھ سے انجامِ سکندر نہیں دیکھا جاتا

فرازؔ عارف

آپ کا پورا نام عارف الدین ہے۔ فرازؔ تخلص اختیار کرتے ہیں، آپ کی ولادت یکم جولائی ۱۹۷۷ء کو ہوئی۔ آپ محمد محی الدین کے بیٹے ہیں، آپ نے ایس۔ ایس۔ سی کی تعلیم کے بعد ڈی۔ ایڈ کی ڈگری حاصل کی اور تدریسی کے پیشہ سے مشہور ہو گئے، آپ نے سنجیدہ انداز میں شعر کہے۔ نثر نگاری میں بھی آپ کو دسترس حاصل ہے، فن عروض کو بھی موضوع بنا کر اس پر لکھتے رہتے ہیں، آپ کا کلام معیاری رسائل وجرائد شائع ہوتے رہتے ہیں۔

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

یہ مصلحت ہے میاں سب کو سب نہیں ملتا
کہیں سند ہے کہیں علم کا خزانہ ہے
مرے قدم تو کناروں سے بیر رکھتے ہیں
مرا تو عزم سمندر کے پار جانا ہے

عرفان انجم

آپ کا پورا نام عرفان الرحمن ہے۔ انجم تخلص اختیار کرتے ہیں، آپ کے والد کا نام وحید الرحمن ہے، آپ کی پیدائش ۱ر جولائی ۱۹۷۷ء کو ہوئی، آپ نے ایچ۔ ایچ۔ سی کی تعلیم کے بعد ڈی۔ ایڈ کی سند حاصل کی اور نگر پریشد جلگاؤں میں آپ معلمی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مشاعروں میں آپ ترنم کے ساتھ اپنا کلام پیش کرتے ہیں۔ شاعری میں اصلاح کے حامی ہے اور اسی طرف راغب ہیں۔

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

وفا خلوص کی خوشبو کو ساتھ لایا ہوں
دیار ذوق میں اردو کو ساتھ لایا ہوں
طفل مکتب یوں تو استاد بھی ہو جاؤں گا
وقت کے ساتھ ہی پودا بھی شجر ہوتا ہے

نعیم فراز

آپ کا پورا نام ''نعیم الدین محمد ہاشم'' ہے۔ آپ ۲۸ر جون ۱۹۷۹ء کو اکولہ میں پیدا ہوئے۔ ایم۔ ایڈ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ کے کلام کی ندرت زبان و بیان اور دلکش انداز پیش کش کے سبب آپ نے بہت جلد ملک بھر میں اپنی ایک شناخت قائم کی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہو ؎

تاج رکھا ہے زمانے نے سروں پر ان کے
تجھے جو استاد کے جوتوں کو اٹھانے والے
ایسے مصنف جو قلم بیچ کے بیٹھے ہیں فراز
ان کے ہاتھوں میں ترازو نہیں اچھے لگتے

ضمیر احمد ضمیرؔ

آپ کا پورا نام ضمیر احمد خاں ہے۔ ضمیر تخلص اختیار کرتے ہیں، آپ کی ولادت ۱۹۷۹ء کو اکولہ میں ہوئی، کامرس میں گریجویشن کر کے معلمی کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ اپنی شاعری میں نئے نئے موضوعات کو پیش کرتے ہیں لب ولہجہ کی سلابت، مجاہدانہ تیور، احساس کی توانائی آپ کی تخلیقی شناخت، نظم گوئی پر آپ کی خاص توجہ نظر پر ہے، سماجی موضوعات کو اپنی شاعروں کا موضوع بناتے ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہو ؎

ایسے حالات وہ پیدا نہیں ہونے دیتا
میری افواج کو پسپا نہیں ہونے دیتا
جانے وہ کون سے رستوں سے کمک بھیجتا ہے
مجھ کو میدان میں تنہا نہیں ہونے دیتا

قاضی شہزاد انور خاں

آپ کا پورا نام شہزاد خان ہے۔نورؔ تخلص اختیار کیا،آپ کے والد عبدالرحمن خان بھی شعر کہتے تھے۔قاضی رؤف انجمؔ آپ کے تایا ہیں اور آپ کے جدِّ امجد قاضی عبدالحمید خان بھی شاعر تھے۔آپ ایک علمی اور ادبی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اردو میں ایم۔اے کیا اور معلمی کے پیشے سے منسلک ہو گئے۔وقتاً فوقتاً آپ کا کلام رسائل وجرائد میں شائع ہوتا رہتا ہے۔چھوٹی بحر اور سادہ زبان میں اشعار کہنے کی کوشش کرتے ہیں آپ کا طرزِ بیان دلکش ہے۔چند اشعار ملاحظہ ہو ؎

خواہش دل کہاں نکلتی ہے
عمر بھر ساتھ ساتھ چلتی ہے
زندگی برف کی طرح ہے نا
ہر گھڑی خود بخود پگھلتی ہے

سعید خان سعیدؔ

آپ کا پورا نام سعید خان ہے۔سعیدؔ تخلص اختیار کرتے ہیں آپ کے والد کا نام حسین خان ہے۔آپ کا آبائی وطن پاتور ہے۔دورِ حاضر میں اکولہ میں مقیم ہیں۔تدریسی کے پیشے سے منسلک ہیں شاعری اور نثر دونوں ہی میدانوں میں رواں دواں ہی ں۔نثر میں ابوعدیل کے قلمی نام سے لکھتے ہیں۔نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

جس نے دورانِ سفر پاؤں کے چھالے دیکھے
کامیابی کے کہاں اس نے اجالے دیکھے
خردمندی میں رول میں مری ملت کے رہبر بھی
مگر ان کو تو بس خود ساختہ اقدار نے مارا

الیاس احمد انصاری شاداب

آپ کا پورا نام الیاس احمد انصاری اور شاداب تخلص ہے۔آپ ایک علمی وادبی گھرانے سے تعلق رکھتے

ہیں۔آپ کے والد کا نام عبد القیوم انصاری ہے۔ بی۔ایڈ کی تعلیم حاصل کر کے تدریس کے پیشے سے وابستہ ہوئے۔ بچوں کے لیے افسانہ اور نظموں کے علاوہ طنز ومزاح میں بھی طبع آزمائی کرتے ہیں۔آپ کا کلام شگوفہ،نور، امنگ اور اردو ٹائمز میں مسلسل شائع ہوتا رہتا ہے۔

ڈاکٹر فیض انصاری

آپ کے والد کا نام عبد القیوم انصاری ہے۔آپ نے ایم۔اے اور بی۔ایڈ کی ڈگری حاصل کی اور معلمی کا پیشہ اختیار کیا، ملازمت کے دوران ہی آپ نے اعجاز صدیقی،عہد شخصیت اور فن پر ناگپور یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔آپ ایک اچھے نثر نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں،آپ بچوں کے لیے کہانیاں لکھتے رہتے ہیں،آپ کی کہانیوں کا ایک مجموعہ ''کہکشاں'' منظرِ عام پر آچکا ہے۔اس کے علاوہ وہ آپ کے طنزیہ ومزاحیہ مضامین ملک کے مختلف رسائل اور اخبارات سے شامل ہوتے رہتے ہیں۔

محمد رفیع الدین مجاہدؔ

آپ کا پورا نام محمد رفیع الدین ہے۔مجاہدؔ تخلص اختیار کرتے ہیں،آپ کی ولادت ۱۵؍جولائی ۱۹۷۵ء پنجر میں ہوئی اور اکولہ میں رہائش پذیر ہیں،آپ نے اردو نثر کی سبھی اصناف میں طنز ومزاح، بچوں کی کہانیاں میں اپنا قلم اٹھایا لیکن آپ کا زیادہ رجحان افسانہ نگاری کی طرف ہے،آپ کی بچوں کی کہانیوں کے مجموعہ ''عقل مند لڑکا'' ۲۰۰۶ء اور ''میاؤں میاؤں'' رحمانی پبلی کیشنز مالیگاؤں سے شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکا ہے۔اس کے علاوہ آپ کے فنی افسانوں کا مجموعہ ''چنکاریاں'' شائع ہوکر کافی مقبول ہو چکا ہے جس پر آپ کو بہار اردو اکادمی انعام سے نوازا جاچکا ہے۔اس تصنیف کے مرتب ڈاکٹر ذاکر نعمانی ہے۔بچوں کی کہانیوں کا ایک مختصر مجموعہ ''تلخیاں اور روِش روئیاں ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا۔

ڈاکٹر ذاکر نعمانیؔ

آپ کا پورا نام محمد ذاکر نعمانی ہے۔آپ کے والد کا نام قاری عبد الکریم نعمانی نقشبندی ہے۔آپ کی ولادت یکم جولائی ۱۹۷۸ء کو اکولہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم اکولہ میں ہی حاصل کی، آپ نے بی۔ایڈ، ایم۔ایڈ اور پی۔ایچ۔ڈی کی اَسناد حاصل کیں۔اور درس وتدریس کے پیشے سے منسلک ہوگئے۔مختلف اخبارات ورسائل میں آپ کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں،آپ نے بعنوان جنکاریاں محمد رفیع الدین مجاہد کے مختصر افسانوں کا مجموعہ شائع کیا جسے بہار اردو اکادمی سے انعام ملا۔اس کے علاوہ آپ نے ۱۹۱۵ء میں مکتوباتِ محبوب راہیؔ بنام نذیر فتح پوری (خطوطی مجموعہ) شائع کیا۔اِس تصنیف پر آپ کو قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو حکومتِ ہند کی

جانب سے ۱۵۰۰ روپیہ کا انعام بھی حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ تعلیمی و شخصی مضامین کا مجموعہ اور تبصروں کی دنیا زیرِ طبع ہیں۔

عارف الرحمن خان

آپ کے والد کا نام یونس خان ہیں۔ آپ نے بچوں کے لیے نظمیں مختلف موضوعات پر طبع زاد مضامین، طنز و مزاح اور افسانہ لکھے ہیں۔ خاتونِ مشرق اردو ٹائمز وغیرہ میں شائع ہو چکی ہیں۔

فیروز خاں فیروزؔ

آپ ملکاپور سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے فنی افسانہ رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ فنی افسانوں کے علاوہ آپ کا رجحان طنز و مزاح کی طرف بھی ہے۔

ایس۔ ایس۔ علی

آپ کا پورا نام سید سکندر علی ہے۔ آپ برار سے تعلق رکھتے ہیں، آپ جدید افسانہ نگار ہیں۔ انگریزی اخبارات میں آپ نے کالم بھی تحریر کیے ہیں اور انگریزی میں بھی آپ کے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ اکولہ کے ایک اسکول میں آپ تدریسی فرائض کو انجام دے رہے ہیں۔ معاشرہ میں پھیلی بے راہ روی کے خلاف آپ کے طنزیہ مزاحیہ مضامین ضربِ قاری کی حیثیت رکھتے ہیں۔

بابو آر۔ کے۔

آپ کا پورا نام رحمت اللہ خاں ہے۔ آپ اچل پور سے تعلق رکھتے ہیں، علاقہ برار کے نثر و مزاح نگاروں میں آپ کا نام سرِ فہرست ہے۔ آپ کے مضامین میں عام بول چال کی زبان اور علاقہ برار میں بولی جانے والی عوام کی زبان کا رنگ نمایاں ہے جو قاری کو لطف دیتی ہے، بچوں کے لیے بھی آپ نے ادب تخلیق کیا ہے۔

اکبر عابد

آپ کا پورا نام اکبر حسین قریشی ہے۔ آپ کی ولادت ۱۹۵۸ء کو ملکاپور میں ہوئی، اور بمبئی میں ملازمت کی خاطر مقیم ہیں۔ آپ ایک فنی افسانہ نگار ہیں، آپ کے فنی افسانوں کا مجموعہ ''چپ چاپ'' شائع ہو کر منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی تخلیقات علاقہ کے اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہے۔

سلمیٰ نسرین

آپ کی ولادت ۲۵ نومبر ۱۹۸۵ء کو اکولہ میں ہوئی۔ بنیادی طور پر یوں تو آپ افسانہ نگار ہیں، آپ نے اکولہ کے ادب میں خواتین کی تنِ تنہا نمائندگی کا حق اپنی تخلیقات کے ذریعہ ادا کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے

طنز ومزاح، بچوں کے لیے اصلاحی کہانیاں لکھتی ہیں جونور، امنگ، بتول، ہلال، پیام تعلیم، حجاب اور اردو ٹائمز میں شائع ہوتی رہتی ہے۔

غنی غازیؔ

آپ کا پورا نام ''عبدالغنی'' ہے۔ ''غنی غازی'' آپ کا قلمی نام ہے۔ آپ کی ولادت ۲۷ مئی ۱۹۵۹ء کو ناندورہ (ضلع بلڈانہ) میں ہوئی۔ آپ کی پرائمری تعلیم نگر پریشد اردو مڈل اسکول ناندورہ سے مکمل کی ڈی۔ایڈ کی ڈگری کی سند آپ نے گورنمنٹ ڈی۔ایڈ کالج۔ بالاپور ضلع اکولہ سے حاصل کی اور مہاراشٹر کالج ممبئی سے آپ نے گریجویشن کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ممبئی کارپوریشن کے اردو اسکولوں میں درس وتدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ ممبئی میں قیام کے دوران آپ اخبارات ورسائل سے جڑے رہے اور اردو ٹائمز کے مدیر بھی ہوئے۔ آپ نے افسانہ نگاری میں طبع آزمائی کی۔ آپ کے افسانہ ودربھ نامہ اور نقیب میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ آپ نے بچوں کے لیے بھی ادب تخلیق کیا، آپ کے افسانوی مجموعہ بعنوان ''ریت کے گھروندے'' اور ''شبنم کے موتی'' شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔

ان سبھی شعراؤں حضرات نے مل کر علاقہ برار کے ادبی ماحول کو پروان چڑھایا اور اپنی اپنی تخلیقات کے ذریعہ ادب کے خزانہ میں اضافہ کرتے رہے ہیں۔

محبوب راہیؔ نے بھی اسی ماحول میں پرورش پائی ہے اور آپ کی ادبی شخصیت بھی یہیں پروان چڑھی جس کا اثر آپ کی ادبی تخلیقات میں رونما ہوا ہے۔ آپ کے ادبی سفر میں آپ کے استاد اور دوست احباب نے بھی آپ کی حوصلہ افزائی کی اگر آپ کے استاد ''مصطفیٰ خاں صاحب'' نے آپ کو طرحی مشاعروں میں شعر پڑھنے کے لیے آمدہ نہ کیا ہوتا تو شاید آج اِس مقام پر بھی نہ ہوتے۔

آپ کے استاد کی حوصلہ افزائی نے آپ کو ادب تحریر کرنے کا حوصلہ دیا جس کے سبب آج آپ تقریباً ۴۸ کتابوں کے مصنف ہیں جن میں غزل، نظم، نعت، حمد، گیت، رباعی، قطعہ، دوہے، طنز ومزاحیہ شاعری بچوں کے لیے نظمیں، تنقیدی وتحقیقی مضامین، سفرنامہ، خطوط نگاری، سوانح نگاری، ترتیب وانتخاب اور تخلیقی مقالہ سبھی کچھ شامل ہیں۔ آپ کے تخلیقی رجحان کے سبب ہی یہ سب ممکن ہو پایا ہے۔ آپ کے گردونواح میں ادبی ماحول کے زیرِ اثر آپ ادب تخلیق کرتے گئے اور آج اردو دنیا میں ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

حوالہ جات باب دوم

نمبر	رسالہ/کتاب	مصنف/مرتب	صفحہ نمبر	سنِ اشاعت
۱۔	تذکرہ ہم نفساں	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۶۸	۲۰۱۴ء
۲۔	تذکرہ ہم نفساں	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۶۳	۲۰۱۴ء

باب سوم

محبوب راہیؔ کی غزل گوئی

باب سوم
محبوب راہیؔ کی غزل گوئی

اردو غزل دنیائے شعر و ادب کی سب سے مقبول ترین صنفِ سخن ہے۔ اِسی لیے رشید احمد صدیقی نے اسے ''اردو شاعری کی آبرو'' کہا ہے۔ تو فراقؔ احمد گورکھپوری نے ''شاعری کا عطر'' کہا ہے۔ مجنوں نے غزل کو ''اردو کی پاکیزہ صنف'' قرار دیا اور نیازؔ فتح پوری نے اسے ''موسیقی کا رس'' بتایا۔ اور ان کے ساتھ ہی ڈاکٹر یوسف حسین خان نے غزل کو ''اردو کی عظیم اصناف'' قرار دیا ہے۔ یہ غزل کی مقبولیت ہی تھی کہ ہر بڑے شاعر نے اس کی عظمت کا اعتراف کیا۔ یہاں تکہ کہ مخالف بھی غزل سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔

ایک طرف تو غزل عاشقوں کی ٹولی ہے تو دوسری طرف اس کی مخالفت کرنے والے بھی موجود رہے۔ حالیؔ اور محمد حسین آزادؔ کی تحریک کے زیرِ اثر شعراؔ کو ''غزل سے دور رہنے کا مشورہ دیا گیا۔ عظمت اللہ خاں نے تو غزل کی گردن بے تکان مار دینے کی پیشکش کی اور ہمارے بزرگی نقّاد جناب کلیم الدین احمد صاحب نے صنفِ غزل کو ''نیم وحشی سخن'' قرار دیا۔ ان تمام مخالفتوں کے باوجود ہم بآوازِ بلند یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بڑی خاموشی سے اپنا سفر طے کرتی رہی اور ''امیر خسرو'' سے لے کر دورِ حاضر تک تمام اچھے برے سرد و گرد حالات کو برداشت کرتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتی گئی۔ شعراء حضرات اپنے عہد و ماحول کے مطابق غزل میں موضوعات یکجا کرتے رہے اور یہ اپنے رنگ و روپ بدن بدل کر ہمارے سامنے پیش ہوتی رہی اسی لیے فرسودگی کا شکار نہ ہو کر زمانے کے ساتھ آگے بڑھتی رہی اور تازگی پیدا کرتی رہی۔ غزل عاشق و معشوق کے مکالمہ ہی سے عبارت نہیں ہے۔ بلکہ غزل نے تمام نازک لطیف اور مختلف احساسات کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے۔ مختلف جذبات و احساسات کا ایک وسیع جہاں اس میں موجود ہے۔ ایک وقت تک شعراء اس کے ذریعہ اپنے داخلی جذبات کا ہی اظہار کرتے رہے۔ لیکن بعد کے شعراء نے یہ ثابت کر دیا کہ غزل محض نہ داخلی ہے نہ خارجی بلکہ وہ ہمارے تمام تر نفسیاتی رومانی تہذیبی احساسات کی ترجمان بن سکتی ہے۔ میرؔ، سوداؔ، ولیؔ، قلیؔ قطب شاہ، غالبؔ، ذوقؔ، مومنؔ، آتش، ناسخؔ اور داغؔ کے دور سے گزرتی ہوئی یگانہؔ، حسرتؔ، مجروحؔ، مجنوحؔ، جوشؔ، فیضؔ، ساحرؔ، مجاجؔ کے دور میں پہنچی اور وہاں سے بھی کوچ کرتی ہوئی دورِ حاضر میں محبوب راہیؔ کے زمانے میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ زندگی کی

بھر پور عکاسی کرتی ہوئی نہ صرف علاقائی، ملکی یہاں تک کہ عالمی سطح پر بھی اس کے سیدائی موجود ہیں۔

مہاراشٹر میں علاقائی سطح پر جب اردو غزل کا جائزہ لیتے ہیں تو ستّر کی دہائی کے بعد ابھرنے والے غزل گو شعراء میں محبوب راہیؔ اپنی منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ اور اپنے پیش رو شعرا میں کسی کی بھی تقلید نہی کرتے ہوئے اپنے لیے اپنا راستہ خود بنایا ہے۔ اور کوششوں میں کامیاب بھی ہوئے۔

آپ کی غزلوں کا سب سے پہلا مجموعۂ ثبات ۱۹۷۹ء میں منظر عام پر آیا، ۱۳۵ صفحات پر مشتمل اس مجموعہ میں تقریباً ۱۲۰ غزلیں شامل ہیں۔ اس مجموعہ کی ابتدا انتساب سے ہوئی ہے جو آپ نے اپنی شریکِ حیات رضیہ بانو کے نام تحریر کیا ہے۔ پھر اپنے منہ کے عنوان سے آپ نے اپنی شاعری کے متعلق بات کہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> ''میری سات پشتوں میں شعر کہنا تو کجا ہی شاید ہی کسی نے کوئی مصرعہ سمجھنے کی بھی سعادت حاصل ہوتی ہو۔ گویا اس بدعت کی مرتکب میری اپنی ذات واحد ٹھہری میرے خاندان کی معاشی اور تعلیمی پسماندگی کا وہ عالم کہ میرا صرف ایک پرائمری مدارس بن جانا گویا تمام خاندان کے لیے باعث فخر ومباہات اور سات پشتوں کا نام روشن کرنے کا موجب گردانا گیا۔
>
> ایسے غیر شاعرانہ ماحول اور ایسے بنجر اور ریتیلے (ادبی اعتبار سے) علاقے میں حدنگاہ تک شعروادب کا کوئی خلستان دکھائی نہ دے۔ نہ وہ اسباب وعوامل دستیاب کہ جو ذہن ونگاہ کو جلا بخشتے ہیں اور نہ وہ محفلیں اور محبتیں میسر جو افکار ونظر کی زرخیزی اور شادابی کے لئے ضروری ہوتی ہیں خود میرے لئے اندازہ لگانا دشوار ہے کہ شاعری کے جراثیم مجھ میں کب اور کیوں سرایت کر گئے۔'' (۱)

آپ کا یہ اعتراف اس بات کی دلیل ہے کہ شاعری آپ کو وِراست میں نہیں ملی ہے بلکہ آپ نے اپنے شوق لگن اور محنت سے یہ مقام حاصل کیا ہے۔

''ثبات'' کے عنوان سے ''ڈاکٹر مظفّر حنفی'' نے اس مجموعہ کے لئے مضمون تحریر کیا ہے اور اس مضمون کے تحت محبوب راہیؔ کی شاعری پر ناقدرنہ نظر ڈالتے ہوئے۔ آپ کی شاعری کی خوبیوں خامیوں کو اجاگر کیا ہے

> ''محبوب راہیؔ اس لحاظ سے اس جدید تر میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں وہ اپنا لہجہ اور اپنی آواز رکھتے ہیں۔ ایک ایسا لہجہ اور ایک ایسی آواز جو اپنے پیش روؤں کے لہجے یا آواز کی گشت نہیں ہے۔ جو اپنی رمزیت ایمائت اور استاریت کے باوجود

یا مفہوم اور بلیغ ہے۔ ان کے شعروں میں توضیحی انداز نہیں ہے تو اہمال بھی نہیں ہے۔ وہ ابہام سے بات میں نئی نئی پرتیں پیدا کرتے ہیں۔ اس کی طلسمی کیفیت میں اضافہ کرتے ہیں، تاثیر کو دوبالا کرتے ہیں یعنی ابہام ان کے شعر کی وسعت میں اضافہ کرتا ہے اسے محدود نہیں بناتا۔ میرا خیال ہے اس اعتبار سے محبوب راہیؔ اپنے ہم عصروں میں سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔'' (۲)

محبوب راہیؔ کا دوسرا شعری مجموعہ بعنوان ''تردید'' ۱۹۸۳ میں شائع ہوا اِس مجموعہ میں آپ کی غزلیں شامل ہیں ''بازیافت'' محبوب راہیؔ کا تیسرا شعری مجموعہ ہے۔ جو غزلوں پر مشتمل ہیں ۱۹۸۵ میں شائع ہوا۔ اس کا انتساب محبوب راہیؔ نے اپنے فرزند ''مفیض احمد خاں'' کے نام تحریر کیا ہے۔ یہ مجموعہ مہاراشٹر اردو اکیڈمی کے مالی تعاون سے شائع ہوئی۔ محبوب راہیؔ مجموعہ کی شروعات میں اپنے پہلے مجموعہ ثبات، سے ''اپنے منہ'' کو اخذ کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جس شہرت اور محبت کے وہ حقدار تھے۔ وہ انہیں نہیں مل پایا وہ فرماتے ہیں۔

''متذکرہ بالا اور امر نے مجھے ان اسباب و وسائل سے محروم رکھا۔ جو رات و رات ذرّے کو آفتاب بنا دیتے ہیں اور میں ہنوز اپنی جگہ ایک ذرّہ ہوں۔ تاہم اپنی اِس محرومی پر ایک بے نیازانہ اطمینان محسوس کرتا ہوں۔'' (۳)

آپ کے اس تحول میں آپ کی ناامیدی اور اردو داں حضرات کی آپ سے بے دلی محسوس ہوتی ہے ۱۱۲ صفحات پر مشتمِل اِس تصنف میں آپ کی تقریباً ۱۰۰ غزلیں شامِل ہیں۔ محبوب راہیؔ کا چوتھا شعری مجموعہ ''پیش رفت'' ۱۹۹۴ میں سحر آرٹ آفسیٹ پریس نانا پیٹھ پونہ سے شائع ہوا اس تصنیف کی اشاعت میں ''فخر الدین احمد میموریل اردو کمپنی لکھنو (یوپی) کی مالی اعانت بھی شامل ہے تصنیف کے اختتام میں ''ڈاکٹر مظفر حنفی''، محمود سعیدی اور ''نذیر فتح پوری'' کے تحریر کردہ مختصر نوٹ شامِل ہیں جو محبوب راہیؔ کی شاعری کے مختلف پہلوؤں کو ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ پھر ''گذرا رِشات'' چند کے عنوان سے محبوب راہیؔ نے اپنی ادبی زندگی پر روشنی ڈالی ہے اور اپنی کاوِشات کا جائزہ لیا ہے۔ اس تصنیف کا انتساب ''قاضی حسن رضا''، ''حبیب عالم'' اور منشی خان آزادؔ کے نام تحریر کیا ہے۔ دعاؤں سے مجموعہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ نعت شریف کے بعد غزلوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوتا ہے جو تقریباً ۱۶۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس مجموعہ میں غزلوں کے ساتھ ساتھ نظمیں، قطعات، رباعیات اور تضمین بھی شامل ہیں، ان تمام اصناف میں زندگی کے چھوٹے بڑے ہر پہلو کی عکاسی کی گئی ہے۔ محبوب راہیؔ کا

پانچواں شعری مجموعہ بعنوان ''غزل رنگ'' دیوانا گری رسمو، الخط میں ۲۰۰۰ میں شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں شامل آپ کی غزلیں ہندی رسم الخط میں شائع ہوکر ہندی داں طبقہ کے مطالعہ میں آئی اور اس کی پذیرائی بھی ہوئی۔

''بند مٹھی کا بھرم'' غزلیات کے لحاظ سے، آپ کا چھٹا شعری مجموعہ ہے۔ جو ۲۰۰۳ میں ''کوثر پبلشنگ ٹرسٹ بھٹکل (کرناٹک) سے شائع ہوا ۲۰۰ صفحات پر مشتمل اس مجموعہ میں آپ کی غزلوں کے علاوہ ایک مضمون ''فخر روزگار شاعرِ باوقار'' کوثرؔ جعفری'' کی شاعری ''میں صالح اقدار کی ترجمانی'' بھی شامل ہے اس کے ساتھ ہی محترم ''کوثرؔ جعفری''، بھٹکلی'' کے دوسرے مجموعہ حمد و نعت ''اوازِ سخن'' کی رسم رونمائی پر منظوم تاثرات ''از نتیجہ فکر گوہرؔ تری کیروی، میسور'' بھی شامل ہے۔ اس تصنیف کا انتساب آپ نے اپنی شریک حیات ''رضیہ بانو'' اپنے چاروں بیٹوں ۔ مفیض، شفیق، جاوید، ساجد، اور اپنی پیاری بیٹی ناظمہ کے نام تحریر کیا ہے۔ اور ان سب کو اپنی ''حیات مستعار کا کل اثاثہ'' تسلیم کیا ہے ''پھر مجھے اعتراف ہے'' کے عنوان سے آپ نے اپنے اوپر لگے ہوئے زود گوئی کے الزام کو دلیلوں کے ساتھ ردّ کیا اور اپنی غلطیوں کا اعتراف بھی کیا ہے۔ اس مجموعہ سے آپ کو کافی امیدیں ہیں اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں۔

> ''کوئی دعوی تو نہیں کرتا۔ حقیقت حال عرض کر رہا ہوں کہ زیر نظر مجموعے کو ان اسقام اور لغزشوں سے بڑی حد تک پاک رکھنے کی شعوری کوشش میں نے کی ہے جو میری اور روی، عجلت پسندی اور زود گوئی کی بناء پر سابقہ مجموعوں میں سہواً در آتی تھیں اس سلسلے میں اپنے ان تمام مشفق بزرگوں اور مخلص دوستوں کا بالخصوص میرے کرم فرما محترم پروفیسر مظفر حنفیؔ صاحب کا بیحد شکر گزار ہوں جنہوں نے میری فنّی لغزشوں اور کوتاہیوں پر کبھی میری بیجا حوصلہ افزائی نہیں کی۔'' (۴)

محبوب راہیؔ کا ساتواں شعری مجموعہ ہیں ''چاندنی تخیل کی'' جو ۲۰۰۹ میں ۱۷۴ صفحات پر مشتمل ہوکر ''فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی لکھنؤ کی مالی اعانت سے ساجد اردو پریس اکولہ سے شائع ہوئی اس مجموعہ میں حمد و نعت کے ساتھ تقریباً ۱۷۳ غزلیں شامل ہیں۔ پیش منظر کے تحت آپ نے کتاب کی اشاعت کے متعلق معلومات فراہم کی ہے۔''

آپ کے مجموعہ ''چاندنی تخیل'' کی تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد یحیٰ جمیلؔ فرماتے ہیں:

> ''ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی غزلیں جدّت فکر و اسلوب سے آراستہ ہیں اور وہ اپنے مخصوص انداز میں ایک کتاب گیسوئے غزل کی آرائش میں مصروف ہیں۔ ان کے

یہاں دوسروں سے منفرد اور مختلف ہونے کا بھی ایک شعوری رجحان موجود ہے۔''

(۵)

''چاندنی تخیل کی'' اپنی تاثرات کا بیان کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر مناظر کاشق ہرگانوی فرماتے ہیں:

''محبوب راہیؔ غزل کے محبوب ہیں۔اسی لیے ان کا لہجہ تیکھا ہے اور فکر وخیال، فنی پیکر اور شعری لوازمات میں تازگی ہے، استعاروں، تشبیہوں اور پیکروں میں بھی رفعت ہے اور نئی جہت کے ساتھ ہی ان کے منظر نامے کا کینوس وسعت رکھتا ہے۔احساس کا چٹیلا پن جب شعری آمیز کا روپ لیتا ہے تو شعور کی رعنائی بڑھ جاتی ہے۔فنکاری اور زندگی کی گہرائی کی تفہیم کے دائرے روشن ہوجاتے ہیں اور عقل ودل کا توازن ندرت وجدت کا اندازہ اختیار کرلیتا ہے۔'' (۶)

اس مجموعہ کا انتساب آپ نے اپنے چاروں بہوؤں ناظمہ، سیما، شمع اور رئیسہ کے نام تحریر کیا ہے۔پھر پیش نظر کے عنوان سے آپ نے اس تصنیف کی اشاعت میں جن لوگوں کا تعاون شامل ہیں۔ان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے اور انکا شکریہ ادا کیا ہے۔

''روشنی خوشبو ہوا'' محبوب راہیؔ کا آٹھواں شعری مجموعہ ہے جو سن ۲۰۱۶ء میں شائع ہوا۔اس کا انتساب محبوب راہیؔ نے ''ایک جان تین قالب میں، اپنے دوسرے مرحوم دوستوں ''لطیف'' اور ''ہدایت'' کے نام تحریر کیا ہے۔یہ مجموعہ اسباق پبلی کیشنز پونے سے شائع ہوا۔۲۴۰ صفحات پر مشتمل اس مجموعہ میں آپ کی تقریباً ۲۳۲ غزلیں شامل ہیں۔گفت باہمی کے عنوان سے نذیرؔ فتح پوری نے محبوب راہیؔ کے ادبی سفر پر نظر ڈالی ہے۔

محبوب راہی کی پیدائش ماڑگاؤں ضلع بلڈانہ (مہاراشٹر) میں ہوئی۔پھر روزگار کے سلسلے میں آپ پیپل گاؤں لاکھنواڑہ میں رہے پھر اس کے بعد آپ کا ٹرانسفر بارسی ٹاکلی ہوگیا جہاں آپ ابھی بھی سکونت پذیر ہے۔یہاں آپ کے لیے تمام اسائش کا سامان موجود ہیں، لیکن اپنے گاؤں سے محبت کم نہیں۔آج بھی آپ اپنے گاؤں کو بہت یاد کرتے ہیں۔وہاں بتائے ہوئے لمحات آپ کو خوب یاد آتے ہیں، اور آپ اپنے گاؤں سے آنے والے ہر فرد سے وہاں کے حالات معلوم کرتے رہتے ہیں۔

شہر میں کچھ نہیں صرف مشینوں کے سوا
دوستو! کیا ہے میرے گاؤں کی حالات لکھنا

شہر والے تو سبھی بیچ چکے ہیں اپنا
گاؤں میں اب بھی باقی ہو حمیت لکھنا

گاؤں کے پنگھٹ سے ہوکر جب ہوائیں آئیں گی
جھانجھروں کی میرے کانوں میں صدائیں آئیں گی

شہر کی ہنگامہ خیزی سے جو اُوب اٹھے گا جی
یاد گاؤں کی سکون پرور فضائیں آئیں گی

آؤ کہ پھر سے لوٹ چلے گاؤں کی طرف
شہروں کی ہاؤہتو سے تو اب جی اُچٹ گیا

انسان جب اپنی زندگی میں ناسازگار حالات گزرتا ہے تو دُکھ درد کرب اس کے دامن گیر ہوجاتے ہیں۔ وہ اپنے دل میں دبے کرب کو بھول نہیں پاتا ہے۔ اور ہر وقت ہر شئے میں اسے وہی دُکھ اور تکلیف نظر آتی ہیں۔ محبوب راہیؔ نے اس دُکھ درد کرب کو تہہ دل سے محسوس کیا ہے۔ آپ کے دل کی دنیا ظاہری حالاتوں کی بنا پر بے چینی اور بے قراری میں مبتلا ہے۔ یہ کرب آپ کو گھیرے ہوئے ہیں جس کے سبب آپ کی شاعری میں بھی آپ کے دل کا درد اتر آیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہو ؎

جھیلنا کرب کی دوزخ اسے جنّت لکھنا
اس قرینے سے شب وروز کی حالت لکھنا

ہوں بظاہر گلشنِ شاداب اِک میں بھی مگر
ایک صحرا کرب کا جلتا ہوا مجھ میں بھی ہے

مندمل نہیں ہوگی چوٹ کرب باطن کی
اب تو یہ خلش راہیؔ دائمی سی لگتی ہے

اب بھی شہر وقت ہیں ہرگام پر نیزہ دوست
اب بھی جاری ہے وہی کرب وبلا کا سلسلہ

مسلسل درد کی یہ ٹیس کیسی
یہ پیہم کرب وغم کا سلسلہ کیا

پہنچا بلندیوں پہ بھی انساں کے ساتھ ساتھ
حدفلک کو چھونے لگا آدمی کا کرب

میرا گھرکرب والم کا بھی کہوارہ ہے
میری دہلیزسے خوشیوں کو پلٹ جانے دو

اور بھی کرب کی دلدل میں قدم دھنس جائیں
پیر حب ضبط کی چٹّان پہ دھرنا چاہوں

کرب کی دھوپ میں کھلائے ہوئے چہروں پر
راہیؔ ہوتی ہے تبسم کی سجاوٹ کیسی

آسرادے کے کسی طرح سنبھالے مجھ کو
کوئی اس کرب کی دلدل سے نکالے مجھ کو

وہی افکار کی دلدل وہی تنہائی شب
وہی اک کرب مسلسل وہی تنہائی شب

کرب پنہاں کو کہوں تحفۂ احلاص ووفا
زخم خنداں کو ترے پیار کی سوغات لکھوں

کرب کی تیرہ فضاؤں سے نکل آئے ہیں
ہم خیالوں کی گھپاؤں سے نکل آئے ہیں

دل سے غبار کرب کا چھٹ جانا چاہیئے
جیسے بھی ہو یہ قضیہ نمٹ جانا چاہیئے

سچ بولنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ کتنی بار ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ سچ بولنے والا بڑی بڑی مشکل میں بھی پھنس جاتا ہے لیکن محبوب راہیؔ نے سچ کو سچ اور غلط کو غلط ہی کہا ہے۔ سچ بولنے میں انہوں نے کسی بھی طرح کا کوئی گریز نہیں کیا ہے شع ملاحظہ ہو ۔

ذرا سے جھوٹ سے بازی میں جیت سکتا تھا
یہ ہار ہی میری سچائی کی سند بھی ہے

میں نے سچائی کی لُو کو آج تلک بجھنے نہ دیا
چلی ہوائیں تیز بہت گھر کر آئے طوفان بہت

ہر لفظ کو سچّائی کی میدان پہ تولیں
تب جاکے اسے لہجہ بیباک بولیں

ہاتھ کٹ جاتے ہیں سر تن سے جدا ہوتے ہیں
کھیل بچّوں کا نہیں حرفِ صداقت لکھنا

سچ کہتا ہوں سچ کہنے کی عادت نہیں اچھّی
یہ لت ہے بری دوستوں یہ لت نہیں اچھّی

ظلم کو ظلم، عداوت کو عداوت لکھنا
ہم کو آتا ہے حقیقت کو حقیقت لکھنا

کٹے گا اس کا سر سچ بولتا ہے
وہ خود سر بیشتر سچ بولتا ہے

نہیں ہے جھوٹ دیواروں میں درمیں
ہمارا گھر کا گھر سچ بولتا ہے

شرافت، قابلیت، آدمیت
غلط ہے سب اگر سچ بولتا ہے

آپ کے ان اشعار کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آپ نے کسی بھی حال میں جھوٹ اور غلط کا ساتھ نہیں دیا ہمیشہ سچ کا ساتھ دیئے اور چاہے سر ہی کیوں نہ کٹ جائے پر آپ حق پر قائم رہنے کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ یہ ایک سچے اور اچھے انسان کی نشانی ہے۔ دنیا میں جہاں ایک طرف حق پرست لوگ ہیں جو انسانیت کی مثال پیش کرتے ہوئے سچ کا ساتھ دیتے ہیں اور ہمیشہ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں ہوتے ہیں وہی دوسری طرف ایسے شخص بھی ہے جو اپنے مفاد کے لیے جھوٹ، دغا، مکّاری، فریب تک سے بعض نہیں آتے۔ اور دوسرے انسان کو نقصان پہنچانے میں ان کو ذرا بھی خوف محسوس نہیں ہوتا۔ یہ لوگ ظاہری طور پر تو لوگوں سے محبت سے پیش آتے ہیں اور باطنی طور پر انہیں کا بُرا سوچتے ہیں۔ ایسے دورنگی فطرت والے لوگ کبھی کسی کا بھلا نہیں سوچ سکتے۔ محبوب راہی بھی اس بات کا شدید احساس رکھتے ہیں، کیونکہ وہ خود بھی ایسے لوگوں سے دوچار ہو چکے ہیں۔ ایسے لوگوں کی فطرت پر آپ لعنت بھیجتے ہیں اور اِن لوگوں کے بارے میں مختلف زاویوں سے اپنے اشعار میں ان کی مذمت کرتے ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

وہ گھٹا ٹوپ اندھیروں کے جو پروردہ ہیں
خود جلاتے نہیں اوروں کے بجھاتے ہیں چراغ

دلوں میں زہر ہے اور ہے لبوں پر
رسیلے بول شربت ناک لہجہ

ملبوس ہیں خوش رنگ شرافت کے بظاہر
فطرت سے رذیلوں کے رذالت نہیں جاتی

خوشامد، چاپلوسی، جی حضوری کرتے رہتے ہیں
یہی ہے کام اک جن کا ضروری کرتے رہتے ہیں

عادت تو بدل جاتی ہے اچھی کہ بری ہو
جو خون میں شامل ہووہ فطرت نہیں جاتی

فطرت کا ہو پھر جبر کہ عادت کا تقاضا
عادت تو چلی جاتی ہے فطرت نہیں جاتی

کس طرح کسی شخص کے بارے میں بتائیں
اچھی ہے کہ اس شخص کی نیت نہیں اچھی

قاتل کو اپنی پیاس بجھانے سے ہے غرض
گردن نچوڑ کر ہو کہ خنجر نچوڑ کر

قول وعمل میں کوئی تمہارے میل بھی ہے
بزدل ہو بس حیلہ سازی کرتے ہو

ہر نیکی کرتے ہو شہرت کی خاطر
اللہ سے بھی سودے بازی کرتے ہو

جھونک دیں سارے شہر کو جواندیشوں میں
کیوں ایسے لوگوں کو قاضی کرتے ہیں

سب نے دل کی جگہ سینوں میں رکھے ہیں پتھر
کوئی رکھتا نہیں اب بھول سا کومل احساس

محبوب راہیؔ اپنے مذہب کے ساتھ ساتھ دوسرے مذہب کا بھی احترام کرتے ہیں اور بھگوان رام اور شیو

کے پیشواؤں کا ذکر بڑے احترام سے کرتے ہیں۔اشعار ملاحظہ ہو ؎

جب وِش تمام پی گیا شنکر نچوڑ کر
کیا کرتا پھر بھلا میں سمندر نچوڑ کر

راونوں کے شہریں بے سود ہے
رام، سیتا اور لچھمن کی تلاش

دھرم بیچے جائیں گے ایمان بیچے جائیں گے
اس مشین یگ میں تو بھگوان بیچے جائیں گے

مندروں میں رب بکیں گے وید وگیتا کے شلوک
مسجدوں میں بیٹھ کر قرآن بیچے جائیں گے

ظلم راون کا مٹانے کے لیے رام آئے
فتنہ بولہبی کوئی پیمبر مانگے

مناظرِ فطرت ہر شخص کو لبھائے ہیں اللہ کی بنائی ہوئی اس دنیا میں ہر شئے خوبصورت ہے جسے قدرت کی کاریگری نے سجایا ہے، سنوارا ہے، ندیاں، پہاڑ، جھرنیں، وادیاں، پھول، ہوا، خوشبو، کنوا، سمندر یہ سب قدرت کی عطا کی ہوئی سوگاتیں ہیں۔محبوب راہیؔ ان تمام شئے کا بڑی غور وفکر سے مظاہرہ کرتے ہیں اور ان کے دونوں پہلوؤں پر اپنی ناقدانہ نظر ڈالتے ہیں۔آپ کے اشعار میں ان کی جلوہ نمائی ملاحظہ ہو ؎

پی جاتا ہے دریاؤں کو،ندیوں کو شب وروز
وہ لاکھ سمندر ہی سہی پیاسا سا ہے یقیناً

دشت بیاباں رات سمندر خاموشی
حدِ نظر تک منظر منظر خاموشی

دشت، تنہائی، جھیل، خاموشی
ذہن، فکر جمیل، خاموشی

ندی نالے خس وخاشاک سے پُر
وہاں موتی جہاں گِرا سمندر

ندیوں، جھرنوں، دریاؤں سے
مانگے ہیں خیرات سمندر

قطرہ، جھرنا، دریا، ابر سمند رمیں
اک سلگتی جلتی پیاس سراسر میں

بڑھی ہے ان دنوں اوقات سب کی
کنویں دریا ہوئے، دریا سمندر

ہمارا غرق ہونا ہی جو طے ہے
تو پھر دریا ہے کیا اور کیا سمندر

شباب، رنگ، لطافت، شگفتگی، خوشبو
کہاں گئی جو گلوں میں تھی دلکشی خوشبو

اسے غلاب سا کیوں،میں گلاب کیوں نہ کہوں
ہے اس میں عین وہی تازگی وہی خوشبو

تشبیہ ہو کلیوں کی کہ تمثیل گلوں کی
سب کچھ ترے رخسار ترے لب کے لیے ہے

کلیوں کے چٹکنے کی دلآویز صدائیں
چڑیوں کی ہوا کرتی ہے چہکار غزل میں

پھڑ پھڑا کر پنکھ اپنے اُڑ گئے
آس کے گھایل پرندے اُڑ گئے

اردو ادب کی تاریخ میں امیر خسروؔ سے لے کر محبوب راہیؔ تک ہر شاعر کا اندازِ بیاں مختلف تھا پھر چاہے وہ ولیؔ ہو میرؔ ہو، غالبؔ ہو، اقبالؔ ہو، آتشؔ ہو، یگانہؔ ہو، ذوقؔ ہو، شادؔ ہو، مظفرؔ ہو یا پھر خود محبوب راہیؔ ہو، ہر ایک کا اندازِ بیاں مختلف ہیں۔ محبوب راہیؔ بھی اپنے اشعار میں اِن شعراء حضرات کے اندازِ بیاں کو منفرد بتاتے ہیں۔ اور اپنے بزرگ شعراء کے انداز میں کبھی کبھی غزل کہنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اگر چہ وہ میرؔ و غالبؔ نہیں بن سکے لیکن اُن شعراء کی خوبیوں کا اعتراف غزلیہ انداز میں اس طرح کرتے ہیں:

اشعار ملاحظہ ہو ؎

برنگ میرؔ ، غالبؔ، داغؔ، مومنؔ
غزل اک خاندانی لکھ رہا ہوں

میرؔ وسوداؔ بھی نہیں مومنؔ و غالبؔ بھی نہیں
کون ایسا ہے جو دادکا طالب ہی نہیں

ہے میرسخن میرؔ تو غالب بھی غالبؔ
پھر ان سے بھلا اپنا تقابل بھی کہاں ہے

مرے بھی پاس وِراثت ہے میرؔ وغالبؔ کی
مگر مقام کہاں ویسا معتبر میرا

ولیؔ! آغوش میں گزرا تھا جس کی
ہمکتا ، کھیلتا بچپن غزل کا

سراؔج و دردؔ و سوداؔ ، ذوقؔ ومومنؔ
ہے رنگیں کس قدر دامن غزل کا

غزل کے چاند سورج میرؔوغالبؔ
ہو ا جن سے فلک روشن غزل کا

لکھتے ہیں شعر تازہ جو راہیؔ بقول میرؔ
ہم خونِ دل سے لکھتے ہیں اکثر نچوڑ کر

بالمقابل فکر میرؔ وغالبؔ واقبال کے
ہے یقینا اپنی فکر شاعری گرد وغبار

میر ؔوغالبؔ، داغؔ ومومنؔ کے صدقے
رنگ وروپ غزل والوں کے روشن ہیں

میرؔ اب محبوب ہے مرغوب خاطر تھا کبھی
حضرت اقبالؔ کا رنگ خطیبانہ مجھے

بس عقیدت نے جگر کی کہلوائی یہ غزل
کب رہا ہے ورنہ ذوقؔ وشوقؔ زندانہ مجھے

تھا خیال خامؔ تم نے جو کہا تھا اے جگرؔ
''مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ مجھے''

شعور غالبؔ واقبالؔ ، طرز میرؔ زندہ ہے
ابھی کم کم ہے لیکن شعر کی توقیر زندہ ہے

کبھی تو ہمسری غالبؔ کی داغ ومومن کی
کبھی موازنہ میرؔ کرتے رہتے ہیں

لاکھا چاہا مگر اپنا نہیں پایا کوئی
شادؔ سا تلخ ،مظفرؔ سا وہ تیکھا لہجہ

جو ہے اک سلسلہ شادؔ وبیگانہ سے مظفرؔ تک
ترا نام اس سے ان دنوں منسوب ہے راہیؔ

مری اپنی تو کوئی منفرد پہچان ہو راہی
اگرمیں میرؔ واقبال ؔ وغالبؔ ہو نہیں سکتا

ہے زید وورغ خوب مگر کہتے ہیں غالبؔ
کیا کہیے کہ اس سمت طبیعت نہیں جاتی

مشکلیں میر نہ غالبؔ طرح آساں ہوتیں
گو کہ میں بھی رنج کا برسوں سے خوگر ہوگیا

داغؔ او فانیؔ کی شاعری سی لگتی ہے
وہ مرے تخیل کی چاندنی سی لگتی ہے،

محبوب راہیؔ نے اپنے اشعار میں ہندی الفاظ کا برمحل استعمال کیا ہے۔ایک مجموعہ کا نام بھی ہندی رسم الخط میں شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکا ہے۔آپ کے اشعار میں ہندی لفظ اردو کے ساتھ گھُل مل جاتے ہیں اور خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔اشعار ملاحظہ ہو ؎

ایشور کون ہے آدیش اب اس کے کیا ہے
اور اللہ کے فرمان کی قیمت کیا ہے

جنم جنم کا ساتھ نبھانے کی یوں قسمیں مت کھاؤ
میں بھی اک دن اُوب اٹھونگا تم بھی اُکتا جاؤ گے

سات پرکھوں کی حویلی کی بچانے کے لیے
کھیت بیچے جائیں گے کھلیان بیچے جائیں گے

کوڑیوں مول بکا کرتے ہیں فُٹ پاتھوں پر
اب جناب اور شریمان کی قیمت کیا ہے

ابر بے فیض ہے ،اک موسم بے باراں ہے
اور برس جائے تو ساون کی جھڑی ہے دنیا

موجودہ دور میں دہشت گردی کے سبب حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔مذہب کے نام پر لوگوں کو ایک دوسرے سے لڑائے جارہے ہیں۔اور اس کی آڑ میں سیاست داں اپنے مفاد کو حاصل کررہے ہیں۔اپنی

خوشی اور فائدے کے لیے سیاست داں حضرات نفرت بھری فضا ہموار کر کے لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے شدید نفرت کے جذبات پیوست کر رہے ہیں۔جس کی وجہ سے دہشت گردی کو بھی ہوا ملی ہے۔مذہب کے نام پر قتل وغارت کے سنگین حالات پیدا کیے جا رہے ہیں،اس حالات میں کوئی بھی حساس دل تڑپ اٹھے گا۔ خاص کر کے جب وہ ایک شاعر ہو تو وہ چپ کیسے رہ سکتا ہے؟محبوب راہیؔ نے بھی ان دل شکن حالات سے بے قرار ہوئے اور پکار اٹھے۔

شہروں کو آج بھونکے ہیں دہشت کے نام سے
مجنوں کے ساتھ کل جو تھی صحد انورد آگ

دہشت کا پھر الزام بھی سر رکھا ہمارے
ظالم نے ہمیں ظلم رشیدہ نہیں لکھا

ایک بازیچۂ اطفال یہ دنیا ہے بجا
ڈھیر لاشوں کے لہو کا یہ تماشا کیا ہے

آگ، چیخیں، موت، بربادی، دھواں
خاک وخوں منظر بہ منظر اور میں

مذہب ہے سیاست کے پسینے کا سہارا
کب ورنہ سیاست کس مذہب کے لیے ہیں

ووٹ کے سوداگروں کو پتہ ہے اس کا
بھاؤ ہندو کا مسلمان کی قیمت کیا ہے

ملک وملت کی انہیں ہاتھوں میں ہے اب بھاگ دوڑ
ملک وملت کو جن ہاتھوں سے بچنا چاہیے

ہوتے ہی اقتدار کی مسند پہ جلوہ گر
وہ سب جو گاؤں تھے کبھی مرکھنے ہوئے

محفلِ فن میں سیاست کی علالت لے کر
کچھ سیاست کے اداکار نکل آتے ہیں

اخلاص میں کرتے نہیں رشتوں کی ملاوٹ
ہم لوگ محبت میں سیاست نہیں کرتے

ایسی غلیظ سیاست اور سنگین حالات کے سبب ملک ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں افراتفری کا ماحول ہے جو انسانیت کے لیے نقصاندہ ثابت ہو رہا ہے۔ آنکھوں کو رُلا دینے والے اور دل کو تڑپا دینے والے ایسے حالات غمّازی کرتے ہوئے محبوب راہیؔ کا دل بھی تڑپ اٹھتا ہے اور ان کے دل سے صدا نکلتی ہے۔

آ پ اپنے تحفظ میں بھی محفوظ نہیں ہے
آپ اپنی ہی پرچھائیں سے ڈر جاتا ہے ہر شخص

جدھر بھی دیکھئے لہرا رہی ہے ظلم کی فصل
زمانہ محو ہمہ وقت کار کشت میں ہے

تمام تر ہے وہی بیسویں صدی والا
کہاں ہے دوستو! اکیسویں صدی ہے کہاں

شناخت جو مری بے مثل ومنفرد تھی کبھی
وہ طمطراق وہ انداز خسروی ہے کہاں

یہ چلتا پھرتا جو ہر سودکھائی دیتا ہے
بس آدمی کا ہیولاہے آدمی ہے کہاں

خموشی شہر خموشاں‌سی اک مسلّط ہے
یہاں فساد میں‌جو تھی ہما ہمی ہے کہاں

دنیا کا نہیں‌رکھا ہے دیں‌کا نہیں رکھا ہے
حالات نے لوگوں‌کو کہیں کا نہیں‌رکھا ہے

چیختی ہے ہر گلی میں پر ہوں خاموشیاں
خوف کے پہرے ہیں‌گھر گھر سلسلہ در سلسلہ

کبھی جو عین دل کے درمیان لگاؤ تھا گھاؤ سا
دہکتا رہتا ہے وہاں‌مسلسل ایک الاؤ سا

ہر ایک چوک پر عوام کاجو ہے جماؤ سا
نظارہ آئے دن ہے مرے شہر میں‌چناؤ سا

جوہے صرف بول ہے کہاں‌کا میل جول ہے
لبوں‌پہ مسکراہٹیں‌دلوں میں‌ہے کھنچاؤ سا

دھواں‌سا فضاؤں‌میں ہے زہر ساہواؤں‌میں
گھٹن سی اک ڈگر ڈگر ، نگرنگرتناؤ سا

ہم نے تو نعرے لگائے تھے کہ سب ایک ہیں ہم
پھر یہ میرا ہے وہ تیرا جو ہے یہ سب کیا ہے

حاصل کہاں ہے لمحۂ امن وسکون کوئی
ملتا ہے کہاں ہے چین کا اک پل عزیز مَن

آثار خاک وخون کی بارش کے پھر سے ہیں
پھر نفرتوں کے چھائے ہیں بادل عزیز مَن

وہ شہر جو تھا مرکز امن وسکون کبھی
انسانیت کا آج ہے مقتل عزیز مَن

آپ اپنے تحفظ میں بھی محفوظ نہیں ہے
آپ اپنی ہی پرچھائی سے ڈر جاتا ہے ہر شخص

کلیہ یہ ہے کہ عوام کی بربادی
تاجداروں کے مفادات سے وابستہ ہے

ہر مسرّت کے پس پردہ ہزاروں غم ہیں
ہر یقیں سیکڑوں شبہات سے وابستہ ہے

بے سکونی سے عبارت ہے وجودِ انساں
بے بسی آج کے حالات سے وابستہ ہے

اوراس کے ساتھ ہی ہندوستان کے حالات پر بھی تبصرہ کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں:

میرے اس ہندوستان جنت نشاں میں کیا نہیں
بھوک ہے، امراض ہے، افلاس ہے سب کچھ تو ہے
ترے سپوتوں نے دوزخ بنادیا ہے تجھے
تجھے بہشت، اے ہندوستاں ، کیا لکھوں

یہ میرا دیش یہ گہوارۂ امن وراحت
جس کا ہر لمحہ فسادات سے وابستہ ہے

خدانے دنیا بنائی اور دنیا کے ساتھ ہی تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔ان مخلوقات میں انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل ہے۔خدا انسان کو دنیا میں بھیجتا ہے اور پھر ہم سب کو واپس خدا کے پاس ہی جانا ہوتا ہے۔ہم دنیا میں رہ کر خدا کے احکام کو بجالاتے ہیں، نیکی اور بھلائی ہمارا مقصد ہوتا ہے،لیکن اس پوری زندگی ہمیں بہت سے احساس تکلیف اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس کے سبب زندگی ہمیں مشکل معلوم ہونے لگتی ہے۔ایک شاعر کی آنکھ ان مشکلات کو الگ ہی نظر سے دیکھتی ہے۔محبوب راہیؔ کی نظم میں بھی زندگی کربِ مسلسل،غم سے عبارت،موت سے بدتر،آگ کا جنگل،کھیل تماشا اور کھنچ تان ہے۔اشعار ملاحظہ ہو ؎

اے زندگی !زحمت نہ خواستہ تیرا
ہنس کر کبھی بادیدہ نم ساتھ دیا ہے
یوں ہی رسوا رہیں گے تیرے ہاتھوں سو بہ سو کب تک
کرے گی ہم سے یوں اے زندگی کھلواڑ کب تک

ہر نفس یہ جو ہے اک کرب مسلسل کیا ہے
زندگی! تو ہے کہ احساس کا مقتل کیا ہے
سر بسر ایک مصیبت ہے سو ہے
زندگی غم سے عبارت ہے سو ہے

زندگی آج کا سچ ،جھوٹ ہے کل
موت اک زندہ حقیقت ہے سو ہے

کرب کاایک سمندر ہے سو ہے
زندگی موت سے بدتر ہے سو ہے
ہر نفس کربِ مسلسل ہے سو ہے
زندگی آگ کا جنگل ہے سو ہے
زندگی کیا ہے جواس ضمن میں پوچھے تھے کبھی
آج تک تشنہ ہیں وہ سارے سوالات میرے

زندگی کیا ہے، یہ دنیا جو ہے یہ سب کیا ہے
یہ سبھی کھیل تماشا جو ہے یہ سب کیا ہے
بیزار تجھ سے یوں تو سبھی ہیں اے زندگی
اور یوں بھی ہے کہ تجھ سے محبت سبھی کو
زندگی کس درجہ پیاری کی قدر مرغوب ہے
کشمکش کے اور کھینچاتانیوں کے باوجود

اے زندگی سانس سانس تجھ کو
ادا کیا ہے لگان جیسا

ہے کتابِ زندگی کا ہر سبب
جس قدر آسان ہے اتنا ہی ادق

وقت بنارُکے مسلسل آگے بڑھتا رہتا ہے وہ کسی فرد کے لیے رُک کرنہیں بیٹھتا۔اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم ترقی کریں اور آگے بڑھے تو ہمیں بھی وقت کے قدموں سے قدم ملا کر آگے بڑھنا ہوگا، یہ کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ جو شخص اپنے کاموں کو وقت پر پورا نہیں کرتا وہ وقت کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتا ہے، وہ وقت کے ہاتھوں شکست کھاتا

ہے اور ہار کر بیٹھ جاتا ہے۔محبوب راہیؔ نے بھی وقت کی اہمیت اور ہماری زندگی میں وقت کے سبب پیدا ہونے والے حالات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے اشعار میں فرمایا ہے۔

آج کو اپنے قابو سے مت جانے دو
کل کی چھوڑو ، کل کو کس نے دیکھا ہے

ہر ایک دین ہم جفا کش کو!
ہے عین روزِ حساب جیسا

اے زندگی سانس سانس تجھ کو
ادا کیا ہے لگان جیسا

سنا ہے گزرا ہو ا وقت تھا بڑا انمول
وہ کب کسی کے مگر ہاتھ آنے والا تھا

محبوب راہیؔ نے اپنی شاعری میں متضاد الفاظ کا استعمال کر کے اپنے اشعار میں ایک نیا ہی رنگ پیدا کیا ہے۔زندگی کے مختلف حالات پر اپنی نظر ڈالی ہے اور انہیں بہترین انداز میں بیان کیا ہے۔

ہے عمل ٹوٹنے بننے کا جو پیہم جاری
نامکمل ہے یہ دنیا کہ مکمل کیا ہے

جھوٹ ثابت نہ ہوا جھوٹ مرا
سچ کا الزام میرے سر ہے سو ہے

زمین بھی ادھر دسترس میں نہیں
پہنچ سے ادھر آسماں دور ہے

فرشتہ خوشی کا جو تھا ان دنوں
دکھوں کے اگانے پہ مامور ہے

نیکیوں میں لکھے جاتے ہیں ،گناہ بھی ان کے
وہ اندھیروں میں بھی رہتے ہیں اجالوں کی طرح

دن نکلنا ہے نکل کر ہی رہیگا
رات کو کٹنا ہے کشتی جاری ہے

خرابیوں میں جو ملتی نہیں کوئی خوبی
تو خوبیوں میں کریں کیوں خرابیوں کی تلاش

زندگی آج کا سچ، جھوٹ ہے کل
موت اک زندہ حقیقت ہے سو ہے

لطف جینے کا مگر اپنی جگہ
موت کا خدشہ بہ ہر پل ہے سو ہے

دنیا کا ہر کام ایمانداری سے ہو تو دنیا کی صورت سنور جائے لیکن دنیا میں ہر شخص ایماندار نہیں ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ایمانداری سے کامیابی حاصل کرتے ہیں تو کچھ لوگ بے ایمانی کر کے رشوت دے کر آگے بڑھتے ہیں جن کے پاس قابلیت ہے وہ ناکامیاب ہوتے ہیں اور نہ قابل انسان پیسے کے دم پر کامیاب ہو جاتا ہے دورِ حاضر میں دولت کے بل بوتے پر ناممکن کاموں کو بھی انجام دیا جا رہا ہے۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں ؎

متاعِ فن سے نہ علم وہنر سے نکلے گا
جو کام نکلے گا اب مال وزر سے نکلے گا

متاعِ سیم وزر نقدِ بساطِ آبرو مندی
ہنر کی قدروقیمت کیا، کمالوں کا بھروسہ کیا

جذبۂ عشق ہر دردمند شخص کے دل میں کارفرماں ہے۔عشق کے راستہ میں پیش آنے والی دشواریوں سے وہ شخص ہی دوچار ہوتا ہے جس نے اپنے دل میں اس جذبہ کو پناہ دی ہو۔محبوب راہیؔ کے دل میں بھی یہ جذبہ موجزن ہے۔اپنے دلی کیفیات کا اس طرح بیان کرتے ہیں ؎

جن کی ہر بات ہے بے مثل مثالوں کی طرح
وہ جوابات بھی دیتے ہیں سوالوں کی طرح

جانتے ہیں ترے وعدوں کی حقیقت لیکن
ہم تری بات کا رکھ لیں گے بھرم جاگیں گے

تو کہ جب نیند کی آغوش میں سوتا ہوگا
ہم تیری سرمئی آنکھوں کی قسم جاگیں گے

رسان ایسا کچھ اس کی حسیں اداؤں میں تھا
گھر اہوا وہ تشخص کی ابتلاؤں میں تھا

دیکھیں گے نہ ہم آنکھ اٹھاکر تیری جانب
اک ایسا کرشمہ کبھی کر جائیں گے ہم بھی

عجب اک صورت، اک صورتِ حالات سے دو چار ہیں دونوں
مجھے وہ پانہیں سکتا، اسے میں کھو نہیں سکتا

تیرے ملنے کا یقین تیری جدائی کا خیال
اک قیامت دل کے اندر اک قیامت سر پہ ہے

محبت دسترس سے لفظ ومعنی کی ہے بالاتر!
میاں! تم اس کی بھی تشریح اور تفہیم کرتے ہیں

تیری نفرت پہ بھی چاہت کا گماں ہوتا ہے
بددعا بھی تو اگر دے تو دعا لگتی ہے

سوچا تھا کچھ یکسوئی سے نغمیں ، غزلیں لکھوں گا
تم جو نہیں ہو ذہن ودل میں سنّاٹا سا لگتا ہے

چلو کہہ ڈالیں ہر اک آن کہیں اب
ہمارے درمیاں کوئی نہیں ہے

آپ کے بخشے ہوئے درد والم جاگیں گے
سارا ماحول جو سوجائیگا ، ہم جاگیں گے

محبوب راہیؔ نے اپنے اشعار میں کہاوت ،محاورے اور ضرب المثال بھی استعمال کیے ہیں۔آپ کے اشعار میں انہیں بڑی چابک دستی سے پیش کیا گیا ہے۔مثال ملاحظہ ہو ؎

نو من تیل نہ ہونے پر بھی رادھا چھم چھم ناچے گی
ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا پائل وائل سب بکواس

جنگل میں مور ناچے، کوئی دیکھتا نہیں
رنگ تماشا صرف تماشائیوں سے ہے

مشکل ہے پھر بھی جن کا چبانا ضرور ہے
یہ زندگی بھی دھات کو گویا چنے ہوئے

زمیں کھینچ لی پیروں تلے سے جس نے مرے
وہ سرہی میرے مسلّط ہے آسماں بن کر

بدن پر سرسراتے ہیں گلے میں لپٹے رہتے ہیں
سنپولے دور نو کے آستینوں میں نہیں ملتے

انسان کی زندگی ماضی کی یادیں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ ماضی اچھا ہو یا برا، انسان کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ بیتے کل کا ایک ایک پل ہمیں بہت تڑپاتا ہے۔ محبوب راہیؔ بھی اپنے ماضی کو یاد کرتے ہیں اور ان یادوں میں کھو جاتے ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہو ؎

اپنے عالیشان ماضی کی طرف
وقت پھر کروٹ بدلتا کیوں نہیں

اچانک یاد آتی ہے جو ماضی کی حسین یادیں
مری پلکوں پہ آ آ کر ستارے ٹوٹ جاتے ہیں

پھر بھی ایک کسک سی ہے جو رہ رہ کر تڑپاتی ہے
زخم پرانے بیتی باتیں بھول چکا ہوں ویسے تو

چیختے ہیں اب بھی ماضی کے کھنڈر
باادب، جنبش مکن، ہشیار باش

دورِ حاضر میں ہر شخص اپنی اَنا کے حصار میں قید ہو گیا ہے اور اس کے آگے دوسرے شخص کی کوئی اوقات نہیں رہی۔ ہر شخص صرف اپنے آپ کو ہی برتر و بالا سمجھتا ہے اور خود کے آگے کسی اور کی کوئی اہمیت نہیں مانتا جس کی وجہ سے کئی بار اسے نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے ایسی ہی اَنا پرستی کے متعلق محبوب راہیؔ فرماتے ہیں ؎

گلا اپنی اَنا کا گھونٹ کر میں!
لبوں کو آج اپنے ہی سی رہا ہوں

حصارِ ذات سے آگے دکھائی کچھ نہیں دیتا
تیرے دہن ونظر کے دائرے مسدّد کتنے ہیں

اَنا کا ناگ جب پھنکارتا ہے
رگوں میں خون ٹیس مارتا ہے

رگ رگ سے مری شاید اب خون نچوڑے گا
یہ کرب اَنا مجھ کو زندہ نہیں چھوڑے گا

چین لینے نہ دیا خار اَنا نے مجھ کو
دہن حسّاس میں ہر لمحہ کھٹک ایسی تھی

یوں تو ہر شاعر کو اپنی شاعری پر ناز ہوتا ہے اور اپنے اشعار میں موضوع کے ساتھ ساتھ دوسرے تمام شعری وسائل کا بھی استعمال کرتے ہیں لیکن پھر بھی شاعر کے دل میں یہ احساس پنپتا ہے کہ اشعار میں کچھ کمی تو نہیں رہ گئی۔ محبوب راہیؔ کو بھی یہ خدشہ رہتا ہے اور وہ اپنے اشعار میں اس بات کا ذکر کرتے ہیں ؎

افلاطونوں کی بستی میں اے راہیؔ
غزل پاتی کہاں سے داد میری

لہجہ ہے نہ آہنگ نئے شعر میں راہیؔ
کچھ بھی نہ سہی رنگ تغزّل بھی کہاں ہے

نینداس عالمِ تخلیق میں کیسی راہیؔ
وہی اشعار کا موسم ہے وہی ظلمتِ شب

راہیؔ کے اشعار میں کیا کچھ دم بھی ہے
یا بس یونہی ذرّہ نوازی کرتے ہیں

فعولن فعل کا چکر چلا تا ہوں اگر راہیؔ
سکڑ جاتیں بحریں یا تو مصرعے ٹوٹ جاتے ہیں

کہے تھے شعر جب احساس وجذبہ کے اے راہیؔ
انہیں صنعت گروں سے دور رکھنا چاہئیے تھا

پھر اس کے شعر میں آئے گی کیونکہ تازگی راہیؔ
حصاروں میں جو اپنی فکر کے محبوس ہوتے ہیں

میرؔ نے کہا تھا ''مستند ہے میرا فرمایا ہوا'' محبوب راہی مستند تو نہیں لکھتے لیکن اتنا ضرور کہتے ہیں کہ محبوب راہیؔ کو اپنی شاعری پر خوب ناز ہے اور وہ اپنی شعری خوبیوں کو بیاں کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس عزت افزائی کا بھی ذکر کرتے ہیں جو ان کے حصہ میں آئی ؎

توانائی ہو افکار وتخیل میں تو راہیؔ
غزل لب کھولتی ہے ،استعارے بولتے ہیں

ہماری گفتگو بھی عام لوگوں سے جو ہے راہیؔ
شعوری طور پر ہر شعر ہم آسان رکھتے ہیں

آج بھی راہیؔ غزل کا رُخ ہے تابندہ جو تھا
نکتہ چینیوں کی محاذ آرائیوں کے باوجود

راہیؔ امڑ رہا تھا دادِ سخن کا طوفان
ہر شعر اڑ رہا تھا پر شور تالیوں میں

تہہ در تہہ مفہوم کی دنیائیں ان میں
شعر بظاہر راہیؔ مرے اکہر سب

شاکر ہے اگر محض مبلغ نہیں راہیؔ
کیوں اس کا ہر ایک شعر ہے اپدیس کم وبیش

جس میں رہتا ہوں شب وروز مگن میں راہیؔ
میں ہوں اور مشغلۂ شعر وادب میرا ہے

لکھا راہیؔ نے کچھ ایسی بھی پتھریلی زمینوں میں
کہ جس میں لکھتے لکھتے اچھے اچھوں کے قلم ٹوٹے

شعر گوئی کے ماسوا راہیؔ
دوسرا اور مشغلہ کیا ہے

غزل جیسی بھی ہے میر ی ہے راہیؔ
نہ غالبؔ سی نہ داغؔ ومیرؔ سی ہے

نفس نفس بددعائیں راہیؔ
غزل کالہجہ دعاؤں سا ہے

شاعری راہیؔ فسانوں سے میری تعبیر ہے
اور حقیقت ہے میرے ہر ایک فسانے کا نام

شعر سناتے ہو راہیؔ
جیسے پھول پروتے ہو

نکتہ چینیوں کے مقابل راہیؔ
صرف ایک شعر میرا کافی ہے

تخیل میں سراپا اس کا ڈھل جاتا ہے راہیؔ
کبھی جو شعر ہم کوئی غزل کا سوچتے ہیں

ہماری شاعری رودادِ روز وشب ہے راہیؔ
جسے تخیل کے بل پر غزل کر دیکھتے ہیں

میری غزل میں دیکھ کے راہیؔ وہ اپنا عکس
فرط خوشی سے جھوم نہ جائے تو دیکھنا

گرد اہمال سے یہ پاک تو ہیں اے راہیؔ
میرے شعروں میں فصاحت جو نہیں ہے نہ سہی

تیرے اشعار جیسے بھی ہے راہیؔ
مگر لہجہ تیرا تیکھا بہت ہے

ہماری طرح شعر وشاعری کو سر بسر راہیؔ
بناکر حرزِ جاں اپنالبادہ کون کرتا ہے

خدمتِ شعر وادب تو ہے بہانہ راہیؔ
شاعری جذبۂ تشہیر سے وابستہ ہے

صدقے میں میرؔ وغالبؔ کے اے راہیؔ
میرؔ شعروں میں بھی فصاحت زندہے

راہی کے شعروں میں جانے کیا ہے جادو
دل میں اتر کر، سر پر چڑھ کر بول رہے ہیں

تذکرے ہیں سوبہ سو راہیؔ میرے افکار کے
گونج میرے شعر کی ہے سلسلہ درسلسلہ

شعر یہ میرے نگینوں کی طرح
دل کے شیشوں میں جڑے ہیں سب کے سب

نہ کی تقلید قصداً ہم نے راہیؔ میرؔ و غالبؔ کی
نہ ہی تکیہ فراقؔ وحسرتؔ وفانی پہ رکھا ہے

جب دلیلیں سبھی ناکام ہوئی ہیں راہیؔ
کام اس دم مری آسفتہ بیانی آئی

آپ کے یہ اشعار اس بات کا غمّاز ہیں کہ آپ نے اپنی شاعری میں سبھی وسائل کا استعمال کرتے ہوئے مزید خوبصورت بنایا ہے اور لوگوں نے اسے سراہا ہے۔

آپ کے اشعار میں رنگِ تغزّل بھی پایا جاتا ہے۔ سوالیہ انداز میں خود ہی سوال کرتے ہیں اور پھر خود ہی اس کا جواب بھی خود ہی دیتے ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہو ؎

یہ خموشی، یہ تکلف ،یہ تغافل کیا ہے
وہ تکلم، وہ تبسم، وہ جب سب تھا کیا تھا

تیرے ملنے کا یقین تیری جدائی کا خیال
اک قیامت دل کے اندر ،اک قیامت سر پہ ہے

لہجہ ہے نہ اہنگ نئے شعر میں راہیؔ
کچھ بھی نہ سہی رنگِ تغزّل بھی کہاں ہے

ہمارے جسم میں خون کی گردش مسلسل ہوتی رہتی ہے۔لہو کی گردش سے ہی ہم میں حرکت وحرارت باقی ہے،خون میں اُبال ہوتو انسان جوش وخروش سے ہر مشکل کو آسان بنالیتا ہے، ہر پریشانی کو دور کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔اسی لہو کو موضوع بنا کر محبوب راہیؔ نے اپنے اشعار میں حرکت وحرارت پیدا کی ہے۔اشعار ملاحظہ ہو ؎

آگ دوڑتی رہتی ہے اک رگ رگ میں
گرم لہو کا قطرہ قطرہ روشن ہے

اگر سند ہے کوئی تو فقط لہو کی ہے
لہو کو بہنے دیجئے کہ آبرو لہو کی ہے۔

لہو کی احتیاج ہے گدا ہو چاہے بادشاہ
ہراک نفس کو لمحہ لمحہ جستجو لہو کی ہے

کسی بھی شکل میں فطرتاً ہے ایک بھیڑیا
خمیر میں ہر ایک آدمی کے خو لہو کی ہے

میں کہ آپ اپنالہو پی کے مگن رہتا ہوں
مئے کہاں پیتا ہوں! پینا مجھے آتا کب ہے
ہنگامہ شہر جاں میں مسلسل لہو سے ہے
احساس میں ہے جتنی بھی ہلچل لہو سے ہے

دانشوری لہو سے ملی ایک شخص کو
ایک اور شخص ہے کہ جو پاگل لہو سے ہے

خون اتنا تو بہا ، اتنے تو گھر بار جلے
ہم سے اب اور بھی کیا دیر وحرم چاہتے ہیں

لہو کا کام ہے چنگاڑنا، چنگاڑتا ہے
جوانی ہے ، رگ وپے میں شرارے بولتے ہیں

ہوکے لہو میں ترہنستا ہے
قاتل کاخنجر ہنستا ہے

قطرہ قطرہ میں لہو چنتا ہوں لمحہ لمحہ
قلبِ صد چاک کو سینا مجھے آتا کب ہے

غربت کے حالات انسان کو توڑ کر رکھ دیتے ہیں اس کی حالت بد سے بدتر کر دیتے ہیں انسان اپنی خواہشوں کو مار کر ضرورتوں کے پیچھے دوڑتا ہے لیکن بدقسمتی سے وہ ضرورتیں تک بھی پوری نہیں ہو پاتی ہے۔محبوب راہیؔ کا بچپن بھی مفلسی کے عالم میں بیتا ہے۔اسی لیے انہوں نے ہر مشکل اور پریشانی کو بہت قریب سے محسوس کیا ہے۔اپنے انہیں زخم،حوردہ احساسات کو بیان کرتے ہوے آپ فرماتے رہیں۔ ؎

کس طرح عیش کا ماحول ہمیں راس آئے

فطرتاً ہم تو غم ورد کے خوگ ٹھہرے

جو مفلسی کے داغ دھل سکیں تو راہیؔ دیکھ لو
وہ کس قدر حسین ہے وہ کس قدر جمیل ہے

مفلسی عیب بنادیتی ہے ہر خوبی کو
ابر چھوٹ جائے تو پھر چاند چمکتا ہی ہے

سرتنا رہتا ہے اپنا کجا کلاہوں کی طرح
آن اپنی مفسلی میں بھی شاہوں کی طرح

والدین کے لیے اولاد دنیا کی ہر نعمت سے بڑھ کر ہے ایک ماں کے لیے اس کی اولاد ہر خوشی سے بڑھ کر ہے چاہے اولاد اسے خوشی دے یا غام وہ اسے کبھی بددعا نہیں دیتی۔آج اولاد اپنے ماں باپ سے جو سلوک کریگی کل اس کی اولاد بھی اس سے وہی سلوک کرے گی جو اس نے اپنے ماں باپ سے کیا۔محبوب راہیؔ کو بھی اس بات کا شدت سے احساس ہے اور وہ فرماتے ہیں اور ماں کے بے لوث جذبات کی عکاسی اس طرح کرتے ہیں:

وہ گنہگار ، بدکار، قاتل ہی سہی
ماں کی آنکھوں کا تارا ہے جو کچھ بھی ہے

دیا ماں باپ کو جو کچھ بھی میں نے
مجھے لوٹائے گی اولاد میری

تجربہ کرنا ہی ٹھہرے تو مصائب میں کرو
دیکھو ! کام آتی ہیں ماؤں کی دعائیں کیسے

آئینہ ایک ایسی شہ ہے جس کے سامنے کوئی بھی چیز رکھ دی جائے وہ اس کی اصل صورت ہمارے سامنے رکھ دیتا ہے۔اس کی یہ خوبی ہم انسانوں میں کم ہی پائی جاتی ہے ہم انسانوں کو بھی چاہیے کہ جو جیسا ہے اسے

ویسا ہی بیان کرنے کی کوشش کریں۔محبوب راہیؔ آئینہ کی اسی خوبی کو مدّنظر رکھتے ہوئے اپنے اشعار میں بیان کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ اگر ایک بار آئینہ ٹوٹ جائے تو واپس نہیں جڑ پاتا۔ بالکل ویسے ہی جیسے اگر کسی شخص پر ہمارا یقیں ٹوٹ جائے تو واپس اس پر یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔اشعار ملاحظہ ہو ؎

مجھ سے کہو جو کچھ کہنا ہے آئینے کو مت توڑو
آئینہ سچ بول رہا ہے آئینے کو مت توڑو

ایک بار جو ٹوٹ گیا تو پھر سے جوڑ نہ پاؤگے
آئینہ بھر آئینہ ہے آئینے کو مت توڑو

سچائی ظاہر کرتا ہے راہیؔ طرز خموشی میں
آئینہ بے صوت وصدا ہے آئینے کو مت توڑو

منعکس ہے جابجا راہیؔ میرے اشعار میں
عکس میری شخصیت کا آئینہ در آئینہ

جن میں جھلک اے راہیؔ میری شخصیت کی ہے
ہیں میرے شعر میری غزلیات آئینہ

قلم کی طاقت سے ہر شخص واقف ہے کئی بار جو کام ہتھیار نہیں کر پاتے وہ کام قلم کر دیتی ہے۔قلم کی طاقت کے آگے ملکوں کی فوج بھی ہار مان جاتی ہے۔قلم کی طاقت کے دم پر ہی شاعر وادیب حق بات کر قارئین تک پہنچاتے ہیں۔قلم کی اس طاقت کو محبوب راہیؔ بھی تسلیم کرتے ہیں اور اپنے اشعار میں کہہ اٹھتے ہیں ؎

لکھنا ہے راہیؔ میں نے ایسی پتھریلی زمینوں پر

کہ جن پر لکھتے لکھتے اچھے اچھوں کے قلم ٹوٹے

ملک وحکومت شاہوں کی شاعرکی میراث قلم
مال دولت ان کے پاس اور ہمارے پاس قلم

جو لکھو اؤں لکھتا ہے میرا اچھا داس قلم
مجھکو سدا دلاتا ہے قرب عوام الناس قلم

محبوب راہیؔ نے اپنے اشعار میں تشبیہ کا بھی بہترین استعمال کیا اور اشعار کو بھی مزید خوبصورت بنادیا اشعار ملاحظہ ہوں ؎

ڈوب کر پیار کی گہرائی میں مرنا چاہوں
میں تری جھیل سی آنکھوں میں اترنا چاہوں
ہر اک تشبیہ موزوں ہے ترے حسنِ سراپا پر
بدن کندن ، سروقد، چشم آہو، بیضوی چہرہ

مرے اشعار میں جن سے ہے رنگین ورعنائی
شفق رخسا کی، گیسو کے بادل، شنبمی چہرہ

اسے گلاب سا کیوں، میں گلاب کیوں نہ کہوں
ہے اس میں عین وہی تازگی وہی خوشبو

ڈاکٹر وزیر آغاؔ

آپ کی شاعری کے کلام ''پیش رفت'' کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر وزیر آغاؔ فرماتے ہیں۔

''غزل میں ایک تو میرؔ کا انداز ہے جس میں جذبے کی دھیمی لیے آواز کی خستگی اور لوچ میں منقلب ہوکر سامنے آتی ہے۔ دوسرا غالبؔ کا انداز ہے جو فکر کی آنچ، جذبے کی

وارفتگی میں ڈھل کر نمودار ہوتی ہے۔ محبوب راہیؔ کو ان میں غالبؔ کا انداز مرغوب ہے، چنانچہ ان کے ہاں فکر کو پرُ عطا ہوئے ہیں اور جذبے کو وارفتگی نصیب ہوتی ہے اور فکر اور جذبہ ایک دوسرے میں جذب ہونے کے لیے بیتاب نظر آتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اگر محبوب راہیؔ کے ہاں شعر کہنے کی لگن اسی طرح جوان رہی تو وہ غالب کی شعری روایت کو زندہ رکھنے میں ضرور کامیاب ہوں گے۔'' (۷)

ظ۔ انصاری مرحوم

آپ کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے ظ۔ انصاری مرحوم فرماتے ہیں:

''یگانہؔ کے بعد شادؔ عارفی اور پھر مظفر حنفیؔ تک جو سلسلہ چلا آ رہا ہے جس میں دھار کی تیزی کے ساتھ تلخی چھنتی جاتی ہے اور ایک نرمی کے ساتھ بات کہنے کے لیے ذرا پہلو تر چھا رکھا جاتا۔۔۔۔ وہ سلسلہ آپ تک پہنچنے والا ہے۔ اس میں اندیشہ یہ ہے کہ مشاقی تو بڑھے مگر شریعت اور والہانہ کیفیت کم ہوتی جائے۔'' (۸)

ڈاکٹر مظفر حنفیؔ

محبوب راہیؔ کے استاد ڈاکٹر مظفر حنفیؔ آپ کی شاعری پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''محبوب راہیؔ جدید تر شعراء میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ ان کا اپنا لہجہ اور اپنی آواز ہے۔ ایک ایسا لہجہ اور ایک ایسی آواز جو اپنے پیش روؤں کے لہجے کی بازگشت نہیں ہے۔ جو اپنی رمزیت، ایمانیت اور اشاریت کے باوجود مفہوم اور بلیغ ہے وہ ابہام سے بات میں نئی نئی پرتیں پیدا کرتے ہیں۔ اس کی طلسمی کیفیت میں اضافہ کرتے ہیں۔ تاثیر کو دوبالا کرتے ہیں، یعنی ابہام ان کی شعر کی وسعت میں اضافہ کرتا ہے، اسے محدود نہیں بناتا۔

میرا خیال ہے اس اعتبار سے محبوب راہیؔ اپنی ادبی عمر کے فنکاروں میں سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔ ان کا دوسرا صنف یہ ہے کہ وہ جدید تر نسل سے متعلق ہونے کے باوصف اپنی شعری روایت سے یکسر غیر متعلق نہیں ہیں۔ وہ نیا شعر کہنے پر قادر ہیں کہ انہیں معلوم ہے پرانا کیا ہے، ان کی شخصیت میں کردار کی وہ پختگی، وہ گداز، وہ لچک، وہ خلوص اور بے

لوثی موجود ہے جس کے بغیر اچھی غزل کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔''

(۹)

مخمور سعیدیؔ

محبوب راہیؔ کے کلام کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے مخمور سعیدیؔ لکھتے ہیں:

''محبوب راہیؔ کا کلام جہاں ایک طرف جدید شاعری کے لیے اپنے اندر دلچسپی کا پورا سامان رکھتا ہے وہیں دوسری طرف ان لوگوں کو بھی مایوس نہیں کرتا جو شاعر سے ایک خاص قسم کے فنی رکھ رکھاؤ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ان کے شعری موضوعات میں رنگا رنگی نظر آتی ہے۔ ہم عصر زندگی کے مختلف پہلوؤں تک ان کی نظر رسائی ہوتی ہے۔ کہیں مطالعہ کے وسیلے سے تو کہیں ذاتی تجربے سے۔ ان کے جو شعر ذاتی تجربے کے عکاس ہیں قدرتی ہے کہ ان کا تاثر زیادہ گہرا اور دیرپا ہو لیکن جو مضامین ان کے ہاں مستعار ہیں انہیں بھی انہوں نے اپنا لہجہ دینے کی کوشش کی ہے۔(۱۰)

نذیرؔ فتح پوری

محبوب راہی کی شعری خوبیوں کو بیان کرتے ہوئے نذیر فتح پوری آپ کی تصنیف ''پیش رفت'' کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''بات ''پیش رفت'' کی نہ کیجئے، راہیؔ کی پوری شعری کائنات کو سامنے رکھیے تو انکشاف ہوتا ہے کہ کائنات اصنافِ سخن کے گوناگوں رنگوں سے سجی اور سنوری ہوئی ہے۔ ایک جہت سے دوسری جہت تک نہ سرا ہاتھ لگتا ہے نہ دور سلجھتی ہے۔ ایک فنکار کو صحیح معنوں میں حقیقی فنکار بنانے کے لیے جس فطری پھیلاؤ بکھراؤ اور الجھاؤ کی ضرورت ہوتی ہے وہ مظفر بہ منظر راہیؔ صاحب کی شاعری میں کروٹیں لیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ غزل ہو، نظم ہو، قطعہ ہو، رباعی ہو، کہیں تیکھے لہجے کی موشگافیاں ہیں تو کہیں شیریں بیانی کی زیریں لہریں، کہیں کسی کانٹے کی چبھن کا احساس ہوتا ہے تو کوئی شعر پھول کی خوشبو کی طرح مشامِ جاں کو مہکاتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اگر دردِ دل کا ماجرا

بیان کیا گیا ہے تو علاج درد بھی وہیں دستیاب ہے۔ راہیؔ صاحب کی شاعری نیلی آنکھیں اور پیلے چہرے کی شاعری نہیں بلکہ آفاقی موسموں کے نقش ہیں جو شاعر نے سینۂ فطرت پر مرتب کیے ہیں۔''

(۱۱)

شمس الرحمن فاروقی

محبوب راہیؔ کی شاعری کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے شمس الرحمن فاروقی فرماتے ہیں:

''محبوب راہیؔ کی غزل میں بے تکلفی اور روانی جابجا نظر آتی ہے وہ دنیا کو کڑی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جو کچھ انہیں نظر آتا ہے وہ ان کے جذبۂ برہمی و نا آسودگی کو اور بھی شدید کر دیتا ہے۔ لیکن محبوب راہیؔ کا کمال یہ ہے کہ وہ اپ نے غصے کو کاغذ پر ے محابا اُگل نہیں دیتے۔ وہ رواں اور شگفتہ زبان میں اور مشکل لیکن بولتی ہوئی زمینوں میں اپنی برہمی اور احتجاج کا اظہار کرتے ہیں۔ اس اظہار کے شاعرانہ عناصر میں پہلا عنصر تو ترنم کا ہے ان کے کمزور شعر بھی پڑھنے اور سننے میں رواں لگتے ہیں۔ ان کی دوسری صنف جو ان کے نئے مجموعے ''بند مٹھی کا بھرم'' میں گذشتہ مجموعوں سے زیادہ فراوانی کے ساتھ نظر آتی ہے وہ ان کے لہجے کا تفکر ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ عمر کے ساتھ محبوب راہیؔ کے احساس کی شدت تو بڑھی ہے لیکن بات کو روک کر کہنے کا فن بھی اب انہیں حاصل ہو گیا ہے۔'' (۱۲)

پروفیسر سلیمان اطہرؔ جاوید

محبوب راہیؔ کی شاعری پر اپنا اظہار کرتے ہوئے پروفیسر سلیمان اطہرؔ جاوید فرماتے ہیں:

''ڈاکٹر محبوب راہیؔ ہمارے ان شاعروں میں ہیں جنہوں نے اردو شاعری کی صالح اقدار کا احترام کیا ہے۔ یہ اقدار خواہ روایتی ہوں یا روایت سے دور، ان سے متاثر ہونے کے باوجود محبوب راہیؔ کے کلام میں ان کا اپنا رنگ ہے اور یہ رنگ زندگی کو قریب سے دیکھنے، اس کے خوب وخراب کو برتنے اور اس کے جلال و جمال سے محفوظ ہونے کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے شعری ریاضت سے اس رنگ کو چوکھا بنا دیا

ہے۔‘‘ (۱۳)

سلیم انصاری

محبوب راہیؔ کی شاعری کے متعلق سلیم انصاری اپنا اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’میں یہ بات پوری زمہ داری کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی شاعری، زندگی کے مثبت رویوں کی شاعری، عزم وحوصلہ کی شاعری ہے۔ مسائل سے جھوجھنے کی شاعری ہے، خلوص ومحبت اور ایثار قربانی کی شاعری ہے، ان کی یہاں زیست کے بے چراغ راستوں میں، منزلیں روشن کرنے کا جذبہ ہے۔‘‘ (۱۴)

وارث علوی

محبوب راہیؔ کی شاعری کا تبصرہ کرتے ہوئے وارث علوی لکھتے ہیں:

’’حقیقت یہ ہے کہ محبوب راہیؔ کے یہاں شعر آشوب اتنا ہے کہ شہر آشوب بھی اس کے سامنے ماند پڑ جاتا ہے۔ اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ ’’مٹھی بھر غزلوں کا بھرم‘‘ کیا ہے تو میں بے تکلف کہہ سکتا ہوں کہ یہ غزلیں شاعری کی بوطیقا ہیں۔ غزل کا کلیدی جذبہ عشق ہے جسے غالبؔ نے دماغ کا حلل کہا ہے۔ محبوب راہیؔ کے یہاں بھی عشق ہے اور خللِ دماغ تک شعری ہے۔ لیکن یہ عشق نہ مجازی ہے نہ حقیقی، بلکہ شعری ہے۔ بہت سے شاعروں کو عظمت کا ہوجاتا ہے۔ محبوب راہیؔ کو شاعری کا ہوکا ہوگیا ہے جس ایک شاعر کے لیے بہتر ہوتا ہے کیونکہ وہ عظمت کے پیچھے بھاگنے کی بجائے شاعری کے پیچھے بھاگتا ہے۔ محبوب راہیؔ کو اس بات کی فکر نہیں کہ وہ عظیم شاعر ہیں یا نہیں، ارے مجنوں کی طرح وہ تو عشق میں اس مقام پر ہیں کہ انہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ شاعر ہیں یا نہیں۔ لیلائے شاعری کے سوا انہیں دنیا میں اور کچھ نظر ہی نہیں آتا ہے۔‘‘

(۱۵)

آمر صدیقی

آمر صدیقی اپنے ایک مضمون ’’بند مٹھی کا بھرم‘‘ (مجموعہ غزلیات) میں محبوب راہیؔ کے غزلوں کے حوالہ

سے گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''محبوب راہیؔ کی شعری شناخت مسلم ہے۔ وہ اپنی ڈگر چلنے کے قائل ہیں تنبع اور تقلید سے گریز، سرقہ سے سخت اجتناب، ادب میں آتی جاتی لہروں کے بہاؤ میں فیشن کے طور پر بہہ جانے سے احتیاط ان کے خاص رویے ہیں جو انہیں تحسین کا مستحق قرار دیتے ہیں۔ سادگی اور اعتدال ان کی شاعری کی نمایاں اوصاف ہیں۔ اگر جا بہ جا طنز کی زیریں لہریں بھی کارفرما نظر آتی ہیں مگر وہ کسی کے دل آزاری کا سامان نہیں کرتے۔ ان کے مزاج میں جو سادگی اور خلوص کے عناصر ہیں ان کے نقوش ان کی شاعری میں بھی جلوہ گر ہیں۔ ان کے اشعار ظاہر و باطن میں کوئی بعد پیدا نہیں کرتے یہی سبب ہے کہ ان کی شاعری غیر ضروری الجھاؤ اور پیچیدگی سے مبرا ہے۔'' (۱۶)

ڈاکٹر زبیر شاداب

محبوب راہی کے شعری مجموعہ ''بند مٹھی کا بھرم'' میں شامل ان کی غزلیات کے متعلق ڈاکٹر زبیر شاداب اپنے تاثرات کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''راہیؔ نے ذات اور انکشاف ذات اور احتسابِ ذات کا اس انداز سے احاطہ کیا ہے۔ ساتھ ہی زندگی کے نگار خانے میں جتنے رنگ اور ڈھنگ دکھائی اور سنائی دیتے ہیں انہیں بڑی باریکی سے ایک سچے فنکار کی طرح دیکھنے اور پرکھنے کی کوشش کی ہے۔ راہیؔ کی شاعری میں روایت کی پاسداری اور جدّت کی فنکاری کے ساتھ ساتھ حیات و ممات میں مزین ہوکر ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اکیلا پن، وحشت جنون زمانے کی ستم ظریفی اور شعور کا عمل و دخل، زندگی میں خلش کی اہمیت، دنیا کی بے وقعتی اور کھوکھلے افکار، رشتوں کا کھوکھلا پن اور لامکانی، یہ سب کے سب جدید بلکہ معاصر شاعری کے موضوعات میں راہیؔ نے بھی انہیں اپنے انداز سے برتنے پر کھنے اور ہمارے سامنے آئینے کی صورت میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔
''

(۱۷)

ڈاکٹر ظفر اونگاوی

محبوب راہیؔ کے غزلوں کے مجموعہ ''ثبات'' پر اپنا اظہارِ خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر ظفر اونگاویؔ فرماتے ہیں:

''راہی کے یہ اشعار قاری کو معمولی سی ورق گردانی کے دوران اپنی ظرف آسانی سے متوجہ کر لیتے ہیں اور ان کو ایک سات پڑھنے سے یہ اندازاہ ہوتا ہے کہہ راہیؔ کی غزلوں میں وہ قصبہ جہاں وہ رہتے ہیں ان کی توجہ کا مزکر نہیں بنا ہے بلکہ شہر ایک اہم موضوع کی حیثیت سے ان کے احساس پر قابض ہے۔ شہر کے عوامل، اندیشے احساسات، کرب، بھیڑ، میں تنہائی کا احساس نفرتیں، تجارتیں راہیؔ کے موضوعات خاص ہیں۔ جبکہ ان کے اپنے دعوے کے تحت ان کے یہاں قصباتی موضوعات وتجربات کا ایک منفرد رنگ ہونا چاہیئے تھا۔'' (۱۸)

محمد منظور احمد

محبوب راہیؔ کے شعری مجموعہ ''باز یافت'' پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد منظور احمد فرماتے ہیں:

''اچھی غزل کہنے کے لیے کائنات کا مطالعہ'' غور وتامل'' دل کے گداختگی اور تیز مشاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر محبوب راہیؔ میں یہ خصوصیات موجود ہیں، ان کے مجموعہ میں اچھے اشعار موجود ہیں جو قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔''

(۱۹)

خالد محمود

محبوب راہیؔ کے شعری مجموعہ ''تردید'' پر تبصرہ کرتے ہوئے خالد محمود اپنا اظہارِ خیال پیش کرتے ہیں:

''محبوب راہیؔ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور خوب غزل کہتے ہیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ زود گو اور پر گو قسم کے غزل گویوں کے ہاں زود گوئی اور پر گوئی کے سوا باقی جو بچتا ہے وہ یوں ہی سا ہوتا ہے۔ لیکن محبوب راہیؔ کی غزلوں میں ''یوں ہی سا'' کے علاوہ بہت کچھ موجود ہے۔ غزل کہتے کہتے وہ یکا یک ایک دو ایسے اشعار کہہ جاتے ہیں کہ قاری پڑھتے پڑھتے رُک کر انہیں دوبارا اور سہ بارا پڑھنے پر مجبور

ہوجاتا ہے۔ خامیوں پر نظر رکھنے والی نگاہیں بھی یہ عمل کرتی ہیں۔ مگر محبوب راہیؔ کے اشعار کی خوبیاں نظر ثانی اور ثالث پر اکساتی ہیں۔ مثلاً ایک صاحب ذوق قاری کے لیے ان اشعار سے سرسری گزر جانا کتنا دشوار ہوگا۔'' (۲۰)

شاہد جمیل

محبوب راہیؔ کے شعری مجموعہ ''پیش رفت'' کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے شاہد جمیل فرماتے ہیں:

''پیش رفت'' کے مطالعہ کے بعد مسرت واطمینان کا احساس ہوا کہ یہ شعری مجموعہ دیدہ زیب طباعت اور عمدہ گٹ اپ کے ساتھ ساتھ فکری بلندی، فنی بلندی، فن رکھ رکھاؤ موضوعات کی ندرت، الفاظ و بیان کی خوبصورت ادائیگی کے علاوہ دعوت مطالعہ کی بے پناہ کش بھی رکھتا ہے ان کے اسباب بالکل واضح ہیں کہ راہیؔ نے زندگی کو نہ صرف قصے اور کہانیوں میں پڑھا اور نہ فلموں اور ڈراموں میں فقط دیکھا ہے بلکہ انہوں نے اس کی رعنائیوں اور نیرنگیوں سے خط حاصل کیا اور کرب واذیت کی صلیب کو کندھوں پر لیے طویل مسافت بھی طے کی ہے۔ یعنی انہوں نے زندگی کو بغور دیکھا اور پرکھا اور بہ شدت محسوس کی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کا مشاہدہ عمیق، تجربہ پختہ تر اور بیان میں تاثر اور اثر انگیزی ہے۔ معاملات عشق ومحبت، تہذیب واقدار کے انحطاط وزوال، فرقہ وارانہ فسادات، غریبی ومعاشی ، بدحالی، عدم مساوات، احساس عدم تحفظ اور عریانیت وبے حیائی جیسے پامال موضوعات میں وہ جدت وندرت پیدا کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔ وہ فکر کو اس طرح فن کے سانچے میں سمو دیتے ہیں جس طرح ماہر فن کمہار مٹی کے سانچے میں سمو دیتے ہیں جس طرح ماہرین کمہار مٹی کے بے وقعت لوندے کو خوبصورت صراحی میں تبدیل کر دیتا ہے۔''(۲۱)

ڈاکٹر یحییٰ جمیل

محبوب راہیؔ کے شعری مجموعہ ''چاندنی تخیل کی'' پر اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر یحییٰ جمیل فرماتے ہیں:

''محبوب راہیؔ کی غزلیں جدّت فکر واسلوب سے آراستہ ہیں اور وہ اپنے مخصوص

انداز میں گیسوئے غزل کے آرائش میں مصروف ہیں۔ان کے یہاں دوسروں سے منفرد اور مختلف ہونے کا بھی ایک شعوری رجحان موجود ہے۔واضح رہے کہ محبوب راہیؔ اپنے کئی اشعار میں میرؔ، غالبؔ اور اقبالؔ کا نام لیتے ہیں۔ دراصل ان کے یہاں میرؔ، غالبؔ اور اقبالؔ بڑی شاعری کا استعارہ بن کر ابھرے ہیں۔ اور اس طرح شاعر اچھی اور بڑی شاعری میں اپنی بھی تلاش کرتا نظر آتا ہے۔ بات جہاں سے شروع ہوئی تھی پھر وہیں جا پہنچی۔محبوب راہیؔ کو جس کی تلاش ہے اس مجموعہ میں یقیناً وہ گوہر مراد انہیں حاصل ہوجائے گا لیکن خدا کرے ان کی تلاش مدام جاری ہے۔''

(۲۲)

ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی

ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے شعری مجموعہ ''چاندنی تخیل کی'' کے متعلق ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانویؔ تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''محبوب راہیؔ غزل کے محبوب ہیں۔اسی لیے ان کا لہجہ تیکھا ہے اوفکر وخیال، فنی پیکر اور شعری لوازمات میں تازگی ہے۔استعاروں، تشبیہوں اور پیکروں میں بھی رفعت ہے اور نئی جہت سے ساتھ ہی ان کے منظر نامے کا کینوس وسعت رکھتا ہے۔احساس کا چٹیلا پن جب شعری آمیز کا روپ لیتا ہے تو شعور کی رعنائی بڑھ جاتی ہے۔فنکاری اور زندگی کی گہرائی کی تفہیم کے دائرے روشن ہوجاتے ہیں اور عقل ودل کا توازن ندرت وجدت کا اندازہ اختیار کرلیتا ہے۔روایت سے ہم رشتہ رہ کر نئے لہجہ اور اسلوب میں بات کہنے کی انفرادیت محبوب راہیؔ کے یہاں ملتی ہے۔'' (۲۳)

محبوب راہیؔ کی حمدیہ نعتیہ شاعری

حمد خدائے تعالیٰ کی تعریف میں پیش کی جاتی ہے چرند پرند انسان یا جانور اور دنیا کی تمام مخلوقات اپنے اپنے انداز میں خدا کی حمد وثنا کرتے ہیں اور اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں انسان نے خدا کی

تعریف کے لئے اپنے دلی جذبات کا اظہار شعر کی شکل میں کیا۔ اور یہ صنف حمد کہلائی۔ دورِ قدیم سے ہی شعرا خدا کے حضور میں اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے آئے ہیں ۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے ۔ ڈاکٹر محبوب راہیؔ نے بھی عشقِ حقیقی سے سرشار ہوکر اپنے خیالات کا اظہار حمد ومناجات کی شکل میں کیا۔جس کا ثبوت آپ کے وہ شعری مجموعہ ہیں۔ جو شائع ہوکر منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔

''تیری آواز'' اور'' مکے مدینے''۔ یہ آپ کی حمد ومناجات کا مجموعہ ہے جو ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا۔ محبوب راہیؔ کی شاعری تقدیسی رنگ بھی قابلِ احترام ہے۔ عشقِ الٰہی میں حمدیں عشقِ رسولؐ میں مناجاتیں۔اور بزرگانِ دین اور اولیاء کرام کی عقیدت میں منقبتیں لکھیں۔

''سرمایہ نجات'' آپ کا دوسرا حمدیہ اور نعت یہ مجموعہ ہے جو ۱۹۹۹ء میں شائع ہوکر منظرِ عام پر آیا۔اس میں بھی آپ کی حمد ونعت اور منقبت شامل ہیں۔

الحمدللہ! آپ کا تیسرا شعری مجموعہ ہے جسے اسباق پبلکیشنز پونے کے زہرِ اہتمام ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا۔ یہ مجموعہ حمد ومناجات پر مشتمل ہے اس کتاب کے ہر کلام سے پہلے یا تو حمد باری تعالیٰ لکھا ہے یا جلی حرفوں میں مناجاتِ باری تعالیٰ درج ہے۔اس کا انتساب آپ نے ادارہ ادب اسلامی مہاراشٹر کے نام کیا ہے، انتساب ملاحظہ ہو۔

''ادارۂ ادب اسلامی مہاراشٹر کے نام جس کا ودیعت کردہ حفیظ میرٹھی
ایوارڈ اس مجموع کی اشاعت کا سبب ہوا۔'' (۲۴)

''برلبِ کوثر'' بھی حمد ونعت کے سلسلہ کی کڑی میں یہ مجموعہ ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا۔اس مجموعہ میں آپ نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں سرشار ہوکر اپنی والہانہ محبت کا اظہار کیا ہے۔

''غزل کے بعد'' بھی آپ نے نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے جو ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا۔

''متاع نجات'' کی حمد ونعت پر مشتمل آپ کا اگلا مجموعہ ہے جو ۲۰۱۶ء میں ارقم پبلیکیشنز سے شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں آپ کی تقریباً ۳۴۲ حمد، نعت، مناجات، رباعیات۔نعتیہ رباعیات، سلام وغیرہ شامل ہیں۔خدا واحد متعلق ہے یہ ہمارا عقیدہ ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔اس نے دنیا کی ہر شہ بنائی

اور وہ ہی ہمارا مالِک ہے۔ اللہ کی وحدانیت کا اظہار کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

ہے رگ جاں سے تو میرے نزدیک
کوئی ساجھی نہ کوئی تیرا شریک
توہی مالک ہے روز محشر کا
ہے تیرے ہاتھ پر جزا وسزا
ایک ہی رشتہ ہے میں خالق ومخلوق کے بیچ
تو سبھی کا ہے سبھی تیرے افق تا افق
خدا یا توہی مالِک بحروبر ہے
خدایا توہی مالِک خشق وتر ہے
سب کا مالِک سب کا مولا ہے وہی
سب کا خالق سب کا داتا ہے وہی

ہمارا رب ہمیشہ سے تنہا ہے۔ نہ اس کو کسی نے پیدا کیا ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ سے اکیلا ہے، خالق ہے، مالک ہے اور ساری کائنات کی مخلوق کی پرورِش کی ذمہ داری بھی اسی کے پاس ہے۔ مذہبِ اسلام کی مقدس آسمانی کتاب قرآن مجید میں خود رب کا یہ فرمان ہمیں ملتا ہے ''الحمداللہ رب العالمین''، یعنی ساری تعریفیں اس رب کے لئے ہیں جس نے لفظ ''کن'' فرما کر ساری مخلوق کو تخلیق فرمایا اور ''فیکون'' کے بعد ساری مخلوق کی پرورِش کی ذمہ داری بھی اس نے قبول فرمائی ہے۔

لفظ ''کن'' کے معنی ہوجانے کے ہیں۔ لفظ ''کن'' کا اشارہ اللہ کی طرف ہے۔ یعنی جب ہمارے رب نے کائنات کو تخلیق فرمایا تو لفظ 'کن'' فرمایا۔ اور اس فرمان کے ساتھ ہی ''فیکون'' یعنی یہ ساری کائنات تخلیق ہوگئی۔ لفظ فیکون کے معنی ہوجانے کے ہیں۔ رب کے حکم کے مطابق یہ کائنات تخلیق ہوگئی، اسی لئے یہ دونوں لفظ ''کن اور فیکون'' کافی مشہور ہوگے، ''کن'' رب کا منشاء ہے جس کے معنی ہوجانے کے ہے اور ''فیکون'' نتیجہ ہے یعنی ہوگیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا جو کچھ رب نے چاہا وہ ہوگیا اسی لئے ساری

کائنات کا رب اور پرورِش کرنے والا اللہ جلّ شانہٗ ہے۔

''زندگی اور موت اس کے بس میں ہے
مارتا ہے اور جلاتا ہے وہی
اے جہاں بھر کے پالنے والے
جان مٹی میں ڈالنے والے
تیری ہر شئے پہ حکمرانی ہے
تو ہے باقی، ہر ایک فانی ہے
ذرّہ ذرّہ پہ اختیار تیرا
فضل ہے سب پہ بے شمار تیرا
تونے اک کن سے پیدا کئے دوجہاں
منحصر ہے سبھی کچھ تیرے حکم پر

اللہ جلّ شانہٗ کی ذاتِ گرامی کی ''وحدانیت'' اور اس کی ''صفات'' کو سمجھانے کی کوشش کی ہے اور اس کا شکر بجالانے کی ہدایت بھی کی ہے، چند شعر ملاحظہ ہوں۔

ہر بلندی اس کے آگے پست ہے
سب سے ارفع ہے مقام اللہ کا
جاری وساری رہے گا تاابد
جوازل سے ہے نظام اللہ کا

ڈاکٹر محبوب راہیؔ نے پہلے شعر میں اللہ کی بڑائی بیان کی ہے اور دو متضاد لفظ، بلند اور ''پست'' لاکر اپنے خیال کو نئے انداز سے پیش کیا ہے۔ اور آسان لفظوں میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ کی صفت ''اللہ اکبر'' ہے۔ یعنی وہ سب سے بڑا ہے اور سب سے بلند وبالا ہے۔ لفظ ''ارفع'' ڈاکٹر محبوب راہیؔ نے خدا اور بندے کے رِشتہ کو بھی اس شعری مجموعے میں بھی سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ ان کا نظریہ یہ

ہے کہ بندے کو چاہیئے کہ وہ اپنے رب کی حمد وثناء بیان کرتا ہے اور حمد وثنا کے ذریعہ اپنے رب کا شکریہ ادا کرتا رہے۔تو اس طرح اس کے لئے رب کی طرف سے نعمتیں، رحمتیں اور برکتیں بڑھادی جاتی ہے۔ ڈاکٹرمحبوب راہیؔ نے ایک حمد اسی خیال سے تحریر کی ہے جس کا عنوان ہے، اللہ کا اپنے جتنا بھی ہم شکر بجالائیں کم ہے'' یہ حمد انہوں نے ''مسدّس'' کی ہیت میں تحریر کی ہے۔ جو اخلاقی مضامین پیش کرنے کے لئے بہت ہی موزوں اور مناسب بیت ہے۔اس بیت میں اردو کے مشہور مرتبہ گو شاعر ''میر انیسؔ'' نے اور ''حالیؔ'' نے ،مسدّس مدّ وجزر اسلام'' کے نام سے اخلاقی شاعری کی ہے۔ایک شعر بند ملاحظہ ہو۔

پھر جنت کی ہر نعمت کا حقدار بنایا خوب کیا
شیطان کے ہر جنگل سے اس نے ہمیں چھڑایا خوب کیا

ڈاکٹرمحبوب راہیؔ نے اپنے شعری مجموعے ''الحمداللہ'' کے صفحہ نمبر ۵۳ پر بھی ایک ایسی مناجات پیش کی ہے جس میں لفظ ''اللہ'' کو ردیف کی جگہ رکھا ہے اور کافیوں کی جگہ پر ہم وزن الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان میں ہلادے، بنادے، کھلادے، دکھادے، سکھادے اور ہنسادے جیسے الفاظ شاعری کے آہنگ کو خوبصورت بناتے ہیں۔شعر ملاحظہ ہوں ؎

جس پر کرترے پیاروں نے سعادت پائی
راستہ مجھ کو بھی جنت کا دکھادے اللہ

اس شعر میں محبوب راہیؔ نے لفظ ''پیاروں'' کا استعمال کیا ہے اور ان کی طرف سعادت پانے کا اشارہ بھی کیا ہے ''یہ رب کے پیارے'' کون لوگ ہیں؟ آپ نے اس بارے میں قرآن مجید سے رجوع کرتے ہیں۔اؤ جل شانہ نے اپنے پیاروں کا ذکر فرمایا اور ان پر کیے گئے انعامات کی بشارت بھی فرمائی ہے۔رب کا فرمان ہے ''میں نے اپنے نبیوں، رسولوں، صدیقین، شہدا، صالحین اور مومنین سے تعلق رکنے والے ایمان والے عابدین پر انعام فرمایا ہے۔اپنے نبیوں کی حفاظت بھی کی اور ان سے محبت بھی کی۔ اشعار ملاحظہ ہو ؎

کشتی نوحؑ کو طوفاں سے بچانے والے

قیدِ آلام سے یوسفؑ کو چھڑانے والے

نار نمرود کو گلزار بنانے والے
رحمتیں بن کے براہیمؑ پہ چھانے والے

معجزہ طور پہ موسیٰؑ کو دکھانے والے
آسمانوں پہ اے عیسیٰؑ کو اٹھانے والے

بخش کر ان کی دعاؤں کو تاثر کا شرف
پھر سے اے آدمؑ وحوا کو ملانے والے

نیل کے قہر میں فرعون کو کر کے غرقاب
راہ موسیٰؑ کے لیے اس میں بنانے والے

تو نے یونسؑ کو دی آرام ومصائب سے نجات
اے کہ یعقوبؑ سے یوسفؑ کو ملانے والے

تاج رکھ کر سرِ اقدس پہ گلِ عظمت کا
عرشِ اعظم پہ محمدؐ کو بلانے والے

توجو چاہے تو سنور جاتے مقدر میرا
قسمتیں سارے زمانے کی بنانے والے

اللہ کے پیارے رسول محمد ﷺ اس عالمِ دنیا میں کل مومنین کے لیے اور کل مومنین کو راہِ نجات کا راستہ دکھانے والے ہیں۔ آپؐ کی محبت میں سرشار ہو کر شعراء اور ادیب نے نعتیہ اشعار لکھے محبوب راہیؔ

نے بھی نعت کے ذریعہ پیارے محمدؐ سے محبت کو عقیدت کا اظہار کیا۔ اشعار ملاحظہ ہو ؎

دلوں میں اپنے جو حب رسولؐ رکھتے ہیں
وہ اور کب کوئی شوق فضول رکھتے ہیں

اک نام خدا اک نام محمد
سرمایہ تسکیں ہے مرے قلب وجگر کا

آتے ہیں صبح وشام خدا کے رسولؐ پر
بے انتہا سلام خدا کے رسولؐ پر

وہ کیوں کر قیصر وکسریٰ کے محلوں سے نہ برتر ہو
جو کاشانہ شہ کونینؐ کا جو گھر نبیؐ کا ہے

قیامت کی اک نیند تھی ہوگئے تھے سبھی کھوگئے
تھے
ہمیں خواب غفلت سے کس نے جگایا، ہمارے نبیؐ
نے

ہر مومن کی طرح محبوب راہی بھی روضہ انور کی زیارت کے خواہش مند تھے ؎

مجھکو بھی گنبد خضریٰ کی زیارت ہو نصیب
مجھکو بھی روضۂ انوار دکھادے اللہ

جو ترے در پہ پہنچتے ہی قبول ہو جائے
میرے ہونٹوں پہ سدا ایسی دعا دے اللہ

اللہ نے آپ کی دعا قبول کی اور ۲۰۰۲ء میں آپ کو یہ سعادت حاصل ہوئی۔

علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت کے لیے ضروری ہے۔علم کی روشنی میں ہم اپنی زندگی کو بہترین طریقہ سے گزار سکتے ہیں اور اپنے مستقبل کو سنوار سکتے ہیں۔ بھلے ہی ہمارے پاس قارون کا خزانہ ہو لیکن اگر ہم علم سے خالی ہیں تو یہ دولت بھی ہمارے کسی کام نہیں آسکتی۔محبوب راہیؔ بھی اس بات کو دل کی گہرائیوں تک محسوس کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں۔

حکومت عطا نہ کر نہ دولت کر
خدایا مجھے علم وحکمت عطا کر

خدا نے ہمیں اشرف المخلوق بنایا ہے۔ہمیں دنیا کی بے تہاشہ نعمتوں سے نوازہ ہے اور ہم اس کی نہ فرمانی کرتے ہیں اور غلطی اور گناہوں کا پُلندا بنے ہوئے ہیں،لیکن پھر بھی ہم خدا سے اپنے گناہوں کی معافی کے طلب گار ہیں۔اللہ رب العالمین سے یہی دعا کرتے ہیں کہ ؎

لغزشیں، کوتاہیاں، گمراہیاں، خرمتیاں
کر چکا ہوں ان میں ساری زندگانی رائیگاں

بوجھ عصیاں کا لے آیا ہوں اب تیرے حضور
بخش دے سارے گناہوں کو مرے ربِّ غفور

دورِ حاضر افزا تفریح کا دور ہے چاروں طرف مذہب کے نام پر لوگ ایک دوسرے کے دشمن بن بیٹھے ہیں، ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے رہتے ہوں وہاں ایسی مذہبی نفرت بہت خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔ ہر انسان کو چاہیے کہ وہ آپسی محبت اور بھائی چارہ سے پیش آکر قومی یکجہتی کی بہترین مثال ثابت کریں۔اس سلسلے میں محبوب راہیؔ خدا سے دعا گو ہیں ؎

پیار و اخلاص کی ہر سمت پھواریں برسیں
آگ نفرت کی ہر اک دل سے بجھادے آج

ہر طرف عدل ومساوات کا چرچا کردے
ظلم کو صفحۂ ہستی سے مٹادے اللہ

محبوب راہیؔ نے یہاں چھوٹی اور آسان بحروں کا استعمال کیا ہے ۔

پاسباں تو ہے نگہباں تو ہے
اے خدا سب پہ مہرباں تو ہے

آپؐ اپنے امتیوں کے حق میں دن رات اللہ سے دعا گو رہے آپؐ پر دشمنوں نے ظلموں ستم بھی ڈھائے پتھر بھی مارے لیکن پھر بھی آپؐ نے انہیں نہ تو کبھی بددعا دی اور نہ ہی کبھی ان کے لیے کچھ برا سوچا ان کے ظلم وستم سہتے ہوئے بھی آپؐ ان کے حق میں دعائیں کرتے رہے اسی لیے آپؐ کے دشمن بھی آپ کی انہیں خوبیوں کے قائل رہے۔اس سلسلے میں محبوب راہیؔ کے اشعار ملاحظہ ہو ۔

مخالف بھی جسے صادق امیں کہہ کے بلاتے تھے
بھروسہ کرتے تھے دشمن بھی جس پر کون ہے ایسا

دشمن حاں وہ عمرؓ دشمن ایماں وہ عمرؓ
ہوگیا بندہ بے دام رسول عربیؐ

دشمنوں نے بھی صادق کہا آپ کو
ہیں صداقت کے پیکر ہمارے نبیؐ

دشمنوں میں بھی ہیں صادق اور امین
پیکر صدق وامانت آپؐ ہیں

ہمارا ہندوستان جو کبھی قومی یکجہتی کی مثال ہوا کرتا تھا جہاں سبھی مذہب کو ماننے والے لوگ آپس میں مل کر رہتے تھے۔ جہاں ایک دوسرے کو بھائی - بھائی سمجھا جاتا تھا۔ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں شریک ہوتے تھے۔ایسے خوبصورت ملک کو کچھ مفاد پرست لوگوں نے اپنے مطلب کے لیے بگاڑ کر رکھ

دیا۔ ہر جگہ افراتفری کا ماحول ہے۔لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے نفرت کے جذبات ہیں، لوگ ایک دوسرے کو مذہب کے نام پر نیچا دکھاتے ہیں۔ یہاں تک کے قتل وغارت سے بھی باز نہیں آتے ہیں۔ ہندوستان کی بنیاد جو مذہبی یکجہتی پر ہے۔اسے اِن نفرت پسند لوگوں نے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ہندوستان کے اسی ماحول کو دیکھتے ہوئے ہر ہندوستانی کا دل تڑپ اٹھتا ہے۔محبوب راہیؔ بھی اسے محسوس کرتے ہیں اور خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں ؎

اے خدائے عزّ وجلّ اے مالک کون ومکاں
میرے بھارت کو بنادے باعث رشک جناں

اس چمن کو اک بہار جاودانی کر عطا
ذرہ ذرہ کو یہاں کے درخشانی کر عطا

ہو ودیعت اے خدا ہلِ وطن کو وہ شعور
جس سے ہندوستان میں ہو اک قوت نو کا ظہور

ہند کی پیاسی زمینوں کو بھی اب سیراب کر
سبزہ وگل سے ہر اک صحرا کو تو شاداب کر

بھائی بھائی کی طرح سب متحد ہوکر رہیں
جتنے بھی دکھ سکھ ہیں سب آپس میں مل جُل کر سہیں

بند پیچھے کیوں رہے اوروں سے ایجادات میں
ہم بھلا کمتر رہے ہیں کس سے کب کس بات میں

چھوڑ دیں باہم تعصب اور نفرت کا چلن
ہم اب اپنالیں محبت اور اخوت کا چلن

پیارے نبی اللہ کے محبوب نبی ہیں خدا اللہ نے بھی انہیں اپنا پیارا محبوب نبی بتایا اس کی امّت کیسے بیزار رہ سکتی ہے آپ کا ہر امتی اپنے دل میں بے شمار محبتیں لیے ہوئے ہیں اور یادِ محمد میں تڑپتا رہتا ہے محبوب راہیؔ بھی اسی جذبہ سے سرشار ہیں۔ اندازہ ملاحظہ ہو ؎

لوگ دل میں لیے آئے ہوس مال ومتاع
لیکے ہم عشق محمدؐ کا دفینہ آئے

جو گھڑی یاد محمدؐ سے ہو خالی یار ہے
زندگی میں میری کوئی وہ گھڑی نہ آئے

محبوب راہیؔ نے حمد ونعت کے ساتھ ساتھ خلفائے راشدین کے لیے بھی منقبت کے ذریعہ اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور اپنی عقیدت ان کے تئیں بیان کی ہے۔ اشعار ملاحظہ ہو ؎

خلیفہ ابوبکرؓ کے لئے:

اسلام کے خلیفہ اوّل ابوبکرؓ
کرتا پا جدوجہد مسلسل ابوبکرؓ
اک نور جن کے فکر وعمل کا چہار سمت
ایمان اوریقیں کی وہ مشعل ابوبکرؓ

فاروق اعظمؓ کے لیے ؎

ہمیں پر منحصر کیا ہے ہماری حیثیت کیا ہے
کہ خود اکرام خالق نے کیا فاروق اعظمؓ کا
لبوں پر تذکرے ان کی شجاعت کے عدالت کے
جہاں بھر میں ہے چرچا جابجا فاروق اعظمؓ کا

حضرت عثمان غنیؓ کے لیے:

دین حق کے فروغ کی خاطر
آ گئی کام دولت عثمانؓ
آپ کہلائے جامع القرآن
کتنی افضل ہے خدمت عثمانؓ
ہر شکوک وشبہ سے بالاتر
ہے یقینا صداقت عثمانؓ

حضرت علیؓ کے لیے:

حامی آداب اخلاص و وفا حضرت حضرت علیؓ
دشمن بغض وحسد کذب وریا حضرت علیؓ
جو فدا شمع رسالت پر رہے پروانہ وار
نور حق محمد مصطفیٰ حضرت علیؓ
سر بکف تھے دین حق کی سربلندی کے لیے
جان ودل سے تھے محمدؐ پرفدا حضرت علیؓ

محبوب راہیؔ کی مذہبی عقیدت کے سلسلے کی اگلی کڑی مین ان کی ان نظم کو شامل کیا جاتا ہے جو انہوں نے حضرت امام حسینؓ کے لیے مخمس کی شکل میں لکھی ہے۔حضرت امام حسینؓ کی تمام خوبیوں کو یکجا کر کے یہ بند تحریر کیے اور واقعاتِ کربلا کا بھی پر درد بیان پیش کیا ؎

علم میں فہم وتدبر میں سیادت میں حسینؓ
عزم میں جوش میں ایثار میں ہمت میں حسینؓ
عدل میں صبر میں اخلاق وشرافت میں حسینؓ
سیرت ظاہر وطابن میں لیاقت میں حسینؓ
کون ایسا تھا کہ جیسے تھے حقیقت میں حسینؓ

تھا مقابل میں لعینوں کا اک انبو کثیر
تھی عداوت کی ہر اک دست عدو میں شمشیر
ہر لعیں اپنی خباثت میں نہ رکھتا تھا نظیر
اس طرف لشکر طاغوت کا اک جم غفیر
اور ادھر صرف بہتر کی معیت میں حسینؓ

بے بس دیکھ کے خود اپنی مچلتی تھی فرات
کروٹیں کرب مسلسل سے بدلتی تھی فرات
ایسے لگتا تھا کہ انگاروں پہ چلتی تھی فرات
اس طرف آتش انبوہ میں جلتی تھی فرات
مبتلا تھے جو ادھر پیاس کی شدت میں حسینؓ

محبوب راہیؔ نے اپنی حمدیہ اور نعتیہ شاعری میں قرآنی آیات کا بھی استعمال کیا ہے جس کے سبب ان کی بات میں مزید وزن پیدا ہو گیا۔ اشعار ملاحظہ ہو ؎

تو واد بھی ہے تو صمد بھی ہے
لم یلد بھی ہے لم یولد بھی ہے
لب پہ ہو قل اعوذ بربّ الفلق
نطق در نطق تا ہو حلق در حلق

محبوب راہیؔ نے اسلام میں عورتوں کا مقام اور مرثیہ ظاہر کرنے کے لیے بھی اشعار تحریر کیے اور خلوصِ دل کے ساتھ اسلام کی پاک عورتوں کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے ؎

بتاؤں کیا مقام و مرتبہ بی بی خدیجہؓ کا
نہیں ثانی جہاں میں دوسرا بی بی خدیجہؓ کا
بلندی پر جو ہیں غارِ حرا کی نقش پا ان کا

مسلسل دیکھتے ہیں راستہ بی بی خدیجہؓ کا

ہوئیں ہیں منزل دشوار میں محمدؐ کو
قدم قدم پہ سہارا خدیجہ الکبریٰ ؓ
ہے مومنین کی ماں کا شرف جنہیں حاصل
وہ ام فاطمہؓ زہرا خدیجۃ الکبریٰؓ
قلوب نسواں کو عائشہؓ اور فاطمہؓ کی
محبتوں کی حلاوتوں سے نوازا یارب

محبوب راہیؔ نے پیارے نبیؐ کے حضور میں سلام پیش کر کے اپنی عقیدت اور والہانہ محبت کا اظہار کیا اور اپنے پُرخلوص بارگاہِ رسالت میں عقیدت کے پھول نظر کیے۔

عاصیوں کے گناہ بخشوائے جو
شافع روز محشر پہ لاکھوں سلام
جس پہ حور ملائک بھی قربان ہوں
اس طہارت کے پیکر پہ لاکھوں سلام
وہ لقب جس کا ہے افضل الانبیاء
سارے نبیوں سے برتر پہ لاکھوں سلام
انسانیت کے محسن اے پیکرِ شرافت
کونین کے اے سرورتم پہ لاکھوں سلام
کی دشمنوں کی خاطر اللہ سے دعائیں
اے رحمتوں کے پیکر تم پہ لاکھوں سلام
تجھ سے دشمن بھی ہوتے ہیں فیضیاب

اے مجسم لطف واحساں تم پہ لاکھوں سلام
تیرے بختوں کو دی روشنی بے نواؤں کی امداد کی
بیکسوں کی سدا لی خبر ہو درود وسلام آپ پر
کوہِ آلام کے سامنے طنز ودشنام کے سامنے
تھے سدا آپ سینہ سپر ہو درود سلام آپ پر
عالم امکاں ہے جس سے سیر یاب
چشم لطف وعنایت پر درود
وہ جس کا دونوں عالم میں اجالا ہے سلام اس پر
جسے حالات نے کانٹوں میں پالا ہے سلام اس پر
وہ مہک جس کی جنّت کے پھولوں میں ہے
ایسے جسم مضطر پہ لاکھوں سلام

محبوب راہیؔ کو ۲۰۰۲ء میں حج کا شرف حاصل ہو چکا ہے لیکن پھر بھی وہ پھر سے اس دربارِ عالی میں اپنی حاضری کے خواہش مند ہیں جیسے کہ ہر مسلمان چاہتا ہے وہ بھی خانہ کعبہ کی چوکھٹ کو دوبارا چومنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں جس کے متعلق آپ کا خیال ہے ؎

حاضری مجھکو ہو دربارِ رسالت کی نصیب
کاش ایسا بھی کو حج کا مہینہ آئے

دیں حاضری دیارِ نبیؐ میں پھر ایک بار
اک بار پھر سے حج کے مہینے کی بات کر

محبوب راہیؔ نے اپنی حمدیہ نعتیہ شاعری کے بیان کے لیے مختلف فارم استعمال کیے ہیں جن میں مسدس، مخمس، رباعی اور دوہا وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے رباعی جیسی مشکل ترین صنف میں نعت گوئی کی جبکہ نعت گوئی خود

ایک مشکل ترین کام ہے۔اس کے ساتھ ہی آپ نے رباعی میں خداعزّوجلّ کی حمد بھی بیان کی ہے رباعی کے چار مصرعوں میں آپ نے یہ کام بڑی خوبصورتی سے انجام دیا ۔

حمدیہ رباعیات :

کچھ ایسی ہوا پھر سے چلا دے اللہ
مرجھائے ہوئے پھول کھلادے اللہ
اجڑا ہے خزاں جو گلستاں حیات
پھر اس کو بہاروں سے سجادے اللہ

☆☆☆

پھر سیل حقیقت کو بہادے اللہ
باطل کی فصیلوں کو گرادے اللہ
پھر بول کو سچا کے بالا کرے
دنیا کو صداقت سے بسادے اللہ

☆☆☆

جلتے ہیں غمِ ہجر کے چھالے اللہ
چبھتے ہیں میرے ذہن میں بھالے اللہ
اب درد جدائی کا سہاجاتا نہیں
در پر مجھے پر اپنے بلالے اللہ

دے تاج نہ تو مسند شاہی اللہ
کر اس کو عطا زرف نگاہی اللہ
کیوں مانگے کسی اور سے کیوں جائے کہیں

محتاج ہے درکا تیرے راہیؔ اللہ

☆☆☆

نعتیہ رباعیات ؎

آکاش پہ ہوں اور ناپاتال میں ہوں
الجھا ہوا حالات کے جنجال میں ہوں
لگتا نہیں دنیا کی کسی بات میں جی
سرکار کی دوری سے عجب حال میں ہوں

☆☆☆

داعی بھی وہی ہے ہادی ورہبر بھی وہی
آقا بھی وہ کونین کے سرور بھی وہی
اک رحمت کا مل بھی وہی دنیا میں
اور عقبیٰ میں ہی شافع محشر بھی وہی

☆☆☆

امت کے لیے جاگنا سونا ان کا
اک ٹوٹی چٹائی ہے بچھونا ان کا
در اصل ہے تخلیق جہاں کا باعث
دنیائے شب وروز میں ہونا ان کا

حمدیہ دوہے ؎

چاہے جسے بادشاہ کردے، چاہے جسے فقیر
تیرے آگے بے بس ہے ہر حکمت پر تدبیر

تیری حمد وثنا کرتی ہے تیری مخلوقات
سب سے الگ تھلگ ہے پھر بھی تو ہے سب کے ساتھ

بادل شعلے بسائے تاروں سے ہو برسات
سب پر تیرا قابو مولا سب کچھ تیرے ہاتھ

داتاؤں کے داتا سارے جگ کے پالن ہار
ذات تو تیری ایک ہے لیکن تیرے روپ ہزار

رات کو چاہے دِن کردے تو دن کو چاہے رات
ذات عجب ہے تیری یارب عجب تیری ہر بات

نعتیہ دوہے ؎

خواب سجائے دید نبیؐ کے آنکھوں میں سوجاؤں
آنکھ کھلے تو اپنے کو ان کی چوکھٹ پر پاؤں

شکم سیر کھائے نہ کسی شب آپؐ نیند بھر سوئے
رات رات بھر شاہ زماںؐ امت کے خاطر روئے

ایک ہتھیلی پر سورج ہے دوسری پر ہے چاند
نورِ حقیقت کے آگے لیکن دونوں بھی ماند

عظمت ان کی کتنی اونچی عالی شان

امّی ہو کر جن پہ اتارا اللہ نے قرآن

ایک چٹائی شاہِ دوعالم کا تھا بستر
جس کے شل پڑ جاتے اکثر ہشت مبارک پر

مناجات (مثنوی کے فارم میں) ؎

اے خدائے بحروبر خالق جن وبشر
ناتواں مجبور ہیں رنج وغم سے چور ہیں
ہم پہ کر لطف وکرم ہیں تیرے محتاج ہم
غزنوی ہو یا ایاز تو ہے سب کا کارساز
دل میں تیری یاد ہے اے خدا فریاد ہے
فکر سے آزاد رکھ شاد رکھ آباد رکھ

مخمس کے فارم میں ؎

سب کا حاکم ہے سب کا ہے فرماں رواں سب کا معبود ہے سب کا رب العلیٰ
سب کا مولیٰ ہے سب کا ہے مشکل کشا سب کا داتا ہے سب کا ہے حاجت رواں
کون تیرے سوا اے خدا اے خدا
سب کا والی بھی سب کا مددگار بھی سب کا ہمدرد بھی سب کا غمخوار بھی
بندہ پرور بھی ستار وغفار بھی اور قہار بھی اور جبّار بھی
کون تیرے سوا اے خدا اے خدا

مسدس کے فارم میں ؎

ایسی کوئی زباں نہیں ہے

جو تری مدح خواں نہیں ہے
کس دل میں تو نہاں نہیں ہے
کس چہرے پر عیاں نہیں ہے
روح میں کس کی رواں نہیں ہے
تیرا جلوہ کہاں نہیں

شہروجنگل ، کوہ وبیاباں
چشمے جھیلیں، گہری ندیاں
ماہِ منور، مہرِ درخشاں
بحروبر اور زمیں و آسماں
کس پر تو حکمراں نہیں ہے
تیرا جلوہ کہاں نہیں ہے

محبوب راہیؔ نے اپنی حمدیہ نعتیہ شاعری میں تلمیح کا بھی کثرت سے استعمال کیا ہے۔اشعار ملاحظہ ہو ؎

تیرا جمال ہر طرف تیرا ظہور جابجا
ہو جو نگاہ موسوی تو کوہِ طور جابجا

یونسؑ کو بھی رہائی دی مچھلی کے پیٹ سے
یوسفؑ کو قید غم سے چھڑایا کرم تیرا

غرقاب ہو چلا تھا سفینہ جو نوحؑ کا
تو نے خدایا پار لگایا کرم تیرا

دشمن جاں وہ عمرؓ دشمن ایماں وہ عمرؓ
ہوگیا بندہ بے دام رسول عربیؐ
ابوبکرؓ کی ،عمرؓ کی، علیؓ کی ، عثمانؓ کی
ہوں ان کے دورِ خلافت کے نور کی باتیں

ایثار وہ صدیقؓ کا اک حکم نبیؐ پر
قدموں میں رکھا لاکے اثاثہ سبھی گھر کا

قرآن کو یکجا کیا عثمان غنیؓ نے
تھا کام جو اک حکمت وتدبیر وہنر کا

محبوب راہیؔ نے اپنے کلام میں صرف اردو الفاظ کا ہی استعمال نہیں کیا ہے بلکہ جس خوبصورتی سے اردو الفاظ کا استعمال کیا ہے اتنی ہی خوبصورتی ہندی الفاظ کا بھی استعمال کیا ہے۔اشعار ملاحظہ ہو ؎

جیون کیا ہے جیون داتا کے ہاتھوں کا کھیل
موت کے جیسے اسٹیشن پر رُک جاتی ریل

دھرتی ساگر صحرا دریا آکاش اور پاتال
تجھ پر سب کچھ روشن ہے ماضی مستقبل حال
تو کس کے جیسا ہے داتا تیرے جیسا کون
کر جوڑے بیٹھے ہیں سارے گیانی دھیانی مون

دشادشا میں گونج رہا ہے پل پل تیرا نام
یارب چرچا جہاں تہاں ہے تیرا صبح وشام

مالک ومختار تو

سب کا پالن ہار تو

محبوب راہیؔ نے اپنے کلام میں صنعتِ مستزاد کا استعمال کرتے ہوئے غزلیں بھی کہی ہے۔اشعار ملاحظہ ہو ؎

اخر بیان مجھ سے ہوں کیوں کر تری صفات اب رب کائنات

کرتی ہے تیری مدح وثنا ساری کائنات اے رب کائنات

جو کچھ ہے کائنات میں ہوجائے گا تنہا یارب ترے سوا

دنیائے بے ثبات میں کس شے کو ہے ثبات اے رب کائنات

کر پاؤں میں تمحید تری کیا مری اوقات اے قاضی حاجات

کیا لفظ وبیاں کیا میرے جذبات وخیالات اے قاضی حاجات

سب جن وبشر اور نباتات وجمادات اے قاضی حاجات

کرتے ہیں بحرلمحہ تری حمد ومناجات اے قاضی حاجات

محبوب راہیؔ نے اپنی حمدیہ ونعتیہ غزلوں میں بڑی بحروں کا بھی بہت خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔اشعار ملاحظہ ہو ؎

گناہوں کی دوزخ سے کس نے بچایا ہمارے نبیؐ نے

ہمیں کس نے جنت کا راستہ دکھایا ، ہمارے نبیؐ نے

قیامت کی اک نیند تھی ہوگئے تھے سبھی کھوگئے تھے

ہمیں خواب غفلت سے کس سے کس نے جگایا ہمارے نبیؐ

نے

محمدؐ کے فدائی ظلمتوں سے کب ہراساں تھے
دلوں میں جب تھی روشن شمع ایمان وصداقت کی

کبھی آسمانوں میں اُڑ سکوں کبھی رُک سکوں کبھی مُڑ سکوں
جو عطا کئے مجھے بال و پر تو پھر ان میں کچھ تگ وتاز دے

جو ہمیں تو کھیل یہ ختم کرائے خدا اے خالق بحروبر
تجھے بھول پاؤں نہ لمحہ بھر جو مجھے تو عمردراز دے

تخت وحکومت تاج وسلطنت دے دے اس کو جو بھی چاہے
مجھ کو تری رحمت کا سایا تو چاہے جس حال میں رکھ

ڈاکٹر ذاکر نعمانیؔ

ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے حمدیہ مجموعہ ''الحمدللہ'' پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ڈاکٹر محبوب راہیؔ کا کمال یہ ہے کہ وہ نظم ونثر دونوں پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ ان کے کئی نثری وشعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ اور متعدد زیر طبع اور زیر ترتیب ہیں۔ حال ہی میں موصوف کا حمد ومناجات کا مجموعہ کا بنام ''الحمدللہ'' منظر عام پر آیا ہے۔ اس سے قبل دو حمدیہ مجموعہ ''تری آواز مکے اور مدینے'' اور ''سرمایہ نجات'' شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔ مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو راہیؔ صاحب کا یہ تیسرا مجموعہ ہے۔ زیر تبصرہ کتاب ''الحمدللہ'' حمد ومناجات پر مشتمل ہے۔''

(۲۵)

اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

''جماعت اسلامی ہند کے تحت ایک ادبی انجمن ادارہ ادبِ اسلامی مہاراشٹر کی جانب سے راہیؔ صاحب کو حفیظ میرٹھی ایوارڈ سے نوازا گیا، یہ ایوارڈ صرف مذہبی بنیادوں پر اسلامی شاعری کرنے والے شعرائے کرام کو دیا جاتا ہے۔ یہ شرف راہیؔ صاحب کو ملا اور اس بنیاد پر موصوف نے ایک مکمل حمدیہ ومناجات کا مجموعہ اسلام پسند قارئین کے سپرد کیا ہے۔ کتاب کو پیش لفظ، مقدمے، دیباچے یا اپنی بات وغیرہ سے پاک رکھا گیا ہے۔ حمد ومناجات کہتے ہوئے موصوف نے ان ''لَن ترانیوں'' کو غیر ضروری خیال سیدھے سادھے قارئین کی نذر کیا گیا ہے تاکہ وہ ذاتی طور پر مطالعہ کریں اور اپنی مثبت ومنفی مگر مفید آراء کو پیش کر سکیں۔'' (۲۶)

محبوب راہیؔ کے مجموعہ ''برلب کوثر'' کی خوبیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ذاکر نعمانی فرماتے ہیں :

''برلب کوثر'' راہیؔ صاحب کا یہ دوسرا شعری مجموعہ ہے جو پیش لفظ اپنی بات، مقدمے وغیرہ سے پاک ہے، اس سے قبل ''الحمدللہ'' (حمد ومناجات کا مجموعہ) میں بھی موصوف نے اپنی ان لرترانیوں کو غیر ضروری خیال کیا تھا۔ بہت سادگی اور انوکھے انداز سے راہیؔ صاحب نے اپنی جذبہ عقیدت سے معمور شاعری پہنچائی ہے۔(۲۷)

محبوب راہیؔ کی حمدیہ، مناجاتی شاعری کے متعلق نذیرؔ فتح پوری کا خیال ہے:

''راہیؔ صاحب کی حمدیہ اور مناجاتیہ شاعری میں عشق الٰہی کی جھلک مختلف انداز میں ملتی ہے۔ وہ جب اپنے عشق مختلف انداز میں ملتی ہے وہ جب اپنے عشق کی اندرونی نگاہوں سے کائنات کے پردے ہٹا کر قدرت کی صناعی کا نظارہ کرتے ہیں تو انہیں عکس در عکس خدا کے جلوؤں کی جھلک نظر آتی ہے۔'' (۲۸)

نذیرؔ فتح پوری محبوب راہیؔ کے اشعار میں عشق کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ان کے عشق کو حقیقی عشق قرار دیتے ہیں جس کے متعلق آپ فرتے ہیں:

''راہیؔ صاحب کو یہ ہنر عشق کے وسیلے ہی سے آیا ہے۔ ان کا عشق عشقِ مجازی نہیں

بلکہ عشق حقیقی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ عشق کی گرمی کے بغیر آدمی کا وجود راکھ کا ڈھیر ہے عشق جھرنوں کو پانی اور دریاؤں کو روانی عطا کرتا ہے۔ بجلی میں چمک، بادل میں گرج اور چہروں پر دمک محض عشق ہی کی وجہ سے ہے۔'' (۲۹)

ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی خدا اور پیارِ محمدؐ سے والہانہ محبت اور عقیدت کا اظہار ان کی حمدیہ نعتیہ شاعری میں ہوتا ہے آپ کی اسی عقیدت و محبت کے متعلق ڈاکٹر یحیٰ نشیطؔ فرماتے ہیں:

''ڈاکٹر محبوب راہیؔ ایسے ہی ہیں۔ انہوں نے بیسووں حمدیں لکھیں، سینکڑوں نعتیں لکھ کر عاشقانِ رسولؐ میں اپنا مقام بنوایا اور منقبتیں لکھ کر بزرگانِ دین اور اولیاء کرام سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ ''تیری آواز مکیؐ اور مدینے'' غالباً انکا پہلا مجموعہ حمد و نعت تھا۔ اس کے بعد ان کے حمد و نعت کے تین مجموعے یکے بعد دیگرے شائع ہوئے۔ ان تمام مجموعوں میں شاعر کی عقیدت اللہ اور عشق رسولؐ کی فراوانی دکھائی دیتی ہے''۔ (۳۰)

ڈاکٹر یحیٰ نشیطؔ:

ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے حمدیہ نعتیہ کلام ''تیری آواز مکے مدینے'' کے متعلق فرماتے ہیں:

''تیری آواز مکیؐ اور مدینے'' یہ ان کا خالص حمدیہ نعتیہ مجموعۂ کلام ہے جس کے شعر میں راہیؔ کے دل کی تڑپ اور حسنِ کلام ہے جس کے شعر میں راہیؔ کے دل کی تڑپ اور حسنِ عقیدت کی جھلک ہے۔ اس مجموعۂ کلام میں سترہ حمد، تیرہ نعتیں، آٹھ مناقب، دو رثائی نظمیں، حمدیہ و نعتیہ، رباعیات اور اسلامی و اصلاحی منظومات ہیں۔ ان میں رمضان و روزوں پر بھی نظمیں ہیں۔ اس مجموعے کا خاص وصف یہ ہے کہ اس میں حسن عقیدت، حسن شعری کے تازگی پردوں میں جلوہ گر ہے۔ شاعر نے پیش لفظ

میں جس اعتماد کے ساتھ اپنے مذہبی ہونے کی گواہی دی ہے اس مجموعے کے اشعار اس کے ثبوت فراہم کر دیتے ہیں۔ گویا ان کی شاعری غالب مذہبی رجحان دیتی ہے''۔ (۳۱)

عبدالاحمد ساز:

محبوب راہیؔ کی حمد و مناجات میں فن کی آمیزش سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''ڈاکٹر راہیؔ کے کلام میں آغازِ شعر گوئی میں سے حمد و مناجات ،نعت و منقبت اور اسلامی و مکی نظموں کا تناسب مسلسل ملتا ہے۔گذشتہ پچیس-تیس برس کے رسائل میں اس تسلسل کا جائزہ بآسانی لیا جا سکتا ہے۔ان منظومات میں مرصع کلامی اور فنی محاسن کے پیچیدہ پہلو بھی ہیں اور دل کے سیدھے، کھرے اور سچے جذبوں کا اظہار بھی۔''

(۳۲)

محبوب راہیؔ نے کثرت سے حمد و نعت کہی ہیں جس کے متعلق ''محسن جلگانوی فرماتے ہیں:

''مذہبی شاعری کی تخلیق اس وقت تک ممکن نہیں جب تک شاعر کی روح میں حرارت نہ ہو اور اس کا گرد و پیش مذہب کی ہوا سے آشنا ہو۔محبوب راہیؔ کے ماحول میں مذہب کا عنصر شامل رہا ہے۔ وہ اس ماحول کے پروردہ رہے ہیں۔جس میں پاکیزہ روایات اور اخلاقی قدریں اعلیٰ روایت سے محدود رہتی ہیں۔اس پس منظر کا تو ان کی شاعری میں ہی نہیں بلکہ ان کی غزلیہ،نظمیہ شاعری میں بھی دکھایا جا سکتا ہے۔'' (۳۳)

محبوب راہیؔ کی حمدیہ اور نعتیہ شاعری کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ آپ نے اپنی حمدیہ شاعری میں خدا کی حمد و ثنا بیان کرنے میں کوئی کمی نہیں رکھی اور مختلف انداز سے اللہ کی ثنا کی نعتِ پاک لکھتے وقت آپ بیحد جذباتی ہوتے ہیں اور پیارے نبی سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کرتے وقت آپ کے احساس اور جذبات پوری طرح سے عشق رسول میں ڈوبے ہوتے ہیں آپ نے خلیفائے راشدین اور اسلام کی پاک عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے اور ان کے اوصاف کو بیان کیا ہے۔آپ نے حمد و نعت کے لیے صرف غزل ہی نہیں بلکہ دوسری

صنف میں بھی، جیسے مثنوی، مسدس، مخمس، رباعی اور دوہا کی شکل میں بھی تحریر کی ہی اس کے ساتھ ہی اپنے حمدیہ ،نعتیہ، شاعری میں مختلف صنعتوں کا بھی استعمال کیا ہندی الفاظ استعمال نے آپ کے کلام کو مزید خوبصورتی بخشی اور ادب کے پروردہ حضرات نے بھی آپ کے کلام کو سراہا ہے۔''

م۔ناگ

ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے نعتیہ مجموعہ ''تری آواز مکے اور مدینے'' بھر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے شعری موقف ونظریئے کے ذیل میں ان کی یہ تحریر ان کی شاعری کو سمجھنے میں ایک نیا در کھولتی ہے۔ بہر کیف حمد ونعت یا ''اسلامی شاعری'' میں ڈاکٹر محبوب رہیؔ کہیں بھی یکسانیت یا دہرانوں سے دو چار نہیں ہیں۔ ان کے یہاں نعت گوئی کے آداب کا پورا التزام ملتا ہے۔ ان مین نہ صرف حضور ''ﷺ'' سے اپنی بے پناہ محبت وشگفتگی اور عقیدہ کا اظہار ہے بلکہ آپ کی سیرت وکردار کے ذریعے اصلاح معاشرہ کے لیے ایک روشن مثال پیش کرکے پوری انسانیت کی رہبری اور رہنمائی کا سامان پیدا کیا ہے۔'' (۳۴)

ڈاکٹر محمد ذاکر نعمانی، ڈاکٹر محبوب رہیؔ کے ''حمد ومناجات'' کے مجموعہ ''الحمدللہ'' پر تصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''جماعت اسلامی ہند کے تحت ایک ادبی انجمن ادارہ ادبِ اسلامی مہاراشٹر کی جانب سے راہیؔ صاحب کو حفیظ میرٹھی ایورڈ سے نوازا گیا۔ یہ ایوارڈ صرف مذہبی بنیادوں پر اسلامی شاعری کرنے والے شعراء کرام کو دیا جاتا ہے۔ یہ شرف راہیؔ صاحب کو ملا اور اسی بنیاد پر موصوف نے ایک مکمل حمدیہ مناجات کا مجموعۂ اسلام پسند قارئین ک سپرد کیا ہے۔ کتاب کو پیش لفظ، مقدمے، دیباچے یا اپنی بات وغیرہ سے پاک رکھا گیا ہے۔ حمد ومناجات کہتے ہوئے موصوف نے ان لَن ترانیوں کو غیر ضروری خیال کرکے اسے سیدھا سیدھا قارئین کی نذر کیا گیا ہے تاکہ وہ ذاتی طور پر مطالعہ کریں اور اپنی مثبت ومنفی مگر مفید آرا کو پیش کرسکیں۔'' (۳۵)

ڈاکٹر ذاکر نعمانی محبوب راہیؔ کے نعتیہ مجموعہ ''برلبِ کوثر'' کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''برلبِ کوثر'' خالص نعت کا مجموعہ ہے نعت گوئی خاصی مشکل صنفِ ادب ہے کہ اس میں ذرا سی بے احتیاطی کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔ اسی لیے نعت گوئی کو تلوار کی دھار پر پہنچا دیتی ہے۔ اسی لیے نعت گوئی کو تلوار کی دھار پر چلنے کا عمل بتایا جاتا ہے، چوں کہ رحمت اللعالمین سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ میں محبت اور عقیدت کا نذرانہ پیش کرنا نعت گوئی کہلاتا ہے۔ نعت گو شاعر کے لیے مذہب سے گہری وابستگی، دینی تدبر خلوص قلب کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ یہ تمام خوبیاں ڈاکٹر محبوب راہیؔ میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔'' (۳۶)

وقتاً فوقتاً آپ اپنے قارئین کے سامنے حمد و نعت پیش کرتے رہے ہیں جس کے اعتراف میں ادارہ ادب اسلامی مہاراشٹر کی جانب سے راہیؔ کو حفیظ میرٹھی سے ایوارڈ سے نوازا گیا۔ یہ ایوارڈ خصوصاً انہیں شعراء کو دیا جاتا ہے جو مذہبی بنیادوں پر اسلامی شاعری کرتے ہیں۔ راہیؔ کو بھی یہ سرفراز حاصل ہے۔

حوالہ جات باب سوم

نمبر	نام کتاب/رسالہ	مصنف/مرتب	صفحہ نمبر	سن اشاعت
۱۔	ثبات	محبوب راہیؔ	۸۔۷	۱۹۷۹ء
۲۔	ثبات	محبوب راہیؔ	۱۱۔۱۰	۱۹۷۹ء
۳۔	بازیافت	محبوب راہیؔ	۹	۱۹۸۵ء
۴۔	بند مٹھی کا بھرم	محبوب راہیؔ	۷	۲۰۰۳ء
۵۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلام پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۲۹	۲۰۱۴ء
۶۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلام پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۳۰	۲۰۱۴ء
۷۔	سہ ماہی اسباق پونہ جولائی تا دسمبر	نذیرؔ فتح پوری	۱۱	۲۰۰۸ء
۸۔	سہ ماہی اسباق پونہ جولائی تا دسمبر	=	۹	۲۰۰۸ء
۹۔	سہ ماہی اسباق پونہ جولائی تا دسمبر	=	۱۲۔۱۱	۲۰۰۸ء
۱۰۔	سہ ماہی اسباق پونہ جولائی تا دسمبر	=	۱۲	۲۰۰۸ء
۱۱۔	سہ ماہی اسباق پونہ اشاعت کا چوبیسواں سال	=	۱۲	۲۰۰۸ء
۱۲۔	سہ ماہی اسباق پونہ چوبیسواں سال	=	۱۳	۲۰۰۸ء
۱۳۔	سہ ماہی اسباق پونہ	=	۳۶	۲۰۰۸ء
۱۴۔	سہ ماہی اسباق پونہ	=	۳۹	۲۰۰۸ء
۱۵۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۵۲	۲۰۱۴ء
۱۶۔	=	=	۲۰۴، ۲۰۳	۲۰۱۴ء

۱۷۔	=	=	۲۰۵	۲۰۱۴ء
۱۸۔	=	=	۱۷۴	۲۰۱۴ء
۱۹۔	=	=	۱۷۹	۲۰۱۴ء
۲۰۔	=	=	۱۸۰	۲۰۱۴ء
۲۱۔	=	=	۱۸۳	۲۰۱۴ء
۲۲۔	=	=	۱۲۹	۲۰۱۴ء
۲۳	=	=	۲۳۰	۲۰۱۴ء
۲۴۔	الحمدللہ	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۵	۲۰۱۰ء
۲۵۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۱۹۰	۲۰۱۴ء
۲۶۔	=	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۱۹۰	۲۰۱۴ء
۲۷۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۹۵	۲۰۱۴ء
۲۸۔	متاعِ نجات	=	۱۷	۲۰۱۶ء
۲۹۔	متاعِ نجات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۷	۲۰۱۶ء
۳۰۔	متاعِ نجات	=	۱۴	۲۰۱۶ء
۳۱۔	محبوب راہیؔ ایک مطالعہ	ڈاکٹر امین انعمدار	۱۱۱	۲۰۰۶ء
۳۲۔	محبوب راہیؔ ایک مطالعہ	=	۱۱۶	۲۰۰۶ء
۳۳۔	محبوب راہیؔ ایک مطالعہ	=	۱۱۷	۲۰۰۶ء
۳۴۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۱۸۵،۱۸۴	۲۰۱۴ء
۳۵۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۱۹۰	۲۰۱۴ء
۳۶۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۱۹۳	۲۰۱۴ء

باب چہارم

محبوب راہیؔ کی نظم نگاری

باب چہارم
محبوب راہیؔ بحیثیت نظم نگار

نظم کا لفظ ''موتیوں کو پرونے'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔لیکن یہ لفظ اِس بندِش سے آزاد ہے اور دنیا کی ہر شے مثلاً حسن وعشق ،خوشی ،غم ،غصّہ،عصری ماحول کی عکّاسی ،ہشت گردی، مناظرِ فطرت ،قومی یکجہتی ،مذہبی عقیدت غرض کہ ہر موضوع اِس نظم میں جذب ہوکر ہمارے سامنے پیش ہوئے۔

اردو کے تقریباً سبھی شعراء نے نظم کے پیرائے میں اظہارِ خیال کیا ہے اور یہ فہرست کافی طویل ہے اِس فہرست میں ایک نام محبوب راہیؔ کا بھی شامل ہے۔آپ نے غزلوں کے ساتھ ساتھ نظموں میں بھی طبع آزمائی کی آپ کی نظموں کے مجموعہ ''دھنگ رنگ جزبے''،''غزل کے بعد''،''آئینۂ وطن''،''آرائش جمال''(تضمینات)،''اناپ شناپ''(طنزیہ مزاحیہ منظومات)، کے عنوان سے شائع ہوچکے ہیں۔آپ نے بچّوں کے لئے بھی خوب نظمیں لکھی ہیں۔''رنگارنگ''،''گل بوٹے''،''نئی پھلواری''،''مہکتی پھلواری''،اور''رنگارنگ پھلواری''یہ مجموعہ بچّوں کی نظموں کے متعلق ہے اور اِن میں سے کئی نظموں کے ایڈیشن بھی شائع ہوئے جس سے اِن مجموعوں کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔''دھنگ رنگ جزبے'' آپکی نظموں کا مجموعہ ہے جو ۲۰۰۶ء میں دیوناگری رسم الخط میں شائع ہوا۔اِس مجموعہ میں آپ کی تقریباً ۲۵/ نظمیں اور گیت ۲۴/قطعات ۹۶/رباعیات اور ۳۹/دوہے شامِل ہیں۔اظہارِ تشکّر کے عنوان سے محبوب راہیؔ نے ان احباب کا ذکر کیا ہے جو اس کتاب کی اشاعت کا سبب بنے۔ ۱۰۴/صفحات پر مشتمل یہ تصنیف محبوب راہیؔ کی منفرد صلاحیتوں کا احاطہ کرتی ہے۔

غزل کے بعد شعری مجموعہ ۲۰۱۱ء میں اسباق پبلی کیشنز کے زیرِ اہتمام شائع ہوکر منظرِ عام پر آیا۔ اِس مجموعہ میں محبوب راہیؔ کی نظمیں ، گیت ، رعیات، قطعات، اور دوہے شامِل ہیں۔ ۱۴۴/صفحات پر مشتمِل اِس تصنیف کا انتساب محبوب راہیؔ یوں تحریر کرتے ہیں:

انتساب

شاگرد رشید مرحوم ڈاکٹر امین انعامدار

جن کی سعادتمندوں کی یادیں
مجھے پہروں بے خواب رکھتی ہیں
اور جن کا اس مجموعے کے شائع کرنے کا خواب
عزیزی آغاز بلڈانوی کے ہاتھوں شرمندہ تعبیر ہو رہا ہے۔
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔

ڈاکٹر محبوب راہیؔ (۱)

اِس انتساب سے اِس مجموعہ کے وجود میں آنے کی وجہ بھی معلوم ہوتی ہے ''ڈاکٹر آغاز بلڈانوی'' جو محبوب راہیؔ کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے آپکو اِس مجموعہ کی اشاعت کے لئے تیار کیا جس کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

''ایک روز راہیؔ صاحب کے دولت کدے پر یونہی سرسری طور پر پرانے رسائل، اخبارات، فائلیں اور بکھرے ہوئے کاغذ الٹتے پلٹتے ہوئے مجھے موصوف کے کئی خوبصورت گیت، نظمیں، رباعیات، قطعات اور دوہے غیرہ نظر آئے۔ میں نے راہیؔ صاحب کی اجازت سے وہ سب سمیٹ کر دیوناگری رسم الخط میں ''محبوب راہیؔ کے ''دھنک رنگ جذبے'' عنوان کے تحت مجموعہ چھپوالیا۔ بعد میں وسیلے سے ہے لہٰذا یہ سب چیزیں اردو میں بھی آنا ضروری ہیں۔'' (۲)

محبوب راہیؔ نے بچوں کے لئے بھی خوب نظمیں تحریر کی ہیں۔

بچوں کی نفسیات کا خیال رکھتے ہوئے نصیحت آموز نظمیں تحریر کی ہیں بچوں کے لئے سب سے پہلے آپ کی نظموں مجموعہ ''رنگا رنگ'' ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔ اِس کے تین ایڈیشن شائع ہوئے۔ ۹۵ رصفحات پر مشتمِل اس تصنیف میں تقریباً ۹۰ رنظمیں شامِل ہیں۔ ان نظموں کو موضوع عنوانات دئے گئے ہیں۔ ہر نظم کے ساتھ کچھ تصاویر بھی شامِل کی گئی ہے۔ جو بچوں کی نظموں میں دلچسپی کو برقرار رکھتی ہے۔ اس کتاب کا انتساب آپنے اپنے بیٹے ساجد انور خاں'' کے نام تحریر کیا ہے۔ اپنے بیٹے کی معصوم تصویر بھی اس کتاب میں شامل کی ہے اور فرماتے ہیں۔

''اپنے بیٹے ساجد انور خاں کے نام جس کی معصوم ذہانت میں مجھے خوابوں کی

خوش آئند تعبیریں دکھائی دیتی ہیں،،

اس تصنیف میں ''اے خدا''، ''دعا''، ''اپنے نبی کا بچپن''، ''نماز''، ''ماں کے قدموں میں جنت ہے''، ''ہمارے استاد''، ''آزاد ہے ہم''، ''میرا بھارت''، ''پیارے چاچا''، ''گوہرے مقصود''، ''نغمۂ حبّ وطن''، ''سچائی کا پجاری''، ''ننھے ویر''، ''پیام باپوکا''، ''بال گنگا دھر تلک''، ''دعوتِ عمل''، ''علم کی دولت''، ''عظمتِ مدرسہ''، ''بارش رحمت ہے''، ''جاڑے کی رات''، ''ہمارا قومی پرِندہ''، ''عید آتی ہے''، ''رنگو کا تیوہار''، ''نافرمانی کا انجام''، ''ہمارا قومی نشان''، ''سچائی کے چراغ''، ''ٹامی میرا نام شرارت کا پتلا''، ''گنتی کا گیت''، ''گائے''، ''میں پہلا نمبر آؤں گا''، ''نیک ارادہ''، ''بلند حوصلہ''، ''چندا ماما سے باتیں''، ''میں کیا نہیں کرسکتا''، اور ''مشورہ'' کے عنوان سے نظمیں شامل ہیں۔ نظموں کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپنے بچوں کے لئے جتنی بھی نظمیں تحریر کی ہے وہ سب کسی نہ کسی مقصد کے تحت تحریر کی گئی ہے اور بچوں کو بہترین طریقہ سے نصیحت دی گئی ہے۔

ان نظموں میں ہمارے قومی رہنماؤں کی زندگی اور ان کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں تیوہاروں کے بارے میں معلومات دی گئی ہے۔ بچوں کو نیک بننے کی نصیحت کی گئی ہے اپنی ماں اور وطن سے محبت کرنے کی تاکید کی گئی ہے ساتھ ساتھ بچوں کو ہمارے قومی نشان قومی پرندہ ہتہ کے گائے، کتا، اور بلی کے بارے میں بھی بتایا گیا ہے۔

اس مجموعہ کی تمام نظمیں کسی ایک مقصد کے تحت لکھی گئی ہے، جنہیں بچہ پڑھے سمجھے اور نیک انسان بنے۔

مجموعہ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے تین ایڈیشن شائع ہوئے۔ اور ہاتھو ہاتھ فروخت بھی ہوگئے۔ رحمانی پبلی کیشنز سے ہونے والی اس تصنیف کا انتساب ''مشبر سعد'' معاذ انور، صائم منور، آسیہ صدف، کے نام تحریر کیا گیا ہے ۱۸۰ رصفحات پر مشتمل اس تصنیف میں آپکی تقریباً ۱۱۷ رنظمیں شامل ہیں۔ اس کے بعد آپکی کچھ رباعیات بھی شامل تصنیف ہے۔

محبوب راہیؔ کی ادبِ اطفال سے متعلق شاعری پر شعرائے حضرات نے اپنی رائے بیان کی ہے۔ جسے محبوب راہیؔ نے ''محبوب راہیؔ کی طفلی شاعری پر مشاہیر ادب کی چند آراء یکجا کر کے اس تصنیف میں شامل کر دیا ہے جسے آپکی طفلی شاعری کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

محبوب راہیؔ نے آئینۂ وطن کے عنوان سے ۲۰۱۱ء میں اپنی قومی اور وطنی نظموں کو شائع کیا۔ یہ نظمیں نصیحت آموز ہے اور بچوں بلکہ یوں کہے کہ بڑوں کے دل میں بھی اپنی قوم اور وطن سے عزت اور

محبت ایثار اور قربانی ،قومی یکجہتی ، مذہبی ایکتا ، ہندو مسلم بھائی چارہ ، اور آپسی اتحاد اور اتفاق سکھاتی ہے۔

۶۴ رصفحات پر مشمل اس مجموعہ میں تقریباً ۳۹ رنظمیں شامل ہیں ،محبوب راہیؔ کی یہ تمام نظمیں کسی نہ کسی رسائل و جرائد میں شائع ہوکر منظرِ عام پر آ چکی تھی جنہیں یکجا کر کے کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے، محبوب راہیؔ نے طفلی ادب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سیکڑوں نظمیں لکھی جو ادب اطفال میں اضافہ کرتی ہیں اس طرف آپ کیسے متوجہ ہوئے اس سوال کا جواب ہمیں آپ کے اس قول سے ملتا ہے۔

''اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں بچوں کے لئے میں نے اس زور شور سے نظمیں لکھیں اور وہ اس کثرت سے اخبارات و رسائل میں شائع ہوئیں کہ بچوں کے ادب پر کم و بیش ہر مضمون میں میرا شمار نمایاں طور پر کیا گیا.....ادب اور سیاست میں لوگوں کا حافظ بالعموم بہت کمزور ہوتا ہے ، کوئی بار بار اپنے وجود کا احساس نہ دلائے تو اسے بہت جلد فراموش کر دیا جاتا ہے۔ گزشتہ چند برسوں سے میرا جھکاؤ شعر و ادب کی دیگر اصناف کی جانب کچھ زیادہ اور بچوں کے ادب پر نسبتاً کم توجہ دے پانے سے بھائی لوگوں نے لوح ادب اطفال سے حرف مکرر کی طرح میرا نام ہی یکسر حذف کر دینا شروع کر دیا۔ (۴)

بچوں کی نظموں سے متعلق آپ کا دوسرا شعری مجموعہ گل بوٹے کے عنوان سے ۱۹۸۳ میں شائع ہوا۔ اس مجموعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب ناوِق ہمزہ ہوری فرماتے ہیں :

''گل بوٹے بچوں کے لئے لکھی گئیں مختلفِ اور متنوع عوضوعات پر ان کی تقریباً پچاش نظموں کا دلکش اور دلچسپ اور مجموعہ ہے۔ سروق نہایت دیدہ زیب ہے۔ اندرون ورق بھی منظومات کو مناسب تصاویر سے سجا کر بچوں کے لئے مزید دلچسپی کا سامان مہیا کیا گیا ہے۔ حمد و نعت ، مناجات و منقبت سے کر اتحاد و یک جہتی ، وطن دوستی و آزادی ، ترغیب علم و درس عمل تک موضوعات کا تنوع اس مجموعہ کی افادیت و اہمیت کا ضامن ہے۔''

نظموں کی زبان شستہ ،فرہنگ آسان اور موضوعات بچوں کی نفسیات نیز ضروریات زمانہ کے عین مطابق ہیں۔ ڈاکٹر راہیؔ نے بچوں کے محبوب شاعر و ادیب حضرت شفیع الدین نیز مرحوم کی خدمات کے اعتراف کے طور پر

انہیں خراج عقیدت بھی پیش کیا ہے اور مجھے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ محبوب راہی نے ادب اطفال سے اپنی دلچسپی برقرار رکھی تو وہ دن دور نہیں جب وہ خود بچوں کے ادب کے آسمان کے ایک نیز درخشاں ہوں گے۔

(۵)

اس کے بعد ''پیغامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عام کرو'' والی نظم بہت ہی موثر اور مقصدی نظم ہے جو بچوں کو ذہن نشین کروادی جائے تو ان کے اذہان میں ایمان کی تازگی برقرار رہے۔ (۶)

''رفیق جعفر'' کا یہ خیال بالکل درست ہے اور اِس مجموعے کی ایک صاف ستھری اور دلکش تصویر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

''مہکتی پھلواری'' ڈاکٹر محبوب راہی کا نظموں کا مجموعہ ہے جو ادب اطفال سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ مجموعہ ۲۰۰۷ء میں شائع ہوا۔ اور تقریباً ۸۰ رصفحات پر مشتمل ہے۔ اور اس مجموعہ میں تقریباً ۲۸ رنظمیں مختلف موضوعات پر شامل ہیں۔

آپ کی اِن نظموں میں سے کئی نظمیں گزشتہ دِنوں مہاراشٹر کی درجہ چہارم کی درسی کتاب ''بال بھارتی'' میں شامل کی گئی اس کے علاوہ آپکی دس غزلیں ناگپور یونیورسٹی کے۔ایم۔اے۔اردو کے نساب میں شامل کی جاچکی ہیں۔

بچوں کی نظموں سے متعلق آپکا اگلا شعری مجموعہ ۲۰۱۱ء میں بعنون رنگارنگ پھلواری شائع ہوا اس مجموعے کے بھی دو ایڈیشن شائع ہوے ان مجموعوں کی اشاعت پر ہندوستان کے مختلف اداروں اور اکیڈمیوں سے انعامات اور اعزازات سے نوازا گیا۔ ان میں مہاراشٹر، یوپی، بنگال کی ریاستی اکاڈمیوں کے انعامات اور اعزازات قابل ذکر ہیں۔ ان مجموعوں میں نئی پھلواری رنگارنگ، گل بوٹے شامل ہیں۔

''ہر شکایت ہر گلہ اب بھول جاتا ہے ہمیں
سب کو بڑھ کر اپنے سینے سے لگانا ہے ہمیں

ہر گل پس مردہ کو پھر سے کھلانا ہے ہمیں
ہند کو ایک پیار کی جنت بنانا ہے ہمیں

ہندو مسلم، سکھ، عیسائی، کے مٹا کر تفرقے

بھائی بھائی کا سبق سب کو پڑھانا ہے ہمیں
ایکتا میں قوم کی مضمر ہے بھارت کا وجود
قوم کے ذہنوں میں یہ نکتہ بٹھانا ہے ہمیں

دین اور دھرم کے رنگ اور نسل کے
تفرقے ہند سے اب مٹائیں گے ہم

☆☆☆

مذہب الگ الگ ہیں ذاتیں جداجدا ہیں
رسمیں الگ الگ ہیں باتیں جداجدا ہیں
پہلے ہیں بھارتی پھر پنجابی یا بہاری
پھولے پھلے خدایا جمہوریت ہماری

☆☆☆

ہندو بھی ہمارا ہے مسلماں بھی ہمارا
گیتا بھی ہماری ہے تو قرآن بھی ہمارا
ہرخار بھی ، ہرایک گل خنداں بھی ہمارا
صحرا بھی ہمارا ہے گلستاں بھی ہمارا
ہم بند کے صحراؤں کو گلزار کریں گے
ہم ایک تھے ایک ہیں ہم ایک رہیں گے

☆☆☆

ہے رام بھی ہمارا رحمن بھی ہمارا
گیتا بھی ہے ہماری قرآن بھی ہمارا
سچائی، دھرم بھی ہے، ایمان بھی ہمارا
سچائی ہے خدا بھی بھگوان بھی ہمارا
سچ کے ہیں ہم پجاری سچ پر ہمیں یقین ہے

بھارت میں کیا نہیں ہے بھارت میں کیا نہیں ہے
یہاں مندر، وہاں مسجد ، یہ گرجا گھر وہ گرو دوار ہ
یہ سارے راستے تو ایک ہی منزل کو جاتے ہیں
الگ صوبے الگ ذاتیں الگ مذہب ، الگ باتیں
مگر سب ایک کے میں ایکتا کے گیت گاتے ہیں

پرہم اور سچائی کی طاقت ہے ہمارے پاس
ستیہ اہنسا ، دھرم کرم پر کھتے ہیں وشواس سچائی
سچائی دھرم ہمارا سچائی ایمان
بھارت کی سنتان ہیں ہم، بھارت کی سنتان
دنیا کو جیون کا جنہوں نے مارگ دکھایا ہے
جن کے آگے جگ نے اپنا سینا جھکایا ہے

محبوب راہی کے ان اشعار سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے قومی یکجہتی کے جذبے کو دل سے محسوس کیا ہے اور اس جذبے کی ادا یگی کے لئے انہوں نے مختلف پیرائیوں کا سہارا لیا ہے۔ موضوع کا انتخاب اور الفاظ کی ادا یگی سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپکو زبان پر کسی قدر عبور حاصل ہے۔

محبوب راہی نے قومی رہنماؤں پر بھی نظمیں تحریر کی تا کہ بچہ انکی زندگی سے واقفیت حاصل کر سکے اور ان کے جیسا بننے کی کوشش کریں۔ ان قومی رہنماؤں میں مہاتما گاندھی۔ جواہر لال نہرو، گوتم بدھ، مولانا آزاد محمد علی جو ہر وغیرہ شامل ہیں۔ ان حضرات کی خوبیاں محبوب راہی نے اپنی نظموں میں بیان کی تا کہ بچہ انہیں پڑھ کر سمجھ سکے اور اپنی زندگی بہتر کر سکنے کی کوشش کریں۔

''مہاتما گاندھی کے لئے''

ہزاروں ظلم اور لاکھوں ستم ڈھائے گئے اس پر
الم کے جان لیوا تیر برسائے گئے اس پر
بعنوان دگر الزام لگوائے گئے اس پر
مگر سچائی کی قوت پہ وہ ایمان رکھتا تھا

مٹا دینے کا خود کو دیش پر ارمان رکھتا تھا

جواہرلال نہرو کے لئے ؎

فولادی چٹّان عزم کی
ہمّت کے تھے سمندر نہرو
جہد مسلسل کے عادی تھے
صبر رضا کے خوگر نہرو
دیش کے بہبودی کی خاطر
کوشاں تھے جیون بھر نہرو
سچ مچ جیسا نام تھا ان کا
تھے انمول جواہر نہرو

مولانا ابوالکلام آزاد

تھے سیاست میں اور سیادت میں
سب سے بہتر ابوالکلام آزاد
جن کی باتوں میں شہد کی تھی مٹھاس
وہ سخور ابوالکلام آزاد
جس کی تہہ تک پہنچ سکا نہ کوئی
وہ سمندر ابوالکلام آزاد
علم گر علم دوست، علم نواز
علم پرور ابوالکلام آزاد
صورت الہلال روشن تھے
اس زمین پر ابوالکلام آزاد
ناز اب جس قدر کرے کم ہے
قوم تم پر ابوالکلام آزاد

محمد علی جوہر۔

جس نے تحریک خلافت کو عطا کی زندگی
جس نے مردہ قوم میں ایک روہ تازہ پھونکدی
جس نے بنیادیں ہلادیں قصر استبدار کی
جس نے کی بھارت کے سارے رہبر کی رہبری
جس نے بتلایا کہ یوں جیتے ہیں ارباب وفا
شاغرزہر اب یوں پیتے ہیں ارباب وفا

بال گنگا دھر تلک۔

آفتیں جھیلیں ہمیشہ جس نے قیدو بند کی
محرم حو آشنا تھا بال گنگا دھر تلک
کیسری میں غیر ملکی حکمرانوں کے خلاف
بے دھڑک للکارا تھا بال گنگادھر تلک
بے خسطر ٹکرا گیا جو ظالموں کی فوج سے
ایک جیالا سورماتھا بال گنگا دھر تلک
جذبہ ایثار تھا خوئے صداقت اس میں تھی
راہ حق پر جاں لٹا دینے کی جرات اس میں تھی
غم کی چٹانوں سے ٹکرانے کی طاقت اس میں تھی
حوصلہ تھا، ولولے تھے ، عزم و ہمت اس میں تھی
دشمنوں میں کود پڑتاتھا دلیروں کی طرح
ہر گھڑی للکارتا رہتاتھا شیروں کی طرح

سبھی مذہب کے قومی رہنماؤ کے متعلق۔

گوتم، نانک، سرمد، چشتی
اشوک، اکبر، نہرو، گاندھی
تلک سبھاش، آزادشاستری

ٹیگوراور اقبال وحالیؔ

ان سب کو تھی جس سے محبت

میرا بھارت میرا بھارت

☆☆☆

جنگ آزادی کے ہم کو سارے رہبر یاد ہیں
بوسؔ ،گاندھیؔ اور آزادؔ و جواہرؔ یاد ہیں

چاہے وہ برتر رہے ہوں یا ہوں کمتر یاد ہیں
جس قدر خدمات ہیں انکی برابر یاد ہیں

یاد جوہرؔ ہے جو عصبیت کا ہے شکار
وقت کے بازیگروں کی مصلحت کا ہے شکار

۱۵ اگست کا ہم ہندوستانیوں کے لئے بہت اہم ہوتا ہے کیونکہ۔ ۱۵۔اگست ۱۹۴۷ء کو ہمیں انگریزوں سے آزادی ملی اور ہندوستان آزاد ہو گیا،لیکن یہ آزادی ہمیں ایسے ہی مفت میں نہیں مل گئی تھی بقول محبوب راہی۔

گردنوں کو اپنی کٹوایا تو آزادی ملی
خون سے دھرتی کو نہلایا توآزادی ملی

بھاشنوں ، جلسوں سے بڑتالوں سے نعروں سے نہیں
سکھ لٹایا دکھ کو اپنایا توآزادی ملی

جاں لگاکر داؤ پر اور سر ہتھیلی پر لیے
بہہ رہا تھا یوں رگوں میں جس طرح پانی بہے
خون کو اپنے جوگرمایا توآزادی ملی

ہماری آئندہ نسلوں کو آزادی کی یہ خوں فشاں داستاں سنانا بہت ضروری ہے تا کہ انہیں یہ معلوم ہو سکے کہ وہ

جس کھلی فضاء میں آج سانس لے رہے ہیں وہ ماحول وہ فضا ہمیں اِتنی آسانی سے میسر نہیں آئے ہیں۔ اتنی قربانیوں کے بعد ہمیں آزادی ملی تو آزادی کے متوالوں نے اپنی فتح کا جشن بھی منایا جسے ہم آج بھی ہر سال ۱۵۔ اگست کے دِن مناتے ہیں۔

آج خوشی کا دن آیا ہے
آزادی کا دن آیا ہے
آزادی کے گیت سنائیں
آؤ آؤ جشن منائیں
صبح سویرے اپنا جھنڈا
اپنا ترنگا پیارا جھنڈا
جگہ جگہ آؤ لہرائیں
آؤ آؤ جشن منائیں
ہر غم زمانے کا مضحکہ اُڑانا ہے
بھول کر دکھوں کو اب ہنسنا اور ہنسانا ہے
گیت شادمانی کا ساز دل پہ گانا ہے
انسوؤں کو پینا ہے اور مسکرانا ہے
آج ہر مصیبت پر قہقہہ لگانا ہے
آج پھر منانا ہے جشن یوم آزادی

'' آزادی کا یہ جشن محب وطن مناتا ہے۔ اور اپنی خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ اور اپنے دل میں اپنے ملک کو گلشن بنانے کا تصوّر سمائے رکھتا ہے۔ جیسا کہ محبوب راہی بھی ایک محب وطن ہیں اور رہے دل میں وطن کی محبت سموئے ہوئے ہیں اور بچوں کو نصیحت کرتے ہیں۔

'' پھول جہد وعمل کے کھلائیں گے ہم
اپنے بھارت کو جنت بنائیں گے ہم
مشعلیں چاہتوں کی جلائیں گے ہم
نفرتوں کے اندھیرے مٹائیں گے ہم

شاخ درشاخ اب گلشن ہند میں
پھول بن کر سدا مسکرائیں گے ہم
ہے ترنگا جو عظمت کا اپنی نشاں
آسمانوں تک اسکو اٹھا ئیں گے ہم
اے وطن تیری عزت کی خاطر اگر
سرکٹانا پڑے تو کٹائیں گے ہم

یومِ آزادی کی طرح ہی یومِ جمہوریہ یعنی کہ ۲۶ جنوری بھی ہمارے لئے بہت اہم ہے۔ کیونکہ اس دن ہمارے ہندوستان کا آئین بنا اور اسی لئے اس دن کو بھی ہم خوشی سے مناتے ہیں۔ یومِ جمہوریہ کی اہمیت اور افادیت بیان کرتے ہوئے محبوب راہی بچوں کو نصیحت کرتے ہیں۔

سارے جہاں سے پیاری سارے جہاں سے نیاری
پھولے پھلے خدایا جمہوریت ہماری
بھارت ہے نام جس کا وہ دیش ہے ہمارا
دنیا سے پیار جس کو دنیا کو ہے جو پیارا
سب سے ہے میل جس کا سب ہے جس کی یاری
پھولے پھلے خدایا جمہوریت ہماری

جشن جمہوریت مناتے ہیں
آج خوشیوں کے گیت گاتے ہیں
عمر جن کی کٹی تھی جیلوں میں
جوجئے ، موت کے جھمیلوں میں
دے کے خوشیاں معوبتیں پائیں
اپنے سینے پہ گولیاں کھائیں
خون ہے ان میں ان شہیدوں کا
جو دیئے آج جگمگاتے ہیں

محبوب راہی نے ہمارے بچوں کو یومِ آزادی یومِ جمہوریہ حب وطن ہمارے قومی رہنما، قومی ایکتا، کے سبب کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے قومی نشان اور قومی پرِندے کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کے لئے بھی نظم کا سہارا لیا۔ اور ہمارے قومی ترانہ کے بارے میں بھی بچوں کو بتایا۔ محبوب راہی اس سلسلے میں بچوں کو سیدھے مگر دلکش انداز میں بتاتے ہیں۔

ہمارے قومی نشان ؎

تو ہمارے لئے واجب احترام
اے ترنگا تیری عظمتوں کو سلام
نارِش قوم صد فخر ہندوستان
تو ہمارے وطن کا ہے قومی نشان
تجھ سے اونچا ہے دنیا میں بھارت کا نام
اے ترنگا تیری عظمتوں کو سلام

ہمارا قومی پرندہ ؎

سر پر تاج ہے پیارا پیارا
سب سے سندر سب سے نیارا
پنکھ ہیں گویا ایک پھلواری
خوب ہے قدرت کی گلکاری
جیسے رنگا رنگ چمن ہے
گل بوٹوں کی جس میں پھبن ہے
پنکھ یہ جب اپنے پھیلائے
جو دیکھے اس کے من بھائے
قومی پرِندہ مور ہمارا
کتنا سندر کتنا پیارا

محبوب راہی نے اپنی نظموں کے ذریعہ بچوں کو موسموں کے بارے میں بھی معلومات فراہم کی ہے۔ سردی ،گرمی، برسات، کے موسموں سے انسانی دل میں پیدا ہونے والی کیفیات کو بیان کیا ہے۔ انکی خوبیوں اور خامیوں کو نظموں کے قالب میں ڈھال کر بچوں کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کوئی بھی موسم ہو اسکی کمی اور زیادتی دونوں ہی ہمارے لئے نقصان دہ ہوسکتی ہے اس بات کا بھی انقشاف کیا ہے موسموں کی انہیں خوبیوں اور خامیوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے اپنے کئی نظمیں تحریر کی اشعار ملاحظہ ہو۔

برسات کا موسم ؎

گھن گھن گرج رہے ہیں بادل
پانی برس رہا ہے چھل چھل
کو ، کو، کوک رہی ہے کوئل
گونج رہا ہے سارا کا جنگل
آیا ہے برسات کا موسم
چھم چھم چھم چھم چھم چھم چھم
درخت پودے ، حیواں انساں
سب ہیں شاداں سب ہیں فرحاں
کوئی نہیں ہے آج ہر اساں
کوئی نہیں ہے آج پر یشاں
آیا ہے برسات کا موسم
چھم چھم چھم چھم چھم چھم چھم

بارشِ رحمت بھی ہے، بارش رحمت بھی ہے
محتاجوں کو دھنوانوں کو انسانوں کو حیوانوں کو

بارش کی سب کو حاجت ہے
بارش سرتاپا رحمت ہے

بھوک پیاس کو ددر بھگائے
دنیا میں خوش حالی لائے
یہ وجہ خیروبرکت ہے
بارش سرتاپارحمت ہے

بارِش زحمت ہے، بارش رحمت ہے

باہر پانی گھرمیں پانی
دوکان اور دفتر میں پانی
ہربستی ایک پانی پت ہے
بارشِ زحمت ہی زحمت ہے

وہ جس کا سب کچھ بہہ جائے
جھلاّ کر اخر کہہ جائے
ایسی بارش پر لعنت ہے
بارشِ زحمت ہی زحمت ہے

جاڑے کے لئے ؎

نیچے موٹا گدّا ہے چادر ہے غلیچہ ہے
اوپر گرم رضائی ہے
جاڑے کی رُت آئی ہے
مال اور دولت والوں کو عیش ومسرتّ والوں کو
ٹھاٹ کے ساماں لائی ہے
جاڑے کی رُت آئی ہے

غریب مفلس بے چارے ٹھٹھریں سردی کے مارے
مولا تیری دُہائی ہے
جاڑے کی رُت آئی ہے

گرمی کا موسم ؎

جسے دیکھو وہ سر سے پاؤں تک ہے تر پسینے میں
سبھی ہیں غرق مالک ہوں کہ نوکر پسینے میں
کہیں تو رات دن بجلی کے پنکھے سرسراتے ہیں
کہیں تو لوگ روز و شب پسینے میں نہاتے ہیں
یہ دن گرمی کے ہر دن جیسے ایک روزِ قیامت ہے
ہرایک لمحہ ہے آفت ہر کھڑی گو یا مصیبت ہے

ہمارے ملک میں سبھی مذہب کے ماننے والے رہتے ہیں اور انکے تیوہار بھی الگ الگ ہے، اور یہ سب تیوہار پھر چاہے عید ہو، ہولی ہو، دیوالی ہو، سبھی لوگ مل جل کر ان تیوہاروں کو مناتے ہیں اور مل جل کر ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں ان تیوہاروں کی اہمیت بچوں کو سمجھانا بہت ضروری ہے تا کہ وہ بھی مل جل کر ان تیوہاروں کو منایں۔ اور قومی یکجہتی کی بہتریں مثال پیش کریں۔ سیدھے سادھے مگر دلکش انداز میں محبوب راہیؔ کی نظمیں ملاحظہ فرمایئے۔

عید ؎

عید آئی ہے عید آئی ہے — چاہتوں کی نوید لائی ہے
کتنے رنگیں ہیں ہر طرف جلوے — سب ہیں پہنے ہوئے نئے کپڑے
شیر خرلیکے کی اور سوّیوں کی — آج گھر گھر ضیافتیں ہوں گی
جو بھی گھر عید ملنے آئیں گے — بڑھ کے سب کو گلے لگائیں گے
یا را غیار گلے مل کے — بھول جائیں گے سب گلے دل کے

ہولی ؎

لو یا ہے سندیش پیار کا ہولی کا تہوار
سب پر برسائیں چاہت کے رنگوں کی بوچھار

آج جہگا دیں ہرایک دل میں ہم ایک نئی امنگ
آؤ ایک دوجے پر ڈالیں ہم چاہت کے رنگ
سب سے رکھیں بھائی چارہ سب سے رکھیں میل
بند کریں اب دیش میں اپنے نفرت کا یہ کھیل
جھگڑا ہو آپس میں کوئی اور نہ کوئی جنگ
آؤ ایک دوجے پر ڈالیں ہم چاہت کے رنگ

دیپاولی ؎

انار گولے اور پھلجھڑیاں
اور پٹاخوں کی ہوں لڑیاں
یہ بھی لاؤ وہ بھی لاؤ
دیپ جلاؤ دیپ جلاؤ
دیوالی کے دیپ جلاؤ
ہر دیوار کو ڈھائیں آؤ
سارے فرق مٹائیں آؤ
گیت پیار کے مل کر گاؤ
دیپ جلاؤ دیپ جلاؤ
دیوالی کے دیپ جلاؤ
ہندو مسلم سیکھ عیسائی
اپس میں ہیں بھائی بھائی
سب کو اپنے گلے لگاؤ
دیپ جلاؤ دیپ جلاؤ
دیوالی کے دیپ جلاؤ

☆☆☆

ماں، باپ کی اہمیت ہر انسان کی زندگی میں بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اللہ نے ماں کے قدموں میں جنت ڈال دی اور ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو گنہگار بتایا۔ محبوب راہیؔ ماں باپ کی اہمیت بچوں کو بتانا چاہتے ہیں اور اسی لئے انہوں نے ماں باپ کی عظمت بیان کرتے ہوئے نظمیں تحریر کی بند ملاحظہ ہو۔

مجھ کو اس دنیا میں لانے والی ماں
سرتاپا انسان بنانے والی ماں
کرکے قرباں اپنے سکھ آرام سبھی
میرے دکھوں کا بوجھ اٹھانے والی ماں

ماں کے لئے ؎

دنیا ہمیں دکھاتی ہے ماں
اپنا دودھ پلاتی ہے ماں
خود تکلیف اٹھاتی ہے ماں
سکھ ہم کو پہنچاتی ہے ماں
اس کے دم سے ہر راحت ہے
ماں کے قدموں میں جنت ہے
اس کا ہر لمحہ قربانی
اس کی الفت ہے لاثانی
اس کی صورت ہے نورانی
اس کی ہر ایک بات سہانی
ممتا کی پیاری صورت ہے
ماں کے قدموں میں جنت ہے

☆☆☆

ہے جہنم سے ایک نجات کی راہ
خلد کا راستہ ہے ماں کی دعا
ناگہانی بلا سے بچنے کا

ایک ہی راستہ ہے ماں کی دعا

ابّو کے لئے ؎

مجھے اچھی باتیں سکھاتے ہیں ابّو
برائی سے مجھکو بچاتے ہیں ابّو
جو دکھ ہوکوئی بھول جاتے ہیں ابّو
مجھے دیکھ مسکراتے ہیں ابّو
سدا پیار مجھ پر لٹاتے ہیں ابّو
میرے ناز ہر دم اٹھاتے ہیں ابّو

اسی طرح محبوب راہیؔ نے استاد کی اہمیت کو بھی واضح کیا ہے اور بچوں کو یہ بات ازبر کرانے کی کوشش کی ہے کہ استاد کا رتبہ بھی ہماری زندگی میں اتنا ہی اہم ہے جتنا ماں باپ کا ہوتا ہے استاد ہماری نشونماء میں اہم کردار ادا کرتا ہے اشعار ملاحظہ ہو۔

استاد کے لئے ؎

جنم وہ دیتے ہیں یہ دیتے ہیں جینے کا شعور
اپنے ماں باپ سے بڑھ کر ہیں ہمارے استاد
دولتِ علم لٹاتے ہیں کھلے ہاتھوں سے
سچ جو پوچھو تو تونگر ہیں ہمارے استاد
در حقیقت یہی معمار ہیں مستقبل کے
جن سے بنتا ہے مقدر ہیں ہمارے استاد

استاد ہمیں جینے کا سہی اور زندگی کو اصولوں پر قائم رہتے ہوئے بہترین طریقہ سے جینے کا طریقہ سکھاتے ہیں اسی لئے ماں باپ اپنے بچوں کو اسکول مدرسہ علم حاصل کرنے بھیجتے ہیں۔ محبوب راہیؔ مدرسہ اور اسکول کی اہمیت بچوں سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

عظمت مدرسہ ؎

دوستوں نام جس کا اسکول ہے

رنگ وبو اسکی بچے ہیں یہ پھول ہے
دین ودنیا سنورتے ہیں آکر یہاں
سب کے جو ہرنکھرتے ہیں آکر یہاں

آدمی اس جگہ بنتاہے آدمی
زندگی کو یہاں ملتی ہے زندگی

علم وطن سے ہوئے جو سر آراستہ
کامیابی کا ان کوملاراستہ

تربیت پاکے قوموں کے رہبر بنے
صاحب فن بنے کیمیاگر بنے

نہرو، آزاد، گاندھی یہیں سے اٹھے
بن کے سب انقلابی یہیں سے اٹھے

☆☆☆

زندگی میں بہت کچھ ہے کرنا تجھے
نور سے علم کے ہے نکھرنا تجھے
ہاں میری مان، اسکول جا لاڈلے
تیرے قربان اسکول جا لاڈلے
علم سے مرتبہ علم سے شان ہے
علم سے آدمیت کی پہچان ہے
خود کو پہچان اسکول جا لاڈلے
تیرے قربان اسکول جا لاڈلے

محبوب راہیؔ نے اپنی ایک نظم گوھر مقصود کے تحت بچوں کو انسانیت قومی یکجہتی۔ اخوّت، محبت، کا سبق سکھا یا ہے اصل میں یہ نظم بچوں کے لیے ہی نہیں بلکہ بڑوں کے لئے بھی اتنی ہی مفید ثابت ہوگی اگر ان خوبتوں کو یم اپنی زندگی میں اپنالیں تو ایک بہترین انسا بن جائیں گے۔ اس بصیحت آموز نظم سے بند ملاحظہ ہو:

گوھر مقصود ؎

ہر مصیبت ہر گلہ اب بھول جانا ہے ہمیں
سب کو بڑھ کر اپنے سینے سے لگانا ہے ہمیں
مشکلوں کو ہنس کے ٹھوکر سے اُڑانا ہے ہمیں
آفتیں کتنی ہی ٹوٹیں مسکرانا ہے ہمیں
ہر طرف برسا کے اخلاص و محبت کی پھوار
آتشیں نفرت کو ہر دل سے بجھانا ہے ہمیں
ہندو ، مسلم ، سکھ، عیسائی مٹا کر تفرقے
بھائی بھائی کا سبق سب کو پڑھانا ہے ہمیں
ایکتا میں قوم کی مضمر ہے بھارت کا وجود
قوم کے ذہنوں میں یہ نکتہ بٹھانا ہے ہمیں
راستہ سیدھا دکھا کر آج ہر گمراہ کو
قعرِ گمراہی میں گرنے سے بچانا ہے ہمیں
غم کی چٹانوں سے راہیؔ لاکھ ٹکرانا پڑے
ہرصورت گوہر مقصود پانا ہے ہمیں

محبوب راہیؔ نے ایک طرف جہاں بہت اہم موضوعات کو اپنی نظموں میں پیش کیا ہے وہیں دوسری طرف بہت معمولی سے دکھنے والے موضوعات کو بھی نظم میں پرویا۔ حالانکہ یہ موضوعات بظاہر معمولی ہو سکتے ہیں لیکن بچوں کے دل میں ان سبھی کا ایک مقام ہوتا ہے۔ اسی لئے اپنے ان موضوعات میں بھی نظمیں تحریر کر کے بچوں کو ان کی خوبیوں سے روشن کروایا ہے۔ گائے خدا کی نعمت، ٹامی میرا نام، مونا میرا نام، تتلی، چڑیا رانی، نہ فرمانی کا انجام، اور جنگل میں منگل یہ تمام نظمیں جانوروں سے متعلق ہیں، اور بچوں کو بہت پسند آتے ہیں۔ اسی لئے محبوب راہیؔ نے ان پر نظمیں تحریر کی اور ان جانوروں کی خوبیوں کو نظم میں بیان کیا تا کہ بچیں انہیں پڑھیں اور سمجھ سکیں ان نظموں کی

خوبی یہ ہے۔ کہ اتنی آسان زبان استعمال کی ہے کہ بچے بہ آسانی سمجھ سکیں اشعار ملاحظہ ہو۔

گائے کے لئے ؎

گائے ہے سب کی دیکھی بھالی
کام سبھی کے آنے والی
اس کے دودھ کو بچے بالے
مزے مزے سے ہیں پی جائے
دودھ دہی ہو چاہے مکھن
کھائیں کلو ہو یا جبّن
لال، سفید، چتکبری، کالی
پھیکے، گہرے رنگوں والی
ہندو اس کو کہتے ہیں ماں
پیار اسے کرتے ہیں مسلماں

☆☆☆

ٹامی میرا نام ؎

نہ مکّار ہوں اور نہ غدّار ہوں
میں مالک کا اپنے وفادار ہوں

نگہبانی گھر کی میرا کام ہے
میں کتّا ہوں ٹامی میرا نام ہے

مکانوں میں کھیتوں میں کھلیان میں
سبھی لوگ بے فکر سوتے رہیں

ہو آہٹ تو بس بھونک دیتا ہوں میں

اگر چور ہوکاٹ لیتا ہوں میں
ہراک شخص دھتکار ہے انہیں
بُری طرح سے مارتا ہے انہیں

نہیں اپنی عزّت کا جن کو خیال
جہاں بھر میں ہوتے ہیں وہ پائمال

☆☆☆

مونا میرا نام ؎

میاؤں میاؤں کرتی ہوں　　میں کتّوں سے ڈرتی ہوں
دودھ ملائی کھاتی ہوں　　مالک کے گُن گاتی ہوں
حسب نسب میرا اعلا　　شیروں کی میں ہوں خالہ
سفید، کالی، چتکبری　　کھال میری مخمل جیسی
انساں سے شاید میرا　　روزِ ازل کا ہے رِشتہ
وہ مجھ سے خوش میں ان سے　　دنیا جو چاہے مجھ سے

☆☆☆

نافرمانی کا انجام ؎

اک مرغی کے تھے دس بچّے
پیارے پیارے اچھے اچھے

مرغی جہاں جہاں بھی جاتی
ان کو ساتھ لیے پھرتی

لیکن ان میں ایک نٹ کھٹ تھا
نا فرماں تھا اور منہ پھٹ تھا

ایک دن ماں کا حکم توڑ کر
نکل گیا وہ سب کو چھوڑ کر

تاک میں بیٹھا تھا اک کوّا
چوزے کو جب تنہا دیکھا

تیزی سے ایک جھپٹّا مارا
جھٹ سے چوزے کو لے بھاگا

نوچ پھاڑ کر اس کو کھایا
اپنے رب کا شکر منایا

چوزے کے انجام سے بچّو!
تم بھی عبرت حاصل کر لو

اپنے بڑوں کا کہنا مانو
اس میں بھلائی اپنی جانو

اک مرغی کے تھے دس بچے
پیارے پیارے ،اچھے اچھے

☆☆☆

تتلی ؎

کیسے سندر رنگ ہیں تیرے کتنے دلکش ڈھنگ ہے تیرے

پیاری پیاری تیری ادائیں　　جب بھی دیکھیں دل کو لُبھائیں
پھولوں کا رس پیتی ہے تو　　پیتی ہے اور جیتی ہے تو
یوں تیرے رنگ ہے اچھے　　جتنے اچھے اُتنے کچّے

چڑیارانی ؎

چڑیا رانی چڑیارانی　　تو لگتی ہے بڑی سیانی
ایک چونچ ہے ننّھی منّی　　تیز ہے جو اک نشتر جیسی
اپنی محبت کا کھاتی ہے　　رب کا شکر بجا لاتی ہے
چیں چیں ،چیں چیں چوں چوں ،چوں چوں　　مجھے پتہ ہے کرتی ہے کیوں
حمد خدا گایا کرتی ہے　　اور مسرور رہا کرتی ہے

جنگل میں منگل ؎

کوّوں نے دی جاکے منادی　　مینا رانی کی ہے شادی
چڑیاساری ہنستی گاتی　　بن کر آتی ہیں باراتی
گھوڑے آئے ہاتھی آئے　　ہے گنتی براتی آئیں
مینڈک بینڈ بجاتی آئی　　کوئل نے چھیڑی شہنائی
بندر آئے ڈھول بجائے　　بھالو آئے ناچ دیکھائے
جھوم کے ناچے مور چھماچھم　　خوب مچایا شور چھما چھم
چیتل ، سانبھر، بارہ سنگھا　　گدھا، تیندوا، لکڑ بھگّا
چوہا ،اونٹ، خرگوش اور کچھوا　　بھینس، گائے ، بکری اور کتّا
بیل ،ریچھ، بھینسا اور خچّر　　جمع ہوگئے سبھی جانور

سورج ہمیں روشنی دیتا ہے ساری کائنات کا نظام چلانے والا اللہ ہے۔اسی نے چاند اور سورج بنائے، سورج اور چاند کی آمد سے ہی دن اور رات کا سلسلہ جاری ہے۔یہ دونوں ہی اپنی اپنی خوبیوں کے ساتھ ہمیں زندگی کا پیغام دیتے ہیں۔سورج کی روشنی دنیا کے ہر شئے کو زندگی بخشتی ہے تو چاند کی ٹھنڈک زندگی کو تازگی بخشتی ہے۔ چاند کو بچے چندا ماما کہہ کر بھی پکارتے ہیں، چاند اور سورج کی خوبیوں سے روبرو کروانے کے لئے ہی محبوب راہیؔ نے یہ نظمیں تحریر کی۔بند ملاحظہ ہو :

ایک سورج کئی روپ ؎

اجالوں کی اِک فوج لائے گا سورج
اندھیرا جہاں سے مٹائے گا سورج
جو نکلے گا پیارا سا اک روپ لے کر
جہاں بھر پہ چھا جائیگا دھوپ لے کر
یہ دھوپ ایک انمول نعمت ہے پیارے
خدا کی بڑی ہم پہ رحمت ہے پیارے
پسینے میں سارا بدن تر بتر ہے
نہ سدھ پیر کی ہے نہ سر کی خبر ہے
یہ برسات میں خوب نخرے دکھائے
کبھی منہ دِکھائے کبھی منہ چھپائے

چنداماما سے باتیں ؎

سُند رسُند راُجلا اُجلا کیسا پیارا پیارا چاند
اپنا گورا روپ دِکھا کر جی بہلائے ہمارا چاند
ہم سب بچے پیار سے اُس کو چاندا ماما کہتے ہیں
تنہائی میں پہروں اس سے باتیں کرتے رہتے ہیں
ہم کہتے ہیں چنداماما ہم سے اتنی دور ہو کیوں
ہم بچے مجبور ہے لیکن تم اتنے مجبور ہو کیوں
بڑے بڑے یہ لوگ نہ جانے کیسی باتیں کرتے ہیں
ماما تم پر بدصورت ہونے کی تہمت دھرتے ہیں
جب تم ہی بدصورت ہو تو بتلاؤ میں کیسا ہوں
میری ممّی اکثر کہتی ہے میں چنداماما جیسا ہوں

محبوب راہیؔ آبائی ماڑگاؤں ضلع بلڈانہ میں ہوئی۔ دورِ حاضر میں آپ بارسی ٹاکلی میں مقیم ہیں۔ اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ آپنے بارسی ٹاکلی میں گزارا ہے۔ یہ شہر آپ کی سانسوں میں بستا ہے۔ کیونکہ زندگی کے کئی نشیب وفراز

سے آپ دوچار ہوئے۔لیکن اِس شہر نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔اسی لئے اپنے شہر سے محبت ہونا لازمی ہے۔ساتھ ہی آپ مہاراشٹر صوبہ سے ہی بے حد محبت کرتے ہیں۔جس کا اظہار آپ نے اپنی اِن نظموں میں کیا ہے:

بارسی ٹاکلی پر ؎

ہر سڑک جیسی ویسی ہر اس کی گلی
ہر طرف وہ تعفن کہ توبہ بھلی
لاڈلا ہوکہ نازوں کی ہو وہ پلی
منچلا پھر چلے اس پہ یا منچلی
موچ آئی اِسے ناف اس کی ڈھلی
میرا پیارا وطن بارسی ٹاکلی

☆☆☆

مسجدیں ہیں یہاں اور مندر بھی ہیں
ہر طرف خوبصورت مناظر بھی ہیں فکر وفن
فکر وفن میں کئی لوگ ماہر بھی ہیں
کچھ کوی بھی معور بھی شاعر بھی ہیں
جن سے آباد ہے شہر کی ہر گلی
میرا پیارا وطن بارسی ٹاکلی

☆☆☆

کچھ تو نگر ہیں کچھ قدرے خوشحال بھی
بھوکے ننگے بھی کچھ، کچھ ہیں کنگال بھی
صاحب جاہ بھی صاحب مال بھی
بیشتر ان میں مزدور حمّال بھی

رام پر کاش کچھ، کچھ منور علی
میرا پیارا وطن بارسی ٹاکلی

مہاراشٹر کے لئے ؎

اے مہاراشٹر اے سرزمینِ وفا
اِک جہاں میں ہے چرچا تیرے نام کا
نربدا، تاپتی ، اور گوداوری
جن کے دم سے تیری کھیتیاں ہیں ہری

☆☆☆

ہے الورہ اجنٹا میں عظمت تیری
نقش ہے ہر جگہ شان و شوکت تیری
تیرے ماتھے کی بندیا حسین بمبئ
دل ربا بمبئ ، دل نشین بمبئ

تاج ؒبابا ، سیلانیؒ، اور حاجی علیؒ
تیری دھرتی پر لیٹے ہیں کتنے ولی
ہے اَمر ویر شیواجی تاریخ میں
جس کا ثانی نہیں کوئی تاریخ میں

لوکمانیہ تِلک جیوتی با پھلے
میرومہ بن کے ابھرئے تیری خاک سے
سکھ ہیں ، ہندوہیں ،مسلم ہیں، عیسائی ہیں
تیرے باسی سبھی تیرے شیدائی ہیں

محبوب راہیؔ نے بچّوں کے لئے جو نظمیں تحریر کی ان میں ''لوری'' بھی خاصہ ہے۔ بچّیں رات کو سوتے وقت ماں سے لوری سننے کی ضد کرتے ہیں۔ اور سنتے سنتے گہری نیند میں سوجاتے ہیں۔ لوری کے میٹھے الفاظ بچّوں کے ذہن کو سکون پہنچاتے ہیں جس کے سبب وہ آرام محسوس کرتے ہیں اور جلدی سوجاتے ہیں محبوب

راہیؔ نے اپنی لوری میں بھی انہیں میٹھے الفاظ کا استعمال کیا ہے لوری ملاحظہ ہو ۔

سوجا ننھے دلبر سو جا
خوابوں کے بستر پر سوجا

میٹھی میٹھی لوری گاؤں
لوری گا کر تجھے سلاؤں

واری جاؤں تجھ پر سوجا
سوجا ننھے دلبر ساجا

سوگیا چندا سو گئے تارے
سوگئے چڑیا کوّے سارے

سوگئے بھالو بندر سوجا
سوجا ننھے دلبر سوجا

محبوب راہیؔ نے اور بھی کئی وسیلوں سے بچّوں کو نصیحت کی ہے کبھی آپ انہیں ننھے ویر،، کہہ کر مخاتب کرتے ہیں تو کبھی، میرا منّہ ،، کہہ کر ان سے محبت کا اظہار کرتے ،، ریل کا سفر،، پتنگ،، مشورے،، قوم بڑھاؤ دوستوں ،، ہم ایک رہینگے ،، بھارت کی سنتان، ''نونھلا نے ملک وملّت سے'' یہ چمن میرا ہے، صدائے حق، دعوت عمل، بڑوں کی باتیں، وغیرہ ایسی نظمیں ہیں جو نصیحت آموز ہونے کے ساتھ ساتھ بچّوں کو اپنے وطن سے محبت اور وفاداری سکھاتی ہے اور زندگی کو بہترین طریقہ سے جینے کا سلیقہ بھی سکھاتی ہے۔

محبوب راہیؔ نے بچّوں کے علاوہ کئی نظمیں جو آپ کے شعری مجموعہ ''غزل کے بعد'' میں شامل ہیں، یہ نظمیں محبوب راہیؔ کی ذہنی انتشار اور بے چینی کو ظاہر کرتی ہے۔ کئی طریقہ کے کہ انکشاف بھی ہوئے ہیں مثلاً، ''بارے کچھ بیان اپنی زور گوئی کا''، کے تحت آپ نے اپنی زود گوئی کے متعلق کئی انکشار کئے ہیں۔ اور اپنے اوپر لگے اس الزام کے دھبّہ دھونے کے لئے کئی ثبوت بھی دئے ہیں۔

دل میں رہتا ہے تموج شورشِ جذبات کا
اور تخیل گویا ایک سیلاب احساسات کا
اپنے احساسات یہ ہے جسم سے بے نام سے
اپنے یہ ہے روح سے جذبات جو ہیں خام سے
خاکے یہ اپنے تخیل کے ادھورے نا تمام
دھندلی دھندلی اپنی سوچوں کے یہ بولے نا تمام

اپنے لوح ذہن کے الفاظ بے صوت صدا
جن کا کچھ مفہوم واضح اور نہ کوئی مدعا
ان کو جسم و جان، شکل و نام جب تک دے نہ دوں
رنگ ان بے رنگ خاکوں میں نہ میں جب تک بھروں
گونگے لفظوں کو نہ گویائی عطا جب تک کروں
یعنی تخلیق اپنی جب تک میں مکمل کر نہ لوں
ذہن تشنہ میرا جب تک سیر ہو سکتا نہیں
جاگتا رہتا ہوں میں پل بھر کو سو سکتا نہیں
اور یہ چکرّ مسلسل یونہی چلتا رہتا ہے
ذہن تخلیقات کے سانچوں میں ڈھلتا رہتا ہے
مستقبل ہو کر یہ تخلیقات پھر صفحات پر
پھیل جاتی ہیں رسائل اور اخبارات پر
بس یہی ہے اور کوئی وجہ اے راہی نہیں
ذہن کو میرے کس پہ چین آتا نہیں

آپ کا یہ اعتراف برحق ہے اور ان تمام لوگوں کو اپنے الزام کا جواب بھی دیتا ہے کہ انسان اگر بے چین ہو تو چُپ نہیں رہ سکتا۔ اپنے احساسات کو الفاظ کے ذریعہ ہی بیان کرتا ہے اور اپنے دل کی بے چینی کو اپنی ذہنی کشمکش

کودور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

محبوب راہیؔ نے ایک نظما پنے عزیز ڈاکٹر امین انعامدار کے سانحہ از انتقال پر ''بساط فکر وفن ترے بغیر بے اساس ہے'' بعنوان تحریر کی ہے۔اس نظم میں جناب انعامدار کی موت پر اظہارِ افسوس کیا گیا ہے اور ساتھ ہی اِ س بات کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ادب میں جس مقام کے آپ حقدار تھے وہ آپ کو نہیں ملا۔

ے

قدم قدم لکھی تھیں تیرے نامکامرانیاں
رہیں ہمیشہ زندگی کی تجھ پہ مہربانیاں

جو نام والے ہیں ادب میں ان میں تیرا نام تھا
ہے جن کا اک مقام ان میں تیرا اک مقام تھا

مگر مقام تجھ کو جو تھا ملنا وہ ملانا تھا
تری بلندی قامتی کا تجزیہ ہوا نہ تھا

تیرے نصیب میں لکھی ہوئی تھیں سربلندیاں
ملیں ہر ایک معرکہ میں تجھ کو فتح مندیاں

عطا ہوئی تھیں تجھ کو محفل سخن میں شہرتیں
قلم نے تیرے باقی تھیں قبولیت کی عظمتیں

ترا وجود بزم بزم وجہ افتخار تھا
نظر نظر میں تیرا اعتماد واعتبار تھا

دلوں میں چاہتوں کے ساتھ احترام تھا ترا
دوانہ جابجا ہر ایک خاص وعام تھا ترا

تو مجلسوں کی جان تھا، تو محفلوں کی شان تھا
تو صاحبِ کمال تھا تو ماہر زبان تھا

''ایک نظم اپنے دوست کی فرمائش پر'' اس نظم کے تحت آپ نے یہ گجرات کے حالات پر طنز یہ کیا ہے۔ اور مختلف زاویوں سے صوبہ گجرات کی حالتِ غیر پر طنز یہ کیا ہے ے

اور لکھوں کہ اب انسان کی قیمت کیا ہے　　آج کے بندۂ شیطان کی قیمت کیا ہے
شیخ کے دام ہیں کیا خان کی قیمت کیا ہے　　مول اک دانا کا نادان کی قیمت کیا ہے
دھرم کی مذہب وایماں کی قیمت کیا ہے　　بھاؤ اللہ کا بھگوان کی قیمت کیا ہے
عرب ومصر کی ایران کی قیمت کیا ہے　　ہند میں ایک مسلمان کی قیمت کیا ہے
یعنی اس بے سروسامان کی قیمت کیا ہے　　اس کے گھر باردل وجان کی قیمت کیا ہے
جذبہ وحسرت وارمان کی قیمت کیا ہے　　عقل کی ،علم کی عرفان کی قیمت کیا ہے

فہم وادراک کی اوقات پہ اک نظم لکھوں
تم نے لکھا ہے کہ حالات پہ اک نظم لکھوں

☆☆☆

اور لکھوں تو کئی چہرے اتر جائیں گے　　اہلِ غیرت جو ہیں وہ ڈوب کے مرجائیں گے
کون تھیں عصمتیں جن کی سربازار لٹیں　　لوٹنے والوں کی مائیں تھیں بہنیں ہی تو تھیں
جن کی دوکانیں جلیں جن کے مکانات جلے　　جیتے جی لوگ جو دوران فسادات جلے
وہ کوئی اور نہ تھے اپنے وطن بھائی تھے　　اور پڑوسی ہی تھے وہ ان کے جو بلوائی تھے
دوستی، چاہت واخلاص ومروت ہر چیز　　ہوگئی ان دنوں اک جنس تجارت ہر چیز
دھرم بھی، قوم ووطن، مذہب وملت بھی اب　　دام لگ جائیں تو بِک جاتی ہے عصمت بھی اب

جس ایسا ہے کہ ہر سانس پہ دم گھٹتا ہے
کیسے لکھوں کہ بہ ہر لفظ قلم رکھتا ہے

یہ نظم پڑھ کر گجرات کے ان دنوں کی یاد تازہ ہوجاتی ہے جہاں انسان کے خون کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ عورت کی عصمت کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ حاملہ عورتوں کے حمل کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ بھرے پورے گھروں کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ ان سب کو صولی پر چڑھا دیا گیا اور نظرِ آتش کر دیا گیا۔ عورتوں کی عصمت کو تار تار کیا گیا، حاملہ عورتوں کے پیٹ چیر کر بچوں کو باہر نکال دیا گیا اور نیزوں پر ٹانک دیا گیا۔ یہ دل خراش منظر آج بھی ذہنوں پر خوف طاری کر دیتے ہیں۔

اس مجموعہ میں شامل ایک بہت ہی بہترین نظم ''تجھے کس طرح اے میرے وطن جنّت نساں لکھوں!'' ہے۔ یہ

نظم دورِحاضر کے ہندوستان کی حالاتِ زار کو ہو بہو پیش کرتی ہے جس طریقہ سے ہمارے ملک کی حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے اسے اس نظم ''ہو بہو'' کہا گیا ہے اور اسی لئے محبوب راہیؔ کا دل تڑپ اٹھتا ہے کہ وہ ایسے حالات میں اپنے اِس پیارے وطن کو جنّت نشاں کیسے لکھ سکتے ہیں ؎

یہاں تو ان دنوں ہر سو جہنم کے نظارے ہیں
عناد و بغض کے شعلے عداوت کے شرارے ہیں
حیات نو میں مرگ ناگہاں کے استعارے ہیں
گل و غنچہ ہیں پژمردہ فسردہ چاند تارے ہیں
تو میں اس خونچکاں منظر کو کیسے گلفشاں لکھوں
تجھے کس طرح اے میرے وطن جنّت نشاں لکھوں

نہ وہ عظمت نہ اب وہ عصمت گنگ وجمن باقی
نہیں اب انجمن کوئی نہ رنگ انجمن باقی
نہیں سینوں میں اب وہ جذبۂ حب وطن باقی
دلوں میں اب نہیں ہے عشق کی کوئی چبھن باقی
کہاں ہیں جن کی میں قربانیوں کی داستان لکھوں
تجھے کس طرح اے میرے وطن جنت نشاں لکھوں

وطن کے رہنما ہیں خود وطن کے لوٹنے والے
محافظ چمن کے ہیں چمن کو لوٹنے والے
یہی ہیں عصمت گنگ وجمّن کو لوٹنے والے
یہی تو ہیں متاع علم وفن کو لوٹنے والے
انہیں کیوں کر میں آخر رہبر ہندوستان لکھوں
تجھے کس طرح اے میرے وطن جنّت نشاں لکھوں

دورِحاضر میں ہمارے سیاسی حالات بہت ہی نازک موڑ پر پہنچ چکے ہیں۔ ہندوستان کی عوام جسے اپنا رہنما منتخب کرتی ہے وہی دھوکے باز ثابت ہورہا ہے۔ ایسے میں کس پر یقین کیا جائے کہ وہ عوام کے حق میں بھلائی کرے فلاح اور بہبودی استعاراتی نظم ہے جس میں 'ا' اور 'ب' کو دو سیاسی رہنما کے طور پر پیش کرکے ہمیں حالات

سے آگاہ کرانے کی کوشش کی گئی ہے ؎

مگر پہلے ''الف'' بھی تو
عوام رہنمائی ہی تھا
علمبردار حق و آتشی کا
دبے کچلوں کا جو تھا ہمنوا
مسیحا دین دکھیوں کا
جسے ان دین دکھیوں کے تعاون سے
ہوا تھا اقتدار حاصل
پھر اس کی کیا ضمانت ہے
کہ ''ب'' بھی حکمراں ہو کر
''الف'' سے مختلف ہوگا
ضمانت کیا ہے اس کی؟

محبوب راہیؔ اپنے تخیّل کی دنیا کو اپنی غزلوں میں اور نظموں میں آباد رکھتے ہیں۔آپ کے انہیں خیالوں کی دنیا ''جانِ غزل'' میں دکھائی دیتی ہے ؎

اے میرے پیکر تخیل میری جانِ غزل
میرا دل ہے تیری چاہت کا حسین تاج محل

میں تجھے پیار سے ممتاز محل لکھوں گا
جب تیرے حسنِ سراپا پہ غزل لکھوں گا

گل بدن، غنچہ دین، جانِ چمن لکھتا ہوں
تجھ کو رنگین بہاروں کی دلہن لکھتا ہوں

لفظ انسان کی زندگی میں نہایت اہمیت رکھتے ہیں۔لفظوں کے ذریعہ ہی ہم اپنی بات کسی کو سمجھا سکتے ہیں اور لفظوں سے ہی ہم کسی کا دل جیت بھی سکتے ہیں اور اس کے دل کو ٹھیس بھی پہنچا سکتے ہیں۔لفظ ہمیں گمراہ بھی کرتے

ہیں اور صحیح راستہ بھی دکھاتے ہیں۔ یہی لفظ پھول اور خوشبو بھی ہو سکتے ہیں اور شمشیر سے زیادہ تیز بھی ہو سکتے ہیں۔ محبوب راہیؔ بھی لفظوں کی ان اہمیت کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ لفظوں کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں ؎

لفظ جو باعث تحقیر بھی ہوسکتا ہے
موجب عزّت وتوقیر بھی وہ سکتا ہے

لفظ ہی شوخی تحریر بھی ہوسکتا ہے
لفظ ہی لذّت تقریر بھی ہوسکتا ہے

لفظ اک پھول بھی خوشبو سے مہکتا ہوا سا
لفظ اک چبھتا ہوا تیر بھی ہوسکتا ہے

لفظ اک ظلمت گمراہی بھی ہوسکتا ہے
لفظ مِنارہ تنویر بھی ہوسکتا ہے

لفظ ہوسکتا ہے پروانہ رہائی کا بھی
لفظ ہی پاؤں کی زنجیر بھی ہوسکتا ہے

لفظ ہی پردہ بھی اک عابد ومعبود کے بیچ
لفظ اس رشتے کی تشہیر بھی ہوسکتا ہے

دنیا کے سات عجائب میں تاج محل شامل ہے۔ اس کی خوبصورتی پر شخص کے دل کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ یہ محبت کا استعارہ ہے جسے موضوع بنا کر تقریباً ہر شاعر نے نظم اور شعر کہے ہیں۔ محبوب راہیؔ نے بھی اس محبت کی نشانی پر قلم فرسائی کیا اور اسے چاہت اور الفت کی علامت بتایا ہے ساتھ ہی اسے وہ ایک حقیقت سچائی اپنے ملک سے محبت کی نشانی بھی بتاتے ہیں ؎

تاج اک علامت ہے:

بے پناہ چاہت کی، بے مثال الفت کی، عشق کی صداقت کی، حسن کی نزاکت کی

تاج اک حقیقت ہے:

زندہ اور پائندہ، خوش جمال وتابندہ
آج بھی ہیں، کل بھی تھے، اور رہیں گے آئندہ
جس کے آگے مہر وراہ، ماند اور شرمندہ

تاج کیا ہے؟

اک ثبوت روشن ہے، خاک بند سے شہ کے، جذبۂ عقیدت کا، پرخلوص چاہت کا، لازوال الفت، سوز دل کی شدّت کا، جس کی گود میں شہ کے، اپنی پیاری بیگم کو۔ تا ابد ملایا ہے
اور اس کی مٹی میں، خود کو بھی سُلایا ہے

تاج استعارہ ہے ؟

فنی اعتبار سے دیکھا جائے تو محبوب راہیؔ کی نظم نگاری، سلیس، رواں دلچسپ اور دلکش ہے۔ زبان و بیان نہایت سادہ اور یہ کشش ہے۔ الفاظ نگینے کی طرح چند بند میں پیوست کر دیتے ہیں۔ چونکہ آپ نے بچوں کے لیے بھی نظمیں لکھی ہیں۔ اس لیے آپ کا اندازِ بیان سہل ہے۔ بچوں کے ذہن تک رسائی کرنے کے لیے آپ نے ان تمام موضوعات پر قلم اٹھایا جو بچوں کو محبوب ہوتے ہیں۔ مثلاً گائے، کتا، بلّی، تتلی، پتنگ، چڑیا، مرغی، مور، ریل، چندا ماما، سورج، مدرسہ، ترنگا، برسات، حتی کہ ان کو نصیحت کرنے کے لیے ملک اور قوم، قومی یکجہتی، آپسی محبت اور بھائی چارہ جیسے موضوعات کو بھی قلم بند کیا۔ تا کہ بچیں نیکی کے راستے پر چلیں اور ملک کی ترقی میں ہاتھ بٹائیں۔

آپ نے جو نظمیں بڑوں کے لیے تحریر کی وہ بھی ہمت اہم ہے۔ حالانکہ تعداد میں وہ کم ہے لیکن پھر بھی وہ اہمیت رکھتی ہے۔ کہیں کہیں آپ نے استعاراتی انداز بھی اپنایا ہے۔ لیکن یہ نظمیں پھر بھی قارئین کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اور شعراء وادیب سے داد وتحسین حاصل کر چکی ہیں۔ آپ کی نظموں پر شعر وادب کی آرائی ملاحظہ ہو ؎

''پروفیسر عبدالقوی دسنوی'' ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی نظم نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ان نظموں کے ذریعہ کوشش کی گئی ہے کہ بچے اچھے انسان، اچھے ہندوستانی اور اچھے مسلمان بن سکیں۔ انہوں نے اس مجموعے

میں ایسی نظمیں بھی جمع کر دی ہیں جن کے مطالعے سے بچوں کے دل میں خدا پرستی کا جذبہ پیدا ہو، رسولؐ کے لئے محبت جاگ اٹھے، وطن کے لئے چاہت اور اس کی خدمت کی آرزو دل میں مچل اٹھے۔ وطن کے خدمت گزاروں اور رہنماؤں کے لیے ان کے دل میں احترام پیدا ہو، وہ آزادی کی نعمت سے واقف ہوں۔ انسان کی عظمت کے زار سے باخبر ہوں اور ہندوستان کے تمام مذاہب اور ان کے ماننے والوں کی عزّت کریں اور ان سب کو اپنا بھائی تصور کریں۔ زبان نہایت سادہ، عام فہم اور رواں دواں استعمال کی گئی ہے تا کہ کمسن بچوں کے ذہن میں ہر بات آسانی سے آجائے۔''

''پروفیسر مظفر حنفی''، ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی نظموں کا مجموعہ رنگا رنگ پھلواری میں اپنا اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''مجھے یہ دیکھ کر خوشگوار مسرت کا احساس ہوتا ہے کہ محبوب راہیؔ نے بچّوں کے لئے بہت کچھ تخلیق کیا ہے۔ ان کی نظمیں بچّوں کے لئے اخلاقی اقدار، عام دینوی معلومات اور حب الوطنی کے جذبات کو بیدار کرنے کے اعلیٰ مقصد کے تحت لکھی گئی ہیں۔ چند نظموں کو چھوڑ کر محبوب راہیؔ نے اپنی تخلیقات میں بچّوں کی نفسیات کو بھی انھوں نے ملحوظ رکھا ہے۔ (۷)

سراج انورؔ

ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی نظم نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے سراج انورؔ فرماتے ہیں :

''ادب کی جو صنف بھی بچّوں کے دامن دل کو اپنی طرف کھینچ لئے وہی صحیح معنوں میں ان کا ادب ہے بچّوں کے ادب کی بنیاد بھی ایسے ہی عناصر پر ہونی چاہیئے جن میں ان کی فطری جبلّتیں کارفرما ہوں۔ انسان کی اچھی تربیت میں سب سے اہم کردار والدین کا ہوتا ہے جو تربیت ملتی ہے وہ زندگی بھر ان کے ساتھ رہتی ہے۔ بچّوں کے ذوق وجدان سے ہم آہنگ ہونا ادب کی اوّلین شرط ہے اور یہ شرط محبوب راہیؔ بدرجہ اہم پوری کر رہے ہیں۔

محبوب راہیؔ نے ہر موضوع پر ہر وقت ہر رُت اور ہر انداز کی نظمیں کہیں ہیں۔ آسان اردو، چھوٹی سی بحر اور غنائیت لیے ہوئے الفاظ۔ یہ نظمیں پڑھ کر خواہ مخواہ گنگنانے کو جی چاہتا ہے۔ انھوں نے بچّوں کی نفسیات اور

احساسات کا بغور مطالعہ کیا ہے اسی لیے یہ نظمیں کہی ہیں ان کی نظموں میں ایک چیز اور ہے وہ ہے بچپن ۔صرف بچپن ۔یہی ان کی نظموں کی سب سے بڑی خوبی ہے اور یہی خوبی انھیں آج کے بچّوں کے شعراو میں ممتاز کرتی ہے۔ مجھے توقع ہے کہ بچّے یہ نظمیں دلچسپی سے نہ صرف پڑھیں گے بلکہ زبانی بھی یاد کریں گے۔

(انگارنگ پھلواری۔ص۔۷۔۸۔ ۲۰۱۲ محبوب راہیؔ)

''رضا نقوی واہیؔ''، ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے رنگارنگ پھلواری پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس وقت اردو داں طبقے کو ایسی ہی کتابوں کی ضرورت ہے جن کے ذریعہ بچّوں میں اردو پڑھنے کی رغبت پیدا ہو۔اس اہم بلکہ نیک کام کی شروعات مولوی اسماعیل میرٹھی نے سوسال قبل کی تھی۔ درمیان میں اور بھی لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔اب جنوبی ہندوستان میں یہ کام شروع کر کے آپ بجا طور پر جنوبی ہند کے اسماعیل میرٹھی بن گئے ہیں۔'' (۸)

''عتیق احمد عتیق'' محبوب راہیؔ

رنگارنگ پھلواری پر اپنا اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''بچّوں اور ان کی صحیح تعلیم و تربیت کے لئے جتنی بھی نظمیں مولانا اسماعیل میرٹھی وغیرہ سے لے کر اب تک پیش کی گئی ہیں خواہ وہ کتابی شکل میں ہوں یا نصب میں داخل رہی ہوں ان سے مسابقت کرتی ہوئی نئی پھلواری کی نظمیں اور ایسی جو سہل ممتنع کا نادر نمونہ تو ہیں ہی بہر نوع سرتاسر افادی بھی ہیں۔کمال تو یہ ہے کہ اس کی ساری نظمیں اپنے اپنے موضوعات وعناوین کا پورا حق ادا کرتے ہوئے بچّوں کے ادب کے لیے ہمہ گیر اصلاحی اور تعمیری تعامل کا پیش خیمہ بن گئی ہیں۔مختصر یہ کہ اس کی تمام نظمیں ہندوستان کی تمام زبانوں کے نصاب میں داخل ہونے کے لائق ہیں۔'' (۹)

''ناوِق ہمزہ پوری'' کا یہ قول اِس مجموعہ کی اہمیت اور افادیت کو اجاگر کرتا ہے۔قول مختصر ہے مگر اس مجموعہ کی بہترین عکّاسی کرتا ہے۔

''نئی پھلواری'' ۱۹۶ صفحات پر مشتمل ایک مہکتی کتاب ہے۔ اس میں کئی طرح کی خوشبوئیں ہیں۔ کئی طرح کے گل بوٹے ہیں اور کئی طرح کے رنگ بھی ہیں۔ ہر صفحہ کا ایک ایک لفظ خوش وخوشنما پھول کی پتی کی طرح ہے۔ جو اپنی طرف بچوں کو راغب کرتا ہے۔ یہ اس گلشن کے مالی کا ہنر ہے کہ اس نے بچوں کے لئے بطور خاص یہ اہتمام کیا ہے۔ اس کتاب کی شروعات میں حمد، مناجات، نعت، دعا بہت ہی آسان زبان میں لیکن بھرپور معنویت لیا ہوا کلام ہے۔''

(۱۰)

''ڈاکٹر ذاکر نعمانی'' ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے نظموں کے مجموعہ ''رنگا رنگ پھلواری'' کے متعلق فرماتے ہیں:

''راہیؔ صاحب کی بیشتر زندگی کا حصہ بچوں کے درمیان گزرا ہے۔ جس کی وجہ سے موصوف کو بچوں کی ذہن استعداد، تعلیمی ضروریات، فطری ذوق، نفسیاتی تقاضوں اور جبلی مطالبوں سے بخوبی واقفیت ہوچکی ہے۔ لہٰذا بچوں کے لیے تخلیق شعر وادب کرتے ہوئے مندرجہ بالا امور کو انہوں نے بروئے کار لایا ہے اور کھیل ہی کھیل میں ہر عمر کے بچوں کے لیے متنوع موضوعات اور دلکش عنوانات پر ڈھیر ساری نظمیں تخلیق کرنا ان کے لیے گویا بائیں ہاتھ کا کھیل ہوگیا ہے اور یہ کھیل راہیؔ صاحب مدتوں سے کھیلتے آرہے ہیں جس کے نتیجہ میں اس سے قبل انکے طفلی منظومات کے کئی مجموعہ منظر عام پر آچکے ہیں جن میں بیشتر کے دو دو تین تین ایڈیشن شائع ہونا ان کی مقبولیت کی دلیل ہے۔'' (۱۱)

''ڈاکٹر امین انعمدار'' ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے شعری مجموعے ''مہکتی پھلواری'' پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''راہیؔ صاحب چونکہ ایک معلم رہے ہیں لہٰذا وہ بچوں کی فطری دلچسپیوں، نفسیاتی تقاضوں، استعداد، جبلی ضرورتوں نیز ذہنی مطالبوں سے کما حقہ واقف رہے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے بچوں کے ذوق ووجدان کو ہر وقت پیش نظر رکھا ہے اور ہر موضوع پر ہر انداز کی نظمیں کہی ہیں۔ آسان اور سلیس زبان،

چھوٹی بحریں اور مترنم الفاظ کے ساتھ ان کی نظموں کی بنیادی خوبی ان میں
بچپن کا ہونا ہے۔ شریر، نٹ کھٹ، اور چبلا بچپن، ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی بچوں
کی نظموں کی ان خوبیوں کو دیکھتے ہوئے ''مرحومہ رضا نقوی واہی'' نے انہیں
جنوبی ہند کا اسماعیل میرٹھی کہہ کر موسوم کیا ہے۔'' (۱۲)

''مفتی حبیب الرحمن ندوی'' ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے شعری مجموعہ ''آئینہ وطن'' پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''راہیؔ صاحب نے بطورِ پیش لفظ ان نظموں کی
اہمیت جتلاتے ہوئے نیز مادرِ وطن پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے والوں
کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے ''وقت کی اہم ترین ضروت
اور بھارت سرکار کی قومی یکجہتی پالیسی کو بڑھاوا دینے میں دل کی گہرائیوں
سے نکلی ہوئی آواز جذبۂ حب الوطنی، قومی یکجہتی، آزادی، جمہوریت
حکومت کی صحت مند پالیسیوں اور مادرِ ہند کے نامور سپوتوں کے
کارہائے نمایاں پر مشتملِ منظومات کا یہ مجموعہ جس میں ارباب وطن کے
بلا امتیاز ہر طبقہ، ہر گروہ، اور ہر مکتب فکر کے احساسات کی ترجمانی کی
کوشش کی گئی ہے۔ بے حد مفید اور مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔ اپنی مذکورہ
بالا خوبیوں کی بنا پر اس مفید اور کارآمد کتاب کو ہر بچہ کے بستہ میں لازماً
ہونا چاہئیے۔'' (۱۳)

''محمد یحیٰ جمیل'' ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے شعری مجموعہ ''غزل کے بعد'' پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اپنی چند نظموں کے مطالعہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ ان میں جذبات اور
احساسات زیادہ ہیں جو ایک عمر گزرنے کے بعد پختگی کے لئے جگہ خالی
کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں رباعیاں بھی ہیں جن جن کے لیے مشاقی شرط
اوّل ہے۔ اس طرح اس مجموعے میں یہ دلچسپ تضاد ہے کہ اس میں شباب
اور عہد پیری کی تخلیقات یکجا ہیں۔'' (۱۴)

''سید شکیل دسنویؔ'' ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے شعری مجموعہ ''غزل کے بعد'' پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''محبوب راہیؔ کے احساسات وجذبات ایک باطنی نظام کے پابند ہیں جو

اشعار میں تہہ داری پیرایہ اظہار میں تازہ کاری کا دلکش منظر نامہ ترتیب دیتے ہیں۔ ابتدائی دور میں غزل کے مقابلے میں نظم کا پلڑا بھاری تھا۔ اس جلد میں قصیدہ، ہجو، مرثیہ، مثنوی، مسدس اور شہر آشوب وغیرہ کا طویل کارواں چلتا تھا۔ نظم میں کوئی ایک موضوع یا خیال ابتدا سے اختتام تک کا سفر طے کرتا ہے۔ یہی زنجیر تسلسل نظم کی ساختیاتی انفرادیت ہے۔''

محبوب راہیؔ کی نظموں سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ ایک مضطرب اور بے چین شاعری اپنی ذات کے حوالے سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہے خود کو REVEAL کرنا چاہتا ہے اور اس وسیلہ اظہار کے ذریعہ اپنے تپتے ہوئے جذبات واحساسات قاری کے ذہن میں منتقل کرنا چاہتا ہے۔ (۱۵)

''کلدیپ گوہر'' ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے شعری مجموعہ ''دھنک رنگ جذبے'' پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ڈاکٹر راہیؔ کے احساسات میں جس قدر وسعت نظر کے ساتھ وہ جس بات کو محسوس کرتے ہیں، انہوں نے دنیا کو بہت قریب سے اور اس میں گھل مل کر دیکھا ہے جب ہی تو ان کے تجربوں میں پختہ شعور نظر آتا ہے۔'' (۱۶)

''قاضی رؤف انجم'' ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے شعری مجموعہ ''دھنک رنگ جذبے'' پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک شاعر وادیب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی نئی نویلی تازہ کتاب اس وقت میرے سامنے ہیں۔ جس میں زیادہ تر کویتائیں، گیت، رباعیت، قطعات اور دوہے ہیں۔ جن کے ذریعہ ایک مختلف الجہات شاعر کے دل میں پیدا ہونے والے جذبے لفظی رنگ وپیکر کے ساتھ ادب کے باذوق قارئین کو مبہوت کر رہے ہیں۔'' (۱۷)

محبوب راہیؔ بحیثیت گیت نگار

صنفِ گیت کا تعلق ہندی شاعری سے ہے۔ ہندی شعراء نے گیت کہے اس کے ساتھ ہی یہ صنف اردو

شاعری میں شامل ہوئی اور شعراء نے اپنے دلی جذبات کا بیان کرنے کے لیے گیت کا سہارا لیا اور غزل کی طرح ی صنف بھی اہمیت کی حامل ہے۔ گیت نگاری کوئی نئی صنف نہیں ہے بلکہ ہماری شاعری میں اس کا رواج اسی وقت سے ہے جب سے شاعری کا آغاز ہوا ہے۔ ''اطہر فاروقی'' گیت کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''رومان پرور شاعروں نے شباب کے ولولہ انگیز جذبات سے متاثر ہو کر اس صنف کو اپنایا۔ عام طور پر گیتوں میں وہ رومان زدہ نوجوان ہے جو سماجی قیود و رسوم کی وجہ سے ایک نہ ہو سکے نہ ہوں گے۔ وہ ایک ایسی دنیا ڈھونڈتے ہیں جو مثالی ہو اور جہاں دیر و حرم کے پہلو میں میخانے اور پری خانے ہوں۔'' (۱۸)

اپنی تصنیف تاریخِ ادب اردو میں گیت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''گیت شاعری کی وہ صنف ہے جس میں موسیقیت یعنی نغمگی کی فراوانی ہوتی ہے اور اس میں شخصی جذبات یا دلی کیفیات سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ پیش کی جاتی ہے۔'' (۱۹)

گیت کی یہ تعریف سن کر ہمارے ذہن میں صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ شخصی جذبات اور دلی کیفیات کا سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ بیان اور اپنے غم انگیز خیالات کی ترجمانی ہی گیت ہے۔ عام طور پر گیت وہی سمجھے جاتے ہیں جو عوام میں گائے جاتے ہیں۔ عاشق و معشوق کے بیچ اظہار محبت کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔ گیتوں میں، اودھی، برج بھاشا، اور کھڑی بولی کی کثرت پائی جاتی ہے۔ ہندوستان کے ہر علاقہ میں عورتیں ڈھولک کی تھاپ پر کئی ایسے گیت گائی ہے جو انہیں اپنی بزرگ عورتوں سے ورسہ میں ملے ہیں۔ جبکہ کچھ گیت فلموں کے ذریعہ عوام میں از حد مقبول ہوئے۔ فلموں کے لئے گیت لکھنے والوں میں حسرتؔ جے پوری، مجروحؔ سلطانپوری، کردار جعفریؔ، آنند بخشیؔ، جاوید اخترؔ، آرزوؔ لکھنوی، ساحرؔ لودھیانوی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے برعکس ادبی گیت لکھنے والوں میں اخترؔ شیرانی، حفیظ جالندھری، میراجی، بیکل اتساہیؔ، ڈاکٹر راہیؔ، معصوم رضا، آرزوؔ لکھنوی، زبیر رضویؔ، مقبول زبین احمد پوری، سید محمد خلیل اور فراز حامدیؔ وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

پروفیسر محفوظ الرحمن اصناف گیت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''گیت کا تعلق جذبات و احساسات سے ہے ایسے جذبات و احساسات سے جن میں سادگی، معصومیت، چاہت پوشیدہ ہوتی ہے، جن میں صداقت ہوتی

ہے،خلوص ہوتا ہے،خودسپردگی کا جذبہ ہوتا ہے، جاں نثاری ہوتی ہے، گیت میں مدھورتا ہوتی ہے،کوملتا ہوتی ہے، دلفریبی ہوتی ہے، لوچ ہوتا ہے، الہڑ پن ہوتا ہے، روٹھنے کی ادا اور منانے کا سلیقہ ہوتا ہے، گیت میں امنگ ہوتی ہے، ولولہ ہوتا ہے، جوش ہوتا ہے، گیت کا تعلق گانے اور گنگنانے سے ہوتا ہے۔اسی لیے اس میں ایک خاص قسم کا آہنگ ہوتا ہے، گیت کا مخصوص آہنگ اسے دوسری ادبی اصناف سے ممتاز ومنفرد بناتا ہے۔''

(۲۰)

اصنافِ گیت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر جمیلہ عرشی نے لکھا ہے:

''گیت شاعری اور موسیقی کا حسین سنگم ہے۔ گیت کا مرکزی حسن غنائیت ہے۔ جب شاعر اپنے جذبات واحساسات کو مترنم الفاظ کے تسلسل کے ساتھ لے میں پروتا ہے تو گیت کا جنم ہوتا ہے۔ اصطلاح کا رکھ رکھاؤ سلسل اور لے ہوتی ہے اور شعری دنیا میں گیت غنائیہ شاعری میں شمار ہوتا ہے۔''

(۲۱)

گیت کی ہیئت پر بحث کرتے ہوئے ''ڈاکٹر انور مینائی'' فرماتے ہیں:

''گیت کے لیے کوئی مخصوص بحر ووزن کی قید نہیں ہوتی۔ عموماً چھوٹی روں دواں بحور وروزانکا استعمال کیا جاتا ہے۔ گیت بے وزن مصرعوں کو بھی گوارا کر لیتا ہے۔ اور یہ مقفی بندوں پر بھی مشتمل ہوتا ہے۔اس کے قوافی کی اپنی الگ ترتیب ہوتی ہے۔ بند کے اخیر میں عموماً ٹیپ کی پنکتی ہوتی ہے یہ ہر بند کے آخر میں دہرائی جاتی ہے۔کبھی کبھی ایک یا ڈیڑھ مصرعے کی پنکتی کے ساتھ بڑھادی جاتی ہے۔ٹیپ کی پنکتی کا کوئی طویل مقرر نہیں ہے۔ اگر ٹیپ کی پنکتی امدادی مصرعے سے ہم قافیہ ہوتی ہے تو اسے گیت کہتے ہیں''

(۲۲)

''ڈاکٹر عظیم الحق جنیدی'' صنفِ گیت پر اپنے خیالات کا اظہا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''گیت عورت کے جذبۂ آزادی سے جنم لیتا ہے اور جب عورت

شعورِ ذات سے آشنا ہوجاتی ہے تو اپنے پریتم پتی تک پہنچنے کو تیار
ہوجاتی ہے اور جب اس میں ناکام ہوتی ہے تو بے اختیار اس کی زبان
سے فراق (جدائی) کا نغمہ پید ہوتا ہے اور یہی گیت ہے۔''

(۲۳)

محبوب راہیؔ نے بھی گیت نگاری میں طبع آزمائی کی اور اپنے مجموعہ ''غزل کے بعد'' میں گیت شامل کیے۔ حالانکہ یہ گیت تعداد میں کم ہیں۔لیکن گیت نگاری کے فن پر پورے اترتے ہیں۔ان گیتوں میں گاؤں کی مٹی کی خوشبو بھی ہے برہن کے دلی جذبات بھی بیان ہوتے ہیں، یادوں کی ٹیس بھی باقی ہے۔اپنے پریتم کا انتظار بھی ہے، زخم بھی ہے اور اپنے کیے پر ندامت کے آنسوں بھی چھلکاتے ہیں۔مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محبوب راہیؔ کے گیتوں میں تمام احساسات موجود ہیں جو گیت کو گیت بناتے ہیں۔

گیتوں میں محبوب راہیؔ کے حسن کی تعریف عام بات ہے۔ہر شاعر نے ایک نہ ایک گیت ایسا ضرور لکھا ہے جس میں محبوب راہیؔ کے حسن کی تعریف بیان کی ہو۔محبوب راہیؔ نے بھی اپنے خیالات اس پیرائے میں بیان کیے۔

غزل ہے ساز ہے یا ساغرِ شباب ہے تو
گلوں کی بزم میں کھلتا ہوا گلاب ہے تو
متاع حسن ہے تو پیکرِ شباب ہے تو
کس عظیم مصور کا ایک خواب ہے تو
تخلیات کی پرچھائیاں نثار کروں
تیرے شباب پہ سارا جہاں نثار کردیا

جب ایک شوہر اپنی بیوی کو کام کی خاطر چھوڑ کر پردیس جا کر بس جاتا ہے اور بیوی شوہر سے جدا ہوجاتی ہے تو بیوی کے لیے ایک ایک لمحہ کاٹنا مشکل ہوجاتا ہے اسے ہر وقت اپنے شوہر کی یاد ستاتی ہے۔وہ ہر وقت اپنے شوہر سے ملنے کے لیے تڑپتی ہے اور اسے واپس بلاتی ہے۔جب بارش کا موسم آتا ہے تو بیوی کو یہ احساسِ جدائی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔اور اس کے تڑپتے ہوئے دل کے جذبات گیت کی شکل میں محبوب راہیؔ نے اس انداز میں بیان کئے ہیں۔

سانجھ سویرے باٹ نہاریں ہر پل ہرشن تمہیں پکاریں
سونے سونے گھر اور آنگن، ساجن گھر آجاؤ نا

کالے بادل بیتے کیسے ساون، ساجن گھر آجاؤ نا
تم بن بیتے کیسے ساون، ساجن گھر آجاؤنا

پھر چاہت کے پھول کھلادو من کن بگیا پھر مہکادو
پھر سے بنادو مجھے سہاگن، ساجن گھر آجاؤ نا

تجھ سے ملن کی ہے لگن، میرے سجن، میرے سخن
پل پل جلے ہیں تن بدن، میرے سجن، میرے سجن

چاند اور ستارے دیکھ کر، رنگین نظارے دیکھ کر
کب تک جلاؤں اپنا من، میرے سجن، میرے سجن

کوئل کی میٹھی تان میں ہر پھول کی مسکان میں
کانٹوں سی لگتی ہے چبھن، میرے سجن میرے سجن

جل تھل،جل تھل ندیاں نالے چوبارے اور گلیاں
چاروں اور آگئی ہر یالی، پھول بنی ہے کلیاں

لدی ہوئی ہیں پیڑوں پر کچے کلیوں کی پھلیاں
پھولوں پر بھنورے منڈراتے کرتے ہیں رنگ رلیاں

میں بیٹھی ہی رہی ملن کی جھوٹی اَس لگائے

سجن تم نہ آئے

☆☆☆

جھومتی اٹھلاتی لہراتی چلیں ہوائیں چلچل
ہلکی ہلکی پڑھے پھواریں بھیگے مورا آنچل
آنکھوں سے ندرا اڑ جاتے بہ بہ جاتے کاجل
بیتی یادیں مورا منوا کردیتی ہے پاگل
کس کو فرصت ہے جواکردھیرج مجھے بندھائے
سجنا تم نہ
آئے

اس کے برعکس محبوب بھی اپنی محبوبہ کا اپنی محبت کا احساس کرانے کے لئے اس کے سوئے ہوئے جذبات جگانے کے لیے برسات کے موسم کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ؎

کھنگھور گھٹا جب چھائیگی
جب جب بجلی لرائیگی
جب کلی پھول بن جائیگی
جب باغ میں کوئل گائیگی
تم کو میری یاد آئیگی

جب رم جھم رم جھم ساون میں
چٹکے گی گلیاں گلشن میں
جھولیں گی پریاں آنگن میں
جب تم دیکھوگی درپن میں
تم کو میری یاد آئیگی

محبوب راہیؔ نے مرد کے جذبات کو عورت کے لیے بخوبی بیان کیے جس کا اندازہ ان بندوں سے ہوتا ہے۔

جب ایک انسان کے ذہن پر ہوس طاری ہوتی ہے تو وہ برے خیالاتوں میں مبتلا ہوکر غلط راستہ پر گامزن

ہوتا ہے اور کسی کے ساتھ برا کرنے سے بھی پرہیز نہیں کرتا لیکن جب اس کا مخاطب اس کا کوئی اپنا ہو تب اسے ہوش آتا ہے کہ وہ کسی کے ساتھ غلط کرنے والا تھا۔محبوب راہیؔ نے انہیں جذبات کو اپنے گیت ''ایک حادثہ'' میں بیان کیا ہے ؎

تھا مسلط جہاں پے سنّاٹا
رات جب اس گلی سے میں گزرا
سن کر آہٹ کسی کے قدموں کی
سر اٹھاکر جو سامنے دیکھا
میرے اور اس کے بیچ میں ہوگا
فاصلہ صرف چند قدموں کا
پائی اتنے قریب جب اپنے
اک جواں لڑکی اور پھر تنہا
برق سی کودی اک رگ وپئے میں
جسم سرتا پاجھنجھنا اٹھا
آدمیت کا چھوڑ کر دامن
میں نے شیطان کا روپ دھارلیا
اور پھر ایک ذلیل مقصد سے
بڑھ کے میں نے اسے دبوچ لیا
اک وحشت زدہ سا چہرہ جب
میری آنکھوں کے سامنے آیا
کاش تب یہ زمین پھٹ جاتی
آسماں مجھ پر ٹوٹ کر گِرتا
دل کو کوسوں کی جان کو کھاؤں
کون تھی وہ یہ کیسے بتلاؤں

☆☆☆

اگر انسان کو کسی شخص یا کسی بات کو لے کر دل میں غلط فہمی پیدا ہو جائے تو انکے منفی اثرات انسان پر پڑھتے ہیں۔جس کا ایک چھوٹا سا ثبوت محبوب راہی کا یہ گیت ''ایک واہمہ'' ہے بند ملاحظہ ہو ؎

'' کل جو ایک اجنبی کی بانہوں میں
رقص کرتا ہوا تمہیں پایا

دل میں طوفان اٹھا رقابت کا
میرے ہوش وحواس پر چھایا

عقل ہر دل کا ہوگیا غلبہ
سر پہ ایسا جنون سوار ہوا

تن گے جسم کے رگ وریشے
اور آنکھوں میں خون اتر آیا

لے کے ایک خوفناک منصوبہ
میں تمہارے قریب جا پہونچا

میرے قدموں کی چاپ سن کر
تم نے مڑکر میری طرف دیکھا

چھٹ گئے دل سے وہم کے بادل
تم نہ تھیں وہ تو کوئی اور ہی تھا

عاشق اپنے کو معشوق سے محبت کے بدلہ بے رخی ملے تو وہ تڑپ کر رہ جاتا ہے عاشق کے ایسے ہی دل سوز جذبات کو محبوب راہی نے اپنے گیت ''زخم اور مرہم'' میں بیان کیا ہے۔بند ملاحظہ ہو ؎

میں پھرسے تڑپ رہاہوں
ان زخموں پر تم اپنی
چاہت کا مرہم رکھ دو
وہ سکھ مجھ کو لوٹادو

برسوں سے جس کے لے میں
دن رات ترس رہاہوں

چاہت کو میری جوتم نے
پہلے کی طرح ٹھکرایا
ہرگزنہ میں سہہ پاؤنگا
بے موت ہی مر جاؤنگا

محبوب راہیؔ نے جب بچّوں کے لئے نظم لکھی تو بچّوں کو نصیحت کرنے لے لئے قومی یکجہتی بھائی چارہ مذہبی محبت اپسی رواداری کی نصیحت کی اور ہندوستان کو سونے کی چڑیا کہا اس کی زمیں کو آسماں کے مقابل بتایا یہاں کی ندیوں کے پانی کو آب حیات تصوّر کیا۔اور ہندوستان کو امن کا گہوارا بتایا۔لیکن وقت بدلنے کے ساتھ ہندوستان کی یہ خوبیاں بھی بدل گئی۔اور ہمارا یہ پیارا ملک مذہب کی تفریک میں الجھ کر رہ گیا۔انسان انسان سے نفرت کرنے لگ گیا۔ایسے حالات کو دیکھ کر محبوب راہیؔ کا دل تڑپ اٹھا اور انہیں افسوس ہوتا ہے کہ جس ملک کو محبوب راہیؔ کو انہوں نے اتنا خوبصورت پایا تھا اور اپنی نظموں میں اس کی خوبصورت تصویر پیش کی تھی آج وہ بالکل بدل گیا ہے اور اسی لئے انہیں آج پچھتاوا ہو رہا ہے اور وہ کہہ اٹھتے ہیں ؎

کہیے ہیں تذکرے حبّ وطن کے
لکھاہے سونا مٹی کو یہاں کی
زمین کو ہمسری دی آسماں کی
کہاامرت یہاں پانی کومیں نے

لکھا سکھ ہر پریشانی کو میں نے
مگر اب سوچتا ہوں کیا یہ سچ ہے
تو اندر میرے کوئی چیختا ہے
نہیں یہ سچ نہیں سب جھوٹ ہے یہ

سڑک پر لاش اہنسا کی پڑی ہے
کنارے ایکتا روتی کھڑی ہے
تقدس تھا جو مسجد مندروں کا
وہاں ہے ڈھیر انسانی سروں کا
بسی بارود کی بو سے فضائیں

بلکتی چیختی ہیں اب ہوائیں
بھرا ہے زہر اب گگن و چمن میں
وطن بے آبرو ہے اب وطن میں

لہٰذا میں نے جو لکھا ہے اب تک
وہ سب کچھ صرف خوش فہمی تھی میری
فقط ایک خواب ، جھوٹا خواب تھا وہ

وقت کا پہیہ ہمیشہ گھومتا رہتا ہے اس لئے حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں ہوتے آج ہمارے دل کو جو چیز سکون بخش لگ رہی ہے وہی چیز کل ہمیں اچھی لگے ضروری نہیں ہے دل کی کیفیات کے ساتھ ماحول بدل جاتا ہے۔ دل خوش ہو تو کانٹے بھی پھول محسوس ہوتے ہے۔ اور دل خوش نہ ہو تو پھولوں سے بھی انگاروں کی تپش محسوس ہوتی ہے۔ ایسے ہی جذبات اور احساسات کی عکّاسی محبوب راہیؔ نے اپنے ایک گیت ''رنگ بدلتے جذبے'' میں کی ہے۔ موجودہ ہندوستان کے حالات خوفناک ہو چکے ہیں انسان کے دل میں انسان کے لئے ہی۔ اتنی نفرت ہے کہ وہ اس کا خون بہانے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتا۔ لوگوں نے مذہب کے نام پر ایک دوسرے کے دلوں

میں نفرت بھر دی ہے جس کے سبب آج ہر شخص ایک دوسرے کو شک اور نفرت بھری نگاح سے دیکھتا ہے۔ محبوب راہیؔ اس جذبے کو شدّت سے محسوس کرتے ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک پھر سے وہی پہلے والا ہندوستان بن جائے جہاں سب لوگ مل کر عید اور دوالی مناتے تھے۔ کسی ایک کو تکلیف ہوتی تھی تو سب مل کر اسکے دکھ کا مداوہ کرتے تھے۔ آپ کے ''ایسے ہی جذبات ایسے بھی کچھ دِن'' اور ''ایک ہو جائیں'' میں بیان کیئے ہیں ؎

آپس میں کچھ الجھن نہ ہو
میلا من کا درپن نہ ہو
جھگڑے نہ ہو ان بن نہ ہو
کوئی کسی کا دشمن نہ ہو

ایک دوجے کو گلے لگائیں
کاش ایسے بھی کچھ دن آئیں

کوئی، کسی کا گھر نہ جلائے
کوئی کسی کا خوں نہ بہائے
کوئی سہاگ لٹنے نہ پائے
کوئی ابھاگن نہ کہلائے

بیٹوں کو روتیں نہ مائیں
کاش ایسے بھی کچھ دن ائیں

گلشن گلشن پھول کھلائیں
ساری دنیا کو مہکائیں
نفرت کی دیواریں ڈھائیں
پیار کی دھن پر ناچیں گائیں

آؤہم تم ایک ہوجائیں

رنج وغم میں جینا سیکھیں
ہنس کر آنسوں پیناسیکھیں
چاک گریباں سینا سیکھیں
واہ وفامیں خود کو مٹائیں
آؤہم تم ایک ہوجائیں

آستین کا سانپ ایک ضرب المثل ہے۔ جوایسے بے وفا، مکّارلوگوں کے لئے استعمال کی جاتی ہے جو اپنوں کوہی دھوکا دے جاتے ہیں اوراس انسان کے ساتھ بھی غلط کرنے سے بازنہیں آتے جس نے ان کا ہمیشہ بھلا چاہاایسے انسان سانپ کی فطرت والے ہوتے ہیں جواپنوں کوبھی نقصان پہنچانے سے بازنہیں آتے۔محبوب راہیؔ نے ایسے ہی خیالات کااظہار''سانپ''میں کیاہے۔اس گیت میں ایسے ہی شخص کا بیان کیاہے۔جواپنی محبوبہ کے جذباتوں سے کھیل کراسے دھوکا دے کر چلا گیا۔ایسے ہی خیالات کی ترجمانی ایک اورگیت شکست اردو، میں بھی کی گئی ہے۔عشق میں اپنے محبوب سے دھوکا کھایا ہواشخص پھر وہ چاہے مرد ہو یا عورت اپنے ساتھ کئے ہو برے سلوک کوبھول نہیں پاتا اورنفرت کی آگ میں جلنے لگتا ہے۔یہ نفرت کی آگ انہیں ہر وقت جھلساتی رہتی ہے۔ان میں کئی شخص ایسے بھی ہوتے ہیں اور جواپنا معملہ خدا پر چھوڑ کراس کومعاف کردیتے ہیں اوراپنے دل سے نفرت کے جذبات ختم کردیتے ہیں۔لیکن ان سب کے باوجود وہ اس شخص پر دوبارا یقین نہیں کرتے ہیں اوران سے دور ہوجاتے ہیں۔انسان کے ایسے ہی جذبات کا بیان محبوب راہیؔ نے''ترکِ تمنّا'' میں کیاہے۔آپ فرماتے ہیں

آپ کو کِس لیے اداس کریں
بے سبب کیوں رہیں یاس کریں
اپناغم ہے، ہم آپ کو ڈھولینگے
ہم مگر آپ سے نہ بولینگے

آپ کے ظلم آپ کے یہ ستم

ہم سے یہ بے نیاز یاں پیہم
سوچ لینگے اداس ہولینگے
ہم مگر آپ سے نہ بولینگے

''روپ نگر کی رانی'' گیت کے تحت محبوب راہیؔ نے ایک خوبصورت دوشیزہ کی خوبصورتی کا ذِکر کیا ہے۔ ''کشمکس کی رات'' میں محبوب راہیؔ ان تمام راتوں کا ذکر کرتے ہیں جب عاشق کو محبوب کی یاد آتی ہے اور وہ تڑپ کر رہ جاتا ہے۔ جس کے سبب اسے مخمل کے بستر پر بھی نیند نہیں آتی ہے۔

انسان اپنی نادانیوں میں کئی غلطیاں کر بیٹھتا ہے۔ اور جب اسے اپنی غلطیوں کا احساس ہوتا ہے تو وہ احساسِ ندامت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور امید کرتا ہے کہ کوئی اسے ان تمام برائیوں سے باہر نکال لیں۔ اس خیال کو محبوب راہیؔ نے ''احساسِ جہنم'' میں یوں بیان کیا ہے ؎

اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا پاتا ہوں
اس اذیت سے کوئی آکے بچالے مجھ کو
اس سے پہلے کے بکھر جائے میرا اپنا وجود
اس جہنم سے کوئی آکے نکالے مجھ کو،،

محبوب راہیؔ اپنے ایک گیت ''واپسی'' کے تحت اپنے دل کی دنیا کی تنہائی اور ویرانی کا بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کی دل میں دنیا ویرانی ہو اسے آبادیوں میں بھی ویرانیاں ہی نظر آتی ہے اور وہ اپنی ذات میں سمٹ کر رہ جاتا ہے۔ محبوب راہیؔ نے اپنے گیتوں میں بھی دورِ حاضر کے مسائل کو پیش کیا ہے انہوں نے گیتوں کی مٹھاس میں مسائل کے شرارے سمو دیے ''کس سے پوچھیں'' آپ کا ایک ایسا گیت ہے جس میں آپ نے مذہب، دوست، دشمن، ملک، سیاست دہ جذبات اور یہاں تک کہ اسکول اور مدرسہ کے مسئلہ کو بھی پیش کئے ہیں بند ملاحظہ ہو ؎

لیتا سارے چور بہت ہیں
ان چوروں پر مور بہت ہیں
نالے یہ پرشور بہت ہیں
کیوں یہ سب منہ زور بہت ہیں
کون بتائے کِس سے پوچھیں
کالج ، اسکول اور شالایں

کھولیں اور کمائیں کھائیں
خود ہی گائیں خود ہی بجائیں
کیسے جلسے کیسی سنبھائیں
کون بتائے، کِس سے پوچھیں

محبوب راہیؔ ہمارے پورے ملک کوامن اورسکون کا گہوارا دیکھنا چاہتے ہیں جہاں محبت رواداری، آپسی بھائی چارہ، ایمانداری، خوشحالی، جیسی خوبیاں ہر انسان میں موجود ہو وہ اپنے انہیں خیالوں کو''الٹے سیدھے خواب'' کے نام سے بیان کرتے ہیں''ہمسران میرؔ وغالب'' یہ ایک طنزیہ گیت ہے۔جس میں محبوب راہیؔ نے ان فرضی شعرء پر تنقید کی ہے۔جوالفاظ کو جوڑتوڑ کرے شعر کہہ لیتے ہیں۔اوراپنے آپ کو میر وغالب کے ہم پلّہ سمجھنے لگتے ہیں۔بند ملاحظہ ہو ؎

مگر سچ پوچھے تو کچھ نہیں ادراک فن ان کو
دکھاوے کا ہے سب جو کچھ بھی ہے ذوق سخن ان کو

نہ ان کو کچھ مزاق قوت تخلیق حاصل ہے
نہ کچھ سننے سمجھنے کی انہیں توفیق حاصل ہے

نہیں ادراک کچھ جن کو محاسن کا معائب کا
مگر ہمسر سمجھتے ہیں وہ خود کو میرؔ وغالبؔ کا

بحر یا وزن کی جو پوچھئے کورے ہیں وہ یکسر
دماغی طور پر بھوسے ایک بورے ہیں وہ یکسر

شترگربہ ہے کیا، تعقید لفظی کس کو کہتے ہیں
وہ کیا جانیں کہ نکتہ آفرینی کس کو کہتے ہیں

جہاں تشبیہ آتے استعارہ جان لیتے ہیں
اگر شعلہ کہیں اس کو شرارہ جان لیتے ہیں

بنا لیتے ہیں اکثر شعر جو لفظوں کی اٹکل سے
ملا دیتے ہیں اکثر قافیہ قاتل کا مقتل سے

محبوب راہیؔ نے ایک گیت بعنوان ''غزل نما'' پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی'' کی فرمائش پر تحریر کیا۔ اِس گیت میں ردیف وقافیہ کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے پورا گیت ردیف وقافیہ کی پابندی سے تحریر کیا گیا ہے انداز ملاحظہ ہو ؎

جاگ اٹھا ہے نیند سے سارا زمانہ اور جس کو جاگنا تھا
وہ مسلسل سو رہا ہے
نفرتیں، کرب والم، اشک رواں، سوز نہاں، بخت رسا ہے
کچھ نہ کچھ تو مل رہا ہے
ہر بشر لاشہ اٹھائے اپنے اپنے مسلوں کا
لمحہ لمحہ ڈھو رہا ہے

محبوب راہیؔ کے گیتوں میں مٹھاس بھی موجود ہے اور موضوعات کی بھی قید نہیں ہے۔ آپ نے ان گیتوں کو دل کی آواج کے ساتھ ساتھ دنیا کی آواز بھی بنا دیا ہے۔ کیونکہ ان گیتوں میں آپ نے عاشق ومعشوق سے متعلق خیالات کا ہی بیان نہیں کیا بلکہ آپ نے سیاسی وسماجی موضوعات کو بھی بیان کیا ہے۔ تشبیہ اور استعارہ کا استعمال بھی آپ بخوبی کرتے ہیں کہیں آپ کا لہجہ تلخ جاتا ہے لیکن یہ تلخ اور کڑواہت بے سبب نہیں ہے۔ بلکہ موجودہ حالات کی وجہ سے ہی درپیش آتی ہے اس وجہ سے یہ تلخی اشعار میں بھی اتر آئی مجموعی طور پر آپکے گیتوں کی تعداد کم ہے لیکن یہ گیت بہ معنی ہے اور حقیقت سے روبہ رو کرواتے ہیں۔

محبوب راہیؔ بحیثیت رباعی نگار

رباعی شاعری کی وہ صنف ہے جو چار مصروعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اسکی تعریف بیان کرتے

ہوئے ''نورالحسن نقوی'' اپنی تصنیف تاریخ ادبِ اردو'' میں فرماتے ہیں۔

رباعی کا ایک نام دوبیتی بھی ہے۔ بعت کے معنی ہے شعر۔ اس لے دوبیتی کے معنی ہوئے دوشعروں والی نظم۔عربی میں ربع کے معنی چار کے ہیں۔رباعی میں چار مصرعے ہوتے ہیں۔اس لئے چار مصرعوں والی اس نظم کا نام رباعی ہوگیا۔ (۲۴)

رباعی کی یہ تعریف سن کر ہمارے ذہن می اسکی صاف تصویر کر دیتا ہے

فارسی گوشعراء نے بہترین رباعیاں کہی ہے اردو گوشعراء نے بھی اس فن میں طبع آزمائی کی ہے۔ محبوب راہیؔ نے بھی حمدیہ ونعتیہ رباعیات کے ساتھ ساتھ دوسرے موضوعات پر رباعیاں کہیں ہے۔آپ کی حمدیہ ونعتیہ رباعیات کا تذکرہ ''محبوب راہیؔ کی حمدیہ نعتیہ شاعری'' میں کیا جاچکا ہے۔ یہاں ان کی مختلف موضوعات پر مشتمل رباعیات پر تبصرہ کیا جارہا ہے۔

محبوب راہیؔ نے حمدیہ اور نعتیہ رباعیات میں خدا اور اس کے رسولؐ کی تعریف کی اور ان کی اوصاف بیان کیے۔جبکہ یہ ایک مشکل کام تھا کہ رباعی جیسے چھوٹے پیرائے میں اِن اوصاف کو بیان کیا جا سکتے لیکن پھر بھی محبوب راہیؔ نے اپنی پوری کوشش کی ہے کہ وہ اس میدان میں کھرے اتر سکے۔اس کے ساتھ ہی آپ نے مختلف موضوعات پر بھی رباعیاں تحریر کی جو عام انسان کی زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔ زندگی کے چھوٹے بڑے موضوعات بھی ان رباعیوں میں بیان کیے گئے ہیں۔ساتھ ہی بچوں کو نصیحت کرنے کے لیے سچائی اور ایمانداری کا سبق سکھانے اور ان کی نیک تربیت کرنے کے لئے ہی آپ نے رباعیوں کا سہارا لیا ہے۔ آپ نے اپنی ان رباعیات میں مردِ مومن، عید، زبانِ اردو، حق پرستی، رواداری، خواب وخیال کی دنیا، سیاست بچپن، جوانی، ایثار وقربانی، مشکل حالات انسانی خواہشات، اپنے اشعار کی تعریف، عشق وہوس، دردوغم، ایمان، دنیائے فانی، غزل کی تعریف، ماں کی محبت، غالبؔ، اقبالؔ، مومنؔ، رنگین، جزئیات، انشاؔ، آتشؔ، ناسخؔ، حسرتؔ، حضرؔ، اصغرؔ، فانیؔ اور مظفرحنفیؔ کو بھی اپنی رباعیات کا موضوع بنایا ہے۔ان موضوعات سے متعلق رباعیات ملاحظہ ہو ؎

شیرازہ ملت نہ بکھر جائے کہیں
یہ عارضہ حد سے نہ گزر جائے کہیں
سو چو! اسے مسیحا کوئی اس کا علاج
ماقبل کہ بیمار نہ مرجائے کہیں

☆☆☆

کب ٹوٹتے ہیں اور بکھرتے کب ہیں
وہ تلخی ہیں اور بکھرتے کب ہیں
موت ہوتی ہے مومن کی حیات ابدی
مومن جو ہیں وہ موت سے مرتے کب ہیں

☆☆☆

کب بجھتی ہے کیا جانئے جذبات کی آگ
پھیلی ہے یہ ہر سو جو فسادات کی آگ
کیا بھسم ہی کرڈالے گی دنیا بھر کو
نفرت کے سلگتے ہوئے حالات کی آگ

☆☆☆

خونخواروں کی خونخواروں سے محفوظ رکھو
دنیا تباہ کاری سے محفوظ رکھو
افواہیں نہ پھیلاؤ، برے ہیں حالات
بارود کی چنگاری سے محفوظ رکھو

☆☆☆

بچھڑے ہوئے مدت کے ملے عید کے دن
باقی نہ رہے شکوے گلے عید کے دن
خوشیوں سے محبت کی مہکتے ہوئے پھول
احساس کے گلشن میں کھلے عید کے دن

☆☆☆

رکھتا ہو جو کچھ فکر ونظر کوئی نہیں
آباد ہے برباد نہیں ہوسکتا
بوالہوسوں میں اک آدھ ہی ہوسکتا ہے

ہر شخص تو فرہاد نہیں ہوسکتا

☆☆☆

اشعار مرے، مرا ہنر دیکھا ہے
جیسا جسے آیا ہے نظر دیکھا ہے
دیکھا نہ کبھی سیپ کی تخلیق کا کرب
بس دیکھنے والوں نے گہر دیکھا ہے

☆☆☆

رہزن ہے کبھی اور کبھی رہبر کیا ہے
منظر کیا اس کا پس منظر کیا ہے
دشوار ہے،کیا کہیے کہ اس دنیا میں
بدتر ہے جب انسان تو بہتر کیا ہے

☆☆☆

عزت شہرت نہ کچھ نام ونسب باقی ہے
آرام نہ اسباب طرف باقی ہے
اک صاحب ایماں کے لئے دنیا میں
ایمان جو باقی ہے تو سب باقی ہے

☆☆☆

بتلاؤں میں کیا عشق وہوس میں ہے فرق
جو پھول میں ہے اور مگس میں ہے فرق
جسے سمندر میں اور اک جوہڑ میں
جیسے کہ چمن اور قفس میں ہے فرق

☆☆☆

جو ہی نہ چنبلی نہ کھول بنتا ہے
کب یونہی کوئی جان غزل بنا ہے

آنکھوں میں ٹوٹتے بکھرتے ہیں کئی خواب
تب جاکے کہیں تاج محل بنتا ہے

☆☆☆

رہتا ہے ہر اک پل یہی احساس مجھے
کیوں آتی نہیں کوئی خوشی راس مجھے
کیوں درد والم کا اک ذراسا جھونکا
کرجاتا ہے مصورِ غم ویاس مجھے

☆☆☆

کیا جینے کا مقصد ہے یہ دنیا کیا ہے
کیوں ہوتا ہے سب جو ہوتا کیا ہے
کیا رشتہ ہے اس دنیا سے آخر مرا
میں ہوں جو یہاں تو میرا ہونا کیا ہے

☆☆☆

مغلوب کبھی ہے کبھی غالب دنیا
مطلوب کبھی ہے طالبِ دنیا
کی کھوج بہت اس کی تو پایا ہے کہ ہے
بیگانۂ مفہوم ومطالب دنیا

☆☆☆

ایک غوط لگانے تک ابھرنے تک ہے
دنیا تو بس اک راہ گزرنے تک ہے
پانی کا ہے ایک بلبلہ سب کہتے ہیں
اس جینے کی مہلت جو ہے مرنے تک ہے

☆☆☆

دنیا میں ہے جو لائق خدمت ہے ماں

واجب ہے بس اک جس کی اطاعت ہے ماں
جنت کا اگر باپ ہے اک دروازہ
قدموں کے تلے جس کے ہے جنت ہے ماں

☆☆☆

قربانی کا ایثار کا پیکر ہے ماں
اخلاق اورکردار کا پیکر ہے ماں
نفرت کے گھٹاٹوپ اندھیرے ہیں جہاں
اخلاص کے انوار کا پیکر ہے ماں

☆☆☆

گنجینۂ معنیٰ ومطالب غالبؔ
ہر لفظ پہ ہے دادا کا طالب غالبؔ
ماضی ہو کہ حال کہ مستقبل ہو
ہر دور میں غالبؔ ہی رہیگا غالبؔ

☆☆☆

افکارِ گراں مایہ کا خالق اقبالؔ
اللہ کا وہ عاشق صادق اقبالؔ
مغرب میں بھی ملتی ہے کہاں جس کی مثال
یکتائے سخن شاعر مشرق اقبالؔ

☆☆☆

عظمت کی علامت ہے غزل مومن کی
تابندہ روایت ہے غزل مومن کی
اک شعر بدل جس کا کلام غالبؔ
معیار سلامت ہے غزل مومن کی

☆☆☆

تیکھا ہے تیرا رنگ مظفر حنفیؔ
لہجہ ہے شوخ وتنگ مظفر حنفیؔ
اللہ نے بخشا ہے تیرے شعروں کو
اک منفرد آہنگ مظفر حنفیؔ

☆☆☆

جذبات کی رنگین کہانی ہے غزل
احساس کے دھاروں کی روانی ہے غزل
جزئیات، انشاؔ، آتشؔ اور ناسخؔ
حسرتؔ و ظفرؔ، اصغرؔ، وفانی ہے غزل

☆☆☆

پیاسا ہے اگر کوئی تودریا ہے غزل
شدت میں کڑی دھوپ کی سایہ ہے غزل
احساس کے زخموں کے لیے مریم ہے
ہر درد کا ہر غم کا مداوا ہے غزل

☆☆☆

ہر صبح پہ ہر شام پہ حق سب کا ہے
ہر عیش ہر آرام پہ حق سب کا ہے
قدرت کسی اک شخص کی جاگیر نہیں
قدرت کے ہر انعام پہ حق سب کا ہے

☆☆☆

وہ لوگ جو کرتے ہیں کوئی کام برا
انکا ہواکرتا ہے بہت نام برا
ملتی ہے سزا اپنے کئے کی ان کو
ہوتا ہے برے کام کاانجام بُرا

☆☆☆

ہر شخص جو زندہ ہے محبت سے ہے
جو زندہ ہے پائندہ محبت سے ہے
ہرسمت اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا
ہے دنیا جو تابندہ محبت سے ہے

محبوب راہیؔ بحیثیت قطعہ نگار

قطعہ بھی شاعری کی ایک خاص صنف ہے جو چار مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔جس میں کوئی خیال مسلسل بیان کیا جاتا ہے۔قطعہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے **نورالحسن نقویؔ** اپنی تصنیف تاریخِ ادب اردو میں رقم طراز ہیں۔

> ''ایسے کچھ اشعار کا مجموعہ جن میں کوئی خیال تسلسل کے ساتھ پیش کیا جائے قطعہ کہلاتا ہے۔ضروری نہیں کہ غزل اور قصیدے کی طرح قطعہ کا پہلا شعر مطلع ہو، قطعہ میں دو یا دو سے زیادہ اشعار ہو سکتے ہیں لیکن اس کے اشعار کی تعداد مقرر نہیں۔قطعہ اور غزل مسلسل کو ایک ہی چیز سمجھنا غلط ہے۔غزل مسلسل میں مطلع ہونا ضروری ہے۔دوسرے یہ کہ غزل مسلسل کے اشعار میں تسلسل کے باوجود ہر شعر کا مضمون کسی نہ کسی درجے میں مکمل ہوجاتا ہے۔جب کہ قطعہ میں مضمون ایک شعر سے دوسرے شعر میں پیوست ہوتا چلا جاتا ہے۔'' (۲۵)

نورالحسن نقوی کی یہ تحریر پڑھنے کے بعد ہمارے ذہن میں قطعہ کی صاف تصویر ابھر کر آتی ہے۔ اور اس کی ساخت ہیئت کو سمجھنے میں مدد حاصل ہوتی ہے۔اردو کے بہت سے شعرا نے کامیاب اور بہترین قطعات تحریر کیے ہیں۔علامہ اقبالؔ،شبلی نعمانیؔ،اکبرآبادیؔ،حالیؔ،جعفرؔعلی خاں،اخترؔ انصاری وغیرہ نے بھی قطعات تحریر کیے۔دورِحاضر میں بھی شعراء قطعہ میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔محبوب راہیؔ نے بھی اس صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔آپ کے قطعات میں زندگی کی مختلف حالات کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے اور

چھوٹی سے چھوٹی پریشانی پر بھی آپ کی بینی نظر ہے۔ اور آپ نے ان تمام حالات کو اپنے قطعات میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ قطعہ کے چھوٹے سے پیمانے میں ایک مکمل موضوع بیان کرنا حالانکہ مشکل نظر آتا ہے لیکن اتنا بھی مشکل نہیں۔ محبوب راہیؔ نے بھی اپنی تمام صلاحیتوں کا استعمال کیا اور بہترین قطعات تحریر کیے۔ ان قطعات کی زبان صاف ستھری سادہ اور دلکش ہے۔ انداز، بیان بھی اچھا ہے اور تشبیہ اور استعارہ کے استعمال سے آپ نے اپنے قطعات کو سنوارا سجایا ہے۔ مختلف موضوعات پر مشتمل قعطات ملاحظہ ہو

ے

شور زندگی کی جستجو ہے
بساطِ آگہی کی جستجو ہے
مری تاریک راتوں کے افق کو
سحر کی روشنی کی جستجو ہے

یہ گھڑیاں یہ دن رات پھر نہ رہیں گے
یہ غم نالی لمحات پھر نہ رہیں گے
انہیں بھی بدل دے گا اک دن زمانہ
جواب ہیں وہ حالات پھر نہ رہیں گے

درد کی تہہ میں ڈوب کر اکثر
غم کے موتی نکال لیتا ہوں
لوگ ساحل سے لوٹ آتے ہیں
میں سمندر کھنگال لیتا ہوں

فکر وفن کی چوراہوں پر اور کرونیلام
اور لگاؤ بڑھکر بولی اور بڑھاؤ دام
تم سوداگرمول تول کی فطرت سے مجبور
تم کیا جانو شعر۔ و۔ ادب ہے کس چڑیا کا نام

نغمہ ونے کی یہ بارات سجاتے رکھیے
یوں ہی جذبات کے طوفان جگائے رکھیے
لوگ بننے نہیں دیتے جو کوئی بات تو کیا
بات تو جب ہے کہ ہر بات بنائے رکھیے

سر بسر جہدوعمل پیکر تخلیق ہے ماں
ہم کو اللہ کی بخشی ہوئی توفیق ہے ماں
ہے جو قربانی وایثار کی دنیا میں مثال
اس کی تصدیق کوئی چاہے تو تصدیق ہے ماں

سامنے ہے حسین مستقبل
پھر بھی کتنا نراش ہے یاروں
جیسے ہر آدمی کے کندھوں پر
لاکھ خوشیوں سے ہمکنار ہو دل

پیکر درد ویاس بھی ہوگا
وقف خوف وہراس بھی ہوگا

اپنے ماضی کی لاش ہے یاروں　　گاہے گاہے اداس بھی ہوگا

جب مل سکیں نہ داد کسی شعر پر ہمیں　　یہ طرزِ حیات ہے، کیا ہے
اپنے مذاق شعر پہ شرمارہے ہیں ہم　　جیت ہے یا کہ مات ہے، کیا ہے
معیار فکر وقت کو بھلا پوچھتا ہے کون　　زندگی تجھ کو ہم نہیں سمجھے
یہ سوچ کر اے راہیؔ غزل گا رہے ہیں ہم　　زیر ہے یا نبات ہے ، کیا ہے

محبوب راہیؔ بحیثیت دوہا نگار

اردو ادب اور ہندی ادب میں کئی اصناف ایک دوسرے ادب سے اخذ کی گئی ہے۔ جیسے ہندی ادب میں غزل کو اردو ادب سے اخذ کیا۔ اِسی طرح اردو ادب نے دوہے کو ہندی ادب سے اخذ کیا ہے۔ دورِقدیم میں دوہا، دوق، دوہرا اور دوہا بھی کہا جاتا تھا۔لیکن دورِحاضر میں اسے دوہے کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ ہندوستان میں دوہے کی روایت بہت قدیم ہے۔صوفی سنتوں نے پندونصائح اور اپنے خیالات کے اظہار کے لیے اس صنف کا سہارا لیا۔

اردو شعراء نے دوہا نگاروں میں اپنا کلام دکھایا اور وزن اور بحر میں دوہے کہے ان میں جمیل الدین عالیؔ، شاعر تصدق، افضل پرویز ،امین خیال، فراز حامدی، رشید فیصرانی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔محبوب راہیؔ نے بھی اِص صنف میں طبع آزمائی کی اور اپنے مجموعہ ''غزل کے بعد'' میں نظم، گیت، قطعات کے بعد دوہے بھی شامل کیے۔آپ کے دوہے بحر، وزن کی پابندی میں تحریر کیے ہیں۔ دکھ، درد، غم ،غصہ، اپنوں کی بے وفاتی، سیاست کی چالاکیاں، اپنوں کی ایزارسانیاں اور پندونصائح سبھی کچھ ان دوہوں میں شامل ہیں۔لیکن انداز اِس قدر خوبصورت ہے کہ پڑھتے وقت دل کومسرّت حاصل ہوتی ہے۔ استعاراتی اندازِ بیان میں دوہوں کو مستحکم کیا ہے۔ دوہوں میں جو حالات بیان کیے گئے ہیں وہ اندازِ سے بیان کیے گئے ہیں کہ وہ ایک دائرے میں بند کرنہیں رہتے ہیں۔ اورانہیں آج سے بیس سال بعد بھی پڑھا جائیگا تو وہ وقت اور حالات کے مطابق ہونگے۔ دوہوں کی زبان سادہ اور دلکش ہونے کے ساتھ ساتھ ادبی بھی ہے۔ کیونکہ دوہا ہندی صنف ہے اس لیے ہندی الفاظ کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔ دوہے جیسی مشکل

صنف میں محبوب راہیؔ نے اپنی بات کو وزن دار بنانے کے لئے محاوروں اور ضرب المثل کا بھی استعمال کیا ہے جو آپ کے دوہوں کو وسعت بخشتا ہے۔ انہیں خوبیوں سے لبریز آپ کے دو ہے ملاحظہ ہو ؎

لوگوں کی بے دردی پر تو کاہے پل پل روئے
اس پاپی سنسار میں بھیا کون کس کا ہوئے

ہر انیائی نیایے سنگھاسن پر بیٹھا اترائے
اس یگ میں تو کاہے بابا نیائے نیائے چلاّئے

اپنی کایا شکتی پر مورکھ اترانا چھوڑ
اک دن پرانوں کے پنچھی دینگے یہ پنجرا توڑ

اَن دیکھے سپنوں سے ہوکر ہم نے آج نراش
غم کی چتا میں جھونک دی اپنی آشاؤں کی لاش

ہم ہی تھے نادان ہوئی تھی خود ہم سے یہ بھول
وہ سب کانٹے نکلے جن کو ہم سمجھتے تھے پھول

ہم کو کایر کہکر بھیا بنتے تھے تم ویر
اب جو خود پر آن پڑی ہے بہار ہے ہونیر

پیار، محبت مہاپاپ تھا کل جن کے نزدیک
آج وہ جاکر مانگ رہے ہیں دردر کی بھیک

گاکے میرا کے بھجن کرکے گیتا کا پاٹھ

سانجھ سویرے کوئی نہارے ہے ساجن کی باٹ

من میں چھپائے واسنا بولے پیار کے بول
لوگوں کی میٹھی باتوں پر گوری یوں مت ڈول

فرق بس اتنا ہے کہ لکشمن نہیں ہے اپنے پاس
اپنا جیون بھی تو ورنہ رام کا ہے بن باس

دل کے اندر بسا رہے بس جگ داتا کا نام
فرق نہیں ہے جو ہونٹوں پر رحیم ہو یا رام

کہہ دے کوئی کبیر سے مانگے اپنی خیر
سب سے رکھتا دوستی بھلے نہ رکھتا بیر

آج کانگریس ، کل بھاجپا تو پرسو باسپا
دل وہ ایسے بدلے جیسے کرتا پاجاما

کوٹہ، پرمٹ، لائسنس ، بڑے بڑے عہدے
اندھا بانٹے ریوڑی اپنوں اپنوں کو دے

دشا دشا میں گونج رہا ہے پل پل تیرا نام
ربّا چرچا جہاں تہاں ہے تیرا صبح شام

اس کا کوئی ساجھی ساتھ اور نہ کوئی شریک

اس کی نگاہوں میں سب کچھ ہے دور ہو یا نزدیک

محبوب راہیؔ بحیثیت تضمین نگار

اردو شاعری میں غزل نظم قطعہ، رباعی، دوہا، گیت، مثنوی کے علاوہ بھی بہت سی اصناف میں طبع آزمائی کی گئی جن میں شہ سطری نظم، ہائینکو، ماہیہ، ثلاثی، تکونی اور تضمین وغیرہ بھی شامل ہیں۔ تضمین کی تعریف بیان کرتے ہوئے نورالحسن نقویؔ فرماتے ہیں۔

> ''تضمین سے مراد ہے اپنے یا کسی دوسرے شاعر کے مصرعے یا شعر پر مصرع یا مصرعے لگانا۔ تضمین کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک مصرعے پر ایک مصرع لگانا، ایک شعر پر ایک مصرع لگا کر مثلث کرنا مطلع پر مطلع لگانا۔'' (۲۶)

اس قول کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ تضمین لکھتے وقت شاعر کسی دوسرے شاعر کی شاعری سے مصرع اخذ کر کر اس پر اپنے کچھ اشعار اسی بحر میں تحریر کرتا ہے اور اسے مختلف شکلوں میں تحریر کرتا ہے۔ جیسے: اگر شاعر کسی شاعر کے ایک شعر پر اپنے تین مصرع جوڑتا ہے تو ''مخمس'' کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اگر چار مصرع لگاتا ہے تو ''مسدس'' کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، یہ ایک مشکل صنف ہے۔ محبوب راہیؔ نے اس صنف میں بھی طبع آزمائی کی اور تقریباً ۳۶ شعراء کی ۵۱ غزلوں پر تضمین لکھ کر انہیں ''آرائشِ جمال'' (تضمینات کا مجموعہ) ۲۰۱۲ء میں شائع کیا۔

اس مجموعہ کا پیش لفظ ''ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی'' نے تحریر کیا۔ جس میں وہ محبوب راہیؔ کی تضمینات کے متعلق فرماتے ہیں:

> ''تضمین کی اس کتاب میں سنجیدہ، متحرک ادراک اور توانائی سے بھرپور تخلیق کار سانس لیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ محبوب راہیؔ نے فنکار کو اجالتے ہوئے زبان کے عرفان تک پہنچ کر کشش کے گوندے ہیں جو دل کو چھوتے ہیں اور فکر کو اَنگینت کرتے ہیں۔
>
> خیالات، احساسات اور جذبات کی رعنائی کے لحاظ سے یہ تضمینات زندہ، گرم

اور حدارت انگیز ہیں جن کی مینا کاری محبوب راہیؔ کی بوقلمونی کی گداز پرت کو
نئے جہاں معنی کا رنگ ونور بخشی ہے۔'' (۲۷)

مناظرؔ عاشق ہرگانوی کے اس قول سے محبوب راہیؔ کی تضمینات کی خوبیوں کا اندازہ ہوجاتا ہے۔
محبوب راہیؔ نے اس مجموعہ میں اس کتاب کی اشاعت کا جواز بھی بتایا ہے اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں:

''میں نے اپنی تمام کتابوں کے لیے معنیٰ خیز اور مفہوم آشنا عنوانات کے انتخاب کی شعوری کوشش کی ہے، جن غزلیات پر میں نے تضمینات کہی ہیں۔ ظاہر میں ان کا تخلیق کار نہیں۔ ان کا بنیادی حسن و جمال تو ان کے حقیقی تخلیق کاروں کی تخلیقی کاوشوں کا مرہونِ منت ہے۔ میں نے اس کے ساتھ محض مصرعے پیوست کر کے حسبِ استطاعت گویا ان کی آرائش میں قدرے اضافہ کیا ہے یہی جواز ہے اس مجموعہ کو'' آرائش جمال'' سے موسم کرنے کا۔''
(۲۸)

آپ کا یہ قول ہمارے ذہن میں اس کتاب کی اشاعت کا مقصد صاف کر دیتا ہے۔
محبوب راہیؔ نے اس کتاب میں تضمینات کا آغاز بھی سورہ رحمن کی آیت سے استفادہ حاصل کر تحریر کی ہوئی تضمین سے کیا ہے۔ آیت (فَبِاَیِّ آلاءِ رَبِّ کُمَاتُکَذِّبان) سے متعلق تضمین سے بند ملاحظہ ہو ؎

اس کی عطا کردہ عظمت اور رفعت کو جھٹلاؤ گے؟
اس کی بخشش ہوئی اس شان وشوکت کو جھٹلاؤ گے؟
اس نے دی ہے تم کو جو اس راحت کو جھٹلاؤ گے؟
اس کی مہربانی کو اس کی چاہت کو جھٹلاؤ گے؟
اس دنیا میں اس کی بخشی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟
آخر رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟
رب نے تم کو عزّت دی قرآن دیا اسلام دیا

سلامتی اور راستی کا جس نے اک پیغام دیا
مسلم جیسا، مومن جیسا پیارا پیارا نام دیا
دنیا میں اعزاز دیا، اکرام کیاانعام دیا
کس کس بخشش کس کس لطف وعنایت کو جھٹلاؤ گے؟
آخر رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

مسدّس کی فارم میں لکھی گئی اس تضمین میں آپ نے اس آیت کا مطلب اور رب کا فرمان دونوں ہی ہمارے سامنے تحریر کر دیا۔

آپ نے کلاسیکی شعراء کی غزلوں پر تضمین لکھی، جن میں:

ولیؔ کی غزل : اک سوں رکھتا ہوں خیال دوستی

میرؔ کی غزل : ہم سے آگے زمانے میں ہوکیا کیا کچھ
ہستی اپنی حباب کی سی ہے

میرؔ درد کی غزل : جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا

سوداؔ کی غزل : غمِ تسکین دلِ زار کروں یا نہ کروں

ذوقؔ کی غزل : لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے

غالبؔ کی غزل : کوئی اُمید بر نہیں آتی
دردِ منت کشِ دوا نہ ہوا
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
مدت ہوتی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے
کوئی اُمید بر نہیں آتی
ہوس کو ہے نشاط کار کیا
فریاد کی کوئی لیے نہیں ہے

انشاءاللہ خاں انشاؔ کی غزل: کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں

مومن خاں مومنؔ کی غزل : اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا

داغؔ کی غزل : لے چلا جان میری روٹھ کے جانا تیرا

غضب کیا وعدے پہ اعتبار کیا

علامہ اقبالؔ کی غزل : اگر کج رو ہیں انجم اسماں تیرا ہے یا میرا

علامہ اقبالؔ : اٹھو میری دنیا کے غریبوں کا جگا دو

نئے زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر

حسرتؔ موہانی کی غزل : حسن بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا

وغیرہ شامل ہیں: ان تضمینات میں کلاسیکی شعراء کی ان غزلوں کو شامل کیا گیا ہے جو ان کی مقبول و مشہور غزلیں تھی۔ ان میں غالبؔ کی غزلوں پر سب سے زیادہ تضمین تحریر کی گئی ہے۔ جبکہ غالبؔ کی زمین میں غزل کہنا کوئی آسان کام نہیں تھا لیکن پھر بھی محبوب راہیؔ نے پوری کوشش کی اور بہت حد تک کامیاب بھی رہے۔ آپ کی اِن تضمینات میں احساسات کی روانی ہے خیالوں کی پوری ایک دنیا آباد ہے۔ اور گرہ مضبوط ہے۔ مصرع ایک دوسرے میں پیوست ہوتے چلے جاتے ہیں۔ آپ کی تضمینات سے کچھ کچھ اشعار ملاحظہ ہو ؎

تضمین برغزل ولیؔ دکن:

میں کہ ہوں صاحب کمال دوستی
مجھ پہ روشن ہے مال دوستی
ہے جو معیار جمال دوستی
اس سوں رکھتا ہوں خیال دوستی
جس کے چہرے پر ہے خال دوستی

تضمین برغزل میر تقی میرؔ ؎

بزم چنگ ورباب کی سی ہے
ابر میں ماہتاب کی سی ہے
نیند کی سی ہے خواب کی سی ہے
ہستی اپنی کتاب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

تضمین برغزل خواجہ میر دردؔ ؎

کہکشاں سے ہوا گگن خالی
غنچہ وگل سے باغ وبن خالی
یعنی مفہوم سے سخن خالی
جان سے ہوگئے بدن خالی
جس طرف تم نے آنکھ بھر دیکھا

تضمین برغزل سوداؔ ؎

کوئے دلدار کو میں رشک چمن اے سوداؔ
اس کے گھر بار کو میں رشکِ چمن سوداؔ
اپنے اشعار کو میں رشکِ چمن اے سوداؔ
کوچہ یار کو میں رشک چمن اے سوداؔ
جاکے بادیدۂ خونبار کروں یا نہ کروں

تضمین برغزل ذوقؔ دہلوی

کمزور اور قوی چلے مفلس غنی چلے
جس راستے سے اس نے چلا یا سبھی چلے
پھر آگے پیش وپس نہ کسی کی چلی چلے
لائی حیات آئے، قضا لے چلی، چلے
اپنی خوشی نہ آئے اپنی خوشی چلے

تضمین برغزل غالبؔ ؎

کبھی دن بھر وہ گھر نہیں آتی
اور کبھی رات بھر نہیں آتی
وہ راست پر نہیں آتی
کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی

تضمین برغزل انشاءاللہ خاں انشاؔ ؎

پرائے، اپنے رشتہ دار اور اغیار بیٹھے ہیں
تو نگر اس طرف ہیں تو ادھر نا در بیٹھے ہیں
کہیں بیٹھے ہیں چارہ گر کہیں بیمار بیٹھے ہیں
کمر باندھی ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

تضمین برغزل حکیم مومن خاں مومنؔ ؎

گویا ہنستے ہو، روتے ہو گویا
جاگتے اور سوتے ہو گویا
خود کو پاتے ہو، کھوتے ہو گویا
تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

تضمین برغزل داغؔ دہلوی ؎

ختم کب ہوگا مسلسل یہ ستانا تیرا
تا بکے میں بھی سنوں تازہ بہانا تیرا
سخت دشوار ہے اب مجھ کو منانا تیرا
لے چلا جان میری روٹھ کے جانا تیرا
ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا تیرا

تضمین برغزل علامہ اقبالؔ ؎

جگر میں حوصلہ نا تمام پیدام کر
تو دل میں جذبہ صدا احترام پیدا کر
بھر اک قبولیت خاص وعام پیدا کر
نئے زمانہ، نئے صبح وشام پیدا کر
دریا عشق میں اپنا مقام پیدا کر

ان شعراء کی غزلوں پر تضمین لکھنا آسان کام نہیں تھا۔ لیکن محبوب راہیؔ نے پوری کوشش کی کہ وہ

ان غزلوں پر مصرعوں کی گرہ لگائے اور معانی اور مفہوم میں کوئی فرق نہ آئے۔ محبوب راہیؔ نے ''ناطق گلاوٹھی''، فیض احمد فیضؔ، فراقؔ گورکھپوری، جوشؔ ملیح آبادی، منظرؔ صدیقی، اکبرؔ آبادی، جگرؔ مرادآبادی، ناصر کاظمی، کیفیؔ اعظمی، مجازؔ لکھنوی، ساحرؔ لودھیانوی، علی سردار جعفریؔ، عرفان صدیقی، احمد فرازؔ، مظفر حنفیؔ، ندا فاضلی، ظفر گورکھپوری، کرشن کمار طورؔ، انور سدید، اظہر جاوید، حیدر قریشیؔ، پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی، قاضی حسن رضا، نذیر فتح پوری، یہاں تک کہ خود اپنی غزل ''تم جو کہتے ہو بڑی ہے تو بڑی ہے دنیا'' پر بھی آپ نے تضمین تحریر کی۔ ان شعراء میں کچھ شعراء ترقی پسند تحریک سے وابسطہ رہے ہیں۔ اور کچھ شعراء آپ کے ہم عصر ہیں۔ شعرا کی غزلوں پر لکھی ہوئی تضمینات سے بند ملاحظہ ہو ؎

تضمین برغزل فیض احمد فیض ؎

جنون شوق میں ہم ہوکے بے قرار چلے
رہا نہ دل پہ ہمیں اپنے اختیار چلے
بسا یہ آنکھوں میں گل رنگ اک خمار چلے
گلوں میں رنگ بھرے باد نوبہار چلے
چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے

تضمین برغزل فراقؔ گورکھپوری ؎

اک جھلک تیری تصور نے نہ دکھائی ہمیں
تیری آواز ہواؤں نے سنائی نہ ہمیں
بات کچھ تیری کسی نے بھی بتائی نہ ہمیں
ایک مدّت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں تجھے ایسا بھی نہیں

تضمین برغزل جوشؔ ملیح آبادی ؎

جب مسلسل کرب سہنا ہے تو اے اہلِ خرد
اشک خوں، پیہم جو پہنا نے تو اے اہلِ خرد
تاج کانٹوں کا جو پہنا ہے تو اے اہلِ خرد
جب فریبوں میں ہی رہنا ہے تو اہلِ خرد

لذت پیمان یا رست پیماں کیوں نہ ہو

تضمین برغزل ناصرؔ کاظمی ؎

کچھ یاد بھولی سی بسری پرانی تو پاس ہو
جو خوں نہیں تو اشک فشانی تو پاس ہو
دل کا غبار سرکی گرانی تو پاس ہو
رنج سفر کی کوئی نشانی تو پاس ہو
تھوڑی سی خالی کوچہ دلبر ہی لے چلیں

تضمین برغزل مجازؔ لکھنوی ؎

زندگی اب میں تیری جنجال سے بیزار ہوں
وقت کی اس ٹیڑھی ترچھی چال سے بیزار ہوں
روز وشب سے اور ماہ وسال سے بیزار ہوں
کس طرح کہہ دوں کہ میں سسرال سے بیزار
یوں
اے غم ،کیا کروں، اے وحشت دل کیا کروں

تضمین برغزل جگرؔ مرادآبادی ؎

کسی کا بھی یہاں سرخم نہیں ہے
کسی جذبے کی لومدھم نہیں ہے
سبھی واضح ہے ، کچھ مبہم نہیں ہے
یہ میخانہ ہے بزم نہیں ہے
یہاں کوئی کسی سے کم نہیں ہے

تضمین برغزل کیفیؔ اعظمی ؎

شیخ وپنڈت کی اس کو فظانت کہو
قائدین وطن کی قیادت کہو
یا ہمارے مقدر کی شامت کہو

اس کو مذہب کہو یا سیاست کہو
خود کش کا ہنر تم سکھا تو چلے

تضمین برغزل ساحرؔ لودھیانوی ؎

مایوسیوں سے جوڑ دیا رشتہ امید
گھبرا کے ہم نے چھوڑ دیا رشتہ امید
کچھ اور سمت موڑ دیا رشتہ امید
لو آج ہم نے توڑ دیا رشتۂ امید
لو اب کبھی گلا نہ کریں گے کسی سے ہم

تضمین برغزل علی سردار جعفریؔ

ہم نے بیتی ہوئی یادوں سے لبھایا دل کو
ہم نے زخموں کے گلابوں سے سجایا دل کو ہم
نے تنہائی کا ہمراز بنایا دل کو
ہم دنیا کی ہر ایک شے سے اٹھایا دل کو
لیکن اس شوخ کے ہنگامہ محفل کے سوا

تضمین برغزل مظفرؔ حنفی

پیار آنکھوں میں سینوں میں متا نہیں
دل کہیں بھی کسی کا بھی رمتا نہیں
رنگ کوئی بھی ایسے جمتا نہیں
خون اکثر شہیدوں کا تھمتا نہیں
سرخ ہے تو کفن کو عبادت مت کہو

تضمین برغزل ندا فاضلی

غم حیات کا پھیلاؤ تو بہت کم ہے
سیاہ رات کا پھیلاؤ تو بہت کم ہے
حصار ذات کا پھیلاؤ تو بہت کم ہے

یہ کائنات کا پھیلاؤ تو بہت کم ہے
جہاں سما سکے تنہائی وہ مکان بھی دے

تضمین برغزل کرشن کمار طورؔ

حرم یہ دیر وکلیسا انہیں کے واسطے ہیں
سبھی مظاہر دنیا انہیں کے واسطے ہیں
ہمارا کیا ہے، سراپا انہیں کے واسطے ہیں
ہمارا نقش کف پا انہیں کے واسطے ہیں
جوکوئی کوہ ندا اورمیاں نہیں رکھتے

تضمین برغزل مناظر عاشق ہرگانویؔ

جذبہ شوق بار پاجائے
بے شعاری شعار پاجائے
زندگی اعتبار پاجاتے
''آشنائی وقار پاجاتے
ایسی بیگانی ضروری ہے''

تضمین برغزل نذیر فتح پوریؔ

فکر وفن کے تانے بانے بن رہے ہوجابجا
تم گل افکار ان کے چن رہے ہو جابجا
ان کے شعروں پر سراپنے دھن رہے ہوجابجا
غالبؔ واقبالؔ کو تو سن رہے ہو جابجا
بزم حرف وصوت میں اک ہم سخن میں بھی تو ہوں

ان تضمینات میں آپ نے شعراء کی غزلوں کے بحر واوزان میں ہی مصرع پیوست کیے ہیں۔ زیادہ تر تضمینات مخمس کی شکل میں لکھی گئی ہے آپ کی ان تضمینات پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر مناظر عاشق ہرگانویؔ فرماتے ہیں:

''محبوب راہیؔ نے جن شعراء کا انتخاب کیا ہے اور جن غزلوں پر تضمین کی ہے

اس میں ان کا ذوق تجسس ہے۔نفس شاعری کی وسعت، گہرائی اور گیدائی ہے،
نمایاں شناخت کی علمی، جادہ پیمائی ہے اور زبان کے مناسب وموزوں استعمال
اور خیال کے مؤثر اظہار کی معروضیت اور قطعیت ہے۔'' (۲۹)

مناظر عاشق ہرگانوی کے اس قول کی روشنی میں محبوب راہیؔ کی تضمینات کی خوبیاں کھل کر سامنے آتی ہیں۔

یہ مجموعہ ۲۰۱۲ء میں شائع ہوا۔ ۱۴۴ رصفحات پر مشتمل اس مجموعہ میں نذیرؔ فتح پوری نے ایک توشیحی نظم بعنوان ''محبوب راہیؔ شاعر نکاد'' تحریر کی ہے۔جس میں آپ محبوب راہیؔ کی تخلیقی صلاحیتوں پر منظوم تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

نزاکتیں بھی ہیں اور تلخیوں کی باتیں بھی
سخن میں پیار بھی سنگین وار راتیں بھی

قلم سے پیار ہے قرطاس سے محبت ہے
جو کچھ بھی لکھتا ہے سب وقت کی ضرورت ہے

قلم سنبھالا تو تعریف ساری سب کی لکھی
نبیؐ کی نعت لکھی حمد اپنے رب کی لکھی

ادب سے بزم ا دب میں خراج پایا ہے
کلاہِ کج پہ ستارہ نیا سجایا ہے

دعا نذیرؔ یہ پھوٹی ہے دل کی خواہش ہے
خدا بچائے اسے دشمنوں کی سازش ہے

مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محبوب راہیؔ اس مشکل ترین صنف میں کامیاب نظر آتے ہیں اور آپ کا یہ مجموعہ اس صنف کے فروغ میں ایک قدم آگے بڑھاتا ہے۔

محبوب راہیؔ بحیثیت طنز و مزاح نگار

اردو ادب میں طنز و مزاح ایک اہم صنف ہے۔ اس کی روایت قدیم ہے لیکن ہزل، طنز، مزاح، فقرہ بازی، تضحیک، استہزا، ہجو، پھبتی، لطیفہ، ضلع جگت اور تمسخر کی شکل میں اس کے نمونہ ملتے ہیں۔ لیکن انہیں خاص طنز و مزاح نہیں کہا جا سکتا۔ دورِ قدیم کے شاعروں نے اپنی غزلوں اور قصیدوں میں ہجو نگاری کی ہے لیکن یہ بھی طنز و مزاح کے دائرہ میں شامل نہیں کی جا سکتی۔ اردو ادب میں طنز و ظرافت نگاری کا آغاز رسالۂ ''اودھ پنچ'' لکھنؤ سے ضرور ہوتا ہے لیکن اس رسالہ کے ابتدائی دور کا طنز و مزاح لطیف طنز و مزاح کی حدود سے دور ہی رہا۔ اردو شاعری میں طنز و ظرافت کے بہترین نمونہ ''اکبرالہٰ آبادی'' کی شاعری میں ملتے ہیں۔ ان کے بعد کئی شعراء نے اس صنف میں طبع آزمائی کی۔ طنز و مزاح کی تعریف بیان کرتے ہوئے شاغلؔ ادیب اپنے مضمون ''اناپ شناپ'' میں فرماتے ہیں۔

ڈاکٹر وزیر آغاؔ اپنی تصنیف ''اردو ادب میں طنز و مزاح'' میں لکھتے ہیں کہ طنز کا استعمال تہذیب پسندی کی علامت ہے۔ دراصل طنز کی تہذیبی کاروائی صرف ناسور پر نشتر جلانے کی حد تک ہے۔ اس کے بعد زخم کا مندمل ہو جانا اور فرد یا سوسائٹی کا اپنی مرضی سے نجات حاصل کر لینا اس کا بہت بڑا تعمیری کارنامہ ہے، لیکن موصوف آگے بھی لکھتے ہیں کہ طنز کے لیے مزاح سے وابستگی بھی ضروری ہے۔ ڈاکٹر موصوف طنز کو شکر چڑھی ہوئی کونین کہتے ہیں: (۳۰)

ڈاکٹر وزیر آغا کے حوالہ سے یہ تعریف ہمارے ذہن میں طنز و مزاح کی صاف ستھری تصویر نظر آتی ہے۔

ڈاکٹر محبوب راہیؔ نے اس صنف میں طبع آزمائی کی اور بعنوان ''اناپ شناپ'' آپ کے طنزیہ و مزاحیہ منظومات کا پہلا مجموعہ ۲۰۰۵ء میں منظرِ عام پر آیا۔ قارئین نے اسے پسند کیا اور اس کا دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۴ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں تقریباً ۱۰۵ نظمیں شامل ہیں۔ اپنے اس مجموعہ کے سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں:

> ''اس مجموعہ کا نام ''اناپ شناپ'' رکھنے کی وجہ تسمیہ بتانے سے میں قاصر ہوں۔ اناپ شناپ یا ''اول فول'' سنانے یا سننے کی سعادت کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ نہ گالیاں کسی کو دینے کی نیکی مجھ سے سرزد ہوئی اور نہ رہی کس لب شریں کی گالیوں سے لطف اندوز ہونے شرف مجھے حاصل ہوا۔

اب ایسا بھی نہیں کہ کسی شخص، واقعہ یا نظم جہاں کی کس بات کبھی غصہ بھی نہ آیا ہو۔ حالات اس قدر ٹیڑھے میڑھے بے ہنگم اور بے ڈھنگ ہیں کہ احساس وادراک سے لکسر عاری کسی شخص کو غم وغصہ میں مبتلا کر دینے کے لیے کافی ہیں پھر حقیر فقیر تو بدبختی سے ایک احساس ذہن ودل رکھنے والا ایک ٹوٹا پھوٹا شاعر بھی ہے۔ بات بات پر غصہ تو اس قدر شدّت کے ساتھ آتا ہے کہ زمین وآسمان کو نہ وبالا کر دوں اپنی بے بسی کا احساس ہوتا ہے تو کسی اور کے نہیں تو خود اپنے بال نوچ لینے کو جی کرتا ہے۔ تہذیب دامن تھام لیتی ہے۔ لہٰذا ادب تمام تر بھرا سے نکال لینے کا ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے اور سخن کے پردے میں ہر تلخ وترش، کڑوی کسیلی حقیقت کا اظہار کر کے اپنے اندر کے لاوے کی طنزیہ مزاحیہ شاعری کے وسیلے سے نکاسی ہوجاتی ہے۔ اور اس طرح طبیعت قدرے پُرسکون کچھ کچھ بحال ہوجاتی ہے۔

سوچتا ہوں طنز ومزاح کا یہ سہل الحصول نسخہ ہاتھ نہ آیا ہوتا تو سب یا مجھ جیسا ہر صاحب احساس وادراک موجودہ حالات میں یقیناً پاگل ہوجاتا۔ (۳۱)

محبوب راہیؔ کے اس مجموعہ میں شامل تمام تر نظمیں حیدرآباد سے نکلنے والے رسالہ شگوفہ میں شائع ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر رسائل اور جرائد میں بھی آپ کی طنزیہ مزاحیہ تخلیقات شائع ہوتی رہی ہے۔ اپنے ابتدائی دور میں آپ اپنی طنزیہ مزاحیہ شاعری ''مفلس قارونی'' کے نام سے لکھتے تھے لیکن پھر مظفر حنفی سے ہدایت پاکر اپنے اصل نام محبوب راہیؔ کا استعمال کرنے لگے۔ اس مجموعہ کی اشاعت میں منوّر رپیر بھائی نے محبوب راہیؔ کو اس طرف مرکوز کیا جس کے متعلق راہیؔ فرماتے ہیں:

''سپاس گزار ہوں محترم منوّر رپیر بھائی چیر میں حاجی غلام محمد اعظم ایجوکیشن کیمپس ٹرسٹ ہونے کا جن کی خصوصی توجہ اور القاب خاص اس مجموعہ کی اشاعت کا سبب ہوا ورنہ میں اسے زینت طاق نسیاں بنا چکا تھا۔'' (۳۲)

''اناپ شناپ کا ٹریلر'' عنوان سے ''رضا نقوی واہیؔ'' نے ایک بہترین تبصرہ تحریر کیا۔ جس میں آپ محبوب راہیؔ کی طنزیہ مزاحیہ شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''اس مختصر بیان کی روشنی میں اگر ہم مفلس قارونی (محبوب راہیؔ) کے مجموعۂ کلام ''اناپ شناپ'' کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہوجائے گی کہ مفلس کا فن سنجیدہ طنز ومزاح کے اعلیٰ مدارج ہے۔ اشعار میں کاٹ ہے تجربات کا شاکرانہ اظہار ہے اور ہر تلخ وتند تجزیہ موزوں ومناسب اسلوب کے شوگر کوٹیڈ کیپسول میں پیش کیا گیا ہے۔'' (۳۳)

محبوب راہیؔ نے اپنے اس مجموعہ میں سیاست پر خوب وار کئے ہیں اکبرالہٰ آبادی کی طرح آپ بھی طنز ومزاح کی آڑ میں سیاست اور سیاست دانوں کے برے کاموں پر مزاحیہ انداز میں تنقید کرتے ہیں ''گدھے کھیر کھانے لگے ہیں''، ''ڈاکو لٹیرے مزے میں ہیں''، ''انہیں کو ووٹ دینا ہے''، ''پانچ سال کے بعد''، ''دعا ایک لیڈر کی''، ''آج کا نیتا''، ''ایکٹر سے منسٹر تک''، ''آسماں کیا کیا زمیں پر گر گئے''، ''ووٹوں کی فصل''، ''الیکشن یا تماشہ''، ''حساب بابری مسجد کا چکا دینے کا موقع ہے''، ''الیکشن کا زمانہ ہے''، ''ہائے الیکشن''، ''جائزہ ہوتی ہے ہر بات سیاست میں''، ''بخار الیکشن کا''، ''گھوٹالہ سے حوالہ تک''، ''خدا کے فضل سے''، ''سب کے سب''، ''آپ کی دعا سے''، ''لیڈر جیسا لگتا ہے''، ''سیاست کے کرشمے''، ''نام کمانے کے آزمودہ نسخے''، ''گڑ گڑ بڑ گھوٹالوں کی فصلیں''، ''سیاست میں''، ''ضرورت ہے ایک نیتا کی''، ''بھارت زندہ باد''۔ یہ تمام نظمیں اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے سیاست داں ہمیں بے وقوف بنا کر خود کی جھولیاں بھر رہے ہیں۔ مذہب کے نام پر ہمیں لڑوا کر خود کا فائدہ کرتے ہیں۔ لوگوں میں آپسی اور بھائی چارہ ختم ہو گیا ہے اور لوگ بظاہر ایک دوسرے کو دوست مانتے ہیں لیکن ان کے اندرون میں نفرت پلتی رہتی ہے۔ سیاست سے متعلق چند نظموں کے بند ملاحظہ ہو ؎

ہر ایک سچ جھوٹ کو ہر جھوٹ سچ کو کر دکھانے کے
جنھیں گر سارے آئے ہیں انہیں کو ووٹ دینا ہے

یہ کہہ کے پھر سے کہ دن اچھے آنے والے ہیں
پھر اور آس بندھائے ہو پانچ سال کے بعد

الیکشن کے تماشے کا ہوا اعلان پھر
اٹھنے والا ہے وطن میں ایک نیا طوفان پھر
اپنا اپنا بل بتائے گا ہر اک بلوان پھر
بھنبس انساں کا بدل لیگا ہر ایک شیطان پر
لیکے اپنے اپنے وعدے وعدوں کی پٹاری آئیں گے
پھر سے سڑکوں پر سیاست کے مداری آئیں گے

تمہارے ووٹ لے کر یہ تمہیں کو بھول جاتے ہیں
غریبوں کو نہ بتلاؤ الیکشن کا زمانہ ہے

جس سے جیتنے ووٹ ملیں گے
اس کو اتنے ووٹ ملیں گے
پتلونیں اور کوٹ ملیں گے
اور ڈنکے کی چوٹ ملیں گے
ڈھک جائیں گے ننگوں کے تن
ہائے الیکشن ، ہائے الیکشن

سبھی اصولوں والے آدرشوں والے
جوشیلے اور جذباتی نعروں والے
مردانہ تیور والی مونچھوں والے
سچّائی کے بڑے بڑے دعوؤں والے
بِک جاتے ہیں راتوں رات سیاست میں
جائز ہوتی ہے ہر بات سیاست میں

دن بدن باوقار لوگوں میں
گِر رہاہے وقار الیکشن کا

بھاشن دو لوگوں آپس میں لڑاؤ، نام کماؤ
بھولی بھالی جنتا کے نیتا بن جاؤ، ناکماؤ

لڑا دیتے ہیں مندر اور مسجد کو کبھی باہم باہم
کبھی الجھاتے ہیں وہ داڑھی اور چوٹی سیاست میں

''محبوب راہیؔ نے ایک طنزیہ مزاحیہ نظم'' آج کا نیتا'' کے عنوان سے لکھی۔ یہ نظم دورِ حاضر کے سیاست داں حضرات جھوٹے واعدے کرتے ہیں اور ان کا یقین حاصِل کر کے کامیابی حاصِل کر لیتے ہیں، لیکن جیت جانے کے بعد وہ اپنے کئے تمام وعدے بھول جاتے ہیں، اور جن لوگوں نے ان پر یقین کر کے ووٹ دیا ان کی حق تلفی کرتے ہیں۔ عوام کے لئے جو سہولیات سرکار کے ذریعہ فراہم کی جاتی ہے۔ انہیں یہ موقعہ پرست رہنما عوام تک نہ پہنچا کر اپنے ہی گھروں میں قید کر لیتے ہیں۔ اور صرف اپنے چند عزیزوں میں ہی اس کی تقسیم کرتے ہیں یہ رہنما رشوت لیتے ہیں۔ اسٹیج

پر کھڑے ہو کر جھوٹے وعدے کرتے ہیں۔ سرکار کے مہیا کیے ہوئے مالی فنڈ میں گبن کر کے پیسہ اپنے پاس ہی رکھ لیتے ہیں۔ ان کی ایسی تمام برائیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے محبوب راہیؔ نے یہ نظم تحریر کی۔ اس نظم پر آپ کو ''زندہ دلانِ حیدرآباد کا کل ہند اوّل انعام'' بھی تفویض کیا گیا ہے۔ نظم کے بند ملاحظہ ہو ؎

لوگ رشوت کہتے ہیں اس کے لیے نذرانہ ہے
اس مجاہد ہر اک اقدام بے باکانہ ہے
قصر شاہی سے بھی برتر اس کا دولت خانہ ہے
قوم کے سِیوک کا جو انداز ہے شاہانہ ہے
قومِ آقا ہے جو اور قوم ہے جس کی غلام
رہنما اردو میں ہے ہندی میں نیتا جس کا نام

☆☆☆

یوں زبانوں کے وہ جھگڑے یا مذاہب کے فساد
مزرع فصل سیاست کے لیے ہے خوب کھاد
انتشار وبرہمی کا کیوں کرے وہ اسداد
اس میں تو ہے اس کی دوکانِ سیاست کا مفاد
خود ہی کرتا ہے فسادوں کا جو ہر دم اہتمام
رہنما اردو میں ہے ہندی میں ہے نیتا جس کا نام

دورِ حاضر میں شعراء کی ایک ایسی کھیپ وجود میں آتی ہے جو صرف تک بندی اور قافیہ ملانے کو ہی غزل سمجھ لیتے ہیں۔ غزل کی اصلی روح تک وہ کبھی پہنچ ہی نہیں پاتے کے باوجود بھی وہ خود کو غالبؔ و مرزاؔ سے بہتر سمجھتے ہیں۔

ایسے شعراء پر محبوب راہیؔ نے طنز و مزاح کے ذریعہ نشانہ سادہ ہے۔

اشعار بک رہے ہیں ؎

تک بند شاعروں کے اشعار بِک رہے ہیں
گاتے ہیں بھیرویں اور ملہار بِک رہے ہیں

شعر سنانے پہ تلا ہے ؎

خود کو وہ سمجھتا ہے کبھی میر سے برتر
غالبؔ سے کبھی پنجہ لڑانے پہ تلا ہے
تو شاعر کا ہے کا بدّھو جیسا لگتا ہے ؎
چیخنا اور نہ تجھ کو چلانا آتا ہے
اور نہ کچھ سرتال میں تجھ کو گانا آتا ہے

فصل اشعار کی ؎

ہو غزل جیسی بھی سُرتال میں گالی جائے
داد ہر شعر پہ جی کھول کے پالی جائے

محبوب راہیؔ کی زندگی کا ایک طویل عرصہ درس وتدریس میں گزرا ہے۔ آپ نے بحیثیت مدرس ہزاروں بچّیں پڑھائے ہیں۔ اتنی مدت تک مدرّسی کرنے کے سبب آپ نے تعلیم کے اہم مسائل پر بھی غور وفکر کیا ہے اوران مسائل کو سدھارنے کے لیے کئی حل بھی بتائے ہیں۔ آپ نے ایک اچھے مدرس کی حیثیت سے ایمانداری کے ساتھ کام کیا ہے، لیکن جب وہ آج کے زمانہ کے اساتذہ کو دیکھتے ہیں تو کفِ افسوس مل کر رہ جاتے ہیں کہ آج کا ٹیچر یا استاد اپنی خوشامد، چاپلوسی کو اچھا سمجھتا ہے اور بچوں کو اچھی تعلیم دینے کی جگہ ان کے بیچ وقت گزار کر اپنا فرض پورا ہونا سمجھ لیتا ہے۔ انہیں تعلیم کا اصل مقصد نہیں سمجھتا اور صرف سیاستی چکروں میں الجھا رہتا۔ ایسے استاد کو محبوب راہیؔ لعنت بھیجتے ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہو ۔

ضرورت ہے ایک ٹیچر کی ؎

لگاتے حاضری ہر شام جو سر پنچ کے گھر پر
کرے دنڈوت جو ادھیکش کو ہر صبح جاجا کر

نہ رکھے واسطہ کوئی پڑھائی اور لکھائی سے
اسے ہو کام صبح وشام بس اپنی کمائی سے

جو کچھ نہ بن سکا اسے ٹیچر بنا دیا ؎

پہنیں گے پیسہ دھوئیں گے پیسہ نہائیں گے
اوڑھیں گے پیسہ اور وہ پیسہ بچھائیں گے
ناچیں گے دُھن پہ پیسے کی ، پیسہ نچائیں گے
لوٹینگے دونوں ہاتھوں سے پیسہ لوٹائیں گے
بحرہوس کا ان کو شناور بنا دیا
بیٹوں کا اپنے ہم نے مقدر بنادیا

طنزیہ ومزاحیہ شاعری کی اصل خوبی یہ ہے کہ اسے پڑھ کر ہمارے اندر گدگداہٹ محسوس ہو اور چہرے پر ہنسی بکھر جاتی ہے۔طنز کی کاٹ ہمیں سوچنے پر مجبور کرتی ہے وہیں مزاح کی چاشنی ہمارے ہونٹوں پر ہنسی بکھیر دیتی ہے۔محبوب راہیؔ نے اس صنف میں کمال دکھایا اور ایسی بہت سی نظمیں تحریر کی جو ذہنوں کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔اور ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دیتی ہے۔ایسی دو نظمیں جن میں دولہا اور دُلہن کو ان کے دوست احباب مبارکباد دے رہے ہیں۔انداز ملاحظہ ہو :

شوہر مبارک (پہلا رُخ)

نصیحت پر خسر کے کان تو ہرگز نہ دھرنا
نہ دبنا ساس سے اپنی نہ تو نندوں سے ڈرنا
کبھی پرواہ اپنے جیٹھ،دیور کی نہ کرنا
اداؤں سے تو اپنی دل میں ساجن کے اترنا
تیرے دل کے لیے اے دل رُبا دلبر مبارک
مبارک میری ہمجولی تجھے شوہر مبارک

شادی مبارک (دوسرا رُخ)

اکڑ تیری نہ اب ہر گز چلے گی
نہ کوئی بات بیگم کی ٹلے گی
نہ گھر میں دال اب تیری گلے گی
تری ہر شام رو رو کر ڈھلے گی

تجھے ہر صبح فریادی مبارک
میرے ہمدم تجھے شادی مبارک

نظموں کے یہ دونوں ایک طرف جہاں ہونٹوں پر ہنسی بکھیر دیتے ہیں وہیں دوسری طرف ہمیں سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

جہیز کی لعنت ہمارے ملک میں اک ناسور کی طرح پھیلتی جا رہی ہے جس کے سبب ایک باپ کو اپنی بیٹی کی شادی کرنا تلوار کی دھار پہ چلنے کے مترادف ہو گیا ہے۔ اس لعنت کی وجہ سے آج بہت سی بیٹیاں اپنے گھروں میں ہی بیٹھی ہیں اور اگر کسی بیٹی کی شادی ہو بھی جاتی ہے تو اس کا باپ شادی کے بعد قرض میں ڈوب جاتا ہے۔ کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوا ہے کہ جہیز دینے کے باوجود بھی سسرال والے اپنی بہوؤں کو اور جہیز لانے کی بات کہہ کر انہیں پریشان کرتے ہیں اور جب بہوویں ان کی مانگ کو پورا نہیں کر پاتی ہے تو یا تو ان کو طلاق دے دی جاتی ہے یا انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ اس لعنت پر محبوب راہیؔ بے حد غصّہ ہے اور اپنے غصّے کا اظہار اس طنزیہ نظم میں یوں کرتے ہیں :

ضرورت ہے ایک بہو کی ؎

کئی ہوں کوٹھیاں بنگلے کئی دس بیس کاریں ہوں
کہ اس کے پاس دولت کی بہاریں ہی بہاریں ہوں
ضروری ہے کہ وہ ماں باپ کی اولاد اکیلی ہوں
جو ہیرے موتیوں میں سونے اور چاندی میں کھیلی ہوں
میں کیوں مانگوں جہیز آخر کروں کیوں کچھ طلب اس سے
جو اس کا ہے میرا بیٹا ہڑپ کر لے گا سب اس سے

ہمارے ملک میں رِشوت جیسی لعنت بھی اپنے جڑیں جما چکی ہیں۔ جس کی وجہ سے غلط کام کو کرنے کی بھی آسانی سے اجازت مل جاتی ہے۔ جس کے سبب رشوت لینے والے کا تو فائدہ ہوتا ہے لیکن ملک کا بڑا نقصان ہو رہا ہے۔ اس برائی کو موضوع بناتے ہوئے آپنے اپنی نظم ''رشوت کی کرشمہ سازیاں'' تحریر کیں۔

اس نظم کے ذریعہ آپ نے اس برائی پر بُری طرح چوٹ کی ہے۔ انداز ملاحظہ ہو

رشوت کی کرشمہ سازیہ ؎

رشوت دو تو نوکری پاؤ، رشوت دو تو کام ملے
رشوت دو تو راحت پاؤ، رشوت سے آرام ملے
رشوت دو اور عزت پاؤ، شہرت پاؤ نام ملے
رشوت دو اعزاز ملے انعام ملے اکرام ملے
دنیا اک صحرا ہے ، رشوت پھولوں کی اک کیاری ہے
رشوت کا ہے لین دین تو آساں ہر دشواری ہے

ایک زمانہ میں لوگ سچ بولنے کو ترجیح دیتے تھے اور جھوٹ بولنے سے دور رہا کرتے تھے لیکن آج حالات بالکل مختلف ہے۔لوگ جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتے ہیں اور اپنے غلط کاموں کو کرنے کے لیے بھی جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔اس پر طنز کرتے ہوئے محبوب راہیؔ اپنے نظم ''سچ بولنا پاپ ہے'' تحریر کرتے ہیں۔ بند ملاحظہ ہو ؎

سچ بولنا پاپ ہے ؎

سوچ کی ٹیڑھی اور ترچھی پرواز پر
وقت کے تلخ اور ترش انداز پر
شانتی اور آہنسہ کی آواز پر
آدمیت کے ہر بے سرے ساز پر
جھومنا پاپ ہے ڈولنا پاپ ہے
جھوٹ نیکی ہے سچ بولنا پاپ ہے

اس مجموعے میں محبوب راہیؔ نے تقریباً سبھی موضوعات پر قلم فرسائی کی ہے۔آپ نے طنز ومزاح تحریر کرتے وقت ایسی زبان کا استعمال کیا جو ادبی دائرے میں آتی ہے۔آپ کے اس مجموعہ پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے شاغلؔ ادیب فرماتے ہیں:

> ڈاکٹر محبوب راہی کی ''اناپ شناپ'' کے مطالعہ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ اس میں طنز ومزاح کے اچھے اور سچے نمونے شامل ہیں۔''اناپ شناپ'' کی مشمولات میں مزاح کی لطافت بھی ہے اور طنز کی نشتریت بھی۔ ڈاکٹر محبوب راہیؔ نے

اپنے گردوپیش کا اپنے ماحول کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔ان کے طنز ومزاحیہ کلام میں زندگی کی ناہمواریاں بھی ہیں۔ساس بدکاریاں بھی ہیں شعر کی انانیت بھی ہے۔نام ونہاد فنکاروں کی مذمت بھی ہے،لیڈروں کے فریب بھی ہیں،الیکشن کے تماشے بھی ہیں میرؔ وغالبؔ کی ہمسری کا دعویٰ بھی ہے، گلے باز شاعروں کا المیہ بھی ہے، ٹی۔وی کے مضر اثرات بھی ہیں،شادی کے مفادات ونقصانات بھی ہے۔ سچ بولنے کی سزا بھی ہے، لوفروں کی کتھا بھی ہے، بابری مسجد کی شہادت کا اثر انگیز تذکرہ بھی ہے قومی یکجہتی واتحاد کا نعرہ بھی ہے، رشوت کی کرشمہ سازیاں بھی ہیں، ہونے والی بہو کی اچھائیاں اور برائیاں بھی ہے،اس میں آدمی نامہ بھی ہے اس میں اردو سے رویہ دشمنانہ بھی ہے۔''اناپ شناپ'' میں انسانی زندگی اوراس کے ماحول کا بھرپور جائزہ شامل ہے۔'' (۳۴)

محبوب راہیؔ کی ایک خاص خوبی یہ رہی ہے کہ وہ ایسے مضامین کو بھی بڑی آسانی سے لکھ لیتے ہیں جن پر اکثر شعرواد یب کی گرفت کم رہتی ہے۔آپ کی شاعری قومی یکجہتی کا پیغام دینے والی شاعری ہے۔

آپ نے دنیا کو بہت قریب سے دیکھا اور سمجھا ہے اور محسوس کیا ہے ۸ اس لیے آپ کی نظموں میں فکرواحساس کی وسعت پائی جاتی ہے۔کیونکہ آپ خود ایک مدرس رہ چکے ہیں اس لیے آپ نے اپنی نظموں کے ذریعہ بچوں کے کردار کو سجانے سنوارنے اور ان کی معلومات میں اضافہ کرنے کی سلیقہ سے کوشش کی ہے۔

آپ کی رباعیوں میں مثبت سے زیادہ منفی نظریات شامل ہونے کے ساتھ ساتھ روایت کی پاسداری نظر آتی ہ ے اور اسی کے برعکس آپ کے قطعات میں استعاراتی اندازِ بیان مستحکم ہے جو ایک دائرہ میں بندھ کر نہیں رہتے ہیں انہیں آج سے بیس سال بعد بھی پڑھا جائیگا تو وہ وقت اور حالات کے مطابق ہونگے۔

دوہا جیسی مشکل صنف میں بھی آپ نے جب قلم اٹھایا تو بہترین اور اچھے دوہے لکھے جس میں آپ اس میدان میں بھی کامیابی حاصل کی۔

حوالہ جات باب چہارم

نمبر	نام کتاب/رسالہ	مرتب/مصنف	صفحہ نمبر	سن اشاعت
۱۔	غزل کے بعد	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۳	۲۰۱۱ء
۲۔	غزل کے بعد	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۵	۲۰۱۱ء
۳۔	رنگا رنگ	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۳	۱۹۸۶ء
۴۔	رنگان رنگ پھلواری	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۶	۲۰۱۲ء
۵۔	ڈاکٹر محبوب راہیؔ ایک کتاب کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۱۷۸	۲۰۱۴ء
۶۔	سہ ماہی اسباق، پونہ	نذیرؔ فتح پوری	۶۸	۲۰۰۶ء
۷۔	رنگا رنگ پھلواری	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۷	۲۰۱۲ء
۸۔	رنگا رنگ پھلواری	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۸	۲۰۱۲ء
۹۔	رنگا رنگ پھلواری	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۸	۲۰۱۲ء
۱۰۔	سہ ماہی اسباق، پونہ	نذیرؔ فتح پوری	۶۸	۲۰۰۴ء
۱۱۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ راہی کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۲۶	۲۰۱۴ء
۱۲۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۲۴	۲۰۱۴ء
۱۳۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۸۵	۲۰۱۴ء
۱۴۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۱۳	۲۰۱۴ء
۱۵۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۱۶ ۲۱۷	۲۰۱۴ء

۱۶۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۲۰	۲۰۱۴ء
۱۷۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۲۲	۲۰۱۴ء
۱۸۔	اردو شاعری کا فنی ارتقاء	ڈاکٹر فرمانؔ فتح پوری	۲۱۶	۲۰۰۴ء
۱۹۔	تاریخِ ادب اردو	نورالحسن نقویؔ	۲۳۰	۲۰۰۹ء
۲۰۔	نذیرؔ فتح پوری نئے گیتوں کا ساحرؔ	ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانویؔ	۱۵	۲۰۰۸ء
۲۱۔	نذیرؔ فتح پوری نئے گیتوں کا ساحرؔ	ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانویؔ	۱۵۹	۲۰۰۸ء
۲۲۔	نذیرؔ فتح پوری نئے گیتوں کا ساحرؔ	ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانویؔ	۱۰۵	۲۰۰۸ء
۲۳۔	نوائے اردو	فریدہ بانو	۲۳۰	۲۰۰۷ء
۲۴۔	تاریخِ ادب اردو	نورالحسن نقویؔ	۴۷	۲۰۰۹ء
۲۵۔	تاریخ ادب اردو	نورالحسن نقویؔ	۴۹	۲۰۰۹ء
۲۶۔	تاریخِ ادب اردو	نورالحسن نقویؔ	۵۳	۲۰۰۹ء
۲۷۔	آرائش جمال	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۳	۲۰۱۲ء
۲۸۔	آرائش جمال	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۴	۲۰۱۲ء
۲۹۔	آرائش جمال	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۳	۲۰۱۲ء
۳۰۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۹۹	۲۰۱۴ء
۳۱۔	اناپ شناپ	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۵۔۶	۲۰۱۴ء
۳۲۔	اناپ شناپ	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۶	۲۰۱۴ء
۳۳۔	اناپ شناپ	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۸	۲۰۱۴ء
۳۴۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۱۹۹	۲۰۱۴ء

باب پنجم

محبوب راہیؔ بحیثیت نثر نگاری

باب پنجم

محبوب راہیؔ بحیثیت نثر نگاری

محبوب راہیؔ نے شاعری کے ساتھ ساتھ نثر نگاری میں بھی طبع آزمائی کی اور اس میدان میں بھی آپ پیچھے نہیں رہے۔ آپ کے مضامین ملکی اور غیر ملکی رسائل اور جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔تنقیدی وتحقیقی نوعیت کے مضامین یکجا کر کے کتابی صورت میں منظر عام پر آتے ہیں اور قارئین سے داد حاصل کرتے ہیں۔آپ نے سوانح نگاری کے میدان میں بھی اپنی خودنوشت سوانح کے ساتھ قدم رکھا اور اس سوانح کی ورق گردانی سے آپ کے حالات زندگی جاننے میں مدد ملتی ہے۔آپ نے سفر نامہ بھی تحریر کیا ''سفر ہے شرط'' کے عنوان سے شائع ہوا۔اس سفر نامے میں آپ کے مختلف اسفار کا ذکر ہے۔اس باب میں ہم آپ کی نثر نگاری کا مطالعہ مضمون نگاری سفر نامہ نگار، اور سوانح نگار کے طور پر کریں گے۔

محبوب راہیؔ بحیثیت تنقید وتحقیق نگار

محبوب راہیؔ کی نثر نگاری کی شروعات مضمون نگاری سے ہی ہوتی ہے۔جس کا ذکر ہم بابِ اوّل میں کر چکے ہیں۔آپ نے سینکڑوں تنقیدی وتحقیقی مضامین تحریر کیے جو کئی رسالوں میں شائع ہوئے۔آپ نے ان مضامین کو یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کیا۔ان مضامین کے مجموعے بعنوان تجزیات وتعبیرات، زاویۂ نقد ونظر، اردو کا سفر دیر سے حرم تک، تاویلات وتمثیلات، ترجیحات وتوجیحات، تذکرۂ ہم نفساں، توضیحات و ترسیلات، باتیں مشاعروں کی، تشکیلات وتفہیمات، گوپی چند نارنگ ایک ہمہ جہت شخصیت شائع ہوکر منظر عام پر آچکے ہیں۔نج کا جائزہ یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے (تحقیقی مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی۔)

محبوب راہیؔ نے ۱۹۸۰ء میں ایم۔اے۔کی سند حاصل کی۔لیکن اس سند کو حاصل کرنے کے بعد بھی آپ میں علم حاصل کرنے کی پیاس باقی رہی۔اور جب آپ نے اپنے ایک ڈی۔ایڈ۔ٹریننگ کے ساتھی خواجہ علی انجم کو ڈگری کالج میں لیکچرر کے عہدے پر قابض دیکھا تو آپ کے دل میں ایک طوفان برپا ہوا کہ جب ایک

اوست درجے کا طالبِ علم کالج میں لیکچرر ہوسکتا ہے تو میں کیوں نہیں؟ اور آپ نے پی۔ایچ۔ڈی۔کی ڈگری حاصل کرنے کی ٹھان لی۔اسی درمیان ایک مشاعرے میں شرکت کی غرض سے آپ کھنڈوہ تشریف لے گئے ۔جہاں آپ کی ملاقات مظفر حنفی صاحب سے ہوئی۔اسملاقات میں مظفر حنفی کی شخصیت نے آپ کے بے حد متاثر کیا۔جس کے سبب آپ نے اپنے دل میں مظفر حنفی پر تحقیقی مقالہ تحریر کرنے کا ارادہ کیا اور اپنی خواہش مظفر حنفی صاحب کے روبرو بیان کردی۔

پہلے پہل تو مظفر حنفیؔ انکار کرتے رہے لیکن قاضی حسن رضاؔ نے مظفّر حنفیؔ کو اس بات کا اعتماد دلایا کہ راہیؔ ان کی شخصیت کے ساتھ پورا انصاف کریں گے۔تب مظفر حنفی نے اجازت دے دی۔

پی۔ایچ۔ڈی۔کی غرض سے آپ نے ناگپور یونیورسٹی سے مرحوم پروفیسر منشاء الرحمٰن کے زیر نگرانی رجسٹریشن لیا۔دورانِ پی۔ایچ۔ڈی۔جناب منشاء الرحمٰن اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔آپ کے انتقال کے بعد محبوب راہیؔ نے مظفر حنفی کے استاد پروفیسر عبدالقوی دسنوی کے زیر نگرانی یہ مقالہ مکمل کیا۔۱۹۸۵ء میں آخر کار آپ کا یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوا اور آپ کو پی۔ایچ۔ڈی۔کی سند حاصل ہوئی۔

آپ کا یہ تحقیقی مقالہ آٹھ باب پر مشتمل ہے۔پہلا باب ''ادبی پس منظر،سوانح اور شخصیت'' ہے۔یہ باب تین حصوں پر مشتمل ہے۔''الف'' حصّہ ادبی پس منظر ہے جسے چار حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔(۱) کھنڈوہ کا ادبی پس منظر،(۲) ھنسوہ فتح پور (یو پی) کا ادبی پس منظر،(۳) بھوپال کا ادبی پس منظر اور (۴) کچھ باتیں سہور کے بارے میں۔جیسا کہ عنوان سے ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ اس حصّے میں مظفّر حنفیؔ کی ادبی شخصیت جس ماحول و پس منظر میں پروان چڑھی اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔جہاں مظفر حنفی کی رہائش رہی،جس ماحول میں ان کی ادبی شخصیت پروان چڑھی،جن اساتزہ،دوست احباب سے انہوں نے اثر قبول کیا ان کا جائزہ اس باب میں لیا گیا ہے۔

اس باب کا دوسرا حصّہ (ب) ''سوانح حیات'' پر مشتمل ہے۔حصّہ ب میں مظفر حنفی کی سوانح کو (۱) پیدائش اور بچپن،(۲) زندگی کی شدید تلخیوں کے ایّام،(۳) دوبارہ کھنڈوہ میں ،(۴) شادی،(۵) علمی،ادبی،سماجی خدمات،اور (۶) اعزاز او انعامات میں تقسیم کر کے پیش کیا گیا ہے۔مظفر حنفی کی پیدائش یکم اپریل ۱۹۳۶ء کو کھنڈوہ (مدھیہ پردیش) میں ہوئی۔آپ کا پورا نام محمد عبدالمظفّر ہے۔اور آپ کا آبائی وطن ھنسوہ فتح پور (اتّر پردیش) ہے۔آپ کی شاعری کی ابتدا چودہ سال کی عمر میں ہوئی۔اس باب میں آپ کی ذاتی زندگی پر روشنی

ڈالی گئی ہے اور آپ کی ادبی اور سماجی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ کے انعامات و اعزازات کے بارے میں بھی

تفصیلی معلومات فراہم کی گئی ہے۔باب (ج) میں مظفر حنفی کی شخصیت کا بڑی باریک بینی سے مطالعہ کیا گیا ہے اور آپ کی شخصیت پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

تحقیق مقالے کا ''بابِ دوم'' مظفر حنفی کی ''نثری تخلیقات'' کا احاطہ کرتا ہے۔اس باب مین مظفّر حنفی کی نثری تصانیف کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔اس باب کو بھی تین حصّوں میں بانٹا گیا ہے۔جس میں حصّہ ''الف'' مظفر حنفی کے ڈراموں اور افسانوں پر مشتمل ہے۔حصّہ ''ب'' مظفر حنفی کی بچّوں کے لیے تحریر کردہ کہانیوں کا احاطہ کرتا ہے۔حصّہ ''ج''میں مظفر حنفی کی فنتاسیوں کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

تحقیقی مقالے کا تیسرا باب ''مظفر حنفی کی شعری تخلیقات'' پر منحصر ہے۔یہ باب بھی دو حصّوں میں بانٹا گیا ہے۔حصّہ ''الف''میں حنفی صاحب کی طنزیہ غزلیں اور حصّہ ''ب''میں جدید غزلیں پیش کرتے ہوئے ان کی خوبیوں اور خامیوں پر تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے۔

بابِ چہارم مظفر حنفی کی شعری تخلیقات (نظمیں اور متفرّقات) پر مشتمل ہے۔اس باب کو پانچ حصّوں (الف) جدید نظمیں،(ب) پابند نظمیں،(ج) طویل نظم عکس ریز،(د) بچّوں کی نظمیں،(ہ) متفرّقات میں بانٹا گیا ہے۔مظفر حنفی کی شعری کائنات میں شامل جدید نظمیں، پابند نظمیں، بچّوں ے لیے نظمیں اور مختلف اصناف جن میں آپ کی تخلیقات موجود ہے کا جائزہ لیا گیا ہے۔ان متفرقات میں آپ کی تحریر کردہ (۱) رباعیات (۲) شخصی مرثیہ (۳) حمد،نعت،سلام (۴) سہرے مبارک بادیاں اور گیت وغیرہ شامل ہیں۔

مقالے کا پانچواں باب ''ترتیب و تدوین'' سے تعلق رکھتا ہے۔اس باب کو چار حصوں (۱) نئے چراغ (۲) سلسلہ ٔشاذیات (شاد عارفی) (۳) جدیدیت: تجزیہ و تفہیم، اور (۴) مظفر کے نام ،میں تقسیم کیا گیا ہے۔جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہوتا ہے اسباب میں حنفی صاحب کی ترتیب وانتخاب سے تعلق رکھنے والی تصانیف پر تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے۔

تحقیقی مقالے کا ''بابِ ششم''،تحقیق وتنقید پر مشتمل ہے۔اس باب کو پانچ حصوں میں بانٹا گیا ہے۔حصّہ (الف) میں مظفر حنفی کے تحقیقی مقالے ''شاد عارفی شخصٰت اوورفن'' کا جائز لیا گیا ہے۔حصّہ (ب) میں نقد ریزے کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔حصّہ (ج) میں جہات وجستجو پر تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے۔حصّہ (د) میں وضاحتی کتابیات اور حصّہ (ہ) میں تبصرے اور پیش لفظ پر ناقدانہ نظر ڈالی گئی ہے۔

مقالے کے ''ساتویں باب'' میں مظفر حنفی کی ترجمہ نگاری کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔یہ باب دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔جس کے تحت حصّہ (الف) میں مظفر حنفی کے انگریزی ادب سے ترجمہ کردہ جاسوسی

ناولوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔اور حصّہ (ب) میں ''غیر ملکی اور ہندوستانی زبانوں کا غیر جاسوسی ادب'' سے متعلق مظفّر حنفی کی تخلیقات کا جائزہ بڑی باریک بینی کے ساتھ لیا گیا ہے۔

مقالہ کا آٹھواں باب ماحصل پر مشتمل ہے۔جس کے تحت باقی تمام ابواب کا نچوڑ اس باب میں پیش کیا گیا ہے۔اور مظفر حنفی صاحب کا اردو ادب میں مقام ومرتبہ کا تعین کیا گیا ہے۔

محبوب راہیؔ مظفر حنفی کی شخصیت کی عکاسی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''والد صاحب کی سخت گیری اور بالخصوص معاشی تنگدستی جو بار بار ان کے تعلیمی سلسلے میں حارج ہوتی رہی۔جس کے نتیجہ میں وہ باقعدہ اعلیٰ تعلیم کے حصول سے عرصہ تک محروم رہے۔اور انہیں پڑھائی لکھائی کو خیر آباد کہہ کر معاشی الجھنیں سلجھانے کے لیے چھوٹی موٹی ٹیوشنیں اور یہور کے علاوہ لاڈ کوئی اور پیپلیا خاص جیسے دور افتادہ دیہاتوں میں ملازمت کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں۔طبعاً خدّار ہونے کی وجہ سے اپنے چچازاد بھائی سیٹھ مذہر الدین کے وسیع کاروبار میں شرکت انہیں گوارا نہیں ہوئی۔ایک طرف تو یہ تمام ترین دشوار مسائل اور نہ گفتاح بہ حالات تھے۔اور دوسری طرف عام سطح سے بلند ہوکر منفرد حیثیت کے ساتھ باعزّت زندگی بسر کرنے کی خواہش تھی۔ان تمام عوامل نے مل کر کچھ ایسی پیچیدہ صورت حال کو جنم دیا جن کے اثرات مظفر حنفی کی شخصیت پر عجیب وغریب انداز میں مرتسم ہوئے۔خوّداری،انا،جرأت وبے باقی تو ان کے مزاج کے بنیادی عناصر تھے ہی ،متذکرہ حالات نے ان پر دو آتشہ کا کام کیا،جس کے نتیجہ میں غیر مصلیحت پسندانہ صاف گوئی اور تلخی آمیز حقیقت بیانی ان کی فطرت ثانیہ بن گئی،جس کا بیباکانہ اظہار وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں قول وفعل کے علاوہ ادب مین اپنے فن پاروں کے وسیلے سے بھی کرتے رہتے ہیں۔'' (۱)

محبوب راہیؔ مظفر حنفی کی طنزیہ غزلوں کے متعلق فرماتے ہیں۔

''ان کی طنزیہ غزلوں میں شاد عارفی کا رنگ بہت نمایاں ہے۔جس کی نشان دہی بہت سے ناقدین ومبصرین نے کی ہے۔بعض نے اسے شاد عارفی کے رنگ کی توسیع کہا تو بعض نے اس رنگ سے ایک نیا رنگ برآمد کرنے سے تعبیر کیا

ہے۔'' (۲)

محبوب راہیؔ مظفر حنفی کی افسانہ نگاری پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''مظفر حنفی کے افسانوں میں ترسیل و ابلاغ کے ساتھ تہہ دار معنویت ،جدید تکنیک ،منفرد اسلوب ،متنوع موضوعات،دلکش اور سنجیدہ پلاٹ،نظر آتے ہیں۔اوران میں دلچسپ اوراچھوتے کرداروں،فطری مکالموں،عصری مسائل کے ترجمانی اور منٹو کی طرح بے باک، کھلے ڈلے اور مخصوص طنزیہ انداز بیان نے ایک نرالی شان پیدا کر دی ہے۔ان تمام اوصاف کا بیشتر افسانہ نگاروں اور نقادوں نے اعتراف کیا ہے۔جن کے پیش نظر مظفر حنفی موجودہ صدی کی چھٹی دہائی کے نمایاں افسانہ نگاروں میں شمار کیے جاسکتے ہیں، بالخصوص افسانوں میں منٹو کے بعد مظفر حنفی کو شرف اولیت حاصل ہے۔حالانکہ بعد میں مختصر مختصر کہانیاں بہت لکھی گئیں۔جدید افسانے کی کہانی پن اور ترسیل و ابلاغ کی طرف حالیہ مراجعت کو دیکھتے ہوئے یہ قیاس کرنا غلط نہ ہوگا کہ آئندہ چند برسوں میں مظفر حنفی کے یہ افسانہ ایک بار پھر لائق اعتنا سمجھے جائیں گے۔'' (۳)

مظفر حنفی اردو ادب میں بہ حیثیت محقق ونقاد اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔اس پر محبوب راہی فرماتے ہیں۔

''تحقیق کے ساتھ تنقید کے میدان میں بھی مظفر حنفی نے نمایاں کارنامے انجام دیے ہیں۔مختلف موضوعات اور ادبی شخصیات پر تنقیدی اور تحقیقی مضامین کے دو قابلِ قدر مجموعے نقد ریزے اور جہات و جستجو کے علاوہ مختلف رسائل میں بکھرے ہوئے اور ادبی سیمیناروں اور ریڈیو کے لیے لکھے جانے والے مضامین مظفر حنفی کی ناقدانہ بصیرت کے غماز ہیں۔ان مضامین میں عام تنقیدی روش اور مروجہ پیمانوں سے ہٹ کر ایک اور آزادانہ انداز فکر کو بروئے کار لایا گیا ہے۔اور ناقدین کے غلط، بیجا اور جاندارانہ فیصلوں کو غیر مصلحت پسندانہ، بے لاگ اور بے باک صاف گوئی کے ساتھ ردّ کرتے ہوئے ٹھوس اور نہ قابلِ تردید دلائل کے ساتھ مظفر حنفی نے اپنے تنقیدی نظریات پیش کیے ہیں۔شخصیات اور نظریات پر لکھے گئے مضامین میں ایک متوازن اور حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے ان مستحق اور غیر وابستہ فنکاروں

کو ان کے حقوق دلوانے کی شعوری کوشش کارفرما دکھائی دیتی ہے۔ جو تنقید کی گروہ بندیوں کی بنا پر اپنے حقوق سے مرحوم رہ گئے ہیں۔'' (۴)

نذیر فتح پوری اپنے ایک مضمون ''ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی نثر نگاری: ایک جائزہ'' میں ان کی نثر نگاری کا جائزہ لیتے ہوئے ان کے تنقیدی اور تحقیقی مقالے کے متعلق فرماتے ہیں۔

''راہیؔ صاحب کے قلم کی روشنائی میں جلال کم اور جمال زیادہ ہے سخت گیری اور گرفت بیجا کا عمل ان کے یہاں منقود ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود رفیق القلب ہیں، شقی القلب نہیں۔ وہ جب لکھتے ہیں قلم کو اجالوں میں ڈبو کر لکھتے ہیں۔'' (۵)

ناوک حمزہ پوری نے ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے تحقیقی مقالہ ''مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے'' پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے ایک مضمون ''دیکھ اس طرح سے کہتے ہیں سخن ور سہرا ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے تحقیقی مقالے پر ایک تاثر'' میں فرماتے ہیں۔

''مقالہ تمام جزئیات کو سمیٹ کر بہت تفصیل سے تحریر کیا ہے۔ اور نتیجہ کے طور پر مظفر حنفی صاحب کی ہمہ جہت شخصیت اور گرانقدر ادبی خدمات کے تقریباً تمام گوشوں پر ہر پہلو سے بحث کر کے نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔ زندہ شخصیت پر لکھے گئے ہیں۔ زندہ شخصیتوں پر لکھے گئے مقالات میں وہ ممدوح کو سراپا فرشتہ بنا کر پیش کرنے کی ایک خامی پائی جاتی ہے۔ زیر نظر مقالہ اس خامی سے بھی یک سر پاک و صاف نظر آتا ہے۔ اور یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ محبوب راہیؔ نے نہایت سائنٹفک ڈھنگ سے محتاط و معروضی انداز اپنا کر بہت سلیقے سے نہ صرف یہ کہ حنفی صاحب کی زندگی کو آئینہ کر دیا ہے بلکہ ان کے ادبی مرتبے کے تعین کے سلسلے میں بھی کسی جانب داری کو راہ نہیں دی ہے۔'' (۶)

محبوب راہیؔ کے تحقیقی مقالے پر رفیق جعفر اپنی ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''نثر میں محبوب راہیؔ نے بہت لکھا لیکن کتابی شکل میں نثر کی کتاب شاعری کے کئی مجموعوں کے بعد میں آئی۔ ان کا پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کا مقالہ ایک مثالی مقالہ ہے جو کہ انہوں نے عصرِ حاضر کے ممتاز اور معتبر شاعر مظفرؔ حنفی کی شخصیت اور فن پر تحریر کیا گیا ہے۔ اس

کی طرز نگارش کے حوالے دئے جاتے ہیں اور نئے اسکالرس کی رہبری کے لیے گائڈ حضرات اس طبع شدہ مقالہ کو پڑھنے کا مشورہ بھی دیتے ہیں۔ یہ مقالہ کئی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے ایک تو مظفر حنفی جیسے صاحب طرز شاعر پر یہ تحقیقی کارنامہ ہے دوسرے محبوب راہی کی نثر کا یہ ایک بہترین نمونہ ہے۔ گو کہ اس مقالے پر بھی کچھ ناقدین اور کچھ مخالفین نے کچھ سوالات کھڑے کئے ہیں لیکن وہی حضرات اس مقالے کو تعصب، حسد اور جلن کی عینک اتار کر دیکھیں تو ان کے جوابات مل جائیں گے۔'' (۷)

عتیق احمد عتیق ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی نثر نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''راہی صاحب کی نثری زبان بھی بہت ہی سادہ اور رواں ہوتی ہے۔ وہ اپنے ماضی الضمیر کی ادق لفظیات کے ذریعہ بوجھل نہیں بناتے، چونکہ موصوف دونوں ہی اصناف کے مزاج اور تیور سے بخوبی واقف ہیں۔ اس لیے ان کی علمی و ادبی مضامین اور مختلف الموضوعات کتابوں پر ان کے تبصرے بھی سقیل نہیں ہوتے بلکہ سہل ممتنع کی تعریف میں آتے ہیں۔ دراصل راہیؔ صاحب کا ذہن تو وسیع ہے اور شخصیت بھی وسیع، اس بات پر ان کی تحریر و تخلیق کا دائرہ بھی وسیع ہے۔'' (۸)

عظیم راہیؔ ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی نثر نگاری پر اپنی تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''محبوب راہیؔ کی نثر ان کے باطن کی طرح صاف ستھری اور ہر قسم کے بغض و کینے کی لعنت سے پاک ہے۔ ان کی زبان میں شائستگی، تشنگی، لطافت کی چاشنی اور سادگی کے ساتھ ایسے بے ساختگی ہے کہ پڑھنے والا بے اختیار پڑھتا چلا جاتا ہے اور اس کی دلچسپی قائم رہتی ہے۔ ورنہ عام طور پر تحقیقی اور تنقیدی نثری خشک ہوتی ہے یا پھر شعوری طور پر اسے ادق، گنجلک بنانے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن ان کی نثر اس قسم کی عبارت سے پاک صاف نظر آتی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہی ہو کہ جس ادیب و شاعر پر لکھتے ہیں تو ان کے نزدیک قلمکاروں کے معائب پر کم محاسن پر زیادہ نظر ہوتی ہے۔ وہ بڑی فراخ دلی، وسیع النظری اور صفت مومنانہ سے ان کے فن اور شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں محبوب راہی نے کم و بیش ہر شخصیت کے بیان میں

اپنی اس روشن کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔وہ ہر ایک کے بارے میں مثبت انداز فکر رکھتے ہیں۔''(۹)

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ میدانِ تحقیق وتنقید نگاری میں محبوب راہیؔ نے اپنا خون جگر صرف کیا اور اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے اپنا تحقیقی مقالہ تحریر کیا۔

تجزیات وتعبیرات

تجزیات وتعبیرات محبوب راہیؔ کے تنقیدی تحقیقی اور موضوعاتی مضامین پر مشتمل تصنیف ہے۔یہ تسنیف ۲۰۰۶ء میں فخر الدین علی احمد میموریل اردو کمیٹی یو پی کی مالی اعانت سے شائع ہوئی۔ ۱۹۴ صفحات پر مشتمل اس تصنیف میں تقریباً بیس مضامین شامل ہیں۔انتساب اس تصنیف میں شامل شعراء وادیب کے نام ہی کیا گیا ہے۔محبوب راہی نے اپنے مجامین کو یکجا کر کے کتابی سورت میں شائع کیا۔جس کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

''زیر نظر مسودہ تجزیات وتعبیرات جو انیس گونا گوں موضوعات پر مبنی مضامین پر مشتمل ہے نثری مضامین کا دوسرا مجموعہ ہوگا۔'' (۱۰)

اس مجموعے کے بعد بھی آپ کے کئی مجموعے شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔جن کے متعلق آپ کا خیال ہے۔

''گذشتہ چالیس برسوں میں اردو نظم ونثر کی کم وبیش ہر مروجہ صنف پر شبانہ روز بے تکان تخلیقی سرگرمیوں میں محو رہنے کا نتیجہ مضامین نو بہ نو کے انبار در انبار کی شکل میں ظاہر ہوا۔مخلص اور باشعور احباب کا مشورہ رہا کہ اب مجھے تخلیقی چکر قدرے کم کر کے رطب ویاس کے جو ڈھیر لگا رکھے ہیں انہیں سمیٹ کر ان کی شیرازہ بندی کرنی چاہیے۔'' (۱۱)

محبوب راہیؔ پیشے سے مدرس تھے اور اسی لیے انہوں نے تعلیم کے مسائل اور ان کے حل پر بھی غور کیا۔آپ نے اردو کے حال ومستقبل پر اپنی فکر جتائی ہے اور اس کے شاندار ماضی کو یاد کرتے ہوئے اس کے خوفناک حال پر فکر جتائی ہے۔موجودہ دور میں اردو کی جو صورتِ حال ہے اس پر چوٹ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

''وسیع تر تناظر میں ایک تجزیاتی نظر ڈالیں تو بحیثیت مجموعی اردو کی موجودہ حالت اطمینان بخش ضرور ہے لیکن طمانیت کا اطلاق اس کی اپنی جنم بھومی

ہندوستان پر نہیں کیا جا سکتا کہ یہاں اس کے ہم وطنوں نے اسے تاج محل، لال قلعہ، جامع مسجد، قطب مینار، اور چار مینار وغیرہ کے ساتھ آثار قدیمہ میں شامل کر کے تاریخ کا ایک حصّہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ سارے جہاں میں دھوم مچانے والی اس زندہ جاوید زبان کو بنیادی مراعت بھی حاصل نہیں۔ جو چھوٹی موٹی علاقائی زبانوں کو حاصل ہیں۔'' (۱۲)

موجودہ صورت حال پر فکر مند ہوتے ہوئے آپ نے مستقبل میں اس کے تحفظ کے لیے مشورہ بھی دیا ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ۔

''اردو کو اپنے فرئض منصبی میں سب پر مقدم رکھنا ہوگا۔ اپنے اور اپنے متعلقین کے بچّوں کو پرائیمری سے کالج تک اردو تعلیم دلوانے کی ترغیب دلانی ہوگی تا کہ ہماری آنے والی نسلیں اردو سے نابلد نہ رہیں۔ اردو مدارس کا تعلیمی معیار بہتر بنانے کے لیے متعلقین کے ساتھ ہر ممکن معاونت کرنی ہوگی۔ مقامی، ریاستی، اور مرکزی محکمۂ تعلیمات کو اردو کے تعلق سے مسلسل متحرک اور فعل رکھنا ہوگا اور ان کی کارگزاریوں پر مسلسل نظر رکھنی ہوگی۔ اردو کی سرکاری اور غیر سرکاری تدریس گاہوں کے لیے وہ تمام سہولیات لازماً حاصل کروانی ہوگی جو دستور نے دے رکھی ہیں لیکن اردو والے محج لاعلمی کے باعث ان سے محروم رہتے ہیں۔ جہاں اردو پڑھانے کا بندو بست نہیں ہے وہاں حسبِ ضرورت سرکاری اور خانگی اردو مدارس کا اجراء کرنا ہوگا۔ اس طرح حسبِ گنجائش ہر مسلم آبادی میں پرائیمری تا سیکنڈری، ہر ضلع میں ایک کالج اور ہر صوبے میں ایک یونیورسٹی قاہم کرنی ہوگی جہاں ذریعہ تعلیم اردو ہو علاوہ ازیں جابجا اردو کتب خانے، لائبریریاں اور دار المطابع قائم کرنی ہونگے۔ حسبِ مقدر اردو اخبارات رسائل و کتابیں خریدنی ہوگی۔'' (۱۳)

اس کے ساتھ ہی آپ نے اردو اخبارات و رسائل کو شائع کرنے پر زور دیا اور قائین کو بھی یہ نصیحت کی کہ وہ اردو اخبارات و رسائل کو خرید کر پڑھیں اور ہندوستان میں اردو کی ایک خبر رساں ایجنسی قائم کرنے کی بھی صلاح دی۔ اردو کو شاعری اور افسانے کے محدود دائرے سے نکال کر جدید سائنسی اور تکنیکی موضوعات کو شامل کرنے کی صلاح دی۔ ان تمام مشوروں پر عمل کیا جائے تو ایک بہترین صورتِ حال پیش آسکتی ہے۔

اردو ادب میں ادبِ اطفال سے متعلق مواد ابتداء سے ہی موجود ہے۔ اردو کے تقریباً تمام قدیم شاعروں مثلاً غالبؔ ا، اقبالؔ، نظیرؔ اکبر آبادی، محمد حسین آزادؔ، اسمٰعیلؔ میرٹھی، حفیظؔ جالندھری، ڈاکٹر ذاکر حسین، افسرؔ میرٹھی، احمد ندیمؔ قاسمی، حجابؔ امتیاز علی، حالی وغیرہ نے بچّوں کے لیے نظمیں لکھیں۔ محبوب راہیؔ نے ''اردو میں بچّوں کا ادب اور اس کے مسائل''، مضمون کے تحت اردو میں بچّوں کے لیے لکھے جانے والے ادب پر اپنی تحقیقی نظر ڈالی اور ملک کے تمام شعراء و ادیب کا ذکر کیا جنھوں نے ادبِ اطفال کو اہمیت دی اور اس کے فروغ میں اپنا تعاون دیا۔

''ودربھ کے اردو تعلیمی مسائل اور ان کا حل''، اس مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے علاقۂ ودربھ میں اردو تعلیم کے فروغ میں درپیش آنے والی پریشانیوں کا ذکر کیا اور ان کا حل تلاشنے کی کوشش بھی کی۔ ''ودربھ میں طنز و مزاح کی صورتِ حال'' کے تحت محبوب راہیؔ نے ودربھ میں طنز و مزاح میں طبع آزمائی کرنے والے ادیب کا ذکر کیا ہے۔ اس مضمون میں آپ نے طنز و مزاح نگار شعراء و ادیب کی ایک فہرست تیار کی ہے جس کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

> ''استعجاب انگیز مسرّت کا احساس ہوتا ہے کہ محض یادداشت کے سہارے ودربھ کے جن اٹھائس طنز و مزاح نگاروں کی فہرست میں نے تیار کی ہے ان میں نثر نگاروں کی تعداد شاعروں کے برابر ہے اور کم و بیش سبھی کی تخلیقات ''شگوفہ'' میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ سوال تقدین و تاخیر کا تو میرے لیے شاعروں کو مقدم رکھنے کا ایک معقول جواز نکل آیا بدبختانہ اتفاق سے اس فہرست میں چار نام ایسے ہیں جو اپنے بیش بہا تخلیقی کارنامے نیز اپنی خوشگوار اور ہنگامہ خیز یادیں ہمارے درمیان چھوڑ کر ملکِ عدم جا بسے ہیں۔ اور یہ کہ چاروں شاعر تھے۔'' (۱۴)

آپ کے اس قول سے اس بات کا بھی خلاصہ ہوتا ہے کہ طنز و مزاح نگاروں میں ادیب سے زیادہ شعراء حضرات کے نام شامل تھے۔

محبوب راہیؔ ضلع اکولہ سے بہت محبت کرتے ہیں کیونکہ وہ ان کا وطن عزیز ہے۔ اپنے وطن سے محبت لازمی ہے۔ اس محبت کے تحت آپ نے اکولہ میں اردو ادب کا سرسری جائزہ لیا اور ایک بہترین تحقیقی مضمون ''اکولہ ضلع کا سرسری ادبی جائزہ'' تحریر کیا۔

اردو زبان ہندوستان کی محبوب زبان رہی ہے۔ ہر قوم و مذہب کے لوگوں نے س سے محبت کی اور

اپنایا، اس کے فروغ میں اپنا پورا تعاون پیش کیا۔ اسی سلسلے میں آپ نے ایک مضمون ''اردو صحافت کی ترویج وترقی میں ہندوؤں کا حصّہ'' تحریر کیا۔ اِس مضمون سے ان حضرات کا پتا چلتا ہے جنہوں نے اردو صحافت کے فروغ میں اپنا خونِ جگر صرف کیا۔

''ناگپور میں بچّوں کے ادب کی سمت ورفتار'' مضمون میں راہیؔ نے ضلع ناگپور میں بچّوں کے ادب کے فروغ اور سمت ورفتار کا جائزہ پیش کیا ہے۔ ''مظفر حنفی کی شعری کائنات'' مضمون کے تحت آپ نے مظفر حنفی کے تخلیقی سفر کے آغاز سے لے کر دورِ حاضر تک شائع ہونے والے ان کے شعری مجموعوں کا ذکر کیا ہے۔ ''اردو شعر و ادب کا ایک معتبر نام ظہیر غازی پوری'' مضمون میں محبوب راہیؔ نے ظہیر غازی پوری کی شعری اور ادبی خوبیوں پر ناقدانہ نظر ڈالی ہے۔ اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

''ظہیر غازی پوری الفاظ کی کلیدی اہمیت، ہمہ گیر افادیت، تسخیری قوت، تہ در تہ معنویت، ہمہ جہت و سعت اور لامحدود آفاقیت سے خوب واقف ہیں۔ ان کی کائنات شاعری میں بے بسیط، رنگا رنگ، پہلو دار نیز جہت در جہت الفاظ کی ایک جیتی جاگتی، ہنستی کھیلتی اور مہکتی چہکتی لازوال دنیا آباد ہے۔ آگہی کے بسیط جنگل میں ان کے تخیل آوارہ کے حسین لفظوں کے پرندے فضاؤں میں تیرتے دکھائی دیتے ہیں۔ آبشاروں کے نغمات پتھروں میں سنائی دیتے ہیں۔ تو ان کے احساس کے آنگن میں نئی دھوپ اترتی ہے اور وہ روح کی حدت، احساس کی شدت، جذبوں کی تمازت اور لفظوں کی حرارت سے تخیل کی تازہ فضا بندی کر کے فکر وفن کی جنّت آباد کرتے ہیں۔ انہیں ادراک ہے کہ الفاظ روایت کے زنداں میں رہ کر کر بھی رنگ ونکہت گُل کی طرح روز ازل سے اپنے خدوخال، ہیئت اور پہچان بدلتے رہتے ہیں۔'' (۱۵)

عاصی کاشمیری جو برطانیہ کے شہر نوٹنگم میں مقیم ہیں۔ آپ کی شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے محبوب راہیؔ اپنا مضمون ''ہجرتوں کی نئی تاریخ لکھنے والا شاعر عاصیؔ کاشمیری'' تحریر کرتے ہیں۔ اس مضمون کے تحت آپ نے عاصی کاشمیری کی دو ہجرتوں (کشمیر سے پاکستان اور پھر پاکستان سے برطانیہ) کا ذکر کیا اور عاصیؔ کاشمیری کے ہجرت سے پیدا ہوئے درد وکرب کو شاعری کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

قاضی حسن رضاؔ (مدیر اعلیٰ شعورِ ادب) کی علمی وادبی خدمات کا جائزہ لیتے ہوئے محبوب راہیؔ نے اپنا مضمون ''قاضی حسن رضا اپنی ذات میں ایک انجمن'' تحریر کیا اور آپ کے تخلیقی سفر پر ایک تحقیقانہ اور ناقدانہ نظر

ڈالی۔ یہ مضمون طوالت کے لحاظ سے ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے جو قاضی حسن رضاؔ کی شخصیت اور ادبی خدمات کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔

ڈاکٹر نذیرؔ فتح پوری محبوب راہیؔ کے عزیز دوست ہے۔آپ دونوں کے مابین ادب ومحبت کا یہ رشتہ تقریباً ۱۹۷۸ء سے اب تک جاری ہے۔اس طویل مدّت میں آپ دونوں حضرات ایک دوسرے سے ادبی فیض حاصل کرتے رہے اور ایک دوسرے کی ادبی کاوش پر اظہار خیال بھی کرتے ہے ہیں۔نذیرؔ فتح پوری کی ادبی خدمات پر گفتگو کرتے ہوئے آپ نے اپنا مضمون ''نذیرؔ ایک بے نظیر، ہمہ گیر، کثیر الجہات فنکار'' تحریر کیا۔نذیرؔ کی ادبی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے محبوب راہی فرماتے ہیں۔

> ''نذیرؔ فتح پوری جس کا نام آج اردو دنیا میں درجۂ وقار واعتبار حاصل کر چکا ہے۔جو اردو شعر وادب کے اُفق پر دور دور تک اپنے ہمہ جہت کمالات کی روشنی بکھیر رہا ہے۔جس کی فکرِ نو سے آراستہ غزلوں نظموں (آزاد یا پابند) کے ساتھ ساتھ قطعات ،رباعیات، دوہوں ،ماہیوں، تکونیوں، ثلاثیوں، کہہ مکرنیوں، موشح نظموں، تریوینوں (اور نہ جانے کیا کیا) وغیرہ تجزیاتی شعری تخالیق سے برصغیر ہندو پاک اور اردو کی کئی بستیوں سے نکلنے والے مختلف معیار ومزاج کے حامل بے شمار رسائل وجرائد کے صفحات مسلسل جگمگا رہے ہیں۔مختلف موضوعات اور شخصیات پر جن کے تنقیدی مضامین میدانِ نقد بصیرت میں ان کی دور بینی ،ژرف نگاہی، معتدل مزاجی، ثابت قدمی اور کثرتِ مطالعہ کے شاہد ہیں۔جن کے تحقیقی کارناموں سے محققانہ عرق ریزی، غیر جانبدارانہ دیانتداری، محنت طلبی اور مشقّت پسندی کا ثبوت ملتا ہے۔کھا سیکی، عصری، جدید، جدید تر اور تجزیاتی تخالیق شعر وادب کے ترجمان رسالے ''اسباق'' کو گذشتہ پچیس برسوں سے اپنا خونِ جگر پلا کر جو زندہ تابندہ رکھے ہوئے ہیں اور جن کے وسیلے سے تمام ادبی دنیا سے رابطہ استوار کرنے والے اردو کے چند نامور مدیرانِ رسائل میں جن کا شمار ہوتا ہے۔''(۱۶)

''قاضی مشتاق احمد اپنے افسانوں میں''مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے قاضی مشتاق احمد کے افسانوں کو حقیقت سے قریب تر بتایا ہے۔''ڈاکٹر محسن جلگانوی کی بساطِ تخلیق'' کے تحت محسنؔ کے شعری مجموعے ''الفاف'' پر اپنی ناقدانہ رائے بیان کی ہے اس کے ساتھ ہی ان کا دوسرا شعری مجموعہ ''تھوڑا سا آسمان زمین پر''

کا بھی جائزہ پیش کیا ہے۔''مشہور ہے برار میں اکبر برار کا'' اس مضمون میں محبوب راہیؔ نے ایلچ پور میں پیدا ہونے والے اکبر برار کی شخصیت اور نعتیہ شاعری پر تبصرہ تحریر کیا ہے۔''ایک نظر مردان علی خاں نشاط کے ہمہ جہت کارناموں پر'' مردان علی خاں نشاط ماہر قانون تھے۔اور علاقۂ برار میں اپنی ایک منفرد پہچان رکھتے تھے۔آپ کی ادبی زندگی کے متعلق محبوب راہیؔ فرماتے ہیں :

> ''مردان علی خاں نشاط کے شعری مجموعے ''سرود رفتہ'' کی روشنی میں ان کی شاعری کا سرسری تجزیہ مقصود ہے۔لیکن اس معلوم حقیقت سے مطریں بچا کر تجزیہ کا حق کما حقہ ادا کرنا بھی بعید از انصاف ہے کہ ہر فنکار کا فن اور اس کی حیات و شخصیت ایک دوسرے کا آئینہ ہوتے ہیں۔اس کے فن میں اس کی شخصیت کا عکس اور اس کی شخصیت پر اس کے فن کی پرچھائیوں کی جھلک صاف دیکھی جا سکتی ہے۔''(۱۷)

اس طویل مضمون میں محبوب راہیؔ نے آپ کی شاعری پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے بہترین تبصرہ تحریر کیا ہے۔

''غنی اعجازؔ دشتِ آرزو'' اس مضمون میں آپ نے غنی اعجازؔ کی شاعری پر مختلف شعراء حضرات کی رائے کو یکجا کرتے ہوئے اپنی رائے بھی شامل کی ہے۔''کوثرؔ جعفری کی شاعری میں صالح اقدار کی ترجمانی'' اس مضمون میں کوثرؔ جعفری کی شعری خدمات پر اپنے خیالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''کوثرؔ جعفری کے موجب برکت و سعادت اور وسیلۂ نجات اس کارنامے کا نام ''جلوۂ رحمت'' ہے۔مرقعہ نور سرور ایک ایسا شعری مجموعہ جس میں ریاست کرناٹک کم و بیش تمام نمائندہ مرحومین اور بقید حیات شعراء کی نعتیں ،حمدیں اور مناجاتیں ان کے مختصر سوانحی کوائف کے ساتھ شامل ہیں۔''(۱۸)

اس کے علاوہ کوثر جعفری کا نعتیہ مجموعہ موج سخن اور اوج سخن بھی منظر عام پر آئے جن میں شامل نعت اور مناجات کا جائزہ بھی اس مضمون میں لیا گیا ہے۔''ایک نظر نشتر اور اس کی شاعری پر'' انوار احمد نشتر کا اوّلین شعری مجموعہ 'زنجیر بجالی جائے' پر محبوب راہیؔ اپنی ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں :

> ''نشترؔ کی شاعری کی جڑیں ہمارے لازوال اور صحت مند روایت کی زر خیز مٹّی میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ان کی تخلیقی صحت منسی کا راز ان کا اپنے ماضی اور اس کی لافانی ولاثانی روایات سے مکمل طور پر وابستگی ہے۔غزل جس کے حسن کا

راز اس کی اشاریت، ایمائیت، علامت نگاری اور اختسار پسندی میں ہے۔ نشترؔ کی غزل ان تمام لوازمات سے متصف ہے۔''(۱۹)

محبوب راہیؔ کے یہ سبھی مضامین ہماری معلومات میں اضافہ کرتے ہیں اور ہمیں دعوتِ فکر دیتے ہیں۔ علاقہ برار، اکولہ، ناگپور اور ودربھ میں ادبی سرگرمیں کو فروغ دینے والے حضرات کے بارے میں بہترین معلومات بھی فراہم کرتے ہیں۔ آپ کے اس مجموعے تجزیات وتعبیرات پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے جناب عظیم راہیؔ فرماتے ہیں۔

''زیر نظر مجموعہ مضامین میں انہوں نے اردو زبان کے شعرو ادب اور تعلیم وتدریس میں روزمرّہ پیش آنے والے مسائل کو اس طرح اپنا موجوع بنایا ہے کہ وہ ان سلگتے ہوئے مسائل کی محض نشان دہی نہیں کرتے بلکہ ان کا حل بھی پیش کرتے ہیں جو پڑھنے والے کو دعوتِ فکر وعمل دیتے ہیں۔ ان میں ''اردو کی ماضی حال اور مستقبل پر ایک نظر، اردو تعلیمی مسائل اور ان کے حل، اردو میں بچّوں کا ادب اور اس کے مسائل'' وغیرہ بے حد اہم ہیں۔ ان کے علاوہ ہم عصر اردو شعروادب کی کچھ مقتدر ومعروف شخصیات کے فکر وفن پر روشنی ڈالی ہے۔ جن میں مظفر حنفی، ظہیر غازی پوری، عاصی کاشمیری، نذیرؔ فتح پوری، محسن جلگانوی، اور قاضی مشتاق احمد جیسے مقبول شاعر وادیب شامل ہیں۔ ان کے ساتھ سات انہوں نے اپنے علاقے کے چند نسبتاً کم معروف شاعروں کی حیات اور کارناموں کو بھی اپنی تحریروں میں اجالوں سے ملایا ہے، جو عام طور پر زمانے کی بے توجہی کا شکار رہے ہیں اور جن لوگوں کی خدمات کو ہمیشہ نظر انداز کیا گیا ہے۔''(۲۰)

عظیم راہی کے اس قول کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تصنیف اپنے آپ میں اہمیت کی حامل ہے اور اس میں شامل کیے گئے موضوعات اور رحضرات قابلِ احترام ہیں۔

زاویۂ نقد ونظر

اس تصنیف کے خالق محبوب راہیؔ ہیں۔ ۲۰۱۰ء میں اسباق پبلی کیشنز سے شائع ہونے والی اس تصنیف کا انتساب منوّر پیر بھائی اور ان کی شریکِ حیات محترمہ ممتاز پیر بھائی کی نذر کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مختلف

موضوعات پر مبنی تقریباً ۲۹ مضامین جدید وقدیم شعراء حضرات پر تحریر کیے گیے ہیں۔ان شعراء حضرات میں مشہور ومعروف سے لے کر گمنام حضرات تک شامل ہیں۔اس تصنیف کے جواز میں آنے کا کیا مقصد رہا؟اس سوال کے جواب میں محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''مظفر حنفی حیات اور کارنامے،تجزیات وتعبیرات اور تعبیرات ا ور ترجیہات وتوجیہات کے بعد نثر میں میری چوتھی کتاب ہے۔جو مختلف ادبی موضوعات پر مبنی کتابوں پر پیش لفظ ،مفصل تبصروں ،فرمائشی مضامین اور چند منتخبہ مضامین پر مشتمل ہے۔اپنے لا اُبالی پن اور قلم گھسیٹتے رہنے کی ہمہ وقتی مصروفیات میں شاید اب بھی اپنی تخلیقی زندگی کے منتشر اوراق کو سمیٹ کر کتاب میں محفوظ کر دینے کی نوبت نہ آتی اگر میرے اکلوتے ہم وطن قلمکار دوست قاضی رؤف انجم کا مخلصانہ مشورہ شامل نہ ہوتا۔''(۲۱)

اس تصنیف کی شروعات 'غالبؔ عصر حاضر کا شاعر' سے ہوتی ہے۔جس میں غالبؔ کی ذاتی زندگی کے منفرد پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے شعری موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے اور ان کے تخلیق کردہ موضوعات کو نئی نسل کے شعراء کس طرح اپنی شاعری میں پیش کرتے ہیں اس کا موازنہ بھی پیش کیا گیا ہے۔تصورِعشق علامہ اقبالؔ کے یہاں ایک الگ ہی معنویت کے تحت پیش ہوتا ہے جس کے متعلق محبوب راہیؔ فرماتے ہیں :

''اقبالؔ کا تصورِعشق جو ایک آفاقی یا تکوینی جذبے سے وابسطہ ہے جس پر اقبال نے اپنے موضوعاتی اشعار کی بنیادیں اسطوار کی ہیں وہ عشق ہرگز ہرگز نہیں ہے جس کے وسیلے سے ہماری بیشتر غزلیہ شاعری اور فلمی گیتوں میں بدن کی جمالیات سے متعلق فحاشی اور عریانیت کی تشہیر وترسیل کرتے ہوئے سفلی جذبات کی ترجمانی اور نفسیاتی خواہشات یعنی شہوانیت کی تسکین کے اسباب فراہم کیے جاتے ہیں۔اور جسے ارباب ہوس نے عشقِ مجازی سے موسوم کرتے ہوئے عشق جیسے عافاقی ،مقدّس اور پاکیزہ جذبے کو خواہ مخواہ حقیقی اور مجازی کے خانوں میں تقسیم کر رکھا ہے اور اس طرح اپنی فکر کی عریانی اور تخیل کی بے لباسی کو ایک خوش ترنگ طلسمی اور خیالی قبا سے چھپانی کی سعی ناتمام ہے۔''(۲۲)

علامہ اقبال کے اسی لافانی عشق کے تصور کی تشریح محبوب راہیؔ نے اپنے مضمون 'اقبال تصور عشق کی آفاقیت' میں بیان کیا ہے۔

''مولانا عبوالکلام آزاد ایک نابغۂ روزگار عالم دین'' مولانا عبوالکلام آزاد جنہوں نے ہندوستان کی ادب ،سیاست اور معاشرت مثلاً زندگی کے ہر شعبے میں اپنی صلاہیتوں کے گہرے نقوش ثبت کیے ہیں۔ جہاں سیاست کے میدان میں آپ ایک بہترین سیاست داں ثابت ہوئے ہیں اور الہلال اور البلاغ کے ذریعہ اپنی علمی وسیاسی خوبیوں کا لوہا منوا چکے ہیں۔ وہیں ادبی میدان میں غبارِ خاطر اور تذکرہ جیسی ادبی تصانیف تحریر کر کے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا چکے ہیں۔ آپ کی انہیں خوبیوں کا اعتراف محبوب راہیؔ نے اس مضمون میں کیا ہے۔

سر سید مصلح قوم کے ساتھ ساتھ ایک بہترین ادیب بھی تھے۔ ان کی خدمات کو ہم فراموش نہیں کر سکتے۔ نثر اور شاعری دونوں پر آپ کا احسان رہتی دنیا تک کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔ آپ کی خدمات کا اعتراف کرنے کے لیے محبوب راہی نے اپنا مضمون 'سر سید احمد خاں کی ادبی خدمات' تحریر کیا۔ سر سید احمد خاں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں :

> ''سر سید احمد خاں کا شمار مصلحین قوم وملّت میں سرفہرست ہوتا ہے۔ جن کی اصلاحات کا دائرہ زندگی کی کم وبیش تمام امکانی جہتوں کا آحاطہ کیے ہوئے ہے۔ جن میں شعر و ادب اور زبان و بیان کی اصلاح بھی اپنی اہمیت و افادیت کے اعتبار سے سرِ فہرست کہی جا سکتی ہے۔ جو قوموں کی تہذیبی اور ثقافتی شناخت کا سب سے بڑا وسیلہ بالفاظ دگر جہاں نما ہے۔'' (۲۳)

اپنی بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

> ''اردو ادب پر سر سید کے بے شمار احسانات ہیں۔ انہوں نے جہاں حالی اور آزادؔ وغیرہ کی شاعری کو غزل کی تنگنا تیوں سے نکال کر نیچرل شاعری کی آزادینہ اور وسیع تر فضائیں مہیّا کرنے کی تحریک کی حوصلہ افزائی کی وہیں اردو نثر کو استعاراتی ،علامتی اور تشبیہاتی گورکھ دھندوں فیشن پرستانہ تصنّع آمیزی، غیر ضروری آرائش اور بناؤ سنگھار کے جھمیلوں سے نکال کر سادگی کے ملبوس میں پیش کرنے کے محض زبانی مشورے نہ دیتے ہوئے خود ایسا اندازِ تحریر اختیار کیا کہ سادگی جس کا حسن قرار پایا اور سلاست جس کا زیور۔'' (۲۴)

ہندوستان جو ہر نوعیت سے خوبصورت ملک ہے۔ جہاں تپتے ہوئے سہرا ہیں تو برفیلی پہاڑیاں بھی ہیں، سمندر، پہاڑ، ریگ زار سبھی مل کر ہندوستان کی خوبصورتی کو دوبالہ کرتے ہیں۔ پندوستان کی اسی خوبصورتی کو شعراء حضرات نے اپنی شاعری میں مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔محبوب راہیؔ نے اسی خوبصورتی کی طرف توجہّ مرکوز کی اور اپنا مضمون 'ہندوستانی جمالیات اور اردو' تحریر کیا۔جس میں اردو کے مشہور ومعروف شعراء کی شاعری میں فطرت سے متعلق اشعار ڈھونڈ نکالے ہیں۔جس کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

''اردو شعر وادب کی ہر صنف میں ہندوستانی جمالیات کے تذکروں،مثالوں، اورتشبیہات و استعارات سے اپنے آپ کو جمال آفرین کیا ہے۔لہٰذا اردو افسانوں اور ناولوں میں بالخصوص پریم چند ،اعظم کریوی،سدرشن،عظیم بیگ چغتائی وغیرہ نے جابجا ہندوستان کے حسین قدرتی ناظر ،فطری مظاہر، پہاڑ،دریا،کھیت کھلیان، باغ و بن سے لے کر مختلف علاقوں کے اخلاقی، مذہبی،ثقافتی حالات کے ساتھ جمالیات رن کی بھی جابجا بڑی دلکش اور تاثر انگیز منظر کشی کی ہے۔''(۲۵)

'تاریخ ہند کے دوروشن باب عہدِ مغلیہ اور اردو' اس مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے مغل عہد کے شاندار ماضی کو دہراتے ہوئے اُس دور میں اردو کے آغاز وارتقاء اور اس کی ترویج میں مغل بادشاہوں کے تعاون کو بیان کیا ہے۔'جوشؔ کی باغیانہ انانیت پسندی کے چند پہلو' مضمون میں راہیؔ جوشؔ ملیح آبادی کی باغیانہ شاعری کے متعلق فرماتے ہیں۔

''جوش ملیح آبادی کی ذات ہمیشہ جارحانہ اعتراضات کا ہدف رہی ہے۔ہنگامہ آرائیاں ان کی زندگی سے قدم قدم پر دست وگریباں رہی ہیں۔ان کی شاعرانہ عظمتوں اور فنکارانہ بلندیوں کا اعتراف تو خیران کے کٹر سے مخالفین نے بھی کیا ہے۔''(۲۶)

ناطق گلاوٹھی کی شعری خوبیوں کو بیان کرتے ہوئے محبوب راہی اپنے مضمون 'اگلی محبتوں کی یاد میں ناطق گلاوٹھی کے چند لمحے' میں فرماتے ہیں:

''محارت زبان، پاکیزگی بیان،محاورہ بندی،منفرد تشبیہاتی واستعاراتی نظام،مضامین کی ندرت سے طرز اظہار کی انفرادیت کیا نہیں ہے ان کے اشعار میں

۔اہلِ درد کے سکوت کو نالۂ پیہم سے تعبیر کرنا،معشوق کے جاتے ہی صبر وہمت کا رخصت ہو جانا ،رفتہ رفتہ ساری دنیا کا آئی گئی ہو جانا،عشرتِ گم گشتہ کا ہر بار کھونا پانا،رہ غربت زادِسفر کا پائے ناتواں تک ہونا،نبض کے رکنے کوسکون خاطر قرار دینا۔''(۲۷)

'ظفر گورکھپوری زمین کے قریب کا شاعر' ،ظفر گورکھپوری محبوب راہیؔ کے ہم عسر شاعر ہیں اور آپ کی مقبولیت ملک وبیرونِ ملک پھیلی ہوئی ہے۔آپ کی شعری خصوصیات کا اعتراف کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں :

''ظفر گورکھپوری کا شمار ان شعراء میں نہیں ہوتا کہ ان کی شاعری گمراہ تخیّل کی بے سمت اڑانوں اور بھٹکے ہوئے خیالات کی بھول بھولیّوں کی شاعری نہیں۔زندگی کے سربستہ رازوں سے پردے اٹھانے والی زندگی کے حقائق منکشف کرنے والی زندگی کی سچائیوں کی ترجمان سچّی اور حقیقی شاعری ہے۔''(۲۸)

غلام مرتضیٰ راہیؔ اپنے شعری مجموعہ ''لامکاں'' اور ''لاشعور'' کے ساتھ اپنی ایک منفرد پہچان اردو ادب میں بنا چکے یں۔آپ کی شعری خوبیوں کو اجاگر کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے اپنا مضمون 'غلام مرتضیٰ راہیؔ کے لاشعور میں شعور ذات کی سرگوشیاں' تحریر کیا۔

قمر سنبھلی اردو ادب کے ایک روشن ستارے ہیں جنہوں نے اپنی روشن تخلیقات سے اُفقِ ادب کو روشن کر دیا ہے۔آپ کے شعری مجموعوں میں آواز کا لمس، بساط حرف، پھول آنگن کے، جزیرے خواب کے اور روشن روشن حرف وغیرہ شامل ہیں۔محبوب راہیؔ قمر سنبھلی کی شعری خصوصیات پر نظر کرتے ہوئے ان کے شعری مجموعے 'روشن روشن حرف' کی ورق گردانی کرتے ہیں اور ''قمر سنبھلی کے جگمگاتے تخلیقی سفر کی روشن روداد'' تحریر کرتے ہیں :

''ملک زادہ منظور احمد'' ایک بہترین شاعر،ادیب، ناول نگار،تنقید نگار،محقق ،مبصر،سوانح نگار، ریر اور مدبّر ،اور ایک بہترین اناؤنسر کی حیثیت سے اردو ادب میں اپنا ایک منفرد مقام بنا چکے ہیں۔آپ کی زندگی کا ایک بڑا حصّہ مشاعروں میں شعراء کو ان کی شاعرانہ خوبیوں کے ساتھ دلچسپ اور دلکش انداز میں متعارف کراتے ہوئے گزرا ہے۔آپ نے مشاعروں میں شامل ہونے والے شعراء کو قریب سے جانا اور ان کی شعری خوبیوں سے بھی واقف تھے۔آپ کی خودنوشت ''رقص شرر'' جو ۶۰۰ صفحات پر مشتمل ہے،جس میں آپ کی زندگی کے تلخ وترش حالات ،دلچسپ واقعات اور تیکھے تجربات کا بیان ہے۔آپ کی اس تصنیف میں سے تقریباً چھتیّس شعراء کے

سوانحی خاکوں کو یکجا کر کے ایک کتاب 'شہرِ سخن' ۱۹۶۱ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ اس کتاب پر مختلف اہلِ قلم حضرات کی رائے کو یکجا کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے اپنا مضمون ''شہر یار شہرِ سخن، ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد'' تحریر کیا جو ملک زادہ منظور احمد کی ادبی خدمات کا اعترافیہ ہے۔

''شاہد پٹھان کی شاعری''، ''ایک باکمال ادیب۔ وکیل نجیب'' اور ''عطا عابدی ایک حق جواز شاعر'' ان مضامین کے تحت محبوب راہیؔ نے شاہدؔ پٹھان، وکیل نجیب اور عطا عابدی کی شاعری میں تمام شعری خصوصیات کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری میں منفرد پہلوؤں کی تلاش کی ہے اور ان خوبیوں سے ہمیں روبرو کروایا ہے۔

''رفیق شاکر کی تخلیقی جہتیں''، سوز دل: حرمتِ فکر و فن کی پاسداری کا مرقعہ'' اور ایں سعادت بزور بازو نیست'' ان مضامین کا مطالعہ کرنے پر رفیق شاکر، محمد خورشید اکرم سوز اور خلیل فرحت کی شاعری سے روبرو ہونے کا موقع ملتا ہے۔ ''ضیاء زخمی کھام گانوی کے شعری سفر کا چوتھا پڑاؤ'' مضمون میں ضیاءؔ کے چوتھے شعری مجموعے 'تنہائی کی بھیگی رات' پر تبصرہ تحریر کیا گیا ہے۔ ''احمد امام کی شاعری میں احتجاجی لہجے کی بازیافت'' مضمون میں امام احمد کی شاعری میں جو احتجاجی رویہ اختیار کیا گیا ہے اس کے متعلق محبوب راہیؔ فرماتے ہیں:

''احمد امام کی شاعری میں جو احتجاج ہے وہ معاشی ناہمواریوں پر ان کی جھلاّہٹ ہے سیاسی بدعنوانیوں پر، ان کا غصّہ ہے سماجی عدم مساوات پر، اسباب و عوامل کی غیر مساویانہ تقسیم پر، ان کے باغیانہ جذبات ہیں اقتدار کی بندر بانٹ پر بھائی بھتیجاواد پر، مستحقین کے حقوق کے غاضبانہ استحصال پر، احباب کی منافقت پر، اپنوں کی غیریت پر اور حالات کی نامساعدت پر، لہٰذا ان سب پر وہ اپنی خفگی کا جوشیلے اور جذباتی اشعار کے وسیلے سے بیباکانہ اور غیر مصلحت پسندانہ انداز میں برملا اور دوٹوک اظہار کرتے ہیں۔'' (۲۹)

''بانو سرتاج بچوں کی ہم مزاج'' ممضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے بانو سرتاج صاحبہ جو کہ ادبی حلقوں میں ایک افسانہ نگار کی حیثیت سے عزّت و وقار پا چکی ہیں، ان کے افسانوں، طنز و مزاحیہ نظموں، اور بچوں کے مزاج سے متعلق ان کی سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے۔

یوپی کے ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہونے والے مرحوم جلیل سازؔ کی شخصیت اور شاعری کے کئی پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے اپنا مضمون ''مرحوم جلیل سازؔ: ایک ہمہ جہت شخصیت کی یاد میں'' تحریر کیا۔ ''اختر آصف برہانپوری کی یاد میں'' مضمون میں محبوب راہی آصف برہانپوری کو یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''سچ تو یہ ہے کہ اختر آصف جتنا اچھا شاعر تھا اس سے زیادہ اچھا انسان

بھی تھا۔مشاعروں کی بے پناہ شہرت ومقبولیت کے باوجود رعونت یا غرور اسے چھو کر نہیں گزرا تھا۔اپنی سادہ روی اور کم گوئی کی بناء پر وہ مشاعروں کی سیاسی گروہ بندی کی لعنت سے بہت دور تھا اور اس کی یہی دوری آہستہ آہستہ اسے مشاعروں سے دور کر دینے کا سبب ہوئی۔جب تک وہ مشاعروں کے اُفق پر مہر وماہ کی طرح جگمگاتا رہا اس کے شہر برہانپور کے کسی شاعر کا چراغ نہیں جل سکا۔''(۳۰)

قمر الدین صابری تحصیل جل گاؤں ضلع بلڈانہ میں پیدا ہوئے ۔یہ محبوب راہی کی بھی ولادت گاہ ہے۔محبوب راہی اور آپ کے بیچ خط وکتابت کا سلسلہ بھی تھا۔آپ نے اپنے مضمون ''مدیر شاداب' مرحوم قمر الدین صابری کی یاد میں'' کے تحت رسالہ شاداب کے سلسلے میں گفتگو کی اور قمر سنبھلی صاحب کے دو خطوط بھی شامل کیے ہیں اور رسالے کے حوالے سے قمر الدین صابری کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

''حیدر بیابانی سور بچّوں کا ادب''مضمون میں محبوب راہیؔ نے حیدر بیابانی کی بچّوں کے لیے لکھی گئے ادبی نظموں کا ذکر کیا ہے۔

''ماں''جو دنیا کی اعظیم ترین شخصیت میں شامل ہے ماں کی عظمت کا اعتراف ہر شخص کرتا ہے شعراء حضرات نے ماں کی محبت وعقیدت کا اظہارِ مختلف زاویوں سے کیا ہے''ماں بچّوں کی شاعری میں''اس عنوان کے تحت محبوب راہیؔ نے اسی عظیم شخصیت سے متعلق گفتگو کی ہے۔

اردو کی موجودہ صورتِ حال جو کہ دورِ حاضر کا سب سے مشکل ترین مسئلہ ہے۔اس کے متعلق محبوب راہیؔ بھی فکر مند ہیں۔اس سلسلے میں اس کی بقاء وتحفظ کے لیے آواز بلند کرتے ہیں۔''میں کیوں لکھتا ہوں اپنے وجود کی تکمیل کرتا ہوں؟''اس سوال کے جواب میں محبوب راہی خود جواب پیش کرتے ہیں۔

''کیوں لکھتا ہوں کا ایک جواب شاید یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لکھنا میری مجبوری ہے،میری ضرورت ہے،اگر نہ لکھتا تو کیا کرتا۔سوائے لکھنے کے دوسری اور کوئی صورت جینے کی میرے پاس نہیں۔لکھ کر اپنی شخصیت،اپنے وجود کی گویا تکمیل کرتا ہوں۔شاید اس لیے کہ اپنے اندرون کو باہر لانا،اپنی زات،اپنے ماضی الضمیر کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہے۔لکھنے سے پہلے اپنے آپ کو سرتا پا بوجھل بوجھل ،کھویا کھویا،نامکمل سا محسوس کرتا ہوں۔ذہن ودل پر جذبات واحساسات پر ایک انجان سا بوجھ ہوتا ہے جو اعصاب کو شل کیے رکھتا ہے۔جب تک اپنے اندر کا تمام تر

غبار نکال کر صفحۂ قرطاس پر انڈیل نہیں دیتا اس گونہ کرب و اذیت سے نجات نہیں ملتی۔(۳۱)

''میرا تخلیقی۔۔۔۔۔'' مضمون میں محبوب راہیؔ نے اپنی ادبی زندگی کے حالات بیان کیے ہیں۔حالانکہ یہ ایک مختصر مضمون ہے لیکن محبوب راہیؔ شناسی میں معاون ثابت ہوتا ہے۔اور آپ کے ادبی سفر کی نشان دہی کرتا ہے۔۲۰۱۰ء میں شائع ہونے والی اس تصنیف میں آپ اپنی ادبی فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''میری تا حال ۱۸ کتابیں جن میں آٹھ شعری مجموعے (بشمول دیوناگری کے) بچّوں کے لیے منظومات کے ہیں، مذہبی منظومات کے دو، طنزیہ و مزاحیہ شاعری کا، ایک تحقیقی مقالہ ایک اور تنقیدی مضامین کا مجموعہ ایک، ان سے دگنی تعداد غیر مطبوعہ مسودات کی ہے۔کچھ رسائل نے مجھ پر نمبر اور گوشے نکالے ہیں۔عزیزی مرحوم امین انعامدار نے میری شخصیت اور فن پر مبنی مضامین کا ایک ضخیم مجموعہ ''ڈاکٹر محبوب راہیؔ کا مطالعہ'' اپنے ذاتی خرچ سے شائع کر کے حقِ شاگردگی ادا کرنے کی روشن مثال قائم کی ہے۔اور ابھی بفضلِ ربّی تخلیقی چکّر پورے زور شور سے چل ر ہا ہے۔اور انشاء اللہ یوں ہی چلتا رہے گا۔جب تک اللہ ربّ العزت ذہنی اور جسمانی توانائی برقرار رکھے میں نے اپنی فکر کی بلندی کے تسلیم کیے جانے یا مجھے کسی اعلیٰ و ارفع مقام و مرتبہ پر فائز کیے جانے کا کبھی اصرار نہیں کیا البتہ یہ خواہش ضرور ہے کہ مختلف اور متنوع موضوعات پر میری ادبی کاوشوں کے پھیلاؤ کے پیشِ نظر ادبی دنیا میں میرے مقام کا ٹھیک ٹھیک تعین ضرور ہو۔میں اس ساعت کا انتظار کروں گا۔''(۳۲)

اس تصنیف پر تبصرہ کرتے ہوئے سلمیٰ حجابؔ فرماتے ہیں :

''عنوان یا موضوع کوئی بھی ہو۔ہر ایک بیان تاثراتی ہے تنقید سے مصنف نے حتی' الامکان گریز کیا ہے مگر انداز بیان ناقدانہ بھی ہے اور عالمانہ بھی۔تعریف و توصیف میں کہیں مبالغہ نہیں۔ہر فنکار کے مثبت پہلوؤں پر روشنی ڈالی مگر عالمانہ تدلیل کے ساتھ۔ہر شخص کے ساتھ ان کی قربت ہو یا نہ ہو ذہنی وابستگی ضرور ہے کیونکہ انہوں نے ہر بات بڑے یقین و وثوق کے ساتھ کہی ہے۔یہ ان کی

تحریر کا بہت بڑا وصف ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ ڈاکٹر راہیؔ کو زبان و
بیان پر قدرت ہے کیونکہ اس بات سے کم وبیش سبھی واقف ہیں۔'' (۳۳)

مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس تصنیف میں شامل سبھی مضامین ،اور ان میں شامل سبھی شعراء و حضرات کے ساتھ پورا پورا انصاف کرتے ہیں اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے نظر آتے ہیں۔

اردو کا سفر دیر سے حرم تک

اردو ایک ایسی شیریں زبان ہے جس کی دلکشی نے ہر شخص کو اپنی طرف متوجہ بھی کیا اور مسرور بھی یا ہے۔اردو کی یہ شیرینی اسے آج تک زندہ رکھے ہوئے ہے۔ یہ زبان جو ہندوستان کی اپنی زبان ہے، جو یہیں پیدا ہوئی ،اور مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگوں نے اسے اپنایا اور اس کی پرورش کی۔آزادی کے متوالوں نے اسی زبان میں آزادی کا پرچم بلند کیا اور جنگ آزادی کے میدان میں کود پڑے۔

ہندو ہو یا مسلم ہر شخص نے اس سے محبت کی اور اس کے دامن میں گل بوٹے سجائے۔لیکن جیسے جیسے وقت آگے بڑھتا گیا یہ زبان بھی نفرت کا شکار ہوتی گئی اور اس کے ماتھے پر مسلمانوں کی زبان ہونی کی مہر لگا دی گئی، جو کہ غلط ہے۔مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں نے اس سے محبت کی ہے۔لیکن کچھ فرقہ پرست لوگوں نے یہ زہر سبھی کے ذہنوں میں گھول دیا کہ یہ صرف مسلمانوں کی زبان ہے۔

اَس الزام کا کچھ اہلِ قلم حضرات پر گہرا اثر پڑا اور انہوں نے اردو کے ماتھے سے یہ داغ دھونے کی مہم چلائی اور اپنی کوششوں کو جاری رکھتے ہوئے دلائل وشواہد سے یہ ثابت کیا کہ یہ صرف مسلمانوں کی زبان نہیں بلکہ سبھی کی مشترکہ زبان ہے۔ ہندو شعراء وادیب نے اردو کو فروغ دینے میں جی توڑ کوشش کی۔ان حضرات کی کاوش کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔انہیں حضرات میں سے کچھ مخصوص حضرات کی ادبی کوششوں کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے محبوب راہی نے اپنی تصنیف ''اردو کا سفر دیر سے حرم تک'' تحریر کی۔ ۱۹۲ صفحات پر مشتمل اس تصنیف میں تقریباً ۲۶ مضامین شامل ہیں جنہیں ڈاکٹر گنیش گائکواڑ (آغاز بلڈانوی) نے ترتیب دے کر شائع کیا۔اس کا انتساب محبوب راہیؔ نے پروفیسر گوپی چند نارنگ کے نام کیا ہے۔پیش لفظ میں بھی آپ نے ہی تحریر کیا ہے جس کے تحت آپ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ۔

''چوتھی اور آخری بات یہی ہے کہ شعوری طور پر یا کسی متعینہ مقصد کی تکمیل کی غرض سے نہ لکھے جانے والے مشمولہ مضامین لاشعوری طور پر وقت کی ایک اہم ضرورت اور مقصد کی تکمیل میں بلا شبہ کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں کہ ان کی روشنی میں اردو کو مسلمانوں کی زبان قرار دے کر ایک تہمت کی طرح ان کے سر تھوپنے کی سازش قلع قمع بخوبی ہوسکتا ہے۔'' (۳۴)

آپ کی یہ تحریر کتاب کے مقصد کو واضح کر دیتی ہے۔

''چراغ دیر کی روشنی کہاں کہاں'' اس مضمون کے تحت اس مضمون کے تحت ڈاکٹر نذیرؔ فتح پوری اس تصنیف کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے محبوب رہیؔ کے متعلق فرماتے ہیں :

''ڈاکٹر محبوب رہیؔ نے زیر مطالعہ کتاب کے مواد، متن کے حوالے سے یہی بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اردو کی تخلیقی جہات کو روشن کرنے کے لیے مسلمانوں نے جتنا خونِ جگر جلایا ہے ہندو بھی ان کے دوش بدوش اپنا خونِ دل جلاتے نظر آتے ہیں۔ یہ کتاب ایسے ہی شعراء و ادبا کے حق میں خراج صداقت کا روشن تخلیقی اظہار یہ ہے جو موجودہ لسانی تعصب کے اندھیرے دور کرنے میں معاون ثابت ہوسکتا ہے۔'' (۳۵)

''نور ہی نور ہے قدم بہ قدم'' اس عنوان کے تحت اس کتاب کے مرتب ڈاکٹر آغازؔ بلڈانوی نے اس کتاب کو ترتیب دینے کی خاص وجہ بیان کرتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ۔

''زیرِ طرکتاب میں ہندو قلمکاروں کی اردو خدمات کے تناظر میں بیک وقت ۲۵ مضامین راہیؔ صاحب کی ذہنی کشادگی کا بین ثبوت ہیں، جس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ مروّج عام ''غیر مسلم'' لفظ کا ''غیر'' انہیں سخت ناپسند ہے کہ انہیں اس سے غیریت کا احساس ہوتا ہے۔ لہٰذا موصوف نے اپنے بیشتر مضامین میں غیر مسلم کی جگہ لفظ ''ہندو'' استعمال کیا ہے۔'' (۳۶)

اس کے بعد مضامین کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

''پروفیسر گوپی چند نارنگ پر ایک تحریر معتبر، کوزے میں سمندر''، مضمون کے تحت پروفیسر گوپی چند نارنگ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے اور ان کی ادبی شخصیت کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ

فرماتے ہیں۔

''پروفیسر گوپی چند نارنگ کی مکمل ادبی شخصیت کا سب سے جاندار پہلو، تنقیدی پہلو ہے جو اپنے اندر پہلو در پہلو اتنی پرتیں اور اس قدر جہتیں رکھتا ہے۔ بقول حقانی القاسمی ''ہر جہت کے احاطے کے لیے ایک سفینہ چاہیے۔'' ان جہتوں میں ساختیات پس ساختیات اور مشرقی شعریات، ردِ تشکیل، اسلوبیات، اطلاقی تنقید، فکشن اور شعریات، قاری احساس تنقید وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ جن کے مطالعے کے بعد جدیدیت کی تفہیم آسان ہوجاتی ہے۔'' (۳۷)

''اردو زبان وادب کی مختلف جہتوں میں ہندوؤں کی گراں قدر خدمات'' اس مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے ان ہندو شعرا اور ادیب کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اپنی تخلیقات کے ذریعہ اردو کی خدمت کی اور اردو ادب کے ذخیرے میں اضافہ کیا۔ اسی کے ساتھ انہوں نے اسلام اور اس کی تہذیب کا احترام کیا۔ ثبوت کے طور پر محبوب راہیؔ کی یہ تحریر ملاحظہ ہو۔

''ہر دور کے ہندو شعراء نے آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں نعتوں کے نذرانے پیش کیے ہیں۔ جن میں لچھمی نرائن شفیق، دیا شنکر نسیم، کشن پرشاد شاد، برج موہن دتاتریا کیفی، برج نرائن چکبست، تلوک چند محروم، ہری چند اختر، رگھوپتی سہائے فراق، بالمکند عرش ملسیانی، جگن ناتھ آزاد، کرشن موہن، کرشن بہاری نور، چندر پرکاش جوہر، کالی داس گپتا رضا، قیس جالندھری بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے ؎

حمل جلوہ ازل پیکر نور ذات تو
شان پیمبری سے ہے سرور کائنات تو

(بالمکند عرش ملسیانی)

آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عربؐ نے آدمیت کا بول بالا کر دیا

(ہری چند اختر)'' (۳۸)

اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ان شعراء اکرام کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے کربلا اور قرآن پاک کے تئیں اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

''شہدائے کربلا کی شام میں بیشتر ہندو شعراء نے پرشیے بھی لکھے ہیں

بالخصوص کشن پرشاد اور دوارکا پرشاد افق مرثیہ نگاری میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اسی طرح اردو شعر و ادب کی تاریخ میں آپنے نمایاں اہم اور منفرد تخلیقی کارناموں کے وسیلے سے جن ہندو شعراء کے نام سنہری الفاظ میں درج ہیں ان مین شیشور پرشاد لکھنوی قرآن پاک کی چند آیات کے منظوم تراجم کی بنا پر تلوک چند محروم حضرت علی کی زندگی کے ایک واقعہ کو نظم کرنے پر اور ملک رام ''عورت اور اسلام'' اس موضوع پر بیش بہا تحقیقی مقالہ قلمبند کرنے کی وجہ سے اردو زبان کے ہمہ گیر جمہوری مزاج کے دستاویزی ثبوت کا درجہ رکھتے ہیں۔''(۳۹)

''اردو صحافت کی ترویج و ترقی میں ہندوؤں کا حصّہ'' اس مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ اردو صحافت کے میدان میں بھی ہندو حضرات پیچھے نہیں رہے بلکہ اس کی ابتدا کا سہرا بھی انہیں کے سر بندھتا ہے۔ مثلاً

''اردو کا سب سے پہلا اخبار جام جہاں نما جو ۲۷ مارچ ۱۸۲۲ء کو کلکتہ سے جاری کیا گیا اس کے مدیر منشی سدا سکھ لال تھے۔ اس اعتبار سے اردو صحافت کے بانی اوّل ہونے کی سعادت ایک ہندو کو حاصل ہے۔ اسی طرح اردو کے دوسرے اخبار ''دہلی اردو اخبار'' کے اجراء کا سہرا بھی ایک کشمیری پنڈت موتی لال کے سر بندھتا ہے۔''(۴۰)

''ادب اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی'' مضمون کے تحت آپ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہمارا ملک جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگ بستے ہیں ان سبھی حضرات نے قومی یکجہتی کو بنائے رکھنے کے لیے شعر و ادب کا سہارا لیا اور قومی یکجہتی کے خیالات کو فروغ دیا۔ لیکن ہندوستان کی آزادی کے بعد ماحول بدلا اور بہت سے حضرات فرقہ وارانہ جذبات کو فروغ دیے کر مذہبی منافرت کی خلیجوں کو بڑھاتے گئے۔ اور ملک اور قوم کو تباہی کے دلدل میں دھکیلنے میں اپنی صلاحیتیں صرف کرنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی موقع پرست سیاست داں نے بھی اس شیریں زبان کو مسلمانوں کی زبان کہہ کر باقی عوام سے اس کا رابطہ توڑ دیا جبکہ یہ الزام غلط ہے۔ یہ شیریں زبان ہندوستان کی مشترکہ زبان رہی ہے جس کی آبیاری ہر ہندوستانی نے کی ہے۔ اس کے متعلق محبوب راہیؔ فرماتے ہیں:

''تاریخِ اردو شعر و ادب میں مملکتِ فن کے متذکرہ بالا تاجداروں کے ناموں کی مشترکہ فہرست ہی اس بات کا ثبوت فراہم کرنے کے لیے کافی ہے کہ یہ زبان اور

اس کا کلچر ہی فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی بنیادوں پر استوار کیا گیا ہے۔''(۴۱)

''پریم چند ایک حقیقت پسند فنکار''اس مضمون کے تحت اردو کی اس اعظیم شخصیت کا ذکر کیا گیا ہے جس نے افسانہ نگاری اور ناول نگاری کے فن کو بلندی عطا کی۔آپ نے ہندی کے ساتھ ساتھ اردو میں جو خدمات انجام دیں اسے کوئی فراموش نہیں کرسکتا۔آپ کی ہر تحریر حقیقت پر مبنی تھی اور اپنے گرد ونواح کے حالات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھی۔انسانی زندگی کے ہر شعبے پر پریم چند کی نظر تھی جسے انہوں نے ہو بہو اپنی تحریروں میں بیان کر دیا۔اس حقیقت پسندی کو محبوب راہی نے خراج عقیدت پیش کیا۔انداز ملاحظہ فرمائیے ۔

''جیسا کہ ہوتا آیا ہے پریم چند کی حقیقت پسندی نے جب اپنی انتہاؤں سے تجاوز کیا تو نتیجہ ان کے الحاد کی صورت میں نمودار ہوا۔اپنے دوست کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

''اس سے پہلے میں خدائے برتر کی ہستی پر اعتقاد غور وفکر کا نتیجہ تھا اب یہ اعتقاد چکنا چور ہو رہا ہے۔بے شک اس تمام عالم کے پیچھے کوئی ہاتھ ہے مگر میرے خیال میں انسانی معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں جیسا کہ اسے مکھیوں مچھروں اور چیونٹیوں کے معاملات سے سروکار نہیں۔ہم نے خود اس کو اہمیت دی ہے اس کی کوئی وجہ جواز نہیں۔''(۴۲)

فراقؔ گورکھپوری اپنے منفرد لب ولہجہ کی بنا پر اپنے ہم عصروں میں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔اپنی شاعری میں دھیمے لہجے کی بنا پر آپ کا کلام الگ ہی پہچان لیا جاتا ہے۔آپ کی خدمات کا اعتراف مختلف شعراء و ادیب نے کیا جن میں محبوب راہیؔ بھی شامل ہیں۔اپنے مضمون مجموعۂ اضداد،فراقؔ گورکھپوری'' میں اپنے انہیں خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''فراقؔ گورکھپوری نے اپنی خلاقانہ عظمت ،فکر وتخیل کی ندرت،طرز بیان کی جدّت ،تجربات کی وسعت،مطالع کی گہرائی و گیرائی اور طرز احساس میں ایک نوع کے بانکپن کی بنا پر نابغہ روزگار کی حیثیت حاصل کر لی تھی۔ان کی شاعری کا وسیع کینوس موضوعاتی تنوع کے اعتبار سے عشق کے ساتھ ساتھ گھریلو زندگی سے لے کر دنیا کے بیشتر بنیادی مسائل کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔وہ زندگی کی وسعتوں کے شاعر ہیں۔ان کی شاعری میں میرؔ کی سلاست ،حلاوت سہل نگاری غم انگیزی، جذبے کی پختہ کاری اور درد مندی، مصحفیؔ کی حسیت اور لمسیت ، شادابی اور

شگفتگی، مومنؔ کی معاملہ بندی، جرأت کی بیباکی اظہار کے ساتھ ساتھ غالبؔ کی وسعت فکر نیرنگی احساس اور تجربات کی رنگارنگی سے معمور ہے۔'' (۴۳)

چندر بھان خیال اردو ادب کی بہترین ادبی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔آپ کے شعری مجموعوں میں 'شعلوں کا شجر' اور 'گمشدہ آدمی کا انتظار' اہمیت کے حامل ہیں۔آپ کی انہیں تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے اپنا مضمون ''شاعر بے مثال چندر بھان خیال'' تحریر کیا اور آپ کو بے مثال ثابت کرنے کی کوشش کی۔ثبوت کے طور پر خیالؔ کی ''نظم کا ذکر شامل ہے جس کے متعلق محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''چندر بھان خیال کی یہ عقیدت سے معمور طویل نظم ''لولاک'' حفیظ جالندھری کی ''شاہنامہ اسلام'' اور محسن کاکوری کے ''قصیدہ مدیح خیر المرسلین'' کے بعد بارگاہ رسول مقبول صلیٰ اللہ علیہ وسلم میں پیش کردہ تیسرا اور کسی غیر مسلم شاعر کا اولین نذرانۂ عقیدت ہے۔'' (۴۴)

امیر چند بہار کا نام اردو ادب کے چند نمایاں رباعی گو شعراء میں سرفہرست ہے۔آپ کی رباعیات جگت موہن لال رواں، یگانہ چنگیزی، تلوک چند محروم، اور امجد حیدر آبادی کی رباعیات سے معیار میں کسی طرح کم نہیں ہے۔آپ کے مجموعے ''اردو ہے جس کا نام'' میں شامل رباعیات کے مطالعہ کی بنا پر محبوب راہیؔ نے اپنا مضمون ''اردو ہے جس کا نام، اے۔ایسی بہار ہے اس کا نام'' تحریر کیا۔جس میں آپ نے بہارؔ کی رباعیات کا باریک بینی سے مطالعہ کیا اور مختلف پہلوؤں پر اپنی رائے پیش کی۔امیر چند بہارؔ کی شعری خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

''امیر چند بہارؔ کی ان تمام مطبوعات پر اردو شعر و ادب کے کم و بیش تمام معتبر اور موقر قرار یاب نقد و بصیرت نے اپنی گراں قدر آراء کی روشنی میں موصوف کی خلاقانہ ندرتوں، جدتوں اور انفرادیتوں کے ساتھ ہر صنف سخن میں ان کی دانشورانہ مشاقی، خوش فکری، پختہ کاری، بیدار مغزی، قادر الکلام، خوش بیانی، عالمانہ تدبر، شاعرانہ دیدہ ریزی،، اہمیت، مقصدیت، آفاقیت، انفرادیت، سلاست، متانت، تنقیدی بصیرت، محققانہ ذہانت، تخلیقی جسارت، زبان و بیان کی پاکیزگی، تازگی، شائستگی اور شستگی، فکری و فنی صلاحیت، تاثراتی جمالیاتی، اور مفسیاتی موضوعات کے ساتھ ساتھ اخلاقیات، معرفت مسائل تصوف اور ارادات قلبی جیسے متنوع موضوعات کی رنگارنگی، کلاسکی شعور کا رچاؤ، اعلیٰ وارفع انسانی اور سماجی قدروں

کی ترسیل وتبلیغ وغیرہ تخلیقی اوصاف کا کھل کر اظہار واعتراف کرتے ہوئے نمائندہ ہم
عصر شعراء کی اولین صفوں میں ان کا شمار کیا جاتا ہے۔''(۴۵)

''بہار کی نسیمِ مغرب کے چند خوشگوار جھونکے''اس مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے امیر چند بہارؔ کے شعری مجموعے نسیمِ مغرب (آفاقی شہرتوں کے حامل شعراء کی منتخب انگریزی کے منظوم اردو تراجم) پر تبصرہ تحریر کیا ہے جس کے تحت اس مجموعے کی خوبیوں اور خامیوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

کرشن کمار طورؔ جنہیں اپنے شعری مجموعے ''غرفہ غیب'' کے لیے ۲۰۱۲ء کا ساہتیہ اکادمی انعام سے نوازہ گیا۔آپ کا ایک مجموعہ چشمہ نسیم جو کہ حمد ونعت سلام پر سلام پر مشتمل ہے اس مجموعے کے تحت آپ نے پیارے نبیؐ کے لیے نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔اس مجموعے
کے متعلق محبوب راہیؔ اپنے مضمون ''کرشن کمار طورؔ کا چشمہ چشم'' میں فرماتے ہیں۔

''حمد ونعت وسلام کے اس پورے مجموعے کے کسی بھی شعر سے ان
کے ایک صحیح العقیدہ اور راسخ الایمان مسلمان نہ ہونے کا قیاس تک نہیں کیا جا سکتا۔
لیکن یہی تاثر ان کے غزلیہ اشعار پڑھ کر بھی بنتا ہے جن میں تخریبی اور منفی سوچوں
سے انحراف نیز اعلیٰ ارفع اور مثبت اخلاقی قدروں کے فروغ وبقا کی ترجمانی کا عنصر
غالبؔ ہے۔''(۴۶)

اسی کے ساتھ محبوب راہیؔ نے اسلوب پر بھی تنقیدی بحث کی اور ''کرشن کمار طورؔ کی پہچان۔ان کے اسلوب سے'' مضمون تحریر کیا۔

''موج ریگ پر پرتپال سنگھ کا تخلیقی سفر''اس مضمون میں محبوب راہیؔ نے جناب پرتپال سنگھ کے شعری مجموعے ''موجِ ریگ'' پر تبصرہ تحریر کیا ہے اور یہ نتیجہ اخز کیا کہ۔

''میں ورق پلٹتا گیا اور یک بعد دیگرے ''موجِ ریگ'' کے ان مقامات نو بہ نو
سے گزرتا جن پر نئے نئے جہانوں کی کھوج میں شاعر کے نقوش پا گام بہ گام سفر در
سفر کی نت نئی روئداد رقم کرتا چلا گیا ہے۔''(۴۷)

عکس بھارتی جنہوں نے دنیا کی چند بڑی زبانوں کے منائندہ شعراء کی اٹھائیس شاہکار تخلیقات کو ترجمہ کیا اور گل بانگ رفتہ کے عنوان سے شائع کیا جس پر محبوب راہیؔ نے بہترین تبصرہ تحریر فرمایا ہے۔

پی پی سریواستو رندؔ اردو کے ایک خادم ہیں۔جو اپنی تخلیقات کے ذریعہ اردو ادب کو فروغ عطا کر رہے

ہیں۔آپ کا شعری مجموعہ ''آوارہ لمحہ'' شائع ہوکر قارئین سے داد وتحسین حاصل کر چکا ہے۔محبوب راہیؔ بھی آپ کے اس مجموعے سے فیض یاب ہوتے ہیں اور اس کا اعتراف ''نئی لفظیاتی بندشوں کا پیکر تراش'' میں ذکر کرتے ہوئے آپ کی لفظیات کے متعلق محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

> ''رندؔ کے یہاں نئی لفظیاتی بندشوں ،نئی نئی ترکیبوں اور نئے نئے تلازموں کے وسیلے سے پیکر تراشی ،علامت سازیکے ساتھ ساتھ اچھوتے استعارات اور نادر تشبیہات کے تخلیقی عمل کی شعوری جستجو کی مثالیں جا بجا ملتی ہیں۔''(۴۸)

ڈاکٹر آغازؔ بلڈانوی جو اس تصنیف ''اردو کا سفر دیر سے حرم تک'' کے مرتب ہیں ۔آپ کے شعری مجموعے ''نئے سفر کا آغاز'' کی اشاعت اسباق پبلی کیشنز کے زیر اہتمام وجود میں آئی۔یہ آپ کا اولین شعری مجموعہ تھا۔جس کے لیے قائین نے آپ کو داد و دہش اور تحسین سے نوازہ۔آپ کے اس مجموعے پر ڈاکٹر محبوب راہیؔ نے بھی اپنی تنقیدی نظر ڈالی اور ''نئے سفر کا آغاز ایک تاریخ ساز سچائی'' کے عنوان سے مضمون تحریر کیا۔جس میں آغازؔ بلدانوی کی شعری صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

> ''دوسرا مجموعہ ''چاند کا سفر'' حال ہی میں شائع ہوا ہے کہتے ہوئے ڈاکٹر گائکواڑ نے دونوں مجموعے مجھے پیش کیا۔سرسری ورق گردانی کرتے ہوئے اِدھر اُدھر نظر ڈالنے پر مجھے اندازہ ہوا کہ ڈاکٹر کو قدرت سے تخلیقی صلاحیت تو بھر پور عطا ہوئی ہے،کمی ہے تنظیم وترتیب کی،تخلیقی شعر کے بنیادی اصولوں اور فنی رموز ونکات سے وہ قطعی بے بہرہ ہیں اور میں نے بلا جھجک،دوٹوک،بے تقلفانہ اور غیر مصلحت پسندانہ انداز میں اپنی رائے موصوف پر ظاہر کردی۔جس سے ردعمل میں ڈاکٹر کے چہرے پر ناگواری،یاسیت یا ناراضگی کے بجائے یک گونہ اطمینان ومسرت کی چمک نمودار ہوئی اور خلاف توقع سکون وطمانیت بھرے لہجے میں گویا ہوئے ''سر!میں ٹھیک جگہ پہنچ گیا ہوں''(۴۹)

اندرا شبنم اندو آزادی سے قبل ہندوستان کے شہر کراچی میں پیدا ہوئی۔سندھی شاعری میں اپنا لوہا منوا چکی ہیں۔آپ کی شاعری میں رنگا رنگ جذبات،سلگتے مہکتے دہکتے احساسات،سرد وگرم حالات،تلخ وشیریں واقعات،زندگی کے روز مرّا معاملات اور معمولات کی خوش رنگ تصویریں جذب ہوگئیں ہیں۔آپ کے انداز

بیان میں ان احساسات کو ہو بہ ہو تصویر کی شکل میں پیش کیا ہے۔جس کا اعتراف ڈاکٹر محبوب راہیؔ نے ''اندرا شبنم کی تصویریں بولتی ہیں'' میں کیا ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

''خدائے بخشندہ کے ودیعت کردہ اپنے ذہن وفکر کے بے صوت وصدا کیمرے سے اندرا شبنم اپنے مشاہدات وتجربات کی رہنمائی میں زندگی بھر حیات و کائنات کے ظہر اور مخفی گوشوں کی مختلف پہلوؤں سے تصویر کشی کرتی ہیں۔''(۵۰)

عشاق کشتواڑی اردو کے ایک مخلص شیدائی ہیں۔آپ کا مجموعہ 'متاع سوز ونشاط' اس بات کا ثبوت ہے۔اس مجموعے سے آپ کی طبیعت کے سوز وگداز ورنگِ نشاط وانبساط کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں جس کی رنگینیوں کو محبوب راہیؔ نے محسوس کیا اور ''عشاق کشتواڑی کی متاع سوز ونشاط'' کے حوالے سے اس کا اعتراف کیا۔آپ کی شعری صلاحیت پر تبصرہ کرتے ہوئے راہیؔ فرماتے ہیں۔

''عشاق صاحب اردو کے عاشقِ صادق ہونے کے ناطے میرؔ،غالبؔ،اور ذوق کے کلام سے نسلِ نو کی بے لطفی اور بے تاثیری نیز اردو کے شکار گردش دوراں ہونے پر آپ کی چاک دامنی اور دل گرفتگی فطری ہے تاہم آپ مطمئن رہیں اور اس اندیشہ بے بنیاد کو ایک وہم کی طرح اپنے ذہن ودل سے نکال پھینکیں کہ ''اردو ہندوستان میں کچھ دنوں کی مہماں ہے'' اردو کی ترویج وبقا کے لیے کارِ ثواب جان کر اپنے جذبہ اضطراب کے شعلوں کو دہکاتے ہوئے آپ جیسے جاں نثارانِ اردو جب تک سرگرمِ فکر وعمل ہیں اردو انشاء اللہ صدیوں زندہ پائندہ اور تابندہ رہے گی۔''(۵۱)

اودھومہاجن بسملؔ پونہ کی ادبی سرگرمیوں میں پیش پیش رہتے ہیں۔آپ کے شعری مجموعے شائع ہو کر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ان میں ایک مجموعہ ''حرفِ غزل'' محبوب راہیؔ کی نظر سے بھی گزرا۔موصوف نے ''بسملؔ کا حرفِ غزل'' کے تحت بسملؔ کی شعری صلاحیتوں پر ناقدانہ نظر ڈالی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ۔

''مجھے یقین ہے کہ بسملؔ کے گنجینۂ معنی کے طلسم ''حرفِ غزل'' کے حرف حرف اپنی معنویت کی تہہ داریوں اور مفاہیم کی گہرائیوں کے ساتھ دیر تک ذہنوں میں جگمگاتا رہے گا۔''(۵۲)

''اردو رام پرکاش کپور کی زبان ہے'' اس مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے رام پرکاش کپور کی تصنیف

''اردو ہندوستان میں کس کی زبان ہے'' کے تحت بہث کی ہے۔اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اردو تمام ہندوستانیوں کی زبان ہے۔

''اردو کے اُفق پر دھلی دھلی شام کا اُجالا''مضمون میں محبوب راہیؔ نے ہندی ناول 'دھلی دھلی شام کا اُجالا' پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ڈاکٹروں کی زندگی پر لکھے اس جذباتی ناول میں زندگی کے کئی رنگ ابھرتے اور ڈوبتے ہیں۔اس ناول کو اردو قارئین سے متعارف کروانے کے لیے نذیرؔ فتح پوری نے اسے اردو کے قالب میں ڈھالا اور بہترین ترجمہ کیا۔

نارنگ ساقی اردو ادب کی دلچسپ و دلنواز شخصیت ہیں۔'خوش کلامیاں قلمکاروں کی' آپ کی تصنیف ہے، جسے اردو ادب میں خوب شہرت حاصل ہوئی۔جس کا اعتراف محبوب راہیؔ نے اپنے مضمون ''نیرنگیاں نارنگ کی''مضمون کے تحت کیا ہے۔

محبوب راہیؔ نے علامہ کالی داس گپتا رضاؔ کی وفات پر ایک توشیحی نظم ''کامل فن تھا جو حامل فن تھا جو'' عنوان کے تحت لکھی۔یہ نظم محبوب راہی کی جانب سے علامہ کالی داس گپتا رضاؔ کو خراج تحسین ہے۔

کتاب کے آخر میں نذیرؔ فتح پوری نے ''اردو کا سفر دیر سے حرم تک'' عنوان سے توشیحی نظم قلم بند کی۔جس کے تحت آپ نے اس تصنیف کی اہمیت اور افادیت کو واضح کیا آپ فرماتے ہیں۔

''ا'' ا ر د و کا یہ سفر ہے د ی ر و حرم سے آ گے
تیرے قدم سے آگے، میرے قدم سے آگے

''ر'' رہبر ہے اس کا راہیؔ، منزل ہے اس کی روشن
ہر ہر قدم پہ جیسے مہکا ہے ایک گلشن

''د'' د ی ر و حرم کی ہے یہ، د ی ر و حرم ہیں اس کے
ساری عقیدتوں سے آگے قدم ہیں اس کے

''و'' وحشت زدوں کو اس نے بخشا سکونِ قلبی
لفظوں سے ہے نمایاں اس کے فنونِ قلبی'' (۵۳)

یہ تصنیف ان فرقہ پرست لوگوں کے منھ پر قرارا تماچہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے اور ہندوستان سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔اس کتاب میں ان تمام اہلِ قلم حضرات کو شامل کیا گیا ہے جو مسلمان نہیں ہیں

اور پھر بھی اردو کی خدمت میں سرتا پا حاضر ہیں۔ یہ اہلِ قلم حضرات اپنا خونِ جگر صرف کر کے اردو کو ترقی اور تقویت بخش رہے ہیں۔ یہ کتاب اس بات کی شاہد ہے کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں ہے بلکہ تمام ہندوستانیوں کی محبوب زبان ہے۔ آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد ہم تمام ہندوستانیوں نے ہی اسے عروج بخشا اور اس کے ذخیرے کو بڑھاتے رہے۔ محبوب راہیؔ نے اس تصنیف میں ان تمام اہلِ قلم حضرات کو ان کی تصانیف کی بنا پر جانچا پرکھا اور انکی ادبی خوبیوں اور خامیوں سے ہمیں روشناس کروایا۔

دورِ حاضر کے سنگین حالات دیکھتے ہوئے ہمیں ایسی ہی اور کتابوں کی اشد ضرورت ہے جو ہمیں قومی یکجہتی اور بھائی چارے کی ترغیب دے۔ اس کتاب کی اہمیت کو وضح کرتے ہوئے وکیل نجیب اپنے مضمون میں فرماتے ہیں۔

> ''ڈاکٹر محبوب راہیؔ نے زیرِ مطالعہ کتاب کے مواد و متن کے حوالے سے یہی بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اردو کی تخلیقی جہات کو روشن کرنے کے لیے مسلمانوں نے جتنا خونِ دل جلایا ہے ہندو بھی ان کے دوش بدوش اپنا خونِ دل جلاتے نظر آتے ہیں۔ یہ کتاب ایسے ہی شعراء اور ادباء کے حق میں خراجِ صداقت کا روشن تخلیقی اظہاریہ ہے۔ جو موجودہ لسانی تعصب کے اندھیرے دور کرنے میں معاون ثابت ہوسکتا ہے۔''(۵۴)

اس تصنیف کے مواد کو یکجا کرنے میں محبوب راہیؔ کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا یہ تو وہی جانتے ہیں۔ لیکن اس تصنیف کے مطالعے سے ہمیں اس بات کا اندازہ ضرور ہوجاتا ہے کہ آپ اس کتاب کو تحریر کرتے وقت کتنے خارزاروں سے گزرے ہونگے تب جا کر آپ اپنے مقصد میں تکمیل کو پہنچے ہوں گے۔ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جناب قاضی رؤف انجم اپنے مضمون ''اردو کا سفر دیر سے حرم تک'' میں رقم طراز ہیں۔

> ''غیر مسلم شعراء اور ادباء کی اردو ادب کے تئیں خلوص محبت کو اجاگر کرنے کے لیے جو مضامین ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں کما حقہ اپنے مقصد کو پورا کرتے نظر آتے ہیں۔ مثلاً ''اردو زبان و ادب کی مختلف جہتوں میں ہندوؤں کی گراں قدر خدمات''، ''اردو صحافت کی ترویج و ترقی میں ہندوؤں کا حصّہ''، ''ادب میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی'' وغیرہ۔''(۵۵)

اس تصنیف کی اشاعت پر ہم ڈاکٹر گنیش گائکواڈ کو بھی مبارک باد کا مستحق سمجھتے ہیں جنہوں نے اس کام کو انجام تک پہنچانے میں اپنا خونِ جگر صرف کیا۔ یہ کتاب صرف اردو میں ہی نہیں بلکہ دوسری زبانوں میں بھی ترجمہ

ہوکر شائع ہونی چاہیے۔اس کے متعلق ایم۔ایف۔ پرویز اپنی رائے قلم بند کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اس کتاب میں اردو کے ہندو ادیبوں اور شاعروں کا ایک سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔ جو اہم اور گراں قدر ہے۔ میں سمجھتا ہوں موصوف اور خصوصاً ڈاکٹر گنیش گائکواڑ اس کتاب کو ہندی یا ممکن ہو تو مراٹھی میں ترجمہ کر کے منظرِ عام پر لائیں تو اس کا مقصد صحیح معنوں میں مکمل ہو سکے گا۔ ایس بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں۔''(۵۶)

اس کتاب میں محبوب راہیؔ نے اپنے مضامین تنقیدی اور تحقیقی بنیاد پر تحریر کیے ہیں۔انداز بھی دلچسپ ہے جو قاری کو اپنی گرفت میں لیے رہتا ہے۔آپ کے تحریری انداز پر گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر رضا الرحمٰن عاکیف سنبھلی اپنے مضمون اردو کا سفر دیر سے حرم تک میں رقم طراز ہیں۔

''مصنف نے اپنی تحریروں میں اپنائیت پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔اس وجہ سے انہوں نے اپنے مضامین میں ''غیر مسلم'' کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے بلکہ ان کے لیے ''ہندو'' کا لفظ لکھا ہے۔ان کے بقول اس سے ایک طرح کی غیریت کا احساس ہوتا ہے جو انہیں سخت ناپسند ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب میں جس انداز و اسلوب کو اپنایا ہے وہ تنقیدی تحقیقی ہونے کے ساتھ ہی پوری طرح ادبی ہونے کی وجہ سے نہایت موثر اور دلچسپ ہے۔جس کی وجہ سے قاری کو دورانِ مطالعہ کسی طرح کی کوئی دقّت پریشانی نہیں ہوتی بلکہ ایک قسم کا ادبی سرور و خط حاصل ہوتا ہے۔اور کتاب سے قاری کی دلچسپی مسلسل بنی رہتی ہے۔یہ کتاب کے علمی خزینہ ہونے کے ساتھ ہی صاحب تصنیف کی قلم و تحریر پر مکمل عبور دسترس ہونے کی واضح دلیل بھی ہے۔''(۵۷)

مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تصنیف اپنے مقصد میں پورے طور پر کامیاب ہوتی نظر آتی ہے ۔ڈاکٹر محبوب راہیؔ (مصنف) اور ڈاکٹر گنیش گائکواڑ (مرتب) دونوں اپنے مقصد کی تکمیل کو پہنچے ہیں۔قارئین اس سے فیض یاب ہوں گے اور اس لسانی نفرت کو ختم کرنے میں تعاون حاصل ہوگا۔

تاویلات و تمثیلات

تاویلات وتمثیلات محبوب راہیؔ کے تنقیدی تحقیقی اور تجزیاتی مضامین کا مجموعہ ہے۔۲۸۸ صفحات پر مشتمل اس تصنیف میں ۱۳ مضامین شامل ہیں۔انتساب اپنے عزیز دوست ڈاکٹر نذیرؔ فتح پوری کی نذر کیا گیا ہے۔ ۲۰۱۲ء میں شائع ہوئی اس تصنیف میں ''زاویۂ نقد و نظر پر ایک نظر'' (از نذیرؔ فتح پوری) اور ''زاویۂ نقد ونظر پر ایک تبصرہ'' (از غلام مرتضیٰ راہی) کے گراں قدر مضامین ابتدا میں شامل ہیں۔جن میں ان دونوں حضرات نے محبوب راہیؔ کی تحقیق وتنقید نگاری پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے زاویۂ نقد ونظر (تنقید تحقیق اور تجزیاتی مضامین کا مجموعہ) پر اپنی رائے قلم بند کی ہے اور مختلف حضرات کی رائے کو شامل کرتے ہوئے اپنے مضمون کو مستند بنایا ہے۔

''ڈاکٹر محبوب راہیؔ ایک باصلاحیت قلم کار'' کے ذریعہ جناب شمس الرحمٰن فاروقی کی محبوب راہیؔ کی شاعری اور تنقید پر رائے یکجا کی گئی ہے۔جو محبوب راہی کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔محبوب راہی کی اعتدال پسندی کے متعلق جناب شمس الرحمٰن فاروقی کا قول ہے۔

> ''محبوب راہیؔ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی صلاحیتوں کے استعمال میں بے اعتدالی روا رکھی اور جہاں جس طرف دل چاہا اپنے دھوار قلم کو اسی طرف موڑ دیا۔لیکن میرا خیال ہے کہ ''بے اعتدالی'' کا لفظ استعمال کر کے محبوب راہیؔ نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے یا اپنے بارے میں غیر ضروری انکسار سے کام لیا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ محبوب راہیؔ نے نثر ونظم کے تمام میدانوں میں کاوشیں کی ہیں۔''(۵۸)

''اردو ادب کا قومی منظر نامہ اور فروغ اردو کے امکانات''، ''اردو ادب اور قاری، مسائل اور حل'' اور ''تاج محل کا اردو ادب میں مقام'' ان مضامین کے تحت آپ نے ہندوستان میں اردو کی پیدائش اور ارتقاء کا جائزہ لیتے ہوئے شعراء وادیب کے ناموں کی لمبی چوڑی فہرست شامل کی ہے جنہوں نے اردو کو پروان چڑھایا اور اسے فروغ بخشا۔ساتھ ہی اردو کا قاری سے رشتہ، دونوں کے مابین آنے والی پریشانیاں اور اس کے ازالہ کے لیے تجویز بھی بتائی ہے۔تاج محل جو محبت کی نشانی بتایا گیا ہے اور شعراء اور ادیب نے تاج محل کے حوالے سے اپنی محبت کا اظہار کیا اور تاج محل کو موضوع بنا کر خوب بہترین اشعار کہے ان شعراء وادیب میں میرؔ سے لے کر مظفرؔ حنفی تک سبھی شعراء شامل ہیں۔

''اردو میں بچوں کا ادب ایک سرسری جائزہ'' کے تحت آپ نے ادبِ اطفال کا جائزہ لیا ہے۔اور بچوں کے لیے لکھنے والے شعراء وحضرات کا مختصر جائزہ بھی پیش کیا ہے۔

''شعرائے پونہ، ایک تحقیق، ایک مطالعہ'' اور ''پونے میں اردو افسانہ ایک تحقیق'' یہ دونوں تصانیف ڈاکٹر نذیر فتح پوری کی تحقیقی کاوش ہیں جن پر محبوب راہیؔ نے ناقدانہ نظر ڈالی اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔

''افسانہ کہاں ہے؟'' کے تحت موجودہ دور میں افسانے میں قارئین کی کم ہوتی دلچسپی کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ ''نظیر زمینی سداقتوں کا ایک بے نظیر، ہمہ گیر تنقید گزیدہ شاعر'' اس مضمون میں نظیر اکبر آبادی کی نظموں کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے ان کی ادبی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

''مہدی پرتاپ گڑھی کی شاعری کا تجزیاتی مطالعہ'' کے تحت محبوب راہیؔ نے مہدی پرتاپ گڑھی کی شاعری میں پوشیدہ پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ ''خالد رحیم کی شاعری سادگی و پرکاری کی ایک نادر المثال فنکاری'' اس مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے خالد رحیم کی شاعری کے مختلف گوشوں پر نظر ڈالتے ہوئے دلائل وشواہد کے ساتھ اپنی بات قارئین کے روبرو پیش کی ہے۔

صلاح الدین نیر کی شخصیت باغ و بہار شخصیت ہے۔ آپ کے شعری مجموعوں میں رشتوں کی مہک، گلفشاں، سلسلہ پھولوں کا، اور گُل تازہ ہے۔ آپ کے مجموعوں میں پھولوں اور خوشبو کا ذکر آیا ہے پھولوں کی یہ مہک آپ کی شخصیت کے ساتھ آپ کی شاعری میں سرائیت کر گئی ہے۔ آپ کی شاعری کی انہیں خوبیوں کو محبوب راہیؔ نے محسوس کیا اور مضمون ''خوشبو کا سفیر، ایک پُر بہار، جاندار شخصیت'' تحریر کیا۔

''اسلم مرزا کا کارنامہ تحسین و سپاس گلدستہ خوش باس'' اس مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے اسلم مرزا کی کتاب گلدستہ خوش باس کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ اس کتاب میں مرزا نے ولی اورنگ آبادی کی حیات و خدمات کا جائزہ لیا ہے۔

سہیل اختر کا شعری مجموعہ 'کاغذ پہ سہرا' منظر عام پر آیا۔ جس پر محبوب راہی کی ناقدانہ نظر پڑی اور آپ کا تنقیدی مضمون ''نئی تشکیلات ،لفظاب اور امکانات'' وجود میں آیا۔ کوثر صدیقی ایک بہترین شاعر گزرے ہیں۔ غزلیں، نظمیں، رباعی، ثلاثی، دوہا غزل، دوہا

گیت، دوہا قطعہ، اور سہ سطری نظم وغیرہ میں آپ نے طبع آزمائی کی۔ آپ کا شعری مجموعہ بعنوان ''آگ'' منظر عام پر آچکا ہے۔ محبوب

راہیؔ نے آپ کے رباعی کے مجموعے ''روشن آیات'' کو اپنی توجہ کا مرتکب پایا اس مجموعے پر اپنی رائے بیان کرتے ہوئے مضمون ''کوثر صدیقی کے پیکر افکار پر روشن آیات کا پرتو'' تحریر کیا۔ اس مجموعے میں کوثر صدیقی نے قرآنی آیات کے مفاہیم کو رباعی کے پیکروں میں ڈھال کر قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔

شان بھارتی ماہنامہ 'کنول' اور 'رنگ' کے مدیر تھے۔آپ کی ادبی سرگرمیوں میں ادارتی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ دو شعری مجموعے بعنوان 'بیسویں صلیب' اور 'آخری صلیب' شامل ہیں۔آپ کے انہیں دونوں مجموعوں پر محبوب راہیؔ نے اپنا مضمون ''حقائق کی صلیبوں کا شاعر۔شان بھارتی'' تحریر کیا۔اور اس نتیجے پر پہنچے کہ۔

''بیسویں صلیب اور آخری صلیب ان تمام کو یکجا کر کے ان کے مجموعی شعری ذخیرے پر سرسری تجزیاتی نظر ڈالی جائے تو خوشگوار طمانیت کا احساس ہوتا ہے کہ شان بھارتی کا شعری سرمایہ بقدرِ بھلے ہی قلیل و کمتر ہو بقدرِ معیار اس قدر بہتر اور برتر ہے کہ اس کی روشنی میں انہیں ان کے ہم عصروں میں قابلِ ذکر مقام و مرتبہ دلایا جاسکتا ہے۔''(۵۹)

رؤف خوشتر کے مضامین کا مجموعہ بعنوان' آنکھ بیتی' شائع ہوا۔یہ عنوان سننے میں تھوڑا عجیب لگتا ہے اور ہمارا ذہن اسے سننے کے بعد یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ شاید ایک سوانحی تحریر ہے۔رؤف خوشتر کی ادبی خصوصیات پر اپنی ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''انہیں بات سے بات نکالنے (بال کی کھال نکالنے کی طرح) یعنی باتوں ہی باتوں میں کام کی باتیں کہہ جانے کا ہنر خوب آتا ہے۔اس بات کا پتہ مجھے ان کی ''آنکھ بیتی'' کھلی آنکھوں سے پڑھنے کے بعد چلا۔''(۶۰)

''خیام'' فارسی کے بہترین رباعی گو شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں۔آپ کی تقریباً ۱۰۴ منتخب رباعیات کو رشید صہبائی نے اردو میں ترجمہ کیا۔محبوب راہیؔ ایک سیمینار کے سلسلے میں جل گاؤں تشریف لے گئے جہاں آپ کی ملاقات مرحوم رشید صہبائی کے صاحب زادے سید علی انجم رضوی سے ہوئی۔دوران گفتگو انجم رضوی نے اپنے والد مرحوم کا وہی ترجمہ شدہ مسودہ محبوب راہیؔ کو دکھایا جس میں خیام کی رباعیوں کا ترجمہ موجود ہے۔آپ اس مجموعے کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور اسی سرور و انبساط کی کیفیت کو آپ نے اپنے اس مضمون ''سرور جامِ خیام'' میں بیان کیا۔

''ظفر نسیمی کی فکرِ جمیل ٹک ٹک دیدم'' (ظفر نسیمی کا شعری مجموعہ ٹک ٹک دیدم)،''سنہری دھوپ ایک سرسری تجزیہ'' (حفیظ انجم کریم نگری کا شعری مجموعہ) مضامین ظفر نسیمی اور جفیظ انجم کریم نگری کی شعری کاوشات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں۔

''آبروئے لوح قلم'' جناب شاغل ادیب کے تقریباً ۱۲ مضامین پر مشتمل مجموعہ ہے۔جس میں آپ نے

مختلف شعراء وادیب کا جائزہ پیش کیا ہے۔آپ کی اسی کوشش کو مدنظر رکھتے ہوئے محبوب راہیؔ نے آپ کی شعری خصوصیات کا جائزہ لیااور''آبروئے لوح وقلم۔شاغل ادیب''تحریر کیا۔

ڈاکٹر لطیف سبحانی کی ذاتی زندگی،آپ کی تعلیم اورادبی خدمات کا جائزہ لیتے ہوئے محبوب راہیؔ نے اپنا مضمون''ہمہ جہت علمی،ادبی وتعلیمی خدمات پرایک نظر''تحریر کیا۔مقبول احمد مقبولؔ کی شاعری میں محبوب راہیؔ نے عصرجدید کے تقاضوں کی نشاندہی کی اوراس نتیجے پر پہنچے۔

> ''مقبول کے ہاں کلاسکی روایت کے ہمہ وقت تازہ بہ تازہ خمیر میں ترقی پسندی اورجدیدیت کے عطر بیزاراور رنگارنگ اجزائے ترکیبی کی متوازن،مناسب، معتدل اورخوشگوار آمیزش سے تخلیق کردہ سدابہاراشعار کی بہتات ہے۔''(۶۱)

''اقبال شیدائی کی جدت فکر آتش سیال کے حوالے سے''مضمون کے تحت آپ نے اقبال شیدائی کی شاعری میں جدیدیت اورکلاسکیت کے حسین امتزاج کے ساتھ ان کی فکر کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی۔''کلام دلکش میں دلکشی کا جواز''کے تحت محبوب راہیؔ نے سید حمید السعید دلکش کی شاعری میں منتخب اشعار کا جائزہ پیش کیا۔

عباّس دانا کی علمی اورشعری خصوصیات پرتبصرہ فرماتے ہوئے محبوب راہیؔ''پتھریلی زمینوں پرفکر ونظر کے رنگارنگ پھول کھلانے والا شاعر!عباّس دانا''میں فرماتے ہیں۔

> ''ان کے شعروں میں جہاں زندگی کے تلخ حقائق کی ترجمانی ہوتی ہے وہیں کلاسکیت یا رومانیت کا بانکپن جھلکتا محسوس ہوتا ہے۔عباس دانا نے فکر و احساسات کے ساتھ ساتھ تجربات اورمشاہدات کی روشنی میں ایسے ایسے اشعار کہے ہیں جو مشاعروں میں سامعین کو اور مطالعہ کرنے والے قارئین کو چونکا دیتے ہیں۔''(۶۲)

''احمد امام می نظمیں بچوں کے لیے''اس مضمون میں محبوب راہیؔ نے نظم کے مجموعے شاخِ گل پرتبصرہ پیش کیا ہے۔اس مجموعے میں شامل تمام نظمیں بچوں کے لیے لکھی گئی ہیں۔''رنگ ترنگ بچوں کے ادب میں ایک رنگا رنگ اضافہ''مضمون میں امان الحق بالاپوری عرف نادر بالاپوری کے مجموعے'رنگ ترنگ'پر ناقدانہ نظر ڈالی ہے۔اس مجموعے میں شامل نظمیں بچوں کے لیے ہلکے پھلکے انداز میں تحریر کی گئی ہیں۔''جمال قریشی کی شخصیت اورفن کے چند پہلو''مضمون میں محبوب راہیؔ نے جمال قریشی سے ہوئی بالمشافہ ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی شخصیت

اورفن کوموضوع بحث بنایا ہے۔

گل تر رئیس فیض پوری کا اولین شعری مجموعہ ہے۔جس کا مطالعہ کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے ''ایک نظر رئیس فیض پوری کے گل تر پر'' تحریر کیا۔اس میں آپ نے رئیس فیض پوری کی شاعری کا جائزہ لیا اوراس نتیجہ پر پہنچے۔

> ''گل تر کے سرسری مطالع کے بعد ایک نہایت اہم بات جو مرکز توجہ بنتی ہے، وہ یہ کہ رئیس فیض نے اپنے شعور کی تربیت کے لیے اپنے شعری ورثے یعنی کلاسکی اور ترقی پسند شاعری دونوں کا بھرپور مطالعہ کیا اور اپنے ادراک فکر ونظر کو سجا سنوار کر تذکرہ رجحانات کی خوشگوار آمیزش سے شعوری طور پر ایسا دھلا دھلایا جدید لہجہ اختیار کیا ہے جو ان کے ہم عصروں میں انہیں مقام امتیاز عطا کرتا ہے۔'' (۶۳)

''پروفیسر محمد علی کے انکشافات'' مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے پروفیسر محمد علی کے ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل انکشافات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔اس تصنیف میں محمد علی اثر کے مضامین تین ابواب پر مشتمل ہیں جن میں خوب معلومات فراہم کی گئی ہے۔

محبوب راہی کی اس تصنیف پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے امتزاج وحید فرماتے ہیں۔

> ''تنقیدی ،تحقیقی ،اور تجزیاتی مضامین میں قلم کی گرمی دکھائی دیتی ہے،نقد وتنقیح میں جو ادب کا عصری پیمانہ ہے اس سے عمداً اجتناب کیا گیا ہے،تحریر کا مزاج بسا وقات معقول جواز اور نکتہ کو بھی ''توصیفی'' زمرے میں لے آتا ہے۔جو تحقیق اور نقد کے مزاج سے بے میل ہے۔'' (۶۴)

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے جن شعراء وادیب پر مضامین تحریر کیے ان کی علمی وادبی خصوصیات کو منظر عام پر لانے کی پوری پوری کوشش کی ،جس میں آپ کسی حد تک کامیاب بھی رہے۔آپ نے اپنے مضامین میں متعدد اہل قلم حضرات کی گراں قدر رائے کو بھی شامل مضمون کیا جس سے مضمون کی وسعت اور بڑھ گئی اور مضمون جامع ہو گئے۔آپ نے بھی شعراء وادیب کی تصانیف پر رائے بیان کرتے ہوئے اعتدال سے کام لیا اور ایک اچھے نقاد کی طرح خوبی اور خامی دونوں بیان کر دی۔مجموعی طور پر یہ تصنیف قارئین کے لیے مفید ثابت ہوگی۔

ترجیحات وتوجیہات

''ترجیحات وتوجیہات'' ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے تنقیدی تحقیقی اور تجزیاتی مضامین کا مجموعہ ہے جو اسباق پبلی کیشنز کے زیر اہتمام ۲۰۱۲ء میں منظرِ عام پر آیا۔ ۱۷۶ صفحات پر مشتمل اس تصنیف میں محبوب راہیؔ کے تقریباً ۱۹ مضامین شامل ہیں۔ یہ مضامین مختلف ادبی شخصیات مثلاً میرؔ، گوپی چند نارنگ، ظفر گورکھپوری، ملک زادہ منظور احمد، ظفر ہاشمی، نذیرؔ فتح پوری، غنی اعجاز، ڈاکٹر آغا غیاث الرحمٰن، حیدر قریشی، شاعر علی شاعر، اقبال خلشؔ، عظیم راہیؔ، جیسے قلمکاروں کی ادبی کاوش کا اعتراف ہے۔ اس تصنیف کا انتساب ملاحظہ فرمائیے۔

''انتساب

اپنی شریک حیات رضیہ بانو کے نام
جس کی قدم بہ قدم خاموش اعانت میرے
تخلیقی سفر کی کامیابی کا موجب رہی
محبوب راہیؔ'' (۶۵)

اپنی شریکِ حیات کو خراج تحسین پیش کرنے کے بعد، آپ پیش لفظ میں اپنے حالاتِ زندگی اور خدماتِ ادب کا بیان دلچسپ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ یہ پیش لفظ اسباق کے گوشہ محبوب راہیؔ میں شامل تھا۔

میرؔ کے اشعار میں ان کی فکر کے تاثرات کو محسوس کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے میرؔ کے زمانے سے لے کر دور حاضر تک ان کی معنویت کو ہمارے سامنے پیش کیا اور دوسرے شعراء حضرات کے کلام کے ساتھ میرؔ کے کلام کا موازنہ بھی کیا۔ اس طویل مضمون میں آپ نے اپنے خیالات کی تائید میں مختلف نقاد کی آراء کو بھی شامل کیا اور اپنا معلوماتی مضمون ''میرؔ کے اثرات عصر میرؔ سے عصر حاضر تک'' تحریر کیا۔

''گوپی چند نارنگ اپنے استاد خواجہ احمد فاروقی کی نظر میں'' مضمون کے تحت آپ نے اس خطوط کے مجموعے کا ذکر کیا ہے جو ''خواجہ احمد فاروقی کے خطوط گوپی چند نارنگ کے نام'' سے شائع ہوا۔ اس تصنیف میں پروفیسر خواجہ احمد فاروقی کے تقریباً ۱۷ خطوط شامل ہیں۔ ان خطوط سے خواجہ احمد فاروقی اور گوپی چند نارنگ کے مابین ذاتی اور ادبی تعلقات سے متعلق معلومات فراہم ہوتی ہے۔ اپنے مضمون میں آپ نے کئی خطوط سے متن بھی شامل کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ کئی اہم معلومات بھی درج کی ہے۔

''میر تقی میرؔ کے مونوگراف'' اس مضمون کے تحت آپ نے مظفر حنفیؔ کے اس مونوگراف کا ذکر کیا ہے جو آپ نے میر تقی میرؔ کے متعلق شائع کیا تھا۔ اس مونوگراف کے متعلق محبوب راہیؔ فرماتے ہیں :

''حنفی صاحب نے میرؔ کے موتی پرونے کے اس عمل کو اپنی فکر و بصیرت کی بساط پر انہیں کے ۱۸۷ اشعار (موتی) بکھیر کر ایک اچھوتا، دلکش اور جاذب توجہ تخلیقی منظر نامہ سجا کر رکھ دیا ہے۔ ۴۷ پر محیط یہ باب کتاب کا سب سے اہم شاندار اور جاندار باب جسے کتاب کا مغز کہیے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس میں حنفی صاحب نے میرؔ کے موتی پرونے کے دعوے کو محض ان کے اشعار کے ذریعہ سچ نہیں کر دکھایا بلکہ ان کی ذہن و دل کی گہرائیوں میں اتر جانے، روح کو متاثر اور احساس کو مرتعش کرنے والی تشریح و تفہیم کر کے اپنی ناقدانہ بصیرت کو بروکار لاتے ہوئے میرؔ کی تخلیقی گتھیاں سلجھاتی ہیں۔ اشعار کی تہہ داریوں کو پہلو بہ پہلو اجاگر کرتے ہوئے ان کے مفاہیم سے قارئین کو روشناس کرایا ہے۔'' (۶۶)

''ظفر گورکھپوری ادب اطفال کا مہر درخشاں'' مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے ظفر گورکھپوری کی ادب اطفال سے متعلق ان خدمات کا اعتراف کیا ہے جو انہوں نے نظموں اور ڈراموں کے ذریعہ بچوں کی خدمت میں پیش کی ہیں۔ آپ نے بچّوں کی نفسیات کو ذہن میں رکھ کر ان کے لیے نظمیں اور ڈرامے تحریر کیے، جو نصیحت آموز ہیں اور بچوں کے لیے مفید معلومات فراہم کرتے ہیں۔ آپ کی انہیں خدمات کا اعتراف یہ مضمون ہے۔

''ملک زادہ منظور احمد کی کثیر الجہات شخصیت رقص شرر کی روشنی میں'' مضمون کے تحت آپ فرماتے ہیں۔

''رقص شرر کہنے کو تو ملک زادہ منظور احمد کی ستّر (۷۰) سالہ زندگی کی سپید و سیاہ کی خود نوشت ہے۔ لیکن یہ محض ایک فرد واحد کی زندگی کی روداد نہیں، زندگی در زندگی دور تک پھیلے بے شمار اہم اور اہم ترین افراد کی داستان در داستان کو طول طویل، قطار در قطار سلسلے ہیں، تا حد نگاہ پھیلے ہوئے سرسبز و شاداب، سدا بہار پیڑ پودوں اور سبزہ زاروں سے معمور وسیع و عریض گلستانوں کا ایک سلسلہ ہے۔ جس کے مناظر کی دلکشی اور رنگینی رعنائی نگاہوں کے ساتھ نگاہوں کے ساتھ ذہن و دل کو بھی خیرہ کیے دیتی ہے۔ ہر منظر پر ''کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است'' کا عالم ہوتا ہے۔'' (۶۷)

ظفر ہاشمی ماہنامہ ''گلبن'' کے ایڈیٹر ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ ایک بہترین ادیب بھی ہیں۔ آپ کی مختلف موضوعات پر تصانیف شائع ہو کر منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ انہیں میں سے ایک افسانوی مجموعہ ''جب ایسا ہو تو''

عنوان سے شائع ہوا جس نے محبوب راہیؔ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔آپ کے افسانوں پر تبصرہ کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''ہاشمی کے زیر تبصرہ مجموعے میں شامل تمام تر اٹھائیس افسانوں کے موضوعات ہماری زندگی سے محض تعلق ہی نہیں عین ہماری زندگی کے ہماری شہ رگ میں بہنے والے لہو میں ہماری آتی جاتی سانسوں میں رچے بسے ہماری زمین میں ہماری دنیا میں ہمارے گرد و پیش رہنے والے ہمارے اپنوں کے محلوں ،گلیوں ، گھروں، دلوں اور ذہنوں میں ہمہ وقت پیدا ہونے ، پرورش پانے اور جینے مرنے والے مسائل سے لیے گئے ہیں اور یہی ان افسانوں کی بے پناہ تاثر آفرینی کا بنیادی جواز ہے۔ان کے یہاں سپاٹ اور اکہرے بیانیہ کے بجائے غزل کے شعر کی طرح مزہ کنایہ پر مبنی استعاراتی انداز تاثر کی شدت کو اور فزوں کرتا ہے۔''(۶۸)

''نذیرؔ فتح پوری خواتین اہل قلم کی نظر میں'' یہ تصنیف ڈاکٹر حسن آراء اور ڈاکٹر قمر جہاں کی مرتب کردہ تصنیف ہے۔جس میں آپ نے ان خواتین قلمکاروں کے مضامین شامل کیے ہیں جو نذیرؔ فتح پوری کے فکر وفن سے تعلق رکھتے ہیں۔اس تصنیف پر محبوب راہیؔ نے اپنا تبصرہ پیش کیا۔

''مرحوم غنی اعجاز! یادوں کے دھندلکوں سے''محبوب راہیؔ نے یہ مضمون غنی اعجاز کی وفات کے متعلق لکھا ہے اور آپ کی ادبی خدمات کا اعتراف بھی کیا ہے۔

ڈاکٹر آغا غیاث الرحمٰن آپ کے ماموں زاد پھوپھی زاد بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے بہنوئی بھی ہیں۔محبوب راہیؔ شکر گزار ہیں کہ زندگی کے تمام اہم فیصلوں میں آپ کی شراکت شامل رہی۔اُن سے آپ کی محبت کا اندازہ اس تحریر سے لگایا جا سکتا ہے۔

''آپ کو تعجب ہوگا کہ وہ شخص کوئی اور نہیں میرے ماموں زاد اور پھوپھی زاد بھائی کے ساتھ ساتھ بہنوئی بھی ہیں۔مزید یہ کہ میرے مشفق اور کرم فرما بھی جس کا میں بارہا اعتراف کر چکا ہوں کہ آج جو کچھ بھی ہوں اپنے انہیں برادر موصوف کے التفات کے طفیل ہوں ورنہ پتہ نہیں کس کھیت میں ہل چلا رہا ہوتا یا گائے بھینس چرا رہا ہوتا۔ ''(۶۹)

اپنے اس کرم فرما بھائی کو بطور شکریہ محبوب راہیؔ نے یہ مضمون ''کچھ برادر محترم آغا غیاث الرحمٰن کے

بارے میں'' تحریر کیا اور اپنی زندگی میں ان کی موجودگی کو نیک فعل بتایا۔

حیدر قریشی اردو ادب میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔اردو ادب میں آپ کی خدمات کو کسی ایک دائرے میں قید کر کے نہیں رکھا جا سکتا۔آپ نے شاعری کی تقریباً تمام اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔آپ کی غزلوں میں موضوعات کا اچھوتا پن ہے۔یہی خوبی محبوب راہیؔ کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔جس کا اعتراف کرتے ہوئے آپ نے اپنا مضمون ''حیدر قریشی کی غزل بھیڑ سے الگ'' تحریر کیا جس میں آپ کی شعری خوبیوں کو اجاگر کیا اور ساتھ ہی حیدر قریشی کی شخصیت کے منفرد پہلوؤں پر نظر ڈالی۔آپ فرماتے ہیں۔

> ''حیدر قریشی ایک کثیر المطالعہ، وسیع النظر، کشادہ ذہن، پختہ فکر اور تازہ کار تخیل کے حامل ایک باشعور تخلیق کار ہیں۔اپنے گرد و پیش، قریب و بعید، زندگی کے داخلی اور خارجی عوامل، گونا گوں تجربات، روز مرّا در پیش واقعات، خوشگوار و ناخوشگوار حادثات و سانحات، مختصر یہ کہ حیات و ممات سے متعلق لوازمات جن سے گزرتے رہے ہیں۔جنہیں وہ جھیلتے ہے ہیں، کم و بیش ان تمام کیفیات کو ان سے پیدا شدہ نتائج کے ساتھ اشعار میں سمو لیا ہے۔ان کی غزل رنگینیٔ تخیل کا محض نگار خانہ نہیں، جیتی جاگتی زندگی کے رنگا رنگ حقائق کا منظر نامہ پیش کرتی ہے۔''(۷۰)

شاعر علی شاعرؔ کے شعری مجموعہ ''غزل پہلی محبت سے'' پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے محبوب راہیؔ اپنے مضمون ''شاعر علی شاعرؔ کی پہلی محبت غزل ہے'' میں فرماتے ہیں۔

> ''کسی بھی فیشن زدہ متعینہ یا مروجہ ادبی تحریک، نظریے یا رجحان کی تقلید یا پیروی سے شعوری طور پر گریز کرتے ہوئے اور تمام مروجہ بندشوں سے اپنے ذہن و فکر کو آزاد رکھ کر اپنے فطری میلان اور طبعی رجحان کے زیر اثر ہمہ رنگ و آہنگ، ہمہ جہت و متنوع، منفرد اور تازہ بہ تازہ، نو بہ نو موضوعات پر شعر تخلیق کیے ہیں۔جن میں انسانی مزاج سے ہم آہنگ کلاسکی رنگ کے اشعار کی بہتات ہے معاملات حسن و عشق کی دلکش ترجمانی، زبان و بیان کی شگفتگی، لب و لہجہ کی شائستگی، اور اظہار و ابلاغ کی شستگی کی بنا پر نا قابل فراموش ہونے کی صفت سے متصف ہیں۔''(۷۱)

''اقبال خلش کی شاعری میں سماجی معنویت'' اس مضمون میں محبوب راہیؔ نے اقبال خلشؔ کی شاعری میں سماجی معنویت اور مقصدیت کی رواں دواں لہروں کی گرہ کشائی کی ہے۔''عظیم راہی کا ایک عظیم کام'' اس مضمون

میں محبوب راہیؔ نے عظیم راہی کی مرتب کردہ تصنیف ''آنسوں کے پھول'' اور ''اردو میں افسانچہ کی روایت'' پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ''بادباں سفینوں کے'' رفیق شاہین کا شعری مجموعہ ہے۔ جس پر محبوب راہیؔ نے تبصرہ کیا ہے۔ ''خوش بیانیاں'' نورالحسنین کے چودہ خاکوں کا مجموعہ ہے۔ یہ محبوب راہیؔ کی توجہ کا مرتکب بنا اور آپ نے اس پر اپنی رائے بیان کی۔

''اردو میں حمد و مناجات'' کے حوالے سے محبوب راہیؔ نے ڈاکٹر یحییٰ نشیط کی تصنیف ''اردو میں حمد و مناجات'' کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ ''اردو ٹائمز اور میں'' یہ مضمون ایک طرح سے آپ کے ماضی کی یادوں کا جھروکا ہے۔ جس سے اردو ٹائمز میں شائع ہونے والی آپ کی تخلیقات کے بارے میں معلومات فراہم ہوتی ہیں۔

''شعرفہمی اور فن شاوری'' عنوان کے تحت محبوب راہیؔ نے داکٹر الیاس صدیقی کی تصنیف کے متعلق گفتگو کی ہے جو اس موضوع ''شعرفہمی اور فن شاعری'' سے تعلق رکھتی ہے۔ الیاس صدیقی کی یہ تصنیف ہمیں شاعری کے رموز و نکات سے وابستہ کرواتی ہے۔

یہ تصنیف محبوب راہیؔ کے اشاعتی سلسلے کی بتیسویں کڑی ہے۔ آپ نے مضامین تحریر کرتے وقت اپنی بصارت اور بصیرت کا بخوبی کا بخوبی استعلام کیا اور شعراء و ادیب پر مضمون لکھتے وقت اپنی تنقید کو بھی متوازن رکھا۔ اس تصنیف میں شامل مضمون 'میرؔ کے اثرات عصر میرؔ تک' بہترین تحقیقی مضمون ہے جس کے متعلق آغا غیاث الرحمٰن اپنے مضمون ''ترجیحات و توجیہات'' میں فرماتے ہیں۔

> ''میرؔ کے اثرات عصر میرؔ سے عصر حاضر تک'' ۲۲ صفحات پر مشتمل یہ ایک تحقیق مضمون ہے راہیؔ نے اس میں میرؔ کی شاعری کے اثرات کی ابتداء سے لے کر عصر حاضر کے شعرا کی شاعری پر مرتب کیے ہیں۔ اشعار کے حوالوں سے ثابت کیا ہے۔ اس جامع مقالے کو تحریر کرنے میں راہیؔ کو کتنی محنت کرنی پڑی ہوگی ، کتنے شعراء کا مطالعہ کیا ہوگا یہ وہی جانتے ہیں۔'' (۷۲)

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تصنیف محبوب راہیؔ کی محنت کا نتیجہ ہے اور قائین کے حلقہ میں اسے پزیرائی حاصل ہوگی۔

باتیں مشاعروں کی

اردو کی ادبی روایت میں مشاعروں کی اہمیت مسلّم ہے۔ مشاعروں کی تہذیب بہت قدیم ہے۔ مشاعروں

کے ذریعہ ہی عوام میں شاعروں کو شہرت و مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔ بہت سے شعراء تو ایسے ہیں جنہیں مشاعروں میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ محبوب راہیؔ نے بھی مشاعروں میں شرکت کی ہے۔ اور مشاعروں کے حالات کو بہت قریب سے جانچا اور پرکھا ہے۔ انہیں دلچسپ واقعات کا اظہار اور مشاعروں میں مقبول شاعروں پر آپ نے مضامین تحریر کیے جنہیں ''باتیں مشاعروں کی'' عنوان کے تحت کتابی صورت میں شائع کیا۔ یہ تصنیف ۲۰۱۳ء میں شائع ہوکر منظر عام پر آئی۔ ۱۹۲ صفحات پر مشتمل اس تصنیف میں تقریباً چوبیس مضامین شامل ہیں۔

مشاعروں سے متعلق اپنے خیالات اور تاثرات کو یکجا کر کے آپ نے اپنا مضمون ''مشاعروں سے متعلق میرے دلچسپ تجربات'' تحریر کیا۔ یہ مضمون واقعی بہت دلچسپ ہے۔ کیوں کہ اس مضمون کے تحت آپ نے اپنے اولین مشاعروں کے متعلق واقعات بیان کیے۔ جس میں آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

سامنے بیٹھی وہ میرے گلگلے کھاتی رہی
میں اسے مانگا کیا وہ مجھ کو ترساتی رہی

اس شعر پر سامعین نے خوب قہقہے لگائے۔ آپ اس مشاعرے کے بعد جب دوسرے دن بازار گئے تو لوگ آپ کو دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ اور آپ کو ''پاگل صاحب'' کہہ کر مخاطب کر رہے تھے۔ اپنے لیے یہ جملہ سن کر آپ سکتے میں آ گئے کہ یہ لوگ میری تعریف کر رہیں یہ مذمت۔ لیکن اصل میں وہ آپ کو محبت سے پکار رہے تھے اور آپ کی عزت افزائی کر رہے تھے۔ جس کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

> ''دوسرے روز بالہ پور کے انجمن بازار سے گزرنے کا اتفاق ہوا تو ہر طرف سے ''واہ پاگل صاحب! (مصطفیٰ صاحب کا مجوزہ تخلص)، آیئے پاگل صاحب، چائے لیجیے پاگل صاحب، پان کھایئے، سگریٹ لیجیے پاگل صاحب، میرے تمام تر وجود پر ایک نشہ سا چھا گیا، واہ بھئی یہ شاعری تو بڑے مزے کی چیز ہے، کل تک کوئی بیڑی تک کو پوچھتا نہ تھا، آج ہر طرف سے چائے پان سگریٹ کی مجھ پر برسات ہو رہی ہے اور میں باقاعدہ شاعر بن گیا۔'' (۷۳)

کیوں کہ یہ آپ کا پہلا مشاعرہ تھا۔ اس لیے آپ نے اس مشاعرے میں اپنے آپ کو سراہے جانے کی خوشی کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے بقیہ مشاعروں میں شرکت اور عہاں کے دلچسپ واقعات کو بھی مضمون میں بیان کیا ہے۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ مشاعروں سے آپ کو کبھی کوئی خاص لگاؤ نہیں رہا اس کا اعتراف آپ اس مضمون میں کرتے ہیں۔

''مشاعرے صدارت اور نظامت'' اس مضمون کے تحت آپ نے ان مشاعروں کا ذکر کیا ہے جس میں خود آپ نے صدارت و نظامت کے فرائض انجام دیئے ہیں۔ جس میں کھام گاؤں اور اُناؤ کے مشاعروں کا ذکر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ مشاعرے میں صدارت اور نظامت کے لیے ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا چاہیئے جو نظامت کے ادبی فرض کو بہتریں طریقہ سے انجام دے سکے اور صدر کے رتبہ کو بھی برقرار رکھے۔

اردو ادب میں ''ملک زادہ منظور احمد'' ایک شاعر، ادیب، نقاد، محقق، مبصر، ناول نگار، سوانح نگار، ریبر اور مدبر اور اناؤنسر (ناظم) کی حیثیت سے مقبول و مشہور ہیں۔ ملک زادہ منظور احمد کی تصانیف اور ان کی ادبی شخصیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے تین مضمون بعنوان ''پاسبان شہر ادب ملک زادہ منظور احمد''، ''شہر یار شہر سخن ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد'' اور ''ملک زادہ منظور احمد کی کثیر الجہات شخصیت رقص شرر کی روشنی میں'' مضمون تحریر کیے۔ ان مضامین میں رقص شرر (سوانحی تصنیف) کے حوالے سے ملک زادہ منظور احمد کی ستر سالہ زندگی کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس تصنیف کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں :

> ''رقص شرر کہنے کو تو ملک زادہ منظور احمد کی ستر سالہ زندگی کے سپید و سیاہ کی خود نوشت ہے۔ لیکن یہ مضمح ایک فرد واحد کی زندگی کی روداد نہیں زندگی در زندگی دور تک پھیلے بے شمار اہم اور اہم ترین افراد کی داستان کے طول طویل، قطار سلسلے ہیں، تا حد نگاہ پھیلے ہوئے سرسبز و شاداب، سدا بہار پیڑ پودوں اور سبزہ زاروں سے معمور وسیع و عریض گلستانوں کا ایک سلسلہ ہے جس کے مناظر کی دلکشی اور رنگینی و رعنائی نگاہوں کے ساتھ ذہن و دل کو بھی خیرہ کیے دیتی ہے۔ ہر منظر پر ''کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است'' کا عالم ہوتا ہے۔'' (۷۴)

اس قول کی روشنی میں رقص شرر اپنی آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ منظور احمد صاحب نے اپنی زندگی کا ایک مخصوص حصہ مشاعروں کی نظامت کرتے ہوئے گزارا ہے۔ مشاعروں میں شامل ہونے والے زیادہ تر شعراء کی ادبی خوبیوں سے آپ اس قدر واقف ہو چکے تھے کہ ان کا تعارف کراتے وقت ان کی تمام ادبی خوبیاں سامعین کے سامنے پیش کر دیا کرتے تھے۔

منظور احمد صاحب کی تصانیف میں رقص شرر، شہر سخن، اور شہر ادب وغیرہ شامل ہیں۔ یہ سبھی تصانیف مواد لے لحاظ سے نہایت اہم ہیں۔ جن کے متعلق محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''آپ یقیناً حیرت واستعجاب میں کچھ دیر کے لیے غرق ہو جائیں گے کہ رحیم وکریم اللہ رحیمی وکریمی کا بحر بے کناروں وبیکراں جب جوش میں آتا ہے ،جب وہ اپنے الطاف واکرام اور عنایات ونوازشات کی بارشوں سے کسی بندے کو شرابور کرنا چاہتا ہے تو سارے اعداد شمار ،ساری حدیں ختم ہو کر رہ جاتی ہیں۔''(۷۵)

''منور رانا کی تخلیقی شناخت کے چند روشن پہلو'' اور ''بین الاقوامی مشاعروں میں مغربی بنگال کا نمائندہ منور رانا'' ان دونوں مضامین کے تحت محبوب راہیؔ نے منور رانا کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کے موضوعات سے بحث کی ہے۔ان مشاعروں میں ان کی مقبولیت کے اسباب کی نشان دی کی ہے۔آپ کے موضوعات کے متعلق محبوب راہیؔ کا خیال ہے کہ منور رانا تقریباً ہر موضوع پر (جو زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھتے ہیں۔) اپنا قلم اٹھایا اور بہترین اشعار تخلیق کئے۔اور 'ماں' جیسی عظیم شخصیت پر قلم اٹھایا تو تمام شعراء پر سبقت لے گئے۔اس موضوع پر منور رانا نے انوکھے اور منفرد انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔انداز ملاحظہ ہو ؎

میں نے کل شب چاہتوں کی سب کتابیں پھاڑ دیں
صرف ایک کاغذ پہ لکھا لفظ ''ماں'' رہنے دیا

مشاعروں میں ان کی مقبولیت دیکھتے ہی بنتی ہے۔آپ بنا کسی اداکاری گلے بازی یا نعرے بازی کئے اشعار کی طاقت کے بل بوتے پر سامعین کو باندھ کر رکھتے ہیں۔آپ کی شعری خصوصیات پر اظہار خیال کرتے ہوئے محبوب راہی فرماتے ہیں۔

''سچائی تو یہ ہے کہ ہزار ہا ہزار کی بھیڑ بھاڑ میں لب ولہجہ کی تازگی و شادابی اور رنگ وآہنگ کی انفرادیت کے حاصل تخلیق کاروں کی تعداد دو چار سے زیادہ بھی نہیں ہوتی۔آج کے اردو کے ایسے ہی دو چار قلم کاروں میں ایک منور رانا بھی ہیں جو اپنی کھنکتی ہوئی گرج دار آواز ، کھٹے میٹھے ذائقے ،مجاہدانہ انداز ، لہجے کی صلابت ،زبان وبیان کی جدت وندرت ،تخیل کی نادرہ کاری ،نئی نئی انچھوئی لفظیات ، مفہوم ومعنی کا ایک جہانِ نو لیے دلکش تشبیہات وجدید تر استعارات وغیرہ خوبیوں سے آراستہ اپنے دل آویز اشعار کے وسیلے سے ہم عصر اردو شاعری میں وہ اپنی ایک مخصوص شناخت مستحکم کروا چکے ہیں۔''(۷۶)

''راحت اندوری'' دور حاضر میں مشاعروں میں سنے جانے والے سب سے زیادہ مقبول ومشہور شاعر تھے۔آپ کی شاعری پر سننے اور داد دینے والوں کا ایک بڑا حلقہ موجود ہے۔جو آپ کے اشعار کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔محبوب راہیؔ پہلے راحت اندوری کو ایک فرضی شاعر سمجھتے تھے کہ ان کی شاعری میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔لیکن جب آپ نے انہیں ایک مشاعرے میں یہ غزل ''دھندا نہیں کروں گا'' پڑھتے سنا تو ان سے متاثر ہوئے اور جب راحت اندوری صاحب نے شعری مجموعہ ''ناراض''، لمحے لمحے'' اور اس کے ساتھ ہی تاریخ شاہین اور عزیز عرفان کی مرتبہ تصنیف ''راحت اندری شاعر اور شخص'' بطور تحفہ پیش کی تو آپ کو راحت اندوری کی شاعری اور شخصیت سے روبرو ہونے کا موقع ملا۔ان تصانیف کے مطالعہ سے آپ کی یہ غلط فہمی دور ہوگئی کہ راحت اندوری ایک فرضی شاعر ہیں۔اپنی اس غلط فہمی کا اعتراف کرتے ہوئے اور راحت اندوری کی شعری خوبیوں کو اجاگر کرتے ہوئے اپنے طویل مضمون ''راحت اندوری کے بارے میں اب ہمیں اعتراف کر لینا چاہیے'' میں فرماتے ہیں۔

''ناراض'' اور پھر راحت اندوری شاعر اور شخص'' کے باب یکے بعد دیگرے وا ہوتے ہیں اور صفحہ، شعر در شعر، مصرع در مصرع، سطر در سطر، فقرہ در فقرہ، اور لفظ در لفظ ان دونوں تصانیف سے گزرنے کی سعادت نصیب ہوئی منزل بہ منزل، گام بہ گام، لمحہ بہ لمحہ ایک جہاں حیرت واستعجاب کا سامنا ہوتا ہے۔

> راحت اندوری کے تعلق سے قائم کردہ اپنے پچاس سالہ نظریاتی قلعوں کے یکے بعد دیگرا ہنداام پزیر ہوتے محسوس کرتا ہوں۔ جب راحت کے گلستاں اشعار سے روش در روش گزرتا ہون تو ہر شعر'' کرشمہ دامن دل می کشد کے جاویں جاست'' کی کیفیت سے دو چار ہوتا ہوں۔جب پرت لفظوں کی گہرائی میں جھانکتا ہوں تو تہہ در تہہ معنی ومفہوم کے نو بہ نو جہانوں سے ہوتا ہوا گنجینۂ معنی کے طلسم تک پہنچ کر اپنے دامن خیال کو گوہر افکار سے مالا مال کر لیتا ہوں۔اپنی سابقہ سوچوں پر احساس ندامت ہوتا ہے کہ محض تو گڑیا ہے، بڑھیا ہے وغیرہ جیسی بازاری آوازوں کے فریب میں مبتلا ہو کر میں بھی راحت کو سستے مشاعرہ بازوں میں شمار کر بیٹھا تھا۔''(۷۷)

اس تحریر کی سطروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ محبوب راہیؔ کے ذہن میں راحت اندوری کو لے کر جو غلط فہمی تھی وہ بالکل دور ہو چکی تھی۔۱۱/اگست ۲۰۲۰ء کو راحت اندوری دل کا دورہ پڑنے کے سبب اس دارِفانی سے کوچ کر

گئے۔

ساغر اعظمی مشاعروں میں سنے جانے والے ایک بہترین شاعر جنہوں نے پورے ہندوستان میں مشاعروں کے ذریعہ اپنے خیالات لوگوں تک پہنچائے۔آپ کی شخصیت اور شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے اپنے مضمون ''ساغر اعظمی، کشمیر کی وادیوں سے کنیا کماری کے ساحلوں تک گونجتی آواز جسے موت نے خاموش کر دیا'' میں فرماتے ہیں۔

> ''ساغر اعظمی نے اپنی شاعری کی ترسیل وتبلیغ کے لیے مشاعروں کو وسیلہ ضرور بنایا لیکن سچائی یہ بھی ہے کہ مشاعروں میں دن بہ دن عام ہونے والی معیارات کی گراوٹ اور فنی ابتذال سے وہ حتیٰ الامکان اپنے دامن فکر کو محفوظ رکھے رہے۔اور مشاعروں کو ایک صاف ستھرے معیار اور پاکیزہ مزاج سے ہم آشنا بھی کیا۔انہوں نے اپنی ادبی فطوحات کو محض مشاعروں تک محدود نہیں رکھا مختلف ادبی رسائل کو بھی اپنے فن کی ترسیل کا ذریعہ بنایا۔''(۷۸)

ملک گیر شہرت کے مالک اختر آصف برہان پوری مشاعروں میں اپنی ایک خاص پہچان رکھتے تھے۔جن کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے محبوب راہیؔ اپنے مضمون ''اختر آصف برہان پوری کی یاد میں'' فرماتے ہیں۔

> ''سچ تو یہ ہے کہ اختر آصف جتنا اچھا شاعر تھا اس سے زیادہ اچھا انسان بھی تھا۔مشاعروں کی بے پناہ شہرت ومقبولیت کے باوجود رعونت یا غرور اسے چھو کر نہیں گزرا تھا۔اپنی سادہ روی اور کم گوئی کی بنا پر وہ مشاعروں کی ساسی گروہ بندی کی لعنت سے بہت دور تھا۔اور اس کی یہی دوری آہستہ آہستہ اسے مشاعروں سے دور کر دینے کا سبب ہوئی جب تک وہ مشاعروں کے افق پر مہر وماہ کی طرح جگمگاتا رہا اس کے کسی شہر برہان پور کے کسی شاعر کا چراغ نہیں جل سکا۔اس کی ملک گیر شہرت اور عوامی مقبولیت اس کے حسدوں میں دن بہ دن اضافے کا موجب ہوئی جسے اس نے کبھی سنجیدگی سے نہیں لیا۔''(۷۹)

''مشاعرے اور تحقیق دونوں میدانوں کا شہسوار ڈاکٹر جلیل الرحمٰن جلیلؔ برہان پوری'' اور ''اقبال خلش کی شاعری میں سماجی معنویت'' ان دونوں مضامین میں محبوب راہیؔ نے جلیل الرحمٰن جلیلؔ اور اقبال خلش کی شعری

خصوصیات پر نگاہ ڈالی ہے۔''ودربھ کی ایک
تازہ کار جاندار آواز''مضمون کے تحت اپنے علاقہ ودربھ کی ایک ایک خوشنما آواز فصیح اللہ نقیب کی شاعری پر ناقدانہ نظر ڈالی اوران کے اشعار سے مستفیض ہوئے اور مشاعروں میں ان کی مقبولیت کا اعتراف بھی کیا۔
عظیم وقار کی شاعری کا مقدس اور مترنم منظر نامہ''اور''اردو شاعری کی ایک پر اثر آواز نعیم فراز''ان دونوں مضامین میں عظیم وقار اور نعیم فراز کی مشاعروں سے وابستگی ان کی مشاعروں میں مقبولیت اور شعری خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔
سفیان قاضی نے شاعری کے میدان میں انوکھے اور تازہ ترین موضوعات کو بیان کیا۔جن میں زندگی سے متعلق مشکلات اور پریشانیوں کو بخوبی بیان کر دیا گیا ہے۔محبوب راہیؔ نے سفیان قاضی کے انہیں نادر و نایاب موضوعات کی نشان دہی اپنے مضمون''اردو غزل کا ہونہار بروا سفیان قاضی''میں کی ہے۔سفیان قاضی کے ایسے ہی انوکھے انداز کو ملاحظہ فرمائیں ؎

بھلے ہی عالما نہ تربیت ان کی ہوئی لیکن
طوائف زادیاں ہیں اس لیے رشتے نہیں آتے

اسی طرح سفیان قاضی نے اپنی شاعری میں''ماں''موضوع پر بھی کثرت سے اشعار کہے ہیں۔اس موضوع پر تحریر کی گئی نظمیں اپنی مثال آپ ہیں۔جس کا اعتراف محبوب راہیؔ نے''سفیان قاضی کی شاعری ماں کے بغیر''میں کیا ہے۔
''شمیم فرحت کی شاعری ہم عصر زندگی کی ترجمانی''کے تحت محبوب راہیؔ نے علاقۂ ودربھ سے تعلق رکھنے والے شمیم فرحت کی شاعری میں دور حاضر سے متعلق اشعار کو ڈھونڈ نکالا ہے۔اس کتاب کے آخر میں محبوب راہیؔ کی تین نظمیں بھی شامل ہیں۔جن کے عنوان''میں شاعر اعظم ہوں''،''اے خوش کلام شاعر''اور''ہمارے مشاعرے''شامل ہیں۔میں شاعر اعظم ہوں، یہ نظم ایسے لوگوں پر طنزیہ وار کرتی ہے جو دولت کے دم پر باقی شعراء حضرات یہاں تک کہ میرؔ اور غالبؔ کو بھی اپنے آگے ہیچ سمجھتے ہیں۔ایسے حضرات پر ضرب لگاتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں ؎

''چندے پہ مرے چلتے ہیں کتنے ہی ادارے
چھپتے ہیں ادارے میں میری ادبی رسالے
ہوتے ہیں صدارت میں میری جلسے ادب کے

دولت نے میری مجھ کو دلائے کئی عہدے
شہرت میں کوئی کیسے بڑھے گا میرے آگے
میں شاعر اعظم ہوں کوئی کیا میرے آگے

لیکن ایسے دولت مند لوگوں سے محبوب راہیؔ ذرا بھی خوف نہیں کھاتے ہیں اور با آواز بلند یہ کہتے ہیں ؎

''ہر سمت ترنم کی مرے دھاک جمی ہے
ہر شہر میں شہرت کی مری دھوم مچی ہے
ہر بزم میں ہے نام میرا مانگ مری ہے
کیا جانئے کیا مجھ میں مگر ایسی کمی ہے
سب جھکتے ہیں راہیؔ نہیں جھکتا میرے آگے
میں شاعر اعظم ہوں کوئی کیا میرے آگے''

''اے خوش کلام شاعر اس نظم کے تحت شعراء کی اس جماعت کو طنز کا نشانہ بنایا گیا ہے جو اپنے آپ کو خوش کلام اور بہترین شاعر ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ جب کہ ان میں اور ان کی شاعری میں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہوتی۔ محبوب راہی ایسے شعراء پر طنز کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

''اِک مصرع مدح میں ہے تو دوسرے میں ذم ہے
ہر لفظ میں تنافر ہر شعر میں سقم ہے
اِک میں ہے رکن زائد تو دوسرے میں کم ہے
مصرع ہے ایک سیدھا تو دوسرے میں خم ہے
کچّی ہیں تیری نظمیں غزلیں ہیں خام شاعر
اے خوش کلام شاعر اے خوش کلام شاعر''

''ہمارے مشاعرے'' یہ نظم محبوب راہیؔ کی ایک بہترین نظم ہے۔ جو مشاعروں کی بنتی بگرتی صورت حال کو ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ ایک طرف جہاں آپ مشاعروں کو تہذیب و ثقافت کا نشان بتاتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

یہ جو رواں دواں ہیں ہمارے مشاعرے
تہذیب کا نشاں ہیں ہمارے مشاعرے

کچھ خورد کچھ کلاں ہیں ہمارے مشاعرے
کچھ بوڑھے کچھ جواں ہیں ہمارے مشاعرے
پہچان علم کی ہے علامت شعور کی
قدروں کے ترجمان ہیں ہمارے مشاعرے

وہیں دوسری طرف مشاعروں کی زوال پزیر حالت کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں ؎

میں ہوں گذشتہ نصف صدی سے تلاش میں
کس شہر میں کہاں ہیں ہمارے مشاعرے
ملتے ہیں جن کے صرف کتابوں میں تذکرے
ماضی کی داستاں ہیں ہمارے مشاعرے
بربادی وقت کی ہے تو اصراف مال کا
اخلاق کا زیاں ہیں ہمارے مشاعرے
بے سمت راستوں میں بھٹکتے ہیں ہر طرف
بے میر کارواں ہیں ہمارے مشاعرے
جب بھی بہار ان پہ ہو ہو گئے وہ دن
تہذیب کی خزاں ہیں ہمارے مشاعرے
روشن تھی محفلوں میں گذشتہ صدی جو شمع
اس کا محض دھواں ہیں ہمارے مشاعرے
وہ حرمت ادب کے بھی تھے جو پاسباں
اب ان کے پاسباں ہیں ہمارے مشاعرے

لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ کو اس بات کا بھی اعتماد ہے کہ منور رانا اور راحت اندوری جیسے شعراء نے مشاعروں کی باگ ڈور کو کچھ حد تک اپنے ہاتھوں میں سنبھالا ہوا ہے۔ یہ تصنیف خاص نوئیت کی ہے۔ جس میں مشاعروں سے تعلق رکھنے والے شعراء کا ذکر شامل ہے اور ان کی شاعری کا تنقیدی جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ یہ محبوب راہی کی محنت کا پھل ہے کیوں ہ مشاعرے ہماری تہذیب کا آئینہ ہیں اور تحریک آزادی میں بھی ان کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ جس کے متعلق مظفر حنفی فرماتے ہیں۔

''کوئی صاحبِ فہم اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ مشاعروں نے نہ صرف اردو زبان وادب کی ترقی اور ترویج میں اور انہیں مقبول عام بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے بلکہ ہمارے کردار شخصیت کی تشکیل وتعمیر میں ہماری تہذیب و ثقافت کو مالا مال کرنے میں اور ہماری تحریکِ آزادی کو وریشے تک پیوست کرنے میں مشاعروں کا بڑا ہاتھ ہے۔''(۸۰)

اس تصنیف پر مظفر حنفی صاحب کا یہ مقدمہ سونے پر سہاگے کی حیثیت رکھتا ہے۔

محبوب راہی نے مشاعروں کی روایت اور ان میں شامل ہونے والے شعراء پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جس کے متعلق مظفر حنفی صاحب فرماتے ہیں۔

''محبوب راہیؔ کی یہ کتاب کسی خاص نتیجہ تک پہنچنے میں کس حد تک معاون ہوگی حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں جہاں انہوں نے مشاعروں کے بارے میں اپنے منفی تجربات کی روشنی میں ان کے زوال پر انگشت نمائی کرتے ہوئے اس کے اسباب وعوامل کی نشان دہی بھی کی ہے اور دوسری طرف ہم عصر مشاعرے کے انہیں چند مقبول شعراء کی شان میں قصیدہ خوانی بھی کی ہے جو مشاعروں کی تہذیبی زبوں حالی کے مکمل ذمہ دار نہ سہی خاموش تماشائی ضرور ہیں۔''(۸۱)

مظفر حنفی کی اس کتاب اور محبوب راہی کے متعلق یہ رائے نہایت اہم ہے۔

مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محبوب راہی اپنے مقصد میں کسی حد تک کامیاب نظر آتے ہیں۔

تذکرہ ہم نفساں

محبوب راہیؔ ایک زود گو قلم کار ہیں جنہوں نے مختلف موضوعات پر سینکڑوں مضامین تحریر کئے ہیں جنہیں انہوں نے یکجا کر کے اپنے مضامین کے مجموعے ایک خاص ترتیب کے ساتھ شائع کئے ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک تصنیف ''تذکرۂ ہم نفساں'' ہے۔ ''اردو کا سفر دیر سے حرم تک''۔ اس سلسلے کی دوسری کڑی ہے۔ جس کے متعلق محبوب راہیؔ فرماتے ہیں:

''غیر مسلم قلم کاروں پر مضامین کے مجموعے ''اردو کا سفر دیر سے حرم تک'' کے

بعد یہ کتاب اپنے منتشر شیرازہ تخالیق کو باضابطہ سمیٹنے کے سلسلے کی دوسری کڑی ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں بیشتر مضامین مخصوص علاقہ برار کے ہم عصر میں قلم کاروں سے متعلق ہیں جن میں کثرت اکولہ ضلع کے قلم کاروں کی ہے۔ امراوتی ، ایوت محل، بلنڈانہ، ان چار اور نوتشکیل شدہ واشم ان پانچ اضلاع پر مشتمل علاقہ برار جغرافیائی اعتبار سے تو نہیں البتہ علمی، ادبی اور تہذیبی وثقافتی اعتبار سے اپنی ایک تاریخی اور دستاویزی شناخت رکھتا ہے۔'' (۸۲)

اس تصنیف میں علاقہ برار کے ہم عصر قلم کاروں کو شامل کیا گیا ہے۔ ۲۵۶ رصفحات پر مشتمل اس تصنیف میں تقریباً ۴۳ رمضامین شامل کیے گئے ہیں۔

''دیوان شاہ سید غلام حسین ایلچپوری'' علاقہ برار سے تعلق رکھنے والے'' جناب سید غلام حسین چشتیؒ ایلچپوری کے کلام کو'' دیوان حسین'' کے نام سے مرتب کر کے'' ڈاکٹر سید عبدالرحیم'' اور'' ڈاکٹر ضیاء الدین دیسائی'' شائع کیا جن کی خدمات کا اعتراف محبوب راہیؔ نے اس مضمون میں کیا ہے۔ اسی طرح ایک نوجوان شاعر'' محمد یحییٰ جمیل'' نے'' مشکل افکاری'' کا شعری کلام'' غمِ جاوداں'' کے نام مرتب کر کے شائع کیا، انہیں کی خدمتوں کا اعتراف سے'' مشکل افکاری کا شعری کلام'' غمِ جاوداں'' میں کیا گیا ہے۔'' شیر برار مرحوم عبداللہ منظرؔ کی یاد میں'' اس مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے (مرحوم) عبداللہ خاں منظرؔ کے شعری مجموعے پر اظہارِ خیال کیا اور ساتھ ہی ان کی ذاتی اور سیاسی زندگی کے کچھ پہلوؤں پر بھی روشنی ڈلی ہے۔ اور اس بات کا بھی انکشاف کیا ہے کہ آپ'' شیر برار'' کے نام سے مشہور ہو چکے تھے۔

ڈاکٹر'' نذیر فتح پوری'' نے ڈاکٹر محبوب راہیؔ سے ایک تحریری انٹرویو بھی لیا ہے۔ جسے محبوب راہیؔ نے'' ڈاکٹر راہیؔ سے بات چیت نذیرؔ فتح پوری کے سوالات کی روشنی میں'' عنوان کے تحت کتاب میں شامل کیا ہے۔ اس انٹرویو میں نذیرؔ فتح پوری نے محبوب راہیؔ کی ادبی زندگی ،ذاتی زندگی، مشاعروں میں شرکت، ملازمت اور اردو کے مستقبل سے متعلق سوالات کے جوابات لیے ہیں۔ جن کا محبوب راہیؔ نے نہایت تفصیل کے ساتھ تسلی بخش جواب دیا ہے۔ اس انٹرویو کے تحت آپ اپنی زندگی کے بہت سے راز فاش کیے ہیں جن سے قارئین اب تک ناواقف تھے۔'' گلشن سخن میں نو بہ نو شگوفوں کی خوشبو لٹانے والا شاعر غلام ربانیؔ نعیم، مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے غلام ربانیؔ نعیم کی ادبی زندگی اور ذاتی زندگی پر تبصرہ پیش کیا ہے۔ یہ تبصرہ ربانی نعیم کے مسودے'' مشکِ ختن'' کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ جس میں محبوب

راہیؔ نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ربانی نعیم دنیاوی اور ادبی زندگی میں کس قدر قابل انسان ہیں۔'' مصطفیٰ جمیل کے تخلیقی سفر کی روداد'' میں مصطفیٰ جمیل کے اوّلین شعری مجموعہ ''عکسِ جمیل'' کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔

''کلاسیکی روایت کے امین جہانگیر جوہرؔ اور ان کے فن پر ایک نظر'' اس مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے اپنے ہم عصر جہانگیر جوہرؔ کی شاعری پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ یحییٰ نشیط جو اردو ادب میں ایک مستند تنقید و تحقیق نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں، موصوف کی ایک تصنیف ''اردو میں حمد و مناجات'' جس پر محبوب راہیؔ کو اظہارِ خیال کا موقع ملا اور وہ اپنے مضمون ''یحییٰ نشیط کی اردو میں حمد و مناجات'' میں فرماتے ہیں:

> ''ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے ہر ہر صفحہ پر ایسے ایسے پُر از معلومات انکشاف کئے ہیں کہ عقل و ادراک عالم استعجاب میں غرق ہو جاتے ہس۔ موصوف نے صرف اردو میں حمد و مناجات پر سرسری روشنی ڈالنے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ دنیا بھر کے مذاہب، زبانوں، فلسفوں، پیغمبروں، شاعروں، ادیبوں اور دانشوروں کے ارشادات، اقوال اور افکار کے حوالوں سے اللہ جل شانہٗ کے وجود، اس کی الوہیت، وحدانیت اور مطلق العانیت کے تصور اس کے خیر اور رب العالمین ہونے کے اعتراف اور غیر اللہ سے انکار کو دلیلوں کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی عالمی مذاہب اور عالمی زبانوں میں حمد و مناجات کے تحت عالمگیر حیثیت کے حامل مدبرین، مفکرین اور مصنفین کے شہ پاروں سے نادر کمیاب مثالیں پیش کرتے ہوئے اپنے مطالعے اور علم و ادراک کی وسعت، عمق اور گہرائی و گیرائی کے مظاہر، اردو میں حمدیہ شاعری، تاریخ و ارتقا، اردو کی حمدیہ شاعری میں فلسفیانہ رجحان، اردو کی متصوفانہ حمدیہ شاعری، اردو کی مناجاتی شاعری اور قرآن کا اثر اردو کی حمدیہ شاعری جیسے ذیلی عنوانات کے تحت معلومات کے بیش بہا خزانے لٹاتے ہوئے پیش کیے ہیں''۔ (۸۳)

''ثریا صولت حسین'' جن کا آبائی وطن لکھنؤ ہے۔ ان کے شعری مجموعے ''اشکِ رواں'' پر تبصرہ کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے ''ثریا صولت حسین اور اشکِ رواں'' مضمون تحریر کیا۔ یہ مضمون ثریا صولت

حسین کی شاعری کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

''ندائے سحر ایک دوفینۂ گم گشتہ کی باز یافت'' قاضی محمد مستقیم الدین سحرؔ بلنڈانوی کے شعری مجموعہ کی روشنی میں محبوب راہیؔ نے سحرؔ کی شعری خوبیوں سے روشناس کراتے ہوئے ''ڈاکٹر صفدر کا لفظوں پہ رم'' اس مضمون میں محبوب راہیؔ نے ڈاکٹر صفدرؔ کی ادبی تخلیقات کا ذکر کیا ہے جن میں تنقیدی مضامین کا مجموعہ ''جدید شعری تنقید''، ''قلقل'' (نظموں ں کا مجموعہ) اور 'لفظوں پہ رم'' غزلوں کا مجموعہ وغیرہ شامل ہیں۔ لفظوں پہ رم مجموعہ میں شامل غزلوں کا تنقیدی جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

پروفیسر مصطفیٰ خاں جو محبوب راہیؔ کے عزیز استاد ہیں جن کے بارے میں آپ فرماتے ہیں۔

> ''اطلاعاً عرض ہے کہ موصوف کا شمار میرے ان چند اساتذہ کرام میں ہوتا ہے جن کا میری شخصیت کی تشکیل وتعمیر میں نمایاں کردار رہا ہے۔ اپنی تحریروں میں بارہا استاذی محترم پروفیسر مصطفیٰ خان کے اعلیٰ وارفع شعری وادبی ذوق کا تذکرہ کرتے ہوئے اعتراف کرتا رہا ہوں کہ میری ذات میں مخفی تخلیقی صلاحیتوں کا احساس بیدار کر کے سب سے پہلے موصوف ہی نے مجھے شعر گوئی کی ترغیب دلائی تھی۔ اس اعتراف کے علاوہ میں استاد محترم کی شعر وادب، مذہب، تاریخ سماجیات وغیرہ موضوعات پر عمیق وبسیط مطالعہ اور ان موضوعات پر دسترس کے حوالوں سے تحریر وتقریر اور درس وتدریس کے میدانوں میں موصوف کے کمالات پر مبنی تاثراتی مضمون لکھ کر شائع کروا چکا ہوں''۔(۸۴)

اپنے استاد کے لئے عزت واحترام اور ان کی ادبی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے محبوب راہیؔ ایک مضمون بہ عنوان نے ''سرچشمۂ فیض رواں''، ''پروفیسر مصطفی خاں'' تحریر کیا۔

ڈاکٹر نورالسعید اختر کی مختلف الجہات علمی و ادبی محاذ آرائیاں ،خلش تسکین کے تحربوں کے چراغ اور ڈاکٹر ایم۔ائی۔ساجد کا شعری رجحان مضامین کے تحت محبوب راہیؔ نے ان شعراء حضرات کی ادبی زندگی پر گفتگو کرتے ہوئے ان کی شاعری کی نمایاں خصوصیات کو اجاگر کیا ہے۔''عزیز خاں عزیزؔ کا ایک مثبت اور افادی پہلو کے تحت'' آپنے ''عزیز خاں عزیزؔ'' کے شعری مجموعہ ''لفظوں کی مالا'' پر تبصرہ پیش کیا ہے۔''سلگتے لمحوں کا شاعر'' قدیر ایازؔ مضمون میں قدیر آیاز کی شعری خوبیوں کا جائزہ ان کے شعری

''مجموعہ سلگتے لمحے کی روشن'' میں لیا گیا ہے۔''لیمپ پوسٹ کی حکایت کا راوی ''محمد یحیٰ جمیل''، مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے محمد یحیٰ جمیل'' کے افسانوی مجموعہ''لیمپ پوسٹ کی حکایت'' میں شامل افسانوں کا تنقیدی جایزہ بھی پیش کیا ہے۔اور یحیٰ جمیل کی افسانہ نگاری کا جائزہ بھی پیش کیا ہے۔آفاق شعروادب میں کلیم ضیاؔ کی ''مختلف الجہات اڑانیں'' کے تحت کلیم ضیاؔ کی ذاتی اور ادبی زندگی پر نظر ڈالتے ہوئے ان کی شاعری پر ناقدانہ نظر ڈالی ہے۔اور شعری خوبیوں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔آپ کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں

> ''کلیم ضیاءؔ کی شاعری میں زندگی کے ردوقبول کے ساتھ ایک کشادہ دلانہ ارتباط، ایک مخلص کاوِش کی اپنی سی پیش کش کی نشاندہی کرتے ہوئے انہیں عصر حاضر ایک دھڑکتا ہوا بصیرت کی دولت سے مالا مال وجود قرار دیا گیا ہے۔ان کے اپنے تجربے کو شعر میں ڈھالنے، ناانصافی، فتنہ وفساد، ظاہر و باطن کے فرق پر ان کے شعری ذہن کے سوچنے اور حیران ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے۔ان کے شعروں میں دل کے نگر سے ذہن کی بستی کی طرف سفر کرنے کی کاوِش قوم یا معاشرے کی ترجمانی، روایت اور جدیدیت کا حسین امتزاج جیسے اوصاف کی بھی نشاندہی کی گئی ہے''۔(۸۵)

''نقیب کی تشخص اور تخلیقی شناخت اس کے اشعار کے حوالے سے'' میں محبوب راہیؔ نے ''فصیح اللہ خاں نقیب کی شاعری پر ناقدانہ نظر ڈالی اور ''طنز ومزاح کا قطب مینار'' مضمون کے تحت شیخ الرحمٰن اکولوی کے مختصر افسانوں کے مجموعہ ''عکس شعور'' کا جائزہ پیش کیا ہے۔''شکیل اعجاز کا دراصل'' میں شکیل اعجاز کے انشائیوں کے مجموعہ ''دراصل'' پر تبصرہ پیش کیا ہے۔

''نئے سفر کا آغاز ایک تاریخ ساز سچائی'' یہ مضمون محبوب راہیؔ نے آغاز بلڈانوی کے شعری مجموؤں ''نئے سفر کا آغاز'' پر تحریر کیا گیا ہے۔''ڈاکٹر گنیش عرف آغاز بلڈانوی'' کی روداد بھی اس مضمون میں شامل ہیں جو انہیں کی زبانی بیان کی گئی ہے۔اِسے محبوب راہی نے ان کا تخلیقی سفر کی روداد بتا کر پیش کیا ہے۔''متین اچلپوری کا حرفوں کا پیغام اور الفاظ کے شگوفے'' مضمون کے تحت متین اچلپوری کے دو نظموں کے مجموؤں حرفوں کا پیغام اور الفاظ کے شگوفے (بچوں کے لئے نظم) کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔''خیالوں سے الفاظ کے جگنو پیدا کرنے والا شاعر محب الرحمن وفا'' مضمون میں محبوب راہیؔ نے ملک اور

بیرونِ ملک کے مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہونے والے مشہور و معروف شاعر!''محب الرحمن وفا'' کی شاعری پر تبصرہ پیش کیا ہے۔''عازمؔ امڑاپوری'' کے شعری مجموعہ قطرہ آنسوں شبنم پہ اظہار خیال کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے اپنا مضمون''خامہ ایک شاعر کا'' تحریر کیا۔

''سکوت لالہ وگل سے کلام پیدا کرنے والا جوان وشکیل انجنیئر''مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے شکیل انجنیئر صاحب کی اس خدمت کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کس طرح طلبہ وطالبات کو تعلیم میں دلچسپی لینے کے نئے ذرائعہ سے آشنا کیا۔اس سلسلہ میں آپ کی خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

> ''ریاست مہاراشٹر کی پانچویں جماعت کی سائنس کی کتاب کو اردو طلبا کے لئے ٹوڈی اینیمیشن یعنی کارٹون فلم کی سی۔ڈی۔کیسٹ رقم کی لاگت سے تیار کی جس سے ان کا مقصد ذہن طلباء کے ساتھ پڑھائی سے بیزار شرارتی اور سائنسی کو بور سمجھنے والے طلبا کو مقابلہ ذاتی میدان میں آگے لانا ہے''۔(۸۶)

''چند باتیں قاضی رؤف انجم کے بارے میں'' کے تحت محبوب راہیؔ نے قاضی رؤف انجم کی شاعری پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔''ڈاکٹر اشفاق احمد کی کامرانیوں کی جانب ایک اور جست'' مضمون میں ڈاکٹر شفیق احمد،صبح کا بھولا''اور''خوشبو کی واپسی''،''کتابِ مبین''اور ایک زخم اور صحیح پر تبصرہ تحریر کیا ہے۔

''اکولہ کے ادبی افق پر نئے قلم کاروں کی جگمگاتی کہکشاں'' یہ مضمون نہایت ہی اہم معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اکولہ سے تعلق رکھنے والے مخصوص شعراء وحضرات کا ذکر کیا گیا ہے۔جن میں ساجد محشر،نعیم فراز، ڈاکٹر عمران علی عمرانؔ، التمش شمسؔ،ضمیرؔ احمد ضمیر،سعید الدین نواب، قاضی شہزاد انورؔ خان، فراز عارف،عرفان انجم، قاسم عمران، سلیم سحرؔ،سعید خان سعیدؔ، ڈاکٹر فیض انصاری،محمد رفیع الدین مجاہدؔ، الیاس احمد انصاری شاداب، ڈاکٹر ذاکر نعمانی، عارف الرحمن خاں،اور سلمیٰ نسرین جیسی معتبر شخصیات کو شامل کیا گیا ہے۔ان سوانحی قوائف کے ساتھ ساتھ ان کے شعری اور نثری خوبیوں کو بھی اجاگر کیا ہے۔یہ مضمون ضلع اکولہ کے ضمن میں مختصر تذکرہ کی اہمیت رکھتا ہے۔اور یہ بے حد معلوماتی مضمون ہے۔

''محبوب راہیؔ جن کا تعلق بارسی ٹاکلی بے حد قریب ہے جو ان کے دل کے بے حد قریب ہے۔اس شہر نے آپ کو عزت ومحبت سے بھی نوازا ہے۔اس شہر کی محبت میں گرفتار ہوکر آپنے مضمون''بارہ

دروازوں کا تاریخی شہر بارسی ٹاکلی'' تحریر کیا۔

جس میں آپ نے اس تاریخی شہر کی ابتدا سے لے کر دورِ حاضر تک کی۔ تاریخ مختصر انداز میں بیان کی ہے اور اس کے ساتھ ہی اس شہر کی شناخت، سیاسی، مذہبی، تعلیمی، ادبی طور پر واضح کی ہے۔ ایک شہر کے لحاظ سے یہ مضمون خاص نوعیت کا ہے۔

اس تصنیف کے آخر میں تین مضمون ''آہ! امین! انعمدار! اتنی جلدی بھی کیا تھی میرے یار''، ''آہ! رفیق شاکر تم بھی۔۔۔۔؟'' اور ''بالآخر تم بھی چھوڑ ہی گئے نا؟ بھگوڑے کہیں کے'' یہ مضامین محبوب راہیؔ نے اپنے دوست عزیز، ''امین، انعمدار''، ''رفیق شاکر'' اور ''ہدایت اللہ رہبرؔ'' کی داغِ مفارقت پر تحریر کئے ہیں اور ان کے لئے اپنی محبت اور غم کا اظہار بھی کیا۔ ساتھ ہی ساتھ ان کی ادبی اور شعری خوبیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اسی کے ساتھ آپ نے اپنے دوست احباب کی موت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کچھ نظمیں اور نوحہ بھی تحریر کئے ہیں۔ جن میں ''بساط فکر و فن ترے بغیر بے اساس'' ہے۔ ''ڈاکٹر امین انعمدار کے سانحہ ارتحال پر''، ''اپنے یارِ غار عبداللطیف خان کی دائمی جدائی پر دو نوحے''، وغیرہ شامل ہیں۔

محبوب راہیؔ نے لاکھنواڑہ اور بارسی ٹاکلی کے لئے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے ''لاکھنواڑا میرے خوابوں کی ہنسی'' اور ''میرا پیارا وطن بارسی ٹاکلی (انتظامیہ سے خطاب)'' نظمیں بھی تحریر کی ہیں جو اس کتاب میں شامل ہیں۔

لاکھنواڑہ سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں ؎

اسی بستی نے ان خوابوں کو تعبیر عطا کی ہیں
میرے کاغذ، قلم کو میرے تحریر میں عطا کی ہیں
اسی بستی کی سڑکوں پہ اسی بستی کی گلیوں میں
اسی بستی کے کھیتوں میں اسی بستی کے باغوں میں
کبھی بوئی تھی میں نے فصلیں اپنی آرزوؤں کی
سہانی خواہشوں کی کچھ نرالی آرزوؤں کی
یہاں کھیتی بھی کی ہے جانور بھی میں نے پالے ہیں
کیے سب تجربے ارمان بھی دل کے نکالے ہیں
اسی بستی کی ندیوں کے کنارے بیٹھ کر پیہم
مڈیروں پر اسی بستی کے کھیتوں کی جہاں ہر دم
اسی بستی سے ہم آغوش کچھ شاداب ٹیلوں پر
اسی بستی کے تالابوں، اسی بستی کی جھیلوں پر
کے تخلیقی مصرعے میں نے گیتوں اور نظموں کے
لکھے اشعار میں نے اپنی کچھ شہکار غزلوں کے

(۸۷)

یہ تصنیف اپنے مضامین کے لحاظ سے بے حد معلوماتی ہے۔ اس تصنیف میں شامل مضامین علاقہ برار

سے تعلق رکھنے والے حضرات پر مبنی ہے جس کی وجہ سے اِس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے کہ علاقہ برار کا مطالعہ کرنے کے لئے یہ کتاب بے حد معلوماتی ثابت ہوتی ہے۔محبوب راہیؔ کا یہ کارنامہ بھی قابلِ اعتراف ہے کہ انہوں نے علاقہ برار کے قلم کاروں کو اس تصنیف میں شامل کر کے ان کے مقام کو یقینا تقویت بخشی ہے۔اور محبوب راہیؔ اپنے مقصد میں کسی حد تک کامیاب بھی نظر آتے ہیں۔

اس تصنیف میں محبور راہیؔ نے جن شعراء حضرات کا ذکر کیا ہے ان کی شعری خوبیوں پر خصوصیت کے ساتھ توجہ کی ہے۔جس پر کئی حضرات نے قصیدہ خوانی کا الزام لگایا ہے۔ان کے اس الزام کو ردّ کرتے ہوئے محمد یحیٰ جمیلؔ اپنے مضمون ''تذکرہ ہم نفساں'' میں فرماتے ہیں۔

> ''راہیؔ صاحب ایک نرم دل صاف نقد وبصیرت مصنف ہیں۔وہ کسی شاعر یا نثر کا مطالعہ کرتے ہوئے کمزور پہلوؤں کی گرفت کرنے کی بجائے اس کی خوبیوں کا ذکر کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔بہت سے باریک بین حضرات کو یہ طریقہ کار قصیدہ خوانی کا احساس دلاتا ہے۔لیکن قصیدہ خوانی کا ایک افادی پہلو یہ بھی رہا ہے کہ ممدوح ان خوبیوں کو خود میں پیدا کرنے کی کوشش کیا کرتا جو قصیدہ خواں بیان کرتا۔کیا بعید ہے کہ مخصوص اشعار یا نثر پارہ۔ راہیؔ صاحب کی تعریف اسے اسی سمت محنت کرنے پر مائل رکھے اور وہ دیگر چیزوں سے پرہیز کرنے لگے۔نیز قابلِ ذکر نکتہ یہ بھی ہے کہ تنگ نظری اور خود نمائی کے اس دور میں ہم عصر ادیبوں کا کھیل دل سے اعتراف سب کے بس کی بات بھی نہیں''۔(۸۸)

اِس بات کی تحریر کو آگے بڑھاتے ہوئے ''یحیٰ جمیل'' فرماتے ہیں:

> ''علاقہ برار کے ہم عصر ادیبوں کا یہ مطالعہ اس کتاب کو تاریخی اور دستاویزی اہمیت عطا کرتا ہے۔محبوب راہیؔ صاحب نے برار کی ادبی تاریخی کا نیا باب رقم کیا ہے۔میں اس بات پر انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔بہت سے ادیبوں اور شاعروں پر راہیؔ صاحب ہی نے پہلی بار اظہارِ خیال کیا ہے۔امید ہے کہ اس کے بعد دیگر ناقدین فن بھی ان کی خدمات کا اعتراف کرنے لگے ہیں۔''(۸۹)

مجموعی طور پر یہ کتاب اپنے مقصد میں کامیاب نظر آتی ہے اور قارئین کے لئے بھی مفید ثابت ہوگی۔

توضیحات وترسیلات

توضیحات وترسیلات آپ کے تحقیقی ،تنقیدی اور تجزیاتی مضامین کا مجموعہ ہے۔اس مجموعے کا پیش لفظ قاضی مشیر نے تحریر کیا ہے۔جس میں محبوب راہی کی شخصیت کو''ایک بے پناہ شخصیت'' کہہ کر پکارا گیا ہے۔اس کے بعد تقریباً ۳۴ مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ان مضامین کے ذریعہ مختلف حضرات کی تصانیف پر اپنی تنقیدی رائے قلم بند کی گئی ہے۔

''لاگ لپیٹ کے بغیر''اس مضمون کے تحت آپ نے مظفر حنفی کی شخصیت کے مختلف گوشوں کو اجاگر کیا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مظفر حنفی صاحب کی شخصیت میں یہ خوبی ہے کہ وہ کسی بھی مسئلہ پر اپنی دوٹوک رائے دیتے ہیں۔خوبیوں اور خامیوں کو اجاگر کرتے ہیں۔آپ نے اپنے اسی رویئے کے تحت اپنا تنقیدی مضمون'' لاگ لپیٹ کے بغیر'' عنوان سے مرتب کیا ہے۔جس پر تبصرہ کرتے ہوئے محبوب راہی نے مظفر حنفی کی اس خوبی کو قابلِ ستائش بتایا ہے۔

قاضی حسن رضا محبوب راہیؔ کی زندگی میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔آپ وہیں ہیں جنہوں نے مظفر حنفی صاحب کو اس بات کا اعتماد دلایا کہ محبوب راہیؔ پوری ایمانداری کے ساتھ ان پر تحقیقی مقالہ قلمبند کر سکتے ہیں۔حسن رضا ایک باغ و بہار شخصیت ہیں۔جن کے ساتھ اپنی خوشگوار ملاقاتوں کا سلسلہ یاد کرتے ہوئے ڈاکٹر محبوب راہیؔ نے''ایک شجر سایہ دار تھے قاضی حسن رضا''مضمون تحریر کیا۔

''معاملہ حبِ علیؓ کا نہیں بغض معاویہ کا ہے'' یہ ایک جوابی مضمون ہے۔امام احمد صاحب کی کتاب ''اکتساب''(شعری مجموعہ) کا پیش لفظ محبوب راہیؔ نے تحریر کیا۔اس میں محبوب راہیؔ نے کھلے دل سے احمد امام کی شعری خوبیوں کا اعتراف کیا۔جو کچھ اہلِ قلم حضرات کو ناگوار گزرا اور انہوں نے محبوب راہی کی مخالفت شروع کر دی۔ویسے تو محبوب راہی خود سکون پسند شخصیت کے مالک ہیں۔اور لڑائی جھگڑوں سے دور رہتے ہیں۔لیکن جب بات اصولوں پر آجائے تو وہ جواب دینے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتے۔یہ مضمون بھی جوابی مضمون ہے۔جسے آپ نے مفصل اور مدلل انداز میں تحریر کیا ہے۔اور مخالفین کے سبھی الزامات کا مع ثبوتوں کے ساتھ ازالہ کیا ہے۔

ذکا صدیقی صاحب نے اپنے ایک مضمون میں استادی اور شاگردی کی روایت پر اپنے منفی خیالات بیان

کیے۔ان خیالات کو نکارتے ہوئے محبوب راہیؔ اپنے مضمون ''اردو شاعری میں استادی شاگردی کی روایت'' میں ذکی صاحب کے مصیحت کرتے ہیں کہ۔

''دست بستہ عرض ہے کہ وہ عصر حاضر کے ناگزیر تقاضوں اور درپیش
ہمالیاتی سچائیوں کے چشم بصیرت (جو بفضلِ ربی انہیں حاصل ہے) وا کر کے دیکھیں
اور پھر فرمائیں کہ کیا سہل نگاری اور تن آسانی کے اس دور میں ایسے کامل فن تن مخلص
اور شفیق اساتذہ کا ہر شہر میں نہ سہی کم از کم ہر علاقے میں وجود ہے جن کے آگے
زانوئے ادب تہہ کر کے ان سے اکتساب فن اور فیض سخن حاصل کیا جا سکے۔''(۹۰)

''ایک منزل کئی قافلے'' کے عنوان سے آپ نے یعقوب سروش صاحب کی تصنیف پر تبصرہ کیا ہے۔جو اسی عنوان سے شائع ہوئی۔اس میں آپ کے سفرِ حج کا ذکر ہے۔''تعلیمی تجزیے'' ڈاکٹر ایم نسیم کی ایک اہم تصنیف ہے۔اس کتاب میں تعلیم حاصل کرنے کے مختلف ذرایوں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ شارٹ کٹ کی جگہ محنت کر کے مکمل طور پر تعلیم حاصل کرنی چاہیئے۔اور اس بات کا اعتراف ہر اہلِ ادب کرتا ہے۔محبوب راہیؔ بھی اسی بات کے حامی ہیں۔

''شاہد جمیل ایک ایسے شاعر ہیں جنہیں اللہ نے فطری طور پر تخلیقی صلاحیتوں سے سجایا اور سنوارا ہے۔آپ کی غزلیں اختصار، فنی نذاکت، اشاریت، رمزیت، جیسے فنی محاسن سے لبریز ہیں اور سہل نگاری کی بھی مثال پیش کرتی ہیں۔آپ کی شاعری جدید شاعری کے زمرے میں شامل ہیں۔جس کے متعلق محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''شاہد جمیل اپنے لب و لہجے کے جدید ہونے کے منکر نہیں ہیں البتہ اس
پر شب خونی جدیدیت کا لیبل چسپاں کرنا گوارا نہیں ہے۔''(۹۱)

شاہد جمیل کی انہیں خوبیوں کا اعتراف محبوب راہیؔ نے ''شاہد جمیل کی غزل نو بہ نو تجربات کی آناجگاہ'' میں کیا ہے۔

ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی نے اپنے استاد مرحوم جناب اثرؔ انصاری فکر و فن پر ایک کتاب مرتب کی جو''اثر انصاری فکر و فن کے آئینے میں'' کے عنوان سے شائع ہوئی اثر انصاری کی انہیں شعری خوبیوں کا جائزہ محبوب راہیؔ نے اپنے مضمون ''اثر انصاری کی شاعری سدا بہار شعور کی تازہ کاری'' میں لیا ہے۔یہ ایک طویل مضمون ہے جس میں اثر انصاری کی فنی خوبیوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

اصغر ویلوری اردو دنیا میں اپنی رباعیات کے وسیلے سے ایک منفرد پہچان بنا چکے ہیں۔آپ کی رباعیات کا مجموعہ ۱۸۵ رباعیات پر مشتمل ہو کر رباعیات اصغر کے نام سے شائع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔آپ کی شعری

خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے ''رہگزر غزل پر اصغر ویلوری کی خوش خرامی کے نقوش تابندہ'' مضمون تحریر کیا۔

ڈاکٹر مظفر حنفی جن کا تعلق کھنڈوہ کی ادبی سرزمین سے رہا ہے۔ یہاں دوسرے اہلِ قلم حضرات نے بھی ادبی محفلوں کو آباد رکھا۔ انہیں میں ایک نام ''حبیب راحت حباب'' کا ہے۔ جن کی ادبی خدمات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے لہجے میں تازگی، زبان کی دلکشی، شائستگی اور شگفتگی موجود ہے۔ جن کا اعتراف محبوب راہیؔ نے کیا اور ''حبیب راحت حبابؔ کے تخلیقی خدوخال کی شناخت'' لکھ کر آپ کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

''نسیم انصاری کا تخلیقی سفر'' مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے نسیم انصاری سے اپنی پہلی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی شاعری پر ناقدانہ نظر ڈالی اور خوبیوں خامیوں کو اجاگر کرتے ہوئے آپ کی ادبی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

ہندوستان جیسے وسیع ملک میں عورت و مرد دونوں کو تعلیم حاصل کرنے کا پورا پورا حق ہے۔ لیکن آج بھی خواتین طبقہ کی بڑی تعداد تعلیم سے محروم ہے اور شعر و ادب کے میدان میں بھی ان کی موجودگی نہ کے برابر ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ خواتین ادب کے ریگ زاروں کی خاک چھانتے ہوئے اپنی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ جن میں ''سیما فریدی'' کا نام بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔ آپ کی تخلیقی صلاحیتوں کا بیباکانہ اظہار کرتے ہوئے ''منظر، موسم، خواب' (سیما فریدی کا اولین شعری مجموعہ) پر اپنی رائے قلم بند کرتے ہیں۔

> ''سیما فریدی کی شاعری میں شعور کی پختگی اور پختہ کاری، تخیل کی بلند پروازی اظہار کی خوش سلیقگی، شگفتگی اور شستگی، بیان کی نادرہ کاری کے ساتھ زبان کی سلاست، سادگی اور پاکیزگی، فکر و نظر کی تازگی اور طرفگی، تشبیہات کی برجستگی، برمحل استعارات کی تہہ در تہہ معنویت، روزمرہ زندگی کے معاملات اور معمولات کی حقیقت پسندانہ ترجمانی۔ درپیش حالات و مسائل کی بیباکانہ عکاسی، زندگی کی محرومیوں اور تلخ کامیوں سے نبرد آزماں رہتے ہوئے مجاہدانہ اولوالعزمی مردانہ بلند حوصلگی اور ضود اعتمادی، خیالات کی تازہ کاری اور معنی آفرینی جذبات و احساسات، شخصی تجربات اور ذاتی کیفیات کی کائناتی رنگ و روپ میں ترجمانی بنیادی فنی خوبیاں ہیں جو منظر، موسم، خواب کے ہر صفحہ پر جھلکتی اور مہکتی ہیں۔'' (۹۲)

''شعلۂ احساس، انورؔ حیات کے فکر کی اساس'' کے زیرِ عنوان انور حیات کے شعری مجموعے شعلۂ اساس

کے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔اور آپ کی شخصیت اور شاعری کے مختلف گوشوں پر ناقدانہ نظر ڈالی ہے۔

صابرؔ فخر الدین کا کلام مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوتا رہتا ہے۔آپ کا شعری مجموعہ بھی ''بیاض شعر'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔محبوب راہیؔ آپ کی شعری خوبیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مضمون ''پتھروں کو آئینہ مزاج کرنے والا شاعر صابرؔ فخر الدین'' میں فرماتے ہیں ؛

> ''صابر کے ہاں فکر کی تازگی کے ساتھ احساس کی شدت، طرز ادا کی جدت و ندرت اور عصری مسائل حسیت کے ساتھ علم و ادراک کی وسعت کا بھی جا بجا اندازہ ہوتا ہے۔''(۹۳)

سید بشیر احمد بشیر شعلہ پور کی علمی و ادبی قابلِ قدر مقام رکھتے ہیں۔جب آپ کا مجموعہ کلام (نسیم جاں) شائع ہوا تو اس کی ایک کاپی بطورِ تحفہ محبوب راہیؔ کو بھی موصول ہوئی۔جس پر اظہار خیال کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے اپنا مضمون ''نسیم جاں سید بشیر احمد بشیر شولہ پوری'' تحریر کیا۔

پرویز باغیؔ کوکن کی خوبصورت وادیوں میں قیام فرماتے ہیں۔آپ کا شعری مجموعہ ''دھوپ کا سایہ'' شائع ہوا جو غزلوں پر مشتمل ہے۔محبوب راہیؔ نے اس کا یکسوئی سے مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ۔

> ''پرویز باغیؔ کی شاعری اپنے گرد و پیش اپنے ماحول، اپنے معاشرے اپنی دنیا اور اپنی زندگی کی تلخیوں اور محرومیوں سے وابستہ سچائیوں کی شاعری ہے۔جس میں ان کے اپنے عہد کی بے باک اور سفاک ترجمانی ہے جسے عصری حسیت سے موسوم کیا گیا ہے۔''(۹۴)

اقبال اشعر کا مٹوی ۱۹۵۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۹۳ء میں محض ۴۳ سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔لیکن اس مختصر مدت میں آپ نے اپنی ادبی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔آپ کا کلام تحریک، مورچہ، ہماری زبان اور انقلاب میں شائع ہوا۔جس کے نتیجے میں آپ کو ادبی حلقوں میں خاطر خواہ پزیرائی حاصل ہوئی۔آپ کی شعری صلاحیتوں کو خراج تحسین عطا کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے ''عالمِ جوانی میں موت کو خوش آمدید کہنے والا شاعر'' تحریر کیا۔

شمیم انجم سارتی اردو دنیا میں منفرد اہمیت کے حامل ہیں۔آپ نے بچوں کے لیے نظمیں تحریر کی جن کو ''جنگل جنگل مور'' کے زیر عنوان مجموعہ مرتب کر کے اردو قارئین تک پہنچایا۔آپ کی نظمیں اُمنگ، بچوں کی نرالی دنیا، اور پیامِ تعلیم جیسے رسائل میں شائع ہو کر بچوں میں خاسی مقبول ہو چکی ہیں۔اس کے علاوہ ''روپ روپ تیری

تجلّی ، بارگاہِ مآب صلعم (نعتوں کا مجموعہ)،دریا دریا چاند(غزلوں کا مجموعہ)،مغربی بنگال میں ماہیا نگاری (صوبائے بنگال کے ماہیا نگار شعرا کا تذکرہ)وغیرہ نے شمیم انجم وارثی کی ادب میں پہچان کروائی۔آپ کی انہیں خدمات کا اعتراف محبوب راہی نے اس مضمون ''شمیم انجم وارثی: بچوں کی نفسیات کے پارکھ'' میں کیا۔

ڈاکٹر عبدالقادر فاروقی اردو ادب کی چند درخشاں شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ملک و بیرونِ ملک کے متعدد رسالوں میں آپ کی تخلیقات شائع ہوتی رہتی ہیں۔آپ کی خدمات کا اعتراف ادب نواز شخصیات نے کھلے دل سے کیا ہے۔آپ کی ایک تصنیف ''امریکہ میں انوارِ اردو'' کے مطالعہ کی بنا پر ڈاکٹر محبوب راہیؔ اپنے مضمون ''ڈاکٹر عبدالقادر فاروقی کے جذبۂ خلوص کی خوشبو،امریکہ میں انوارِ اردو'' میں فرماتے ہیں۔

> ''ہندوستان جنت نشاں کے دار الشعور شہر بیجاپور کے مشہور معروف خانوادے فاروقی سے متعلق نامور شخصیت ڈاکٹر عبدالقادر فاروقی کے زور قلم اور اور توانائی فکر و تخیل کا شہرہ تقریباً پونے تین سو صفحات ضخامت کی حامل اور بھاری بھرکم اور وقار اعتبار کی حامل کتاب میں امریکہ میں آباد ہندو پاک نژاد دو چار نہیں پورے بائیس عدد نامور قلمکاروں کی کثیر الجہات ادبی خدمات کے تذکروں تبصروں اور تجزیوں پر مبنی معتدل متوازن مسبوط اور فکر انگیز مضامین شامل ہیں۔''(۹۵)

دشتِ بیکراں کے خالق شہود عالم آفاقی ہیں۔یہ آپ کی غزلوں کا مجموعہ ہے جس کی ورق گردانی محبوب راہیؔ نے ''دشتِ بیکراں اور شہود عالم آفاقی'' کے زیر عنوان کی۔

مشتاق احمد وانی کا افسانوی مجموعہ 'میٹھا زہر' محبوب راہیؔ کی نظر سے گزرا۔آپ نے مشتاق احمد وانی کے مجموعے پر ناقدانہ نظر ڈالی اور ''مشتاق احمد وانی کی کہانی اعلیٰ ارفع تہذیبی اقدار کا آئینہ خانہ'' کے تحت اس نتیجے پر پہنچے کہ۔

> ''اپنے گرد و پیش پل پل رونما ہونے والے روز مرہ واقعات ،حالات،معاملات،اور معمولات،اپنے آگے پیچھے اڑوس پڑوس میں رہنے بسنے والے دیکھے بھالے،جیتے جاگتے کرداروں،فطرتِ انسانی سے وابستہ حقائق زندگی نیز سماجی،اور معاشرتی حالات کے ترجمان جذباتیت انگیز اور رومانیت آمیز ،حیات و ممات کا صحیح نکتہ و نظر پیش کرنے والے نفسیاتی گرہوں کو کھولنے والے،جنسی اور ذہنی کرب کو ماہرانہ اور بیباکانہ نفسیاتی انداز میں ہیش کرنے والے اپنے تمام تر

واقعاتی تسلسل کے ساتھ اسلوب اور لسانی ساخت وغیرہ عناصر ترکیبی کے فنکارانہ ظہور تربیت سے تشکیل پاتی ہیں۔''(۹۶)

''سفر پرواز کا''، عظیم الدین ساحل کلمنوری کا شعری مجموعہ ہے۔جس کی شعری خوبیوں نے محبوب راہیؔ کو اپنی طرف متوجہ کیا اور آپ نے ''سفر رفعتِ پرواز کا'' تحریر کیا۔

عزیز خاں پرواز محبوب راہیؔ کے ہم عصر ہیں۔آپ نے بچوں کے لیے نظمیں تحریر کیں۔آپ کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے محبوب راہیؔ اپنے مضمون ''شاعری کا ایک مثبت اور افادی پہلو'' میں فرماتے ہیں۔

''عزیز خاں عزیز نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو محض حصول شہرت اور نمود نمائش کی نذر کرنے سے شعوری طور پر گریز کرتے ہوئے انہیں تعمیری مقاصد کی تکمیل کے لیے صرف کرنے کو ترجیح دی۔جبکہ وہ چاہتے تو اپنی ذہنی اور فکری توانائیوں کو بروئے کار لاتے ہوئے غزلیہ اشعار کی تخلیق کرتے (جس کا وہ خاطر خواہ ملکہ بھی رکھتے ہیں) مشاعروں، اور اردو اخبارات ورسائل وغیرہ ترسیل وابلاغ کے وسائل کے پر لگا کر شہرت کی بلندیوں میں پرواز کرتے، ناموری اور دولت دونوں ہاتھوں سے بٹوتے، لیکن انہوں نے یہ سب نہیں کیا، وہ کیا جو بہت کم لوگ کرتے ہیں۔''(۹۷)

راجستھان کی صحرائی اور ریگزاروں کی تپش برس ہی لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔یہاں کا ماحول اور فضا شعراء اور ادیب کے کلام میں بھی رونما ہوئی ہے۔راجستھان کے شعراء وادیب میں مضطر صدیقی بھی اہمیت کے حامل ہیں۔آپ کے شعری مجموعے اضطراب اور ارتعاش کی ورق گردانی کرنے پر اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔محبوب راہیؔ نے بھی ان مجموعوں پر تنقیدی نظر ڈالی ہے اور اپنا مضمون ''مضطرؔ صدیقی کے نغموں کی بازگشت'' تحریر کیا۔اس طویل مضمون میں آپ کی شاعری کا از سر نو جائزہ لیا گیا ہے۔

''بہتا لہو جلتے جسم''، عنوان کے تحت شکیل انجم دہلوی نے یہ مجموعہ ترتیب دیا۔۔اس مجموعے میں اردو ادب کی تابندہ اور درخشاں ساٹھ شعراء کی معیاری شعری تخلیقات یکجا کر کے شائع کی گئی ہے۔اس مجموعے میں جو شعری تخلیقات جمع ہیں ان میں فسادات اور ان کی حولنا کیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔محبوب راہیؔ نے اس مجموعے ہر تبصرہ تحریر کیا ہے۔

سیف الدین کے شعری مجموعہ ''پیکر کردار'' پر اپنی رائے تحریر کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''حیدر آباد کے با صلاحیت تخلیق کار سیف الدین کے شعری مجموعے
''پیکر کردار'' ہر صفحہ پر اس کی ایک سے زیادہ مثالیں مل جاتی ہیں جو اس حقیقت کی
غماز ہیں کہ یوسف نے اپنے تخلیقی رویوں پر وقتی اور ہنگانی رجحانات کی پرچھائیں
پڑنے نہیں دی اور جدیدیت کے پورشور دور میں اپنے تخلیقی سفر کا آغاز کرنے کے
باوجود اپنے فن کو لازوال روایت سے مکمل طور پر وابستہ کیا۔ ابہام و اہمال کی ہلکی سی
گرد اپنے فن پاروں پر پڑنے نہیں دی اور تمام تر کلاسیکی لوازمات کے ساتھ سادگی
اور سلاست سے مملو ایسے دلکش ادب پارے تخلیق کے جو اپنی تاثر آمیزی کی بناء پر
قاری کے ذہن پر تادیر اپنی گرفت قائم رکھیں گئے۔''(۹۸)

''آسماں پر آسماں'' زیر تبصرہ مجموعہ شکیل گوالیاری کی غزلیات پر مشتمل ہے۔ محبوب راہیؔ نے اس مجموعے سے اشعار منتخب کئے اور شعری خوبیاں بیان کیں۔ سحرؔ شاہ جہاں پوری کے شعری سفر پر اپنی رائے قلم بند کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے ''کچھ سحر شاہجہاں پوری کی فنکارانہ سحرؔ طرزی کے بارے میں'' کے تحت اس نتیجہ پر پہنچے کہ۔

''سحرؔ کی شاعری ان کے لہو سے لکھی آپ بیتی ہے۔ جس میں ان کے عہد کا ایک
ایک نقش زبان حال سے بولتا سنائی دیتا ہے۔ بشرط یہ کہ دیکھنے والی آنکھیں احساس
سماعت بھی رکھتی ہوں۔''(۹۹)

وسیم رومانی کی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے'' پامال زمینوں میں وسیم رومانی کی مہکتی ہوئی غزلیں'' کے تحت آپ رقم طراز ہیں۔

''وسیم رومانی کی شاعری کی اٹھان کے پیش نظر دشت میں حتمی طور پر یہ تو
نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنے والد مرحوم پاگل عادل آبادی کی حاصل کردہ بین الاقوامی
شہرتوں کی سرحدوں کو چھلانگ کر کچھ اور آگے نکل جائیں گے تاہم قیاس لگاتے
ہوئے درپیش حقائق کی روشنی میں اتنی پیشین گوئی ضرور کرسکتا ہوں کہ وسیم رومانی نے
محض رنگ و آہنگ ولب ولہجہ کی حد تک نہیں بلکہ پورے شعری اسلوب کے معاملے
میں شعوری طور پر وراثتسے دستبرداری اختیار کر کے اپنا ایک جداگانہ اسلوب اختیار کیا
ہے۔ اپنی تخلیقی دنیا آباد کرنے کے لیے نئی زمینیں تلاش کی ہیں، نئے آسمانوں کی جستجو

کی ہے۔''(۱۰۰)

''معرکہ نور ظلمت''، جمیل نظام آبادی کا شعری مجموعہ ے۔اس پر محبوب راہیؔ نے تبصرہ تحریر کیا۔شبیر فرازؔ فتح پوری جو راجستھان کے فتح پور شیخاواٹی علاقے میں قیام پزیر تھے۔آپ کے شعری مجموعے ''تمنا کا پہلا قدم'' اور ''تمنا کا دوسرا قدم'' شائع ہوکر منظر عام پر آچکے ہیں۔آپ کی شعری صلاحیتوں کا اعتراف ''دشتِ شاعری میں شبیر فرزؔ کے قدموں کی آہٹ'' میں کیا ہے۔

''بات افضال عاقل کے دستِ ہنر کی''، ''ساحل کی رہگذر تحقیق کی ایک اور منزل''، اور ''تا کہ سندر ہے'' وغیرہ مضامین کے تحت ڈاکٹر اشرف الدین ساحل، افضال عاقل وغیرہ کی شعری صلاحیتوں کا اعترافیہ ہیں۔اس تصنیف میں محبوب راہیؔ نے اردو ادب کی نامور اور درخشاں شخصیات کے ساتھ ساتھ ان اہلِ قلم حضرات کے کلام پر بھی ناقدانہ نظر ڈالی ہے جن کے ایک دو مجموعے بھی شائع ہوئے ہیں۔

لیکن یہ پھر بھی آپ کی دریا دلی ہے کہ آپ نے انہیں عزت بخشی اور ان کے کلام پر اپنی ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے رائے تفویض کی۔آپ کی

پینی نظر نے ان مجموعوں میں شامل خوبیوں اور خامیوں سے چشم پوشی نہیں کی بلکہ اسے ہو بہو بیان کر دیا، اور اعتدال کا دامن تھامے رکھا۔

یادگار زمانہ ہیں یہ لوگ

محبوب راہیؔ کے تنقیدی اور تجزیاتی مضامین ما مجموعہ ''یادگار زمانہ ہیں یہ لوگ'' کے عنوان سے ۲۰۱۵ء میں شائع ہوا۔۲۷۶ صفحات پر مشتمل اس مجموعے کا انتساب اس انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔

''اِنتساب
اُفقِ شعر و ادب کے مہر و ماہ
میرؔ، غالبؔ، اقبالؔ
کے ساتھ
ان چند جگمگاتے ستاروں کے نام
جن کے ذکر کی تب و تاب سے
یہ اوراق روشن ہیں''(۱۰۱)

انتساب کی تحریر سے ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ کتاب اردو ادب کی درخشاں ہستیوں کی ادبی خدمات کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ تصنیف قومی کونسل برائے فروغِ زبانِ اردو، نئی دہلی کی مالی اعانت سے اسباق پبلی کیشنز پونے کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ اس تصنیف کا پہلا مضمون ''کون ایسا ہے جو معتقدِ میر نہیں'' ہے۔ اس مضمون کے تحت میرؔ کی شاعری کا تنقیدی جائزہ مختلف زاویوں سے پیش کیا گیا ہے۔ ۳۳ صفحات پر مشتمل اس طویل مضمون میں میرؔ کی شاعری کو ان کے ہم عصر شعراء اور ان کے بعد کے شعراء سے تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ۔

> ''اربابِ فکر و بصیرت کے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ غالبیات کی تصوراتی سحر آفرینیوں اور اقبالیات کی آفاقی بلند پروازیوں کی طلسماتی فضاؤں سے چھٹکارا پا کر زندگی کی ایک نئی معنویت کے ساتھ اپنی اپنی بساط بھر میریات کے زمینی حقائق کی بازیافت کے لیے پیش رفت کریں تا کہ جہاں بھر کے کرب و آلام کو اپنے تخلیقی وجود میں جذب کرتے ہوئے مرمر کے رخ شعر و ادب کو زندگی کی نئی تب و تاب عطا کرنے والے میرؔ کی مظلومیت اور محرومیوں کا خاطر خواہ ازالہ ہو جائے اور ان کے شایانِ شان ان کی تخلیقی انفرادیتوں کا نئے سرے سے حق بحقدار سید کی مصداق اعتراف کیا جا سکے جو کہ نہ جانے کیوں ہونے نہیں پایا ہے۔''(۱۰۲)

غالبؔ کی عظمت کا اعتراف ہر دور کے شاعر و ادیب نے کیا ہے۔ محبوب راہیؔ نے بھی آپ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی شاعری اور خطوط پر ناقدانہ نظر ڈالی اور ''غالبؔ لمحۂ موجود کا شاعر'' تحریر کیا۔ آپ کا خیال ہے کہ۔

> ''غالبؔ کو بیک وقت کئی زاویوں اور شکلوں میں بانٹتے ہیں۔ کچھ ایسی شکلیں جو اپنے واضح خدوخال کے ساتھ اجاگر ہوتی ہیں اور کچھ دھندلی، غیر واضح اور مبہم، ان کی تخلیقات نظم و نثر کے ہر شعر ہر جملے اور ہر لفظ پر اس کے فنکارانہ استعمال پر، اس کے حسن و قبح پر، بہر پہلو، جانچ پرکھ کر، ناپ تول کر، چھان پھٹک کر خوب خوب دیکھا، جانچا اور پرکھا گیا ہے۔ اور اپنی قوت متخیلہ اور زورِ قلم کے بل پر جو نتائج برآمد کئے گئے ہیں انہیں ''یہ رہا غالبؔ اور یہ رہا اس کا لیکھا جوکھا'' کہہ کر دنیا کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ آج تک پورے کے پورے غالبؔ پر مکمل گرفت رکھنے میں کوئی ویسا کامیاب نہیں ہو پایا جیسا کے بیشتر اس کے دعویدار

ہیں۔''(۱۰۳)

نظیر اکبر آبادی کو عوامی شاعر کے لقب سے نوازہ گیا ہے۔آپ کی نظمیں زندگی کے چھوٹے بڑے موضوعات پر مبنی ہے۔یہ آپ کی خوبی بھی مانی گئی ہے اور خامی بھی کہ اہل قلم حضرات کی ایک جماعت آپ کو شاعر ماننے سے انکار کرتی ہے۔جن میں مولانا محمد حسین آزادؔ بھی شامل ہیں۔تو دوسری طرف ایسی جماعت بھی ہے جو آپ کو شاعر تسلیم کرتی ہے اور آپ کی شعری خوبیوں کا اعتراف بھی کرتی ہے۔ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے مطابق۔

''نظیرؔ تنہائی کے نہیں بھیڑ کے آدمی تھے وہ اپنے لیے نہیں سب کے لیے تھے۔''(۱۰۴)

ڈاکٹر محبوب راہیؔ اپنے مضمون ''نظیرؔ زمینی صداقتوں کا ایک بے نظیر، ہمہ گیر، تنقید گزیدہ شاعر'' کے تحت نظیر اکبر آبادی کی شاعری پر تنقیدی تبصرہ کرتے ہیں اور مختلف اہل قلم حضرات کی رائے یکجا کر کے اپنے مضمون کا توازن برقرار رکھتے ہوئے اپنی رائے بیان کرتے ہیں۔علامہ اقبالؔ کی فلسفیانہ شاعری سے ایک عالم مستفیض ہوتا ہے۔آپ کے تصور عشق کی تنقید نگار حضرات نے مختلف زاویوں سے تشریح کی۔محبوب راہیؔ نے بھی ''اقبالؔ کے تصور عشق کی آفاقیت'' کو محسوس کیا۔اور اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> ''عشق کوئی رشتہ نہیں یہ تو ایک آفاقی جذبہ ے۔جس کا تعلق جسمانی تقاضوں سے نہیں راست روح کی پروازوں سے ہوتا ہے۔جو حسن و جمال سے وابستہ ضرور ہوتا ہے لیکن اس حسن و جمال سے جوازی اور ابدی ہے۔اللہ جمیل جّب الجمال۔اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔لہٰذہ اللہ کے جمال سے عشق ہی عشق لازوال ہے۔''(۱۰۵)

مولانا ابوالکلام آزاد، پنڈت جواہر لال نہرو کے سیاسی رہنما رہے ہیں۔آپ کی صلاحیتوں کا لوہا سبھی نے مانا ہے۔صحافت نگاری کے تاریخ میں الحلال والبلاغ دو ایسے اخبار گزرے ہیں جن کی خدمات کا اعتراف ہر اہل قلم نے کیا ہے۔صحافت نگاری میں مولانا ابولکلام آزاد نے جو نثری اسلوب اختیار کیا اس کے سبھی قائل ہیں۔صحافت نگاری کے علاوہ آپ نے کچھ غزلیں، رباعیات اور فارسی کی چند منظومات بھی تحریر کی جس کے متعلق محبوب راہی فرماتے ہیں۔

> ''آزادؔ مولانا کا شاعری کے لیے اختیار کردہ تخلص ہے۔حالانکہ وہ بہت جلد لغویات سے تعبیر کر کے شاعری سے دامن کش ہو چکے تھے۔تاہم ان کی محض دو مکمل اردو غزلوں، چند متفرق اشعار، تین رباعیات اور فارسی کی چند منظومات سے اندازہ

ہوتا ہے کہ وہ اگر اس فن کے لیے اپنی صلاحیتیں وقف کر دیتے تو ان کا شمار یقیناً میرؔ ،غالبؔ اور اقبالؔ کے ہم قامتوں میں ہوتا۔''(۱۰۶)

آپ کی انہیں ادبی، سیاسی اور علمی صلاحیتوں کا اعتراف ''مولانا ابوالکلام آزادؔ ایک نابغۂ روزگار عالم دین'' مضمون میں کیا گیا ہے۔

سرسید احمد خاں اردو کے محسن ہیں جنہوں نے اردو نچر کی ترقی میں اپنا تعاون کیا اور خدمتِ خلق کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جیسا ادارہ قائم کیا۔ جو آج تک علم کی مشال روشن کیے ہوئے ہے۔آپ کی انہیں خدمتوں کا اعتراف محبوب راہیؔ نے اپنے مضمون ''سرسید احمد خاں کی ادبی خدمات'' میں کیا ہے۔

مشہور و معروف افسانہ و ناول نگار منشی'' پریم چند'' کی ادبی خدمات کا اعتراف ہندی اور اردو دونوں ہی زبانوں کے قلمکاروں نے کیا ہے۔آپ کی تخلیقات میں حقیقت کا جذبہ کارفرما ہے۔لکھتے وقت آپ کا قلم حقیقت کی تہہ تک چلا جاتا ہے۔ یہ حقیقت کبھی کبھی خوف ناک بھی ہوتی ہے۔لیکن پھر بھی آپ اسے بیان کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتے۔آپ کی اسی حقیقت پسندی سے متاثر ہو کر محبوب راہیؔ نے اپنا مضمون'' پریم چند ایک حقیقت پسند فنکار'' تحریر کیا۔جس کے تحت آپ کی تحریروں میں حقیقت پسندی کے عناصر کو اجاگر کیا گیا ہے۔جس کے متعلق محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''پریم چند کی حقیقت نوازی صداقت شعاری اور سیکولر پسندی کا ایک اور روشن ثبوت نان کی کلیات میں شامل ملکانہ کی شدھی تحریک پر ان کی سخت معروضی تحریر ہے۔جس میں انہوں نے ہندوؤں جیسے نام رکھنے، ان کی طرح پوجا پاٹ کرنے اور روایتوں کے ذریعہ شادی بیاہ کرنے والے ملکانہ قبیلے کو ھوا صلاً مسلمان تھے۔اپنے مردے دفن کرتے اور ختنہ کراتے تھے۔جبراً ہندوؤں میں شامل کرنے پر احتجاج کرتے ہوئے جواباً لکھا کہ ہندوؤں میں کئی فرقے اسلامی رسم و رواج کے مطابق پانچ پیروں کی پرستش کرتے مزاروں پر سجدے گزارتے اور محرم کی رسومات میں عقیدت کے ساتھ شرکت کرتے ہیں تو کیا انہیں مسلمان شمار کر کے ان کی عددی قوت کو معرض خطر میں ڈال دیا جائے۔''(۱۰۷)

جوش ملیح آبادی اردو کے مشہور اور معروف شاعر گزرے ہیں۔آپ کی شاعری اور شخصیت کے کئی پہلو نظر آتے ہیں۔آپ کی ذات ہمیشہ جارحانہ اعتراضات کا ہدف رہی ہے۔آپ کی شاعرانہ عظمت اور فنکارانہ

بلندیوں کا اعتراف آپ کے مخالفین نے بھی کیا۔لیکن تنازعات کی آماج گاہ کوش کی ادبی شخصیت کے وہ پہلو ہیں جس پر آپ نے منافقت اور ریا کاری کے پردے نہیں ڈالے اور بیباکی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے۔آپ کی انہیں متنازعافیہ رجحانات اور متضاد عقائد وعوامل کا دلیلوں اور ثبوتوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے محبوب راہیؔ نے اپنے مضمون ''جوشکی باغیانہ انانیت پسندی کے چند پہلو'' میں ناقدانہ نظر ڈالی ہے اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ۔

''آپ کہیں گے اگر یہ سب ہے تو وہ کیوں ہے جوش کے لیے کفر و الحاد کے فطوے صادر کروانے کا موجب ہوا؟ جواباً عرض ہے کہ یہی تو ہے جوشؔ کی فطرت کا وہ پہلو جس کی وجہ سے ان کی زندگی اور شخصیت تضادات کا ایک عجیب وغریب مجموعہ بن کر ہمارے سامنے آتی ہے۔جوش چاہے قدرت کے صناعی سے انکار کریں ۔واقعہ یہ ہے کہ خود جوشؔ صناع فطرت کا ایک عجیب وغریب شاہکار تھے۔ایسے گونا گوں اوصاف،ایسی رنگارنگ خوبیاں،ہمہ جہت صلاحیتیں،بیک وقت کسی ایک شخص میں شاذ ہی دکھائی دیتی ہیں۔''(۱۰۸)

''مجموعہ اضداد،فراقؔ گورکھپوری'' مضمون کے تحت محبوب راہیؔ فراقؔ کی شخصیت سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''عملی سیاست اور تدریسی خدمات کے دوران،اس سے قبل اور بعد دم آخر تک فراقؔ ہمہ وقت ایک شاعر،ادیب،نقاد،مفکر،مدبر اور خطیب سحر البیان کی حیثیت سے اردو شعر و ادب کے آفاق پر چھاتے رہے۔بڑے سے بڑے مشاعرے ،سیمینار یا کانفرنس میں ان کی شرکت کامیابی کی ضامن اور وقار اعتبار کا موجب قرار پائی۔''(۱۰۹)

''شاد عارفی اور یگانہ چنگیزیؔ کی شاعری میں امتیاز اور مماثلت کرتے ہوئے محبوب راہیؔ شمس الرحمٰن فاروقی کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

''شادؔ و یگانہ چنگیزیؔ کی شاعری کا باہم موازنہ کرتے ہوئے عصر ساز نقاد شمس الرحمٰن فاروقی نئی غزل پر دونوں کے منفی اثرات کی نشان دہی کرتے ہوئے یگانہ کے طنز اور غیر جذباتیت اور طنز اور بے تکلف لہجے کو ان کی دین اور نئی غزل کی خصوصی پہچان قرار دیتے ہیں۔جبکہ ان دونوں کی غیر ضروری الفاظ کے اخراج کی کوشش لیکن

نئے الفاظ غزل میں داخل نہ کر پانے کا انکشاف کرتے ہوئے ان کے یہاں اس چکراتے ہوئے تحیر کی کمی بتاتے ہیں جو بظاہر پرستی کو عریاں دیکھنے کے نتیجے میں نئے شاعر کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔'' (۱۱۰)

وارث علوی کی ادبی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔محبوب راہیؔ کے مجموعے ''بند مٹھی کا بھر'' پر آپ نے ایک تجزیاتی مضمون تحریر کیا۔ جو وارث علوی کے مجموعۂ مضامین ''سرزنش خار'' میں بھی شامل ہیں۔محبوب راہیؔ کی وارث علوی سے بالمشافہ ملاقات اس مضمون ''چند خوشگوار یادیں نادر المثال طنز وظرافت نگار نقاد وارث علوی کے ساتھ بیتی ساعتوں کی (مرحوم کی تحریروں کی روشنی میں) کا سبب بنا۔جس کے متعلق راہیؔ فرماتے ہیں۔

''یہاں اس حقیقت حال کا اظہار واعتراف بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ وارث علوی صاحب کے اپنے تئیں اس حسن سلوک سے میں خود کو سرخاب پر لگنے جیسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوں کہ ایسے میں جبکہ معمولی سے معمولی نقاد پر کس و ناکس کو پٹھے پر ہاتھ دھرنے نہیں دیتا علوی صاحب جیسے نادر روزگار اور یگانہ عصر صاحب نقد ونظر کا مجھ جیسے نا وابستہ قلمکار کے ساتھ اس درجہ رواداری کا برتاؤ کرتے ہوئے میرے فن پر اتنا طول طویل اور اس درجہ بے تکلفانہ مثبت وحوصلہ افزاء تجزیاتی مضمون قلمبند کرنا دراصل مرحوم کے اس بنیادی تنقیدی نظریے کی شہادت پیش کرتا ہے جس کا اظہار وہ اپنی تحریروں میں کئی جگہ کر چکے ہیں۔'' (۱۱۱)

میدان تنقید میں اہل قلم حضرات نے اپنی اپنی فہم وادراک کے بوتے پر اپنی کارگزاریوں کو انجام دیا ۔سب کا انداز جداگانہ ہے۔محبوب راہیؔ نے اپنے مضمون ''کارزار تنقید میں شاد عارفی کی معرکہ آرائیاں'' میں شاد عارفی کی تنقید کو مختلف حضرات کی تنقید سے تقابلی موازنہ کیا ہے۔جن میں یگانہؔ، مجروح سلطان پپوری، اثرؔ لکھنوی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔آپ کی تنقیدی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''تنقید کے مسلمہ اور مروجہ اصولوں سے یکسر انحراف کرتے ہوئے ناظرین کے جذبات کے احترام میں مناظر میں نو بہ نو تبدیلیاں کرتے ہوے شادؔ عارفی نے بیباکانہ مصلحت ناشناسی خوشگوار شگفتگی اور صفاکانہ صاف گوئی کے معتدل متوازن امتزاج سے فن تنقید کو ایک نئے رنگ وآہنگ نئے لب ولہجے اور نئے ذائقے سے روشناس کرایا۔'' (۱۱۲)

''پروفیسر گوپی چند نارنگ پر ایک تحریر معتبر کوزے میں سمندر'' اس طویل مضمون کے تحت آپ نے پروفیسر گوپی چند نارنگ کی عالمانہ شخصیت اور ادبی خدمات کا جائزہ لیا اور اپنی رائے پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> ''پروفیسر گوپی چند نارنگ کے بیک وقت ان تمام کمالات کو بیک نظر پیش نظر رکھا جائے تو فرط حیرت واستعجاب سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں، سانسیں رکنے لگتی ہیں۔کپکپی بالفاظ نصر سے کلہیر تھرتھری سی طاری ہو جاتی ہے کہ قادر مطلق بظاہر ایک معمولی پتلۂ خاک کو اپنے سارے اوصاف سے متصف کر سکتا ہے۔''(۱۱۳)

مظفر حنفی صاحب پر محبوب راہیؔ نے اپنا تحقیقی مقالہ ''مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے'' تحریر کیا۔جب آپ اپنا تحقیقی مقالہ تحریر کر رہے تھے اس درمیان آپ اور حنفی صاحب کے مابین بالمشافہ ملاقاتوں کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعہ بھی رابطہ رہا۔خطوط آپ نے حفاظت سے سنبھال کر رکھے اور انہیں یکجا کر کے ''مکتوباتِ مظفر حنفی بنام محبوب راہیؔ'' مرتب کر کے شائع کیے۔مظفر حنفی کے یہ خطوط ان کی ذاتی زندگی سے لے کر تاریخی، سیاسی، سماجی، معاشرتی اور علمی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ان خطوط پر آپ نے ایک مضمون ''تہذیب گذشتہ کا آخری باب مظفر حنفی کے مکتوبات کی روشنی میں'' تحریر کیا، جس کے عنوان سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں مظفر حنفی کے خطوط کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔

''موج ریگ پر پرتپال سنگھ کا تخلیقی سفر'' کے عنوان سے محبوب راہیؔ نے پرتپال سنگھ کی شاعری پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے تبصرہ تحریر کیا۔

ادب اطفال پر گفتگو کرتے ہوئے ''ظفر گورکھپوری کی شاعری میں ادب اطفال سے متعلق عنصر ڈھونڈ نکالا جس کے متعلق آپ اپنے مضمون ''ظفر گورکھپوری ادب اطفال کا مہر درخشاں'' میں فرماتے ہیں۔

> ''ظفر گورکھپوری نے بچّوں کے ادب کی تخلیقا پنے اوپر ایک قرض جان کر اسے ادا کرنے کی جان توڑ کوشش کرتے ہوئے اپنی نصف صدی پر محیط عمر عزیز کا ایک طویل عرصہ اس پر لگا دیا ہے جس کی ابتدا موصوف اپنے تخلیقی سفر کے آغاز ہی سے ایک منصوبہ بند طریقے سے کر چکے ہیں۔''(۱۱۴)

اس تصنیف کے تقریباً سبھی مضمانین بہرتین معلومات اور تنقیدی انداز لیے ہوئے ہیں۔اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے محبوب راہیؔ نے ہر مضمون میں محبوب راہیؔ نے مختلف حضرات کی رائے کو قلم بند کیا ہے۔آپ

کے ان مضامین پر اپنی رائے پیش کرتے ہوئے مظفر حنفی صاحب فرماتے ہیں۔

''ان مضامین کا تنوع اور رنگا رنگی محبوب راہیؔ کی وسعتِ نظر اور کثرتِ مطالعہ کا ثبوت فراہم کرتی ہے، اس کتاب میں نظریاتی حد بندی اور موضوعاتی حصار بندی سے بالاتر ہو کر اردو کے ایسے اہم اصحابِ قلم کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ جو نہ صرف اپنے عہد میں انفرادیت کے حامل رہے بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ان کی مقبولت اور اہمیت میں اضافہ ہی ہوتا رہا ہے۔'' (۱۱۵)

لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کو ان مضامین میں کچھ کمی بھی کھٹکی جس کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

''کچھ مضامین میں ایک آنچ کی کسر بھی رہ گئی ہے۔ راہیؔ نے دوسرے ادباء و شعراء کے حوالے بہت زیادہ شامل کیے ہیں اور اثرت مقامات پر یہ وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ یہ اقتباسات کس مضمون یا کتاب سے ماخوز ہیں۔ اس طرح کی تحریریں درجۂ اسناد سے گر جاتی ہیں۔ راہیؔ کو تعریف و توصیف میں بھی اعتدال برتنے کی مشق کرنی چاہیئے۔'' (۱۱۶)

بہر حال خوبیاں خامیاں تو سبھی میں موجود ہوتی ہیں۔ راہیؔ نے اپنے مضامین میں مشہور و معروف قلمکار حضرات کے ساتھ ساتھ گمنام شخصیات پر بھی مضامین قلم بند کیے ہیں۔ جس کے متعلق حقانی القاسمی لکھتے ہیں۔

''محبوب راہیؔ نے مقدمین، متوسطین، معاصرین اور متاخرین پر مضامین لکھے ہیں لیکن ان کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے حاشیائی تخلیق کاروں پر توجہ مرکوز کی جن کے یہاں بے پناہ جوہر ہیں مگر انہیں پرکھنے والا کوئی جوہری نہیں۔'' (۱۱۷)

اس کے ساتھ ہی حقانی القاسمی صاحب محبوب راہیؔ کی تنقیدی زبان پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''محبوب راہیؔ کی تنقیدی زبان مبہم، مغلق اور مشکل نہیں ہوتی۔ وہ ترسیلی زبان میں تنقید لکھتے ہیں اور غیر ضروری تنقیدی اصطلاحات کلشیے اور جارگن سے گریز کرتے ہیں۔ شفاف خیالی ان کی تنقید کی سب سے بڑی خوبی ہے۔'' (۱۱۸)

مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان مضامین کا تنوع اور رنگا رنگی راہیؔ کی کثرتِ مطالعہ اور وسعت نظر کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ یہ مضامین اپنے مواد کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اور قاری کے لیے مفید ثابت ہوں گے۔

ترقیمات وترتیلات

ترقیمات وترسیلات ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے تنقیدی وتحقیقی مضامین کے مجموعے کی اگلی کڑی ہے جو ۲۰۱۷ء میں شائع ہوکر منظر عال پر آئی۔ ۳۲۰ صفحات پر مشتمل اس تصنیف میں تقریباً اڑتیس مضامین ہ جس میں اردو ادب کی درخشاں شخصیات کی ادبی خدمات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کا انتساب محبوب راہیؔ نے اپنے بھائی ''آغا غیاث الرحمٰن'' کے نام کیا ہے اور یہ کتاب فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی کی مالی اعانت سے شائع ہوئی۔ تصنیف کا پہلا مضمون ''حقیقت میر کے رونے کی'' کے تحت میرؔ کی شاعری میں غم واندوہ کی ترجمانی کی گئی ہے۔ اوران حالات کا ذکر کیا گیا ہے جن کے سبب میرؔ کی شاعری میں یہ وصف موجود ہوا۔

غالبؔ کی شاعری میں معشوق تک رسائی کے لیے قاصد ایک اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ اسی سے متعلق اشعار کا انتخاب محبوب راہیؔ

نے اپنے مضمون ''معاشقہ غالبؔ کی کہانی خطوط غالبؔ کی زبانی'' میں تحریر کیا اور پورا ماحول قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔ جو عاشق ومعشوق کے مابین پیش آنے والے حالات کو بیان کرتا ہے۔

''شاد عارفی کی بازیافت میں'' مظفر حنفی کا کردار اہم رہا ہے۔ آپ نے شاد فارفی کا کلام یکجا کر کے شائع کیا اور ''شاد عارفی شخصیت اورفن'' موضوع پر اپنا تحقیقی مقالہ تحریر کیا۔ جس میں شاد عارفی کی شخصیت اور ادبی صلاحیتوں کو قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔ محبوب راہی نے اپنے اس مضمون میں اس بات کا اعتراف کیا ہے اور ''شاد عارفی کی شاعری میں سماجی مقصدیت کے پہلو کو بھی ڈھونڈ نکالا ہے'' کارزار تنقید میں شاد عارفی کی معرکہ آرائیاں'' اس مضمون کے تحت آپ فرماتے ہیں۔

> ''شاد عارفی کے منھ پھٹ، تیز وتند مزاج کی وجہ سے بیشتر قارئین نے انہیں نظر انداز کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے ان کے حملوں کا راست جواب دینے کی جسارت بالخصوص ان کی زندگی میں بہت کم ہے۔'' (۱۱۹)

''طنز وزرافت کا دلکش امتزاج ایک فقیر المثال شگفتہ تنقیدی اسلوب'' (وارث علوی کی تحریروں کی روشنی میں)'' اس مضمون کے تحت آپ وارث علوی کی اردو تنقید نگاری پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> ''وارث علوی کی تنقید کی بنیادی شناخت کا ایک مستحکم وسیلہ ہے۔ ان کی تنقید کی فلک بوس عمارت اسی نوع کی شگفتگی کی پاسدار بنیادوں پر استوار ہے جو حقیقت

پسندانہ طنز اور ظریفانہ لہجے کے خوشگوار کی امتزاج کی زائدہ ہے۔علوی صاحب دنیا کے پہلے اور تا حال آخری بھی نقاد ہیں جو تخلیق کے طرفدار ہیں اور اس پر تنقید کے جبر اور بالادستی نیز جارحانہ پن پر مسلسل اظہار ناپسندگی کرتے ہیں۔''(۱۲۰)

''ایک بے نظیر سلسلہ'' کے تحت محبوب راہیؔ نے شاد عارفی اور مظفر حنفی کے مابین استادی شاگردی کے رشتہ کو خراج تحسین عطا کیا ہے۔جس کے تحت آپ کا خیال ہے کہ۔

''مظفر حنفی نے اکتوبر ۱۹۶۲ء تا جنوری ۱۹۶۴ء محض سولہ مہینوں کی قلقیل مدت میں شاد صاحب سے اپنی محض ڈیڑھ سو کے قریب غزلوں پر ذریعہ ڈاک اصلاح لی ۔اس قلیل ترین عرصہ شاگردی میں اپنے مزاجی ٹیڑھ کی بنا پر تو شاد صاحب کو متعینہ فیس رکنیت کی معمولی سی رقم ادا نہیں کی۔لیکن اپنے اس جز وقتی اور قلیل مدتی استاد کے انتقال سے تا حال نصف صدی سے زائد مدت بیت رہی ہے کہ موصوف کو کوئی سال کوئی مہینہ کوئی ہفتہ اور کوئی دن ایسا نہیں گزرا کہ انہوں نے شاد صاحب کو دنیائے ادب میں حیات جاوید عطا کرنے کے لیے دامے درمے قدمے سخنے کچھ نہ کچھ کیا نہ ہو۔''(۱۲۱)

مظفر حنفی کے انٹرویوز پر مشتمل ایک تصنیف ''گفتگو دو بدو'' پر تبصرہ کرتے ہوئے محبوب راہیؔ اپنے مضمون ''گفتگو دو بدو (انٹرویوز اور حاضر جوابیاں)'' کے تحت مظفر حنفی کی حاضر جوابی اور مختلف موقوں پر ان کے زاویۂ نظر کو پیش کیا ہے۔

محبوب راہیؔ نے مظفر حنفی صاحب پر اپنا تحقیقی مقالہ تحریر کیا اور قارئین کو آپ کی ادبی صلاحیتوں سے روشناس کروایا۔مظفر حنفی کے شعری کلیات ''تیزاب میں تیرتے پھول'' میں آپ کے سات مجموعہ،۵۶ نئی غزلیں، ۲۳ رباعیات،ایک نعت اور چار حمدیہ منظومات شامل ہیں۔آپ کے اس مجموعے پر اپنی قلبی رائے کا اظہار کرتے ہوئے محبوب راہیؔ اپنے مضمون ''تیزاب میں تیرتے پھول (شعری کلیات جلد دوم)'' میں فرماتے ہیں۔

''حنفی صاحب کی شاعری کے بحر خارزار سے سرسری گزرنے کے اپنے تجربے کی بنا پر ایک تعجب خیز حقیقت کا انکشاف ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ اس قدر کثیر الکلامی اور بسیار گوئی کے نتیجہ میں تخلیقات کے انبار در انبار ذخیرے میں چند مقامات آہ فغاں

یعنی رطب و یاس کا درآنا فطری امر ہے۔لیکن استعجاب انگیز مسرت کا احساس ہوتا ہے یہ دیکھ کر کہ موصوف کے ہزار ہا ہزار اشعار میں اگر تکرار و اعادہ کی اکا دکا مثالیں ملتی بھی ہیں تو ذرا سا غور کرنے پر ان مین بھی معن و مفہوم کا کوئی نیا گوشہ،کوئی نیا نکتہ یا طرز اظہار کا کوئی منفرد پہلو برآمد کرنے کی شعوری کوشش صاف جھلکتی محسوس ہوتی ہے۔''(۱۲۲)

''راہی فدائی کی منفرد سوچ میں نئی منزلوں کی بازیافت کے امکانات'' اس مضمون کے تحت محبوب راہی نے راہیؔ فدائی کی شاعری کا تنقیدی جائزہ لیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ۔

''راہیؔ فدائی کے منفرد ذائقے کے اشعار کا رمز جاننے کے لیے شعور و ادراک کا مہذب ہونا ضروری ہے۔رنز و کنایہ اور علامت و استعارہ شعر کو محض واقعہ یا خبر نہ رکھتے ہوئے اس کو تہہ دار معنویت عطا کرتے ہیں۔راہیؔ فدائی نے انفرادیت پسندی کے شوق میں جدیدیت کو اپنایا ضرور اور وہ اپنے علامتی رنگ و آہنگ اور استعاراتی لب و لہجہ کی بنا پر جدیدیت کے سرخیل شعراء میں شمار بھی کیے گئے۔''(۱۲۳)

''آزادی سے قبل اردو میں بچوں کی شاعری'' مضمون میں محبوب راہیؔ نے ان شعراء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ہندوستان کی آزادی سے قبل ہی ادب اطفال پر توجہ دی اور بچوں کے لیے نصیحت آموز نظمیں اور کہانیاں تحریر کیں۔ان شعراء حضرات میں مولوی نظیر اکبرآبادی،محمد حسین آزادؔ،حالی،اقبال،محمد اسمٰعیل میرٹھی وغیرہ کی شاعری میں بچوں کے لیے جو نظمیں تحریر کی گئی ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

''حقیقت اردو درسیات کی کہانی کی'' کے تحت محبوب راہیؔ نے پروفیسر مصطفی خاں کی ادبی صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے۔

علاقۂ برار میں علم و ادب کی محفل کو شعراء و ادیب سرگرم رکھے ہوئے ہیں اور اپنی اپنی تخلیقات کے ذریعہ ادب کی شمع کو روشن کیے ہوئے ہیں۔محبوب راہیؔ نے ''برار میں اردو شاعری ماضی،حال اور مستقبل (ایک سرسری جائزہ)'' میں انہیں شعراء و ادیب کا ذکر کیا ہے اور ان کے منتخب اشعار بھی مضمون میں شامل کیے ہیں۔

ڈاکٹر قمر گوالیاری کی تصنیف ''گوالیار میں اردو زبان و ادب'' ایک تذکرہ کی حیثیت رکھتی ہے۔جس سے گوالیار کے ادبی ماحول پر روشنی پڑتی ہے۔ڈاکٹر محبوب راہیؔ نے اس تصنیف پر تبصرہ کیا اور اپنے مضمون ''اردو کی

عظمت رفتہ کا ایک باب: گوالیار میں اردو زبان وادب'' میں اس نتیجہ پر پہنچے کہ۔

''قمر گوالیاری کے اس تاریخ ساز کارنامے کو قابل تقلید قرار دیتے ہوئے اس کی روشنی میں ہر علاقے کے اردو زبان و ادب کے تاریخی واقعات کو بیتی یادوں اور تذکروں کے حوالوں سے کتابوں میں محفوظ کر لیا جائے ورنہ ہمارا یہ تمام تر بیش بہا ورثہ تاریخ کے گرد وغبار کی دبیز تہوں کے تلے دب کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہو کر رہ جائے گی۔'' (۱۲۴)

''ایک شاعر ایک غزل سعید رحمانی کا ایک تاریخ ساز کارنامہ'' مضمون میں محبوب راہیؔ نے سعید رحمانی کی تصنیف ایک شاعر ایک غزل پر تبصرہ تحریر کیا۔ اور سعید رحمانی کی ادبی کاوش کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''سعید رحمانی کے خلوص برکتوں کے طفیل'' ایک شاعر ایک غزل'' کے دو سلسلوں سے ان کی غیر معمولی مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔ اس کتابی سلسلے کی کامیابی دراصل ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر ان کی پر خلوص کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شعراء اس میں جوق در جوق شامل ہو رہے ہیں۔'' (۱۲۵)

محبوب راہیؔ اپنے ماموں زاد بھائی کے بیٹے کی شادی میں شرکت کے لیے حیدرآباد جانا طے ہوا۔ لیکن ریزرویشن کی قلت کے سبب ورنگل سے حیدرآباد جانا طے ہو پایا۔ ورنگل کا خیال آتے ہی آپ کو تاج مضطر کا خیال آیا۔ تاج مضطر سے ملاقات کے سبب آپ نے ورنگل میں ادبی دوست احباب کے ساتھ وقت بتایا جس کی روداد یہ مضمون'' حیدرآباد اور ورنگل کی ادبی محفلوں سے وابستہ چند خوشگوار یادیں'' میں تحریر کی ہے۔ جو ایک سفر نامہ کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔

''تعلیمی جہات ایک اور کامیاب پیش رفت'' اس مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی کی تصنیف تعلیمی تجزیئے پر تبصرہ تحریر کیا اور اس تصنیف کی خوبیوں کو اجاگر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''تعمیری مضامین کا مجموعہ ''تعلیمی تجزیئے'' منظر عام پر آ چکا ہے۔ تعلیمی حلقوں میں اس کتاب کی خاطر خواہ پزیرائی بھی ہوئی ہے۔ ان مضامین میں طریقۂ امتحان کی خامیوں، جدید ٹیکنالوجی، عصری تعلیم کی صورت حال، اردو کے تعلیمی مسائل اور روزگار کے مواقع اور مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی پر دردمندانہ انداز مین بحث کر کے ان کے قابل عمل حل بھی پیش کئے گئے ہیں۔'' (۱۲۶)

خلیل دھنتیجوی کا شعری مجموعہ ''دھیرے بول'' شائع ہوا جو بہ ذریعہ ڈاک محبوب راہیؔ کو موصول ہوا۔ مضمون ''دھنک رنگ لہجے کا شاعر خلیل دھنتیجوی'' میں اسی مجموعہ کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور خلیل دھنتیجوی کی شعری خصوصیات سے روبرو کراتا ہے۔

حاجی ظہیر کے ایک شاگرد رشید موثق دیوان نے ''سمٹے موتی'' عنوان کے تحت کتابچہ کی صورت میں آپ کے ایک غیر ملکی تبلیغی دورے کی مختصر روداد شائع کی۔ اس روداد کی بنا پر محبوب راہیؔ نے ''حاجی ظہیر صاحب المعروف ''بہ حاجی صاحب'' مضمون تحریر کیا جس میں آپ نے ظہیر صاحب کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

علیم صبا نویدی ایک کثیر الجہات شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کی علمی و ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوے ڈاکٹر نذیرؔ فتح پوری نے ''علیم صبا نویدی اردو ادب کے نئے زاوئے'' تصنیف تحریر کی۔ جس پر گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر محبوب راہیؔ اپنے مضمون ''علیم صبا نویدی کے چند زاویوں کی پیائش'' میں نذیرؔ فتح پوری کی اس تصنیف کا تنقیدی تبصرہ پیش کرتے ہیں۔

مدحت الاختر سے ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی بے شمار طویل و مختصر ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں۔ ان ملاقاتوں میں آپ نے مدحت الاختر کی شعری و ادبی شخصیت کا تنقیدی جائزہ لیا اور ''میری گفتگو مدحت الاختر سے (ڈاکٹر سروشہ نسرین کی کتاب کے وسیلے سے)'' کے تحت مدحت الاختر کی شاعری کے حوالے سے گفتگو کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

> ''مدحت الاختر نے شعر گوئی کی شروعات اس دور میں کی جب اردو میں جدیدیت کا رجحان ایک تحریک کی شکل میں شعری و ادبی ماحول میں اپنا تسلط قائم کرتے ہوئے اذہان وقلوب میں اپنی جڑیں مستحکم رہا تھا۔ ناگپور کی مٹی کی زرخیز ادبی فضاؤں میں تربیت یافتہ کالج کے شاداب تعلیمی ماحول کا پروردہ مدحت کا تازہ کار ذہن اس رجحان سے ہم رنگ و ہم آہنگ ہونے کی بنا پر جدیدیت کے محازوں پر تازہ دم معرکہ آرائیوں کے ہراول دستے میں شامل ہوگیا۔ اور کارزار ادب میں اپنی پر جوش اور منفرد کارگزاریوں کے وسیلے سے جلد ہی تحریک کے سورماؤں میں اپنا نام درج کروانے میں کامیاب رہا۔'' (۱۲۷)

''طرفہ قریشی کی شاعری، طرفگیٔ فن کی نادر مثال'' مضمون میں محبوب راہیؔ نے طرفہ قریشی کی شاعری میں

انفرادیت تلاش کرتے ہوئے ان کے منتخبہ اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور فرماتے ہیں۔

''نغمۂ عشق ہو یا سیاست اور حکایت زندگی کی طرفہ کی شاعری میں تبدیلی کے ساتھ اپنی طرز بدلتے ہوئے کلاسیکی رومانیت یا روایت ،ترقی پسندی اور جدیدیت،عصری حسیت ان نینوں نظریات رجحانات زمانہ اور تحریکات کی نمائندگی کی شاندار اور جاندار جھلکیاں پیش کردہ ان کے مثالیہ اشعار میں صاف نظر آرہی ہیں۔''(۱۲۸)

شاطر حکیمی کا اولین شعری مجموعہ (موت وحیات ۱۹۴۴ء) میں شائع ہوا۔جس پر محی الدین قادری زور صاحب نے بھی اپنی گراں قدر رائے پیش کی۔آپ کے اسی مجموعے پر زور صاحب کی رائے کو پیش کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے اپنا مضمون ''شاطر حکیمی کا مٹوی کی بساط فکر وفن'' تحریر کیا۔

''حقیقت محمد طارق کے افسانوں کی شہر کی چوری کے حوالے سے''اس مضمون میں آپ نے محمد طارق کے افسانوی مجموعے شہر کی چوری کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ان کے افسانوں سے تنقیدی بحث کی۔

بابو رحمت اللہ خاں عرف بابو آر کے اردو مزاح نگاری کے میدان میں اپنی تصانیف ''خطا معاف'' اور ''ہو بہو'' لے کر داخل ہوئے۔آپ کے تشکیل کردہ کردار ''اچھن میاں'' کے ذریعہ آپ نے مزاح کی رنگا رنگ محفلیں آباد کیں۔آپ کی اسی مزاح نگاری کو موضوع بنا کر محبوب راہیؔ نے ''ظرافت کے گلہائے رنگا رنگ کھلانے والا بابو۔آر۔کے''مضمون تحریر کیا۔

''وقار قادری کی تیسری آنکھ''اس مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے جناب وقار قادری کے شعری مجموعے تیسری آنکھ پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے تبصرہ کیا۔اور اس نتیجہ پر پہنچے۔

''تیسری آنکھ اس معنی خیز اساطیر عنوان ہی سے وقار قادری کے منفرد تخلیقی رجحان کا اندازہ لگانے کے بعد گنجینہ ومعن کے طلسم ان کے اس مجموعہ نوادارت سے سرسری گزرا تو احساس مسرت وطمانیت سے اپنے آپ کو سرشار پایا کہ وقار کی شاعری انہیں بہر اعتبار موجب وقار اور لائق اعتبار ثابت ہوئی ہے۔کہ اس میں فروعمل کی حرارتوں تخیل کی ندرتوں ،زبان کی نزاکتوں ،بیان کی پاکیزگیوں ،تصوف کی نکتہ سنجیوں ،اسلوب کی جدتوں ترقی پسند لہجے کی بلند آہنگیوں ،دیرینہ اقدار کی حامل صالح روایتوں و موضوعات کی انفرادیتوں ،جذبوں کی فراوانیوں اور احساسات کی

جولانیوں کا ایک جہان دگر آباد ہے۔''(۱۲۹)

نورالحسن نور ایک نعت خواں ہیں۔جن کے سلسلۂ نسب کے بارے میں محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''نورالحسن نور جن کا سلسلہ نسب سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری کے حقیقی خالہ زاد بھائی قطب دوراں حضرت برہان الدین شہیدؒ سے ملتا ہے۔''(۱۳۰)

نورؔ نے پیارے نبیؐ کی محبت میں سرشار ہو کر نعت کی شکل میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا اور حضورؐ کے دربار میں پیش کیا۔آپ کی نعتیہ شاعری کا اعتراف کرتے ہوئے محبوب راہیؔ اپنا مضمون ''نعت نبیؐ نور کی تخلیقی شناخت کا وسیلہ'' قلم بند کرتے ہیں۔

فراز حامدی مختلف الجہات قلمکار ہیں۔آپ کے گیتوں کا مجموعہ ''آنسوں آنسوں برکھا'' شائع ہوا جو محبوب راہیؔ کے مطالعہ میں بھی آیا اور آپ اس کی ورق گردانی کرنے پر آمادہ ہوئے۔اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ۔ ''اردو کے مختلف الجہات فنکار اور کثیر التصانیف شاعر،ادیب اور نقاد ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے فراز حامدی کو منفرد گیت کار تسلیم کیا ہے۔ان کی انفرادیت پسندی نئی زمینوں کی تلاش نیز فرسودگی انجماد اور قید سے آزادی کی سعی مسلسل کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔نیز گیتوں میں ان حساسیت،فنی شعور،فکری سنجیدگی،ہندوستانی تہذیب سے ان کی وابستگی،لہجے کی محویت،احساس کی شدت اور نذباتی ماروایت کو ان کے گیتوں کی انفرادیت کا سبب قرار دیتے ہوے میراں جی اور عظمت اللہ خاں کے بعد فراز حامدی کو گیت کو وسعت عطا کرنے والیشاعر سے تعبیر کیا ہے۔''(۱۳۱)

''ولی کرناٹکی کے مصرعے دو چار'' مضمون کے تحت محبوب راہیؔ نے اُن کے مجموعہ کلام ''مصرعے دو چار'' پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے آپ کی شعری خوبیوں کو اجاگر کیا۔

نور منیری کا مجموعۂ کلام ''شہر کی فصیلوں سے'' شائع ہو کر منظر عام پر آیا جسے ادبی حلقوں میں پزیرائی حاصل ہوئی۔محبوب راہیؔ نے بھی اس مجموعے پر اپنی رائے پیش کی اور ''شہر کی فصیلوں سے'' مضمون قلم بند کیا۔آپ فرماتے ہیں۔

''نور منیری نے اپنی فکر اور اپنے شعری رویے اور اپنے تخلیقی رجحان کو تمام

جکڑ بندیوں سے آزاد رکھ کر صرف اپنے تخیل کی اڑانوں اور آپ اپنی اپروچ کی رہنمائی میں شعر کہے ہیں پھر چاہے کوئی انہیں تغزل چشیدہ روایت سے موسوم کرے ، چاہے ترقی پسندی سے تعبیر کرے چاہے جدیدیت یا مابعد جدیدیت کے لیبل ان پر چسپاں کرے۔'' (۱۳۲)

پاگل عادل آبادی کا مزاحیہ مجموعہ ''کھسر پھسر (یہ آپ کی شاعری کا چھٹا مجموعء ہے) منظر عام پر آیا۔محبوب راہیؔ کے الفاظ میں اس مجموعے کی خوبیاں ملاحظہ فرمائیں۔

''اس میں بھی وہی پاگل پن کی اکڑ میں دانشمندانہ چٹکلے بازیاں ، وہی سماج کی دکھتی رگوں سے چھڑ چھاڑ ، وہی تازیانوں کی مسلسل بوچھار، طنز کے تیر، وہی بے خطا وار، کبھی وطن کے ضمیر فروشی پر، کبھی ننگ ملت ، ننگ دین ، ننگ وطن ، قوم وملت کے غداروں کی غداری پر، کبھی نام نہاد ریا کار دینداروں کی ریا کاری پر، کبھی فیشن زدہ بگڑتے ہوئے نوجوانوں کی فیشن زدگی اور بے راہ روی پر، کبھی مغرب پرست بیویوں کی مغرب پسندی پر، کبھی زن مرید شوہروں کی زن مریدی پر پاگل آبادی نے سیدھے ، ترچھے ، آگے ، پیچھے ، دائیں ، بائیں ، پلٹ پلٹ کر جھپٹ جھپٹ کر وار کئے ہیں۔'' (۱۳۳)

محبور راہیؔ کے ان خیالوں کی گونج آپ کے مضمون '' پاگل عادل آبادی کی کھسر پھسر'' میں سنائی دیتی ہے۔

''ایک نظر داؤد املوی کے فن پر'' اس مضمون میں محبوب راہیؔ نے داؤد دہلوی کی شاعری اور تصانیف کا جاہ لیا اور ان کی ادبی خدمات کا اعتراف کیا۔

''صدف صدف موتی''، مخلص کا شعری مجموعہ ہے۔ جو محبوب راہیؔ کی نظروں سے گزرا اور آپ نے اس پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے تبصرہ تحریر کیا۔ جو بعنوان ''مخلص کی سوغات خلوص ''صدف صدف موتی'' اس تصنیف میں شامل ہے۔

''شکیل بن شرف کی فکری اڑان'' محبوب راہیؔ نے یہ مضمون شکیل شرف کے شعری مجموعے ''خوشبو کا بدن'' پر تحریر کیا جس میں اس مجموعے کی خوبیوں پر ناقدانہ نظر ڈالی گئی۔ ''لوگ آسان سمجھتے ہیں منوّر رہونا'' اس مضمون میں آپ نے منوّر رپیر بھائی کی حیات وادبی خدمات پر مشتمل کتاب ، جس کے مصنف ڈاکٹر حسین اور پروفیسر اختر الواسع ہیں کا جائزہ لیا اور منوّر رپیر بھائی کی باغ بان شخصیت کو اہل قلم حضرات سے متعارف کرایا۔

''اردو شعر و ادب کی تاریخ میں بڑودہ کی فراموش کردہ ادبی خدمات'' اس مضمون کے تحت آپ نے فدا بڑودوی اور افسر بڑودوی کے حوالے سے گجرات کے شہر بڑودہ میں شعر و ادب کی خدمت کرنے والے اہل قلم حضرات کا مختصر جائزہ پیش کیا ہے۔

رام لعل کے خطوط کا مجموعہ ''سلطنت دل سے'' کے عنوان سے مرتب کر کے معروف فکشن نگار عباس خان نے شائع کیا۔ یہ مجموعہ اس لیے سب سے اہم ہے کہ یہ خطوط نویسی سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کی روایت دور حاضر میں ماند پڑ گئی ہے۔ ان خطوط سے عباس خان اور رام لعل کے درمیان ذاتی اور ادبی رشتے کی کئی گرہ کھلتی ہیں۔ محبوب راہیؔ نے اس مجموعے پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ''عباس خان کی سلطنت دل سے'' مضمون تحریر کیا۔

اس تصنیف کا آخری مضمون ''میرے تخلیقی سفر کے چند تجربات'' ہے۔ جس کے تحت محبوب راہیؔ نے اپنی ادبی زندگی کے تجربات خوبصورت و خوشنما انداز میں قارئین کی نذر کیے ہیں۔ جس کی ایک بہترین مثال ملاحظہ فرمائیں۔

> ''میرا شاعر ہونا دراصل ایک اتفاقی حادثہ ہے۔ کہ میری سات پشتوں میں شعر کوئی تو کجا شعر فہمی کا خطا کار بھی میرے علاوہ کوئی نہیں ہوا۔ مجھ ایسے کسی قطعی غیر شاعرانہ ماحول میں جنمے اور پلے بڑے شخص کے وجود میں شاعری کے جراثیم کو کیوں کر سرائیت کر جاتے ہیں تا حال اس کی سائنٹفک جانچ کر کے ٹھیک ٹھیک نتائج پر آمد کرنے کی کسی نے ضرورت محسوس نہیں کی۔ مجھے خود بھی اپنے اندر فطری طور پر تخلیق شعر و ادب کے بیج بوئے جانے اور اوران سے اکھوتے پھوٹنے کا احساس یا اندازہ نہیں تھا جبکہ بچپن ہی میں اکثر و بیشتر اشعار سن کر یا پڑھ کر اس کے اندر پرت در پرت معنی و مفہوم کی تہوں میں اتر کر ان کی تاثر انگیزی سے قلب و ذہن میں ایک قسم کا ارتعاش پیدا ہونے اور بہتے ہوئے کہو کے ساتھ اپنے رگ و پے میں ایک برقی روسی دورنے اور تمام وجود میں سر تا پا ایک عجیب سی سرسراہٹ پیدا ہونی کی کیفیت دیر تک طاری رہنے کے تجربات سے میں اکثر گزرتا رہا تھا۔'' (۱۳۴)

تقریباً سینتیس اڑتیس مضامین پر مشتمل یہ تصنیف محبوب راہی کے ادبی مضامین کا مجموعہ ہے اس سے ان کی تنقیدی بصارت و بصیرت کا پتا بھی چلتا ہے۔ آپ نے نہ صرف مشہور و معروف ہستیوں کی بلکہ گمنام و گوشہ نشین حضرات کی تصانیف پر بھی قلم فرسائی کی اور ان کی ادبی خدمات کو منظر عام پر لانے کی بہترین کوشش

کی۔مثلاً،معروف شخصیات میں میرؔ،غالبؔ،شاد عارفی،علیم صبا نویدی،فراز حامدی وغیرہ کے فکر وفن پر تحقیقی و تنقیدی نظریہ پیش کیا ہے۔شعراء حضرات کے کلام سے چنندہ اشعار کو چن کر ان کی مختلف زاویوں سے تشریح کی ۔آپ کے یہ مضامین تنقید وتحقیق کو ایک نئی سمت و رفتار عطا کرتے ہیں۔۲۰۱۷ء میں شائع ہوئی اس تصنیف کو قارئین نے پسند کیا اور اس میں شامل مضامین پر مختلف زاویوں روشنی ڈالتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا۔

محبوب راہیؔ بحیثیت مکتوب نگار

مکتوباتِ محبوب راہی بنام نذیرؔ فتح پوری

دور قدیم میں خط مراسلت کا اہم ذریعہ تھا۔خطوط کے ذریعے ہی ہمیں اپنے اپنے مکتوب الیہ کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہے۔اگر ہمیں غالبؔ کے خطوط نہ ملے ہوتے تو ہم غالبؔ کی ذاتی زندگی اور اس وقت کے حالات کو اتنے بہتر طریقے سے نہیں جان پاتے۔وہ غالبؔ کے خطوط ہی ہیں جو ہمارے لیے ادبی ذخیرہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ٹیکنالوجی کے اس دور میں خطوط نگاری کی روایت ماند پڑ گئی ہے۔لیکن پھر بھی شعرا و ادباء کے خطوط وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں جو دستاویزی حیثیت کے حامل ہیں۔خطوط اپنے آپ میں ایک تہذیب سمیٹے ہوئے ہیں۔خطوط میں استعمال ہونے والے آداب والقاب سے مکتوب الیہ کی حیثیت اور اس کے لیے عزت واحترام کا اندازہ ہوتا ہے۔دور حاضر میں اس کی ماند پڑتی روایت کے متعلق سید ظفر ہاشمی فرماتے ہیں۔

> ''ذاتی خطوط نویسی ختم ہو رہی ہے بلکہ ختم ہو چکی ہے۔اس لیے جیسا کہ قبل عرض کر چکا ہوں کہ تین چار دہائیوں بعد چھوٹے بڑے کا لحاظ جو تھوڑا بہت اب بھی باقی ہے بالکل مفقود ہو جائے گا۔باپ اپنے بیٹے اور بیٹی کے تخلیے میں تاک جھانک کر چٹخارے لے گا اور یہی وقت ہوگا جب شاید کوئی محقق اس بات کی تاک جھانک کرے کہ اگلے وقتوں میں ذاتی خطوط کیسے ہوتے تھے اور ان کی معرفت رشتوں کا تقدس اور تعلقات کی شدت کو کس طرح ناپا اور پرکھا جاتا تھا اور ان خطوط میں وقت کی نبض کس طرح دھڑکتی تھی اور حالات حاضرہ پر کس طرح گرفت کی جاتی تھی اور بڑے بڑے علمی اور دینی مسائل کس طرح حل کیے جاتے تھے۔اتنا ہی نہیں

دانشوروں عالموں ولیوں بزرگوں اور رہنماؤں کی خدمات اور ملفوظات نیز مشورے اور پیغامات کی کس طرح دوسروں تک ان کے خطوط کے وسیلے سے موثر رسائی ہوتی تھی۔''(۱۳۵)

لیکن اس روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے محبوب راہیؔ نے اپنے دوست واحباب کو خطوط لکھے۔انہیں میں سے ایک دوست نذیرؔ فتح پوری ہیں جن سے محبوب راہیؔ کی طویل مراسلت رہی ہے۔آپ دونوں کے مابین یہ دوستانہ مراسم تقریباً چالیس سال پرانے ہیں۔اس طویل مدت کے دوران آپ نے نذیرؔ صاحب کو سینکڑوں خط لکھے جن میں سے زیادہ تر خط نذیر صاحب نے سنبھال کر رکھے۔جس کے متعلق نذیر صاحب فرماتے ہیں۔

''محبوب راہیؔ سے میری اور مجھ سے محبوب راہیؔ کی مراسلت کی عمر لگ بھگ چالیس سال پرانی ہے،ابتدا میں وہ طویل طویل خط مجھے لکھا کرتے تھے۔ہر خط میں کوئی نہ کوئی کام کی بات ضرور ہوتی تھی۔وہ خود بھی نئے نئے لکھاری تھے اس لیے ان کے قلم کی کاوشوں کا شوق عروج پر تھا۔خوبصورت جملوں کا خزانہ تو پہلے ہی دن سے ان کے مصرف میں تھا،وہ مقفیٰ اور مسجّیٰ نثر لکھنے پر مہارت رکھتے تھے،آج کے مقابلے میں پہلے ان کی نثر میں بے تکلفانہ اظہار کا عنصر کثرت سے پایا جاتا ہے۔جتنے خطوط انہوں نے مجھے لکھے ہیں ممکن ہے کسی اور کو بھی لکھے ہوں۔لیکن میں ان کے سارے خط محفوظ نہ رکھ پایا۔دو مرتبہ کی نکل مکانی کے سبب میرا بہت سا ادبی سرمایہ ضائع ہوا ان میں راہیؔ صاحب کے کچھ خطوط بھی ہو سکتے ہیں،تاہم جتنے خطوط دستیاب ہوئے وہ ذاکر نعمانی صاحب کو سونپ دیئے ہیں۔''(۱۳۶)

نذیرؔ فتح پوری کے نام یہ خط تقریباً ''۲۷ ستمبر ۱۹۷۸ء سے لے کر ۱۲ دسمبر ۲۰۰۸ء'' کے درمیانی وقفہ میں لکھے گئے ہیں۔جن کی مجموعی تعداد ۸۰ سے زیادہ ہے۔یہ تمام خطوط ڈاکٹر ذاکر نعمانی نے یکجا کیے اور ۲۰۱۵ء میں ''مکتوبات محبوب راہیؔ بنام نذیرؔ فتح پوری'' کے نام سے اسباق پبلی کیشنز کے زیر اہتمام شائع بھی کیے۔

ذاکر نعمانی اس تصنیف کی اشاعت کے سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''راہیؔ صاحب اپنی زود نویسی اور کثیر الکلامی کی بناء پر جہاں تہاں موضوع بحث بنے رہتے ہیں اردو شعر وادب کی مروجہ صنف کا کوئی موضوع ان کے قلم کی دسترس سے دور نہیں رہ پاتا مدیران رسائل وجرائد نیز اپنے قلمکار احباب کے نام خطوط نویسی

میں بھی موصوف کیوں کر پیچھے رہے ہوں گے۔لہٰذا دستیاب ہونے کی صورت میں کیوں نہ استادِ محترم کے مکتوبات پر مشتمل ایسی کوئی کتاب میں بھی مرتب اور شائع کروں۔''(۱۳۷)

ذاکر صاحب کی یہ خواہش پوری ہوئی اور نذیر فتح پوری کے پاس محبوب راہیؔ کے تقریباً ۸۸ خطوط دستیاب ہوئے۔ان خطوط کے متعلق ذاکر نعمانی فرماتے ہیں۔

''نذیرؔ فتح پوری نے اپنے پاس چند خطوط محفوظ ہونے کی نوید سناتے ہوئے مزید تلاش کا وعدہ کیا اور ہفتہ عشرہ کی تلاش وجستجو کے نتیجے میں راہیؔ صاحب کے اپنے نام (۸۸) طویل ومختصر خطوط ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب ہوئے اور احقر کی درخواست پر دستاویزی نوعیت کا یہ سرمایہ ضروری حواشی کے ساتھ بذریعہ ڈاک مجھے مرحمت فرما کر راہی صاحب سے اپنی بے مثال محبت، بے کراں خلوص اور ادب دوستی کا ثبوت فراہم کیا۔''(۱۳۸)

محبوب راہیؔ کے ان خطوط سے ان کی ذاتی زندگی کے کئی راز فاش ہوتے ہیں۔ان کی پی۔ایچ۔ڈی۔اور نذیرؔ فتح پوری سے ان کے دیرینہ تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے۔آپ نے اپنی زندگی کے تقریباً چالیس سال نذیرؔ فتح پوری کے ساتھ ادبی دوستی میں گزارے ہیں۔اس طویل مدت میں دونوں کے مابین ہزارہا موضوعات پر بحث ہوئی۔ان بحث ومباحث کا ذکر بھی ان خطوط میں شامل ہے۔اپنی ذاتی زندگی پر گفتگو کرتے ہوئے ایک خط میں جو آپ نے ۱۳ اگست ۲۰۰۴ء کو لکھا ہے،فرماتے ہیں۔

''خط ملا۔قدرے تفصیلی لیکن ایسا تفصیلی نہیں جیسا کہ ہوا کرتا تھا۔بہر حال تھوڑے سے حالات سے بہت سے حالات کا اندازہ ہوا۔واقعہ ہے کہ جن مسائل میں آپ گھرے ہیں بفضلہٖ تعالیٰ میں ان سے دور ہوں۔بنیادی مسئلہ روزی روٹی کا ہے جس سے اللہ نے مجھے اور میرے چار بیٹوں (اور بیٹی بھی) کو نجات دے رکھی ہے۔بہت زیادہ فراغت نہ سہی ایسی تنگ دستی بھی نہیں کہ کوتاہی قسمت کا گلہ کر کے کفرانِ نعمت کا ارتکاب کیا جائے۔اللہ آپ کے تمام مسائل دنیوی کو حل کر کے آخرت میں بھی سرخرو فرمائے جس کے لیے میں اکثر فکرمند رہا کرتا ہوں۔''(۱۳۹)

ان خطوط کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں خط کی زبان اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔خطوط کی سادگی اور بے تکلفی

سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نذیر فتح پوری سے آپ کے تعلقات نہایت خوشگوار رہے ہیں۔اس کے علاوہ اسباق (رسالہ) اور دوسرے احباب کے بارے میں بھی مزید معلومات حاصل ہوتی ہے۔

مبارک باد کے مستحق ہیں ڈاکٹر ذاکر نعمانی جنہوں نے اس طرف توجہ مرکوز کی اور ان خطوط کو یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کیا اور انہیں ضائع ہونے سے بچا لیا۔

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محبوب راہی نے ختم ہوتی ہوئی صنف کو زندہ رکھنے کی کوشش کی ہے۔یہی ان کا سب سے بڑا اور قابل قدر کارنامہ ہے اور اردو کے مکتوباتی سرمائے میں ایک اہم اضافہ بھی ہے۔

محبوب راہی بحیثیت سوانح نگار

زندگی اپنی (خودنوشت سوانح)

محبوب راہی نے اپنی خودنوشت سوانح ''زندگی اپنی کے زیر عنوان تحریر کی ہے۔جو قسط وار دو ماہی گلبن میں شائع ہوئی۔اس کے تحت محبوب راہی نے بچپن سے لے کر دور حاظر تک کے حالات قلم بند کئے ہیں۔انہوں نے اسے مختلف عنوانات میں تقسیم کیا ہے۔اور اسی وجہ سے اس میں ربط و تسلسل نہیں ہے۔لیکن بے تکلفی موجود ہے۔موقع و محل کے لحاظ سے جو قصہ انہیں پہلے یاد آیا وہ اسے تھریر کرتے چلے گئے۔یہ تمام واقعات ان کی ذاتی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔اور اس وقت کے سیاسی ،سماجی اور معاشرتی حالات سے بھی واقف کراتے ہیں۔حالانکہ انہوں نے اپنی سوانح سلسلہ وار نہیں لکھی ہے مگر پھر بھی وہ بے حد دلچسپ ہے۔کیوں کہ انداز بیان اتنا موثر اور سادہ ہے کہ جب قاری اسے پڑھنا شروع کرتا ہے تو اسے بیچ میں ادھورا نہیں چھوڑتا بلکہ پورا پڑھ کر ہی دم لیتا ہے۔

محبوب راہی کی یادداشت بھی کمال کی ہے جب وہ اپنے بچپن کے واقعات کا ذکر کرتے ہیں تو ہر چھوٹی سے چھوٹی بات جو انہیں یاد ہے اسے وہ اپنی تحریر میں بڑی معصومیت سے بیان کر دیتے ہیں۔حالات کے بیان میں کسی طرح کا بناؤ سنگھار نظر نہیں آتا۔

کتاب کی شروعات آپ نے اپنے آبا و اجداد سے کرتے ہوئے اپنی ولادت کا بیان کرتے ہیں۔اپنے بچپن کی یادوں کو اس تصنیف میں سنجوتے وقت آپ نے اپنی یادداشت پر زور ڈالا اور بچپن کے چھوٹے چھوٹے کوائف بھی بیان کر دیے۔اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے دوست احباب کا ذکر بھی کیا ہے۔دوست احباب میں

آپ نے دو خاص دوستوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ دوستوں کو یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''ہدایت کا گھر میرے پڑوس میں تھا۔ لہٰذہ دونوں کے شب و روز کا حصہ ایک دوسرے کے گھر آنگن میں گزرتا تھا۔ لطیف کا گھر البتہ قدرے دوری پر دوسرے محلے مالوی پوری میں تھا۔ اس کے لق و دق حویلی نما گھر تک ہماری رسائی نہیں تھی۔ ہمارے شکستہ گھروں میں اس کا داخلہ ممنوع ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ ناز و نعم میں پلا رئیس زادہ ہمارے گھروں میں کچھ الم غلم کھا پی کر بیمار نہ پڑ جائے۔ لہٰذہ اس سے روزمرہ طویل یا مختصر ملاقاتیں طے شدہ مقامات پر متعینہ اوقات میں ہی ہوا کرتی تھیں۔''(۱۴۰)

محبوب راہیؔ کی زندگی کا اوّلین دور غربت و افلاس میں بیتا۔ جس کی وجہ سے آپ نے اپنے بچپن میں بہت سی مشکلوں کا سامنا کیا۔ گھر کے معاشی حالات کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

''چھوٹی سی ٹوکری میں ہلدی، دھنیا، گرم مصالحہ وغیرہ بنیادی ضرورت کی چیزیں بیچ کر کرب و جوار کے دیہاتوں سے جوار، دال، نمک، مرچ وغیرہ لاتے ہوں گے اچانک بچے کا مرجھایا ہوا چہرہ کھل اٹھتا ہے۔ دوڑ کر گھر میں اپنی ماں کو باپ کے آنے کی نوید مسرت سناتا ہے۔ جو سنتے ہی ٹھنڈے چولہے کو اپلوں اور سرکنڈوں کے ٹکڑوں سے گرم کرنے میں جٹ جاتی ہے۔ تاکہ اپنے چار بچوں کے ساتھ اپنے تھکے ماندے شوہر کے پیٹ میں دہکتی ہوئی آگ کو عارضی طور پر بجھانے کا بندوبست کر سکے۔''(۱۴۱)

یہ تصنیف ۲۰۱۴ء میں شائع ہوئی۔ اس کا انتساب محبوب راہیؔ نے اپنی جوزہ رضیہ بانو کے نام کیا ہے۔ انتساب ملاحظہ ہو۔

''اپنی شریکِ زندگی
اور اس کی کائنات
کے نام''(۱۴۲)

اس تصنیف کے مرتب آپ کے صاحب زادے ''شفیق احمد خاں راہی'' ہیں۔ وہ اس تصنیف کی اشاعت کے سلسلے میں ہوں فرماتے ہیں۔

''یہ سارے حالات والد صاحب بے کم و کاست اپنی سوانحی خودنوشت پر مبنی زیرنظر کتاب میں مفصل بیان کر چکے ہیں۔ میں اپنی ملازمتی مصروفیات سے وقت نکال کر گلبن لکھنؤ میں قسط وار شائع ہونے والی اس خودنوشت کا سرسری مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ والد صاحب نے اس میں کیا لکھا ہے اور کس طرح لکھا ہے اس تعلق سے مجھے نہ تو کچھ عرض کرنا ہے اور نہ ہی اس کی صلاحیت ہی میں اپنے اندر پاتا ہوں۔ البتہ جہاں تک اس میں بیان کئے گئے حالات و واقعات کے صحیح یا غلط ہونے کی تصدیق یا تردید کا تعلق ہے اگر اسے میری سعادت مندانہ عقیدت پر محمول نہ کیا جائے تو میری شہادت سب سے زیادہ معتبر اور مستند سمجھی جانی چاہئیے کہ میں اپنے روز پیدائش سے تا حال والد صاحب سے بے حد قریب رہا ہوں۔ اس قدر قریب کہ بہن اور چار وں بھائیوں میں طفلانہ لاڑ پیار میں بیشتر والد صاحب کے کندھوں پر سوار ہونے کا شرف مجھی کو حاصل رہا ہے۔ لہٰذا ان کے روزمرہ معاملات اور معمولات، عادات و اطوار اور اقوال و افعال کی روشنی میں حتمی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ والد صاحب نے اپنی خودنوشت میں جو کچھ بیان کیا ہے بلا مبالغہ لفظ بہ لفظ اور صد فیصد صداقت پر مبنی ہے۔''(۱۴۳)

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تصنیف اپنے آپ میں خود مکمل ہے۔ اور محبوب راہیؔ کی زندگی کے مختلف گوشوں کی عکاسی کرتی ہے۔

محبوب راہیؔ بحیثیت سفرنامہ نگار

سفر ہے شرط (سفرنامہ)

اردو کو فروغ و دوام بخشنے میں اگر شاعری نے اہم رول ادا کیا ہے تو نثر بھی پیچھے نہیں رہی۔ داستان، ناول، افسانہ، ڈرامہ، سوانح، ناولٹ وغیرہ کے ذریعہ ادب میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔ جیسے جیسے اردو ترقی کی منازل طے کرتی گئی ویسے ویسے نثری اصناف میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ سفرنامہ انہیں اصناف میں سے ایک ہے۔ یہ ایسی نثری صنف ہے جس میں کسی ملک یا شہر کی روداد سفر قلم بند کی جاتی ہے۔

مصنف کسی سفر کے حالات اور اس کے ساتھ جڑے احساسات اور جذبات کا بیان دلچسپ پیرائے میں

کرے تو وہ سفر نامے کی شکل میں رونما ہوتا ہے۔ سفر کی تعریف بیان کرتے ہوئے نذیرؔ فتح پوری فرماتے ہیں۔

''ویسے سفر نامہ سفر کی روداد ہی ہوتا ہے۔ آدمی سفر کے دوران جو کچھ دیکھتا ہے
محسوس کرتا ہے اسے صفحۂ قرطاس پر اتار دیتا ہے۔''(۱۴۴)

اردو کا پہلا سفر نامہ یوسف خاں کمبل پوش نے ''عجائبات فرنگ'' کے نام سے تحریر کیا۔ محمد حسین آزاد، محبوب عالم، قاضی عبدالغفار، خواجہ احمد عباس، سر سید احمد خاں، پروفیسر احتشام حسین، رال لعل، قرۃ العین حیدر اور نذیرؔ فتح پوری نے بھی سفر نامے لکھے ہیں۔ اس فہرست میں ایک نام محبوب راہیؔ کا بھی شامل ہے۔

محبوب راہیؔ نے ''سفر ہے شرط'' کے عنوان سے کتاب ترتیب دی ہے۔ جو ۲۰۱۱ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں آپ نے ان اسفار کی روئداد بیان کی ہے جو آپ نے مختلف ادبی موقوعوں پر مختلف شہروں اور بیرونی ملک کے لیے کئے۔

ان میں راجستھان، دہلی، شولا پور، کوکن، کولکاتا، ممبئی اور اجنتا ایلورا کے کیے۔ اس کے علاوہ بیرونی ملک میں دوحہ قطر کے لیے ،پیش آیا۔ ان اسفار کی روداد لکھتے ہوئے آپ نے ان مقامات کی عکاسی بھی کی ہے تا کہ قاری ان کے ہمراہ ہو جائے۔

''سفر ایک شجر سایہ دار کا'' اس مضمون کے تحت آپ نے غلام حسین راز بالا پوری کے سفر نامہ ''عمر رفتہ'' پر اپنے تاثرات بیان کیے ہیں۔ یہ سفر نامہ راز صاحب نے سفر حج کے موقع پر لکھا تھا۔ جس وقت محبوب راہیؔ سفر حج پر گئے تھے اس وقت راز صاحب بھی حج کے لیے گئے تھے۔ اس لیے محبوب راہیؔ نے اس سفر نامہ پر تجزیہ کرتے ہوئے اپنے خیالات بیان کیے۔

''کچھ باتیں سمندر پار کی، یادیں ان لیل ونہار کی'' (سفر نامہ دوحہ قطر) اس سفر نامے میں آپ نے اس سفر کا ذکر کیا ہے کہ جب آپ دوحہ قطر کی سب سے قدیم اردو تنظیم کے پچاس سالہ گولڈن جبلی مشاعرے اور سیمنار میں شرکت کے لیے ۲۰۰۹ء میں شاد اکولوی کے اسرار پر وہاں تشریف لے گئے۔

اس تین روزہ سیمنار میں مختلف موضوعات پر شعراء نے غزلیں اور نظمیں سنا کر سامعین کو مسرور کیا اور سیمنار کو کامیابی سے ہم کنار کرایا۔ اس سفر نامہ کی روداد بیان کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے قطر کے سیمنار کا تفصیلی بیان کرتے ہوئے وہاں کے مقامات، غذائیں، ادبی معاشرت، وہاں کے باشندے اور ان کے خلوص ومحبت کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ جسے پڑھتے وقت قاری بھی محبوب راہیؔ کے ہمراہ ہو جاتا ہے۔

''چند خوشگوار روز وشب نذیرؔ کے ساتھ راجستھان کے نخلستان میں'' یہ سفر نامہ محبوب راہیؔ نے ۲۴ ستمبر

۲۰۰۹ء کو راجستھان کے سیکر ضلع میں نذیرؔ فتح پوری کے اعزاز میں ہونے والے ایک تہنیتی جلسہ میں شرکت کرنے کے لیے سفر کیا تھا ،اسی کی روداد ہے۔نذیرؔ فتح پوری محبوب راہیؔ کے عزیز دوست ہیں۔نذیر فتح پوری کا ان کی ادبی خدمات کے سبب ان کے وطنِ عزیز میں اعزاز کیا گیا اس جلسہ کا انتظام شبیر فراز فتح پوری اور ان کے دوست احباب نے مل کر کیا تھا۔محبوب راہیؔ اپنے عزیز دوست کا یہ اعزاز دیکھنے کے لیے نذیرؔ فتح پوری کے ساتھ ریل سے پونہ سے روانہ ہوئے۔اور سیکر پہنچے۔اس درمیان آپ کا گزر کوٹہ راجستھان سے بھی ہوا۔کوٹہ کے ریلوے اسٹیشن پر آپ کی ملاقات ''عقیل شاداب'' صاحب سے بھی ہوئی جن سے مل کر آپ خوب مسرور ہوئے۔آپ راجستھان کو ریتیلا اور بنجر علاقہ سمجھ کر آئے تھے۔پر یہاں کی سرسبز و شاداب فضا دیکھ کر آپ کا دل خوش ہو گیا۔فتح پور میں آپ نے نذیرؔ صاحب کا اعزازی جلسہ دیکھا اور ان کی عزت افزائی دیکھ کر آپ خوشی سے جھوم اٹھے۔فتح پور کا ماحول، وہاں کے لوگ، نذیرؔ صاحب کا آبائی گھر یہ سب آپ کے دل کو بھا گیا۔

مظفر حنفی کی صاحب زادی ''ڈاکٹر صبا تسنیم کی شادی کی تقریب کے موقع پر محبوب راہیؔ دہلی تشریف لائے۔اس خوشگوار سفر کو آپ نے ''روئداد ایک خوشبوؤں بھرے سفر کی'' اس موضوع کے تحت قلم بند کیا۔۷ دسمبر ۲۰۰۳ء کو آپ دہلی کے لیے روانہ ہوئے اور آگرہ ہوتے ہوئے دہلی پہنچے۔اس درمیان آپ کا قیام آگرہ میں بھی ہوا۔وہاں آپ نے تاج محل کی زیارت کی اور اس کی خوبصورتی آپ کے دل و دماغ میں اس قدر بس گئی کہ آپ اسے لفظوں مین بیان نہیں کر سکتے۔اس کے بعد شادی کی تقریب کے لیے دہلی روانہ ہوئے۔وہاں مظفر صاحب کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوا۔شادی کے ساتھ وہاں محفلِ سماع بھی منعقد کی گئی جس میں آپ کے ساتھ ساتھ دوسرے احباب نے بھی کلام سنایا۔

۱۹۹۹ء میں شولا پور مین ایک کل ہند ادبی مشاعرہ منعقد ہوا۔جس میں محبوب راہیؔ بھی مدعو کیے گئے۔اس مشاعرے کی روداد آپ نے ''چند لمحے شولا پور کی خوشگوار ادبی فضاؤں میں'' بعنوان قلم بند کی۔یہ مشاعرہ تاریخی نوعیت کا حامل ہے۔کیوں کہ اس مشاعرے میں ''علی سردار جعفری'' اور'' کالی داس گپتا رضا'' جیسی فکری بصیرت کے حامل قلمکار شرکت کے لیے تشریف لائے تھے۔ساتھ ہی منور رانا، بشر نواز ، سلیم محی الدین، نذیرؔ فتح پوری، عبد الاحد ساز، ظفر کلیم، مظفر مجاز، سلیمان خمار، اشفاق اصفی، عبد المجید، محیط، عبد القادر تنویر، آرزو راجستھانی اور خود محبور راہیؔ نے بھی اپنا کلام سامعین کے پیش نظر کیا اور داد و تحسین حاصل کی۔

کوکن رتنا ولی مہاراشٹر کا سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔جہاں پہاڑ، گھاٹیاں سمندر اور ہریالی ناظرین کو اپنی

طرف متوجہ کرتی ہے۔اس خوبصورت علاقہ میں ''کل مہاراشٹرار دو مدرّسین کی سنگٹھن'' کے زیرے اہتمام ایک مشاعرہ منعقد کیا گیا۔جس کی صدارت محبوب راہیؔ کے حصّے آئی۔یہ مشاعرہ مئی ۲۰۰۸ء میں ہوا۔جس کی خوبصورت یادین محوب راہیؔ نے ''چند ساعتیں کوکن کی سرسبز و شاداب وادیون میں''عنوان سے قلم بند ں کیں۔اس جلسہ کے علاوہ ممبئی سے ترتیبی تعتیلاتی کیمپ میں طلبہ کے روبروآپ کوشخصیت سازی کے متعلق گفتگو کرنی تھی جس کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

> ''ممبئی سے تعلیمی ترتیبی تعتیلاتی کیمپ میں شریک ۷۰ طلباء کے سامنے مجھے شخصیت سازی Personality Development کے تحت کچھ گفتگو کرنی تھی،سفید پوش ننھے فرشتوں سے اپنے چالیس سالہ تدریسی تجربات کی روشنی میں کم وبیش سوا گھنٹا بات چیت کر کے مجھے جو طمانیت ذہن و قلب نصیب ہوئی بیان سے باہر ہے۔''(۱۴۵)

اس پورے سفرنامے سے کوکن کی خوبصورتی عیاں ہوتی ہے۔

''نقشبندی قمرنقوی کے ساتھ حج کو چلے'' یہ سفرنامہ نقشبندی قمرنقوی نے اس وقت تحریر کیا جب کہ وہ سفر حج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔۱۶ جنوری ۲۰۰۲ء کو یہ سفرعمل مین آیا جس میں محبوب راہی بھی شامل تھے۔لیکن افسوس محبوب راہی اس سفرکوقلمبندنہیں کر سکے۔اپنے دل میں اسی بات کا کرب لیے اس خلہ کو پُر کرنے کرنے کے لیے آپ نے نقشبندی قمرنقوی صاحب کے سفرنامے پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔اور دورانِ سفر کی یادوں کودہراتے چلے گئے۔جس کے متعلق محمد رفیع الدین مجاہدؔ اپنے مضمون ''سفر ہے شرط'' میں فرماتے ہیں۔

> ''اس مضمون کو بنیادی اہمیت کے حامل کی حیثیت سے کتاب کی زینت بنایا گیا ہے۔عموماً ادباء اپنے سفرِ حج کو بھی قلم بند کرتے آئے ہیں۔میں راہیؔ صاحب کو بھی اس سے مبرا نہیں سمجھ رہا تھا لیکن معلوم ہوا کہ وہ اپنے سفر حج کو قلم بند نہیں کر سکے تھے۔اس کا انہیں افسوس تو نہیں ہوگا لیکن ایک طرح کا ادبی وتخلیقی کرب ضرور ہوگا ۔چنانچہ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے نقشبندی قمرنقوی (امریکہ) کے سفر حج پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ تمام تاثرات دہراہ لے جو ذہن وقلب میں مسلسل جگمگاتے رہتے تھے۔''(۱۴۶)

دوحہ قطر میں بسنے والے ہندو پاک دوست محفل میں شفیع داماد۔شفیع ساجد۔بیٹے۔کاشف نواسہ۔اکولہ

ٹرین۔ جہاز تک۔کاشف ممبئی۔ اوراور جہاز کا یہ دوسرا سفر ہے۔سہارا ائیر پورٹ سے۔لینڈ تک بحرین۔ جہاز شارجہ ہوکر قطر لینڈ کے بعد، وی۔آئی۔پی۔میں ویٹنگ۔روم کلیم عاجز کے ساتھ، بزم اردو قطر کے پچاس سل ء گولڈن جبلی مشاعرے کا انعقاد پہلے بھیڑ کم دیکھ کر اداس ہوئے بعد میں تعداد زیادہ ہوئی۔ پروگرام صدر امجد علی، سرپرست شاداکولوی، اورخریدندوی۔

''دوشاعر چاردن ممبئی میں (چندخوشگوار یادیں)''اس سفرنامہ کے تحت آپ نے اپنے اُس سفر کا ذکر رکیا جب کہ آپ کو اپنے شعری مجموعے''بازیافت'' کے لیے اعزاز عطا کیا گیا۔ یہ اعزاز نیو ایجوکیشن سوسائیٹی کی جانب سے ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔جس کے لیے آپ کو مدعو کیا گیا۔اورآپ ممبئی تشریف لائے۔اس جلسے میں آپ غنی اعجاز صاحب (مرحوم) کے ساتھ تشریف لے گئے۔ یہ سفرنامہ آپ کے لیے اس لیے بھی خاص ہے کہ اس میں آپ کو اپنی ادبی کاوشوں کا انعام دیا گیا۔اورادبی حلقوں میں آپ کی پزیرائی ہوئی۔

''اجنتا ایلورہ کے گردونواہ مین چندروز''اس سفرنامہ کو لکھنے کے پیچھے بھی ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا مظفرحنفی صاحب نے اپنے بےتکلف احباب کے ساتھ طویل تفریح کا ایک پروگرام بنایا جس مین اجنتا ایلوراہ، اورنگ آباد اوردولت آباد کے تاریخی مقامات پرسیروتفریح کا ارادہ کیا گیا۔مظفرحنفی کے اس تفریحی سفر میں محبوب راہی بھی ان کے ہمراہ رہے۔اس خوبصورت سفر کی روداد پڑھتے ہوئے قاری بھی ان کے ہمراہ ہو لیتا ہے۔اورخوبصورت مناظر میں کھوجاتا ہے۔

مظفرحنفی صاحب اپنے بیٹے پرویز کی شادی کے سلسلے میں انگلینڈ گئے۔وہاں آپ کا ستّر دن کا قیام رہا۔ان ستر دنوں کی روئداد مظفرحنفی صاحب نے اپنے سفرنامہ''چل چنبیلی باغ'' کے عنوان سے قلم بند کیا۔محبوب راہی نے اس سفرنامے پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اس پر مضمون تحریر کیا اوراسے اسی عنوان کے تحت اپنی تصنیف''سفر ہے شرط''میں شامل کیا۔

''یادوں کے دریچے سے جھانکتا (میراوطن پیپل گاؤں راجا)''اس مضمون کے تحت محبوب راہی نے اپنی زندگی کے سفر کو مختصراً بیان کیا ہے۔بچپن کے معصوم لمحات سے ابتدا کرتے ہوئے جوانی کے شب و روز بیان کیے، اورموجودہ دور کے خاص واقعات کو یاد کیا۔

''میرا تخلیقی سفر''اس مضمون کے تحت آپ نے اپنے ادبی سفر پر روشنی ڈالی ہے اوراپنی تصنیف کی تعداد کے بارے میں گفتگو کی ہے۔

محبوب راہی نے اپنے سفرناموں میں بیانیہ انداز اختیار کیا ہے۔سفر کا بیان کرتے وقت آپ چھوٹی سے

چھوٹی اشیاء کو بھی اپنی تحریر میں بیان کرتے ہیں۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مشاہدہ عمیق ہے۔جب آپ مناظر کا زکر کرتے ہیں تو ندی، پہاڑ، جھرنے وادیاں سب کچھ آپ کی تحریر میں زندہ ہو جاتے ہیں۔سفر نامہ کے بیان میں جو زبان استعمال کی گئی ہے وہ بے حد شیریں ہے جس سے قاری لطف اندوز ہوتا ہے۔سفر نامے کی تحریر قاری کو اپنی گرفت میں رکھتی ہے جس کے سبب اگر کوئی سفر نامے کو پڑھنا شروع کرے تو اسے مکمل کر کے ہی دم لیتا ہے۔

محمد رفیع الدین مجاہد محبوب راہیؔ کے سفر نامہ ''سفر ہے شرط'' پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> ''سفر ہے شرط محبوب راہیؔ کے سفر ناموں پر مشتمل ایک ایسا مجموعہ ہے جس سے ان کے مختلف النوع اسفار پر مکمل و بھر پور انداز میں روشنی پڑتی ہے۔یہ راہیؔ صاحب کی تیسویں کتاب ہے۔اور نثری تصانیف میں پانچویں۔راہیؔ صاحب ہمہ جہت فنکار ہیں اور نظم و نثر دونوں میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔
>
> اس کتاب کو پرھ کر ماننا پڑتا ہے کہ موصوف کی فطرت میں تاثر پزیر یصناع فطرت نے کچھ زیادہ ہی رکھ دی ہے۔جہاں کہیں جاتے ہیں، جس کسی سے ملتے ہیں، جو کچھ دیکھتے ہیں، اس کے مثبت یا منفی تاثرات ان کے احساس کو اس وقت تک مرتعش رکھتے ہیں جب تک اس کا اظہار نہ کر دیں۔اظہار اگر زبانی ہو تو زبان در زبان چلتا رہتا ہے لیکن صحیح اظہار اگر قلبی ہو تو وہ ایک دستاویزی شکل اختیار کر لیتا ہے۔اور پھر سفر ہے شرط جیسی کتاب وجود میں آتی ہے۔یہ سفر نامے تحریری طور پر انہیں تاثرات کے اظہار نامے ہیں۔''(۱۴۷)

محبوب راہی نے سفر ناموں مین بہت ہی خوبصورت اور شفاف نثر استعمال کی ہے جس کا ثبوت فیروز مظفر انجینئر کی یہ تحریر ہے۔

> ''موصوف کی شاعری میں جتنی گہرائی اور تہہ داری ہوتی ہے سفر نامے اتنی کی آسان اور شگفتہ نثر میں لکھے گئے ہیں۔''(۱۴۸)

یہ تصنیف ۲۰۱۱ء میں اسباق پبلی کیشنز پونے کے زیر اہتما موجود میں آئی۔بہترین جلد اور خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ ادبی حلقوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور قارئین میں مقبولیت حاصل کی۔

محبوب راہیؔ کی ترتیب و انتخاب شدہ تصانیف

ڈاکٹر محبوب راہی نے عملی میدان میں طبع آزمائی کرتے ہوئے ترتیب و انتخاب کی صورت میں بھی تصانیف شائع کیں جو آپ کے ادبی سرمایہ میں اضافہ کرتی ہیں۔

مکتوباتِ مظفر حنفی بنام محبوب راہیؔ

محبوب راہیؔ نے جناب مظفر حنفی صاحب پر تحقیقی مقالہ تحریر کیا جو ''مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے'' عنوان سے منظرِ عام پر آیا۔ اپنے تحقیقی مقالے کی تکمیل کے دوران قدم قدم پر آپ کو مظفر حنفی صاحب کی ضرورت پیش آئی۔ جس کے لیے آپ نے ان کو کئی خط لکھے۔ اور ان کا جواب مظفر حنفی صاحب نے آپ کو ارسال کیا۔ مظفر حنفی کے انہیں خطوط کو محبوب راہی نے یکجا کر کے ''مکتوباتِ مظفر حنفی بنام محبوب راہیؔ'' عنوان سے شائع کیا۔ اس تصنیف میں پہلا خط یکم مارچ ۱۹۷۸ء اور آخری خط ۳ فروری ۲۰۰۵ء کا شامل ہے۔ ۲۴۰ صفحات کی اس تصنیف میں تقریباً ۱۴۱ خطوط شامل ہیں۔ ان میں کچھ طویل اور کچھ مختصر ہیں۔ ان خطوط سے آپ کی پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کے دوران جو پریشانیاں آپ کے روبرو تھیں، اور مظفر حنفی صاحب نے آپ کو جو مشورے تفویض کیے ان کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہے۔ مظفر حنفی صاحب نے جو مشورے محبوب راہیؔ کو دیے ہیں وہ تقریباً سبھی ریسرچ اسکالر کے لیے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ مشورہ ملاحظہ ہو۔

''تحقیق میں یادداشت پر بھروسہ کم کیا جاتا ہے۔ ریسرچ اسکالرز کے پاس ہر وقت کاغذ اور قلم ہونا چاہیے اور اس سے کام لینے کا حوصلہ بھی۔''

''مختلف امور کی اہمیت کے پیش نظر ان میں خود کو الجھانا چاہیے۔ پہاڑ کھود کر چوہا برآمد کرنے سے محنت اور صلاحیت دونوں کا زیاں ہوتا ہے۔''

ان خطوط کے ذریعہ مظفر حنفی صاحب کی عالمانہ شخصیت کو سمجھنے کا موقع بھی میسر آیا ہے۔ یہ خط مظفر شناسی میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ یہ تصنیف ۲۰۱۴ء میں عرشیہ پبلی کیشنز کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ اور ہماری ادبی معلومات میں اضافہ کرتی ہے۔

ان خطوط میں کچھ خطوط ایسے بھی تھے جن مین مظفر حنفی صاحب کا رونہ سخت تھا۔ ایسے خط بھی محبوب راہیؔ نے اس مجموعے میں شامل کیے جس کے متعلق مفتی حبیب الرحمان ندوی فرماتے ہیں۔

''ان خطوط میں جہاں محبوب راہیؔ کے تئیں مظفر صاحب کی بے پناہ محبتیں اور بے پناہ شفقتیں جھلکتی ہیں، کہیں کہیں تلخی اور ترشی بھی در آئی ہے۔ یہاں محبوب راہیؔ صاحب کو داد دیتے ہی بنتی ہے کہ انہوں نے ان خطوط کو شامل کرنے میں بھی قطعی کوئی جھجھک محسوس نہیں کی۔ جن میں حنفی صاحب کی سخت گیری جھلکتی ہے۔''(۱۴۹)

مظفر حنفی کے خطوط سے محبوب راہی کو اپنے تحقیقی مقالے کے متعلق مفید مشوروں سے نوازہ ہے ساتھ ہی آپ کے خلوص اور ہمدردانہ طبیعت کا بھی انکشاف ہوتا ہے۔ جس کے متعلق ڈاکٹر غیاث الرحمٰن فرماتے ہیں۔

''حنفی صاحب کے خطوط کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں انہوں نے راہیؔ صاحب ان کے پی ایچ ڈی کے تعلق سے ہدایتیں، کتابون، رسائل کے تعلق سے معلومات بہم پہنچائی ہے۔ ان کی علمی و ادبی اہمیت اور تعلیمی رہنمائی ہدایات مسلم ہے۔ دوسرا رُخ دوستانہ تعلقات کا ہے۔ ان خطوط میں حنفی صاحب کی محبت، ہمدردی اور مشفقانہ ذاتی مشورے شامل ہیں جبکی افادیت انہیں پڑھنے کے بعد ہی محسوس کی جاسکتی ہے۔''(۱۵۰)

محبوب راہیؔ نے اپنے استاد ڈاکٹر مظفر حنفی سے علمِ فیض حاصل کیا۔ جس کا اندازہ ان خطوط سے ہوتا ہے۔ جس کے متعلق ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی فرماتے ہیں۔

''پروفیسر مظفر حنفی مشفق استاد، رہنما، بزرگ و محترم رہے ہیں۔ جن سے محبوب راہی نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ جس کا اعتراف پانے کے باوجود وہ کرتے ہیں اور یہ بڑی بات ہے۔ ویسے بھی وہ مظفر حنفی کے گرویدہ ابتدا سے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ''مظفر حنفی حیات، شخصیت اور کارنامے'' کے موضوع پر انہوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری ناگپور یونیورسٹی سے ۱۹۸۵ء میں لی تھی۔ ساڑے پانچ سے صفحہ کا ڈاکٹریٹ کا یہ مقالہ فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی لکھنؤ کے مالی تعاون سے شائع ہو چکا ہے۔ اس مقالے کی تیاری میں مظفر حنفی نے بھر پور تعاون کیا تھا جس کی تفصیل ان کے خطوط میں موجود ہے۔''(۱۵۱)

یہ تصنیف ۲۰۱۴ء میں عرشیہ پبلی کیشنز کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تصنیف ہماری ادبی معلومات میں اضافہ کرتی ہے۔

گوپی چند نارانگ ایک ہمہ جہت شخصیت

گوپی چند نارانگ اردو ادب کی ایک مشہور و معروف شخصیت ہیں۔ جن پر اہل قلم نے اپنے خیالات کا

اظہار کیا اور اور آپ کی خدمت میں خراج تحسین پیش کیا۔ محبوب راہیؔ نے بھی گوپی چند نارانگ کی شخصیت اور فکر و فن پر اپنی ناقدانہ نظر ڈالی اور اپنے چار مضامین ''جواز اس کتاب کی اشاعت کا''، ''گوپی چند نارانگ پر ایک تحریر کوزے میں سمندر''، گوپی چند نارانگ اپنے استاد خواجہ احمد فاروقی کی نظر میں'' اور ''گوپی چند نارانگ سے ایک ملاقات'' تحریر کیے۔ جو ''گوپی چند نارانگ ایک ہمہ جہت شخصیت'' میں شامل ہیں۔ اصل میں یہ ایک مشترکہ تصنیف ہے جس میں محبوب راہیؔ اور نذیرؔ فتح پوری دونوں ہی حضرات کے مضامین شامل ہیں۔ ایک حصہ محبوب راہیؔ کے مضامین پر مشتمل ہے اور دوسرا حصہ نذیرؔ فتح پوری کے مضامین پر مشتمل ہے۔ کیوں کہ ہم محبوب راہی کی ادبی خدمات کا جائزہ لے رہے ہیں اس لیے یہاں صرف محبوب راہیؔ کے مضامین کا احاطہ کیا جا رہا ہے۔

گوپی چند نارنگ پر مضامین تحریر کرنے کے سلسلے میں محبوب راہیؔ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> ''اپنے چند مضامین کا مجموعہ بعنوان ''اردو کا سفر دیر سے حرم تک'' ترتیب دینے کی نوبت آئی تو نذیرؔ فتح پوری نے جو اسباق پبلی کیشنز کے زیر اہتمام میری بیشتر کتابیں شائع کر چکے ہیں نارنگ صاحب پر مضمون کے بغیر کتاب کی عدم تکمیلیت کا احساس دلاتے ہوئے اسے شرمندۂ تکمیل کرنے کے لیے موصوف نے مضمون لکھنے کا مشورہ دیا اور اس کے لیے ضرور کتابیں بھی فراہم کیں اور خاکسار نے اپنی افتادِ طبع کے تحت ''پروفیسر گوپی چند نارنگ پر ایک تحریر معتبر کوزے میں سمندر'' عنوان کے سے پورے بائیس صفحات پر مشتمل ایک طول طویل مضمون لکھ کر اپنی کتاب مکمل کر لی۔''(۱۵۲)

محبور راہیؔ کے اس قول کی روشنی میں ہمیں یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ مضامین نذیرؔ فتح پوری کے اسرار پر تحریر کیے گئے ہیں۔ بہر حال وجہ چاہے جو بھی ہو یہ ایک نیک عمل ثابت ہوا۔ اور گوپی چند نارنگ کے متعلق محبوب راہیؔ کے خیالات جاننے کا موقع میسر آیا۔

''پروفیسر گوپی چند نارنگ پر ایک تحریر معتبر کوزے میں سمندر'' یہ ایک طویل مضمون ہے۔ جو ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مضمون میں آپ نے گوپی چند نارنگ کی ادبی شخصیت اور ان کی تنقید و تحقیق کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے اہل قلم حضرات کی ۱۱ اراء کو شامل کیا اور اپنی بات قارئین کے سامنے رکھی۔ آپ کی تنقید نگاری پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ۱۹۸۲ء میں آپ کو گوپی چند نارنگ سے بالمشافہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اس ملاقات نے محبوب راہیؔ کو بہت مسرور کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ اپنا تحقیقی مقالہ تحریر کر رہے تھے۔ نارنگ صاحب کی تنقید نگاری پر اظہار خیال کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

''پروفیسر گوپی چند نارنگ کی مکمل ادبی شخصیت کا سب سے شاندار اور جاندار پہلو ،تنقیدی پہلو ہے۔ جو اپنے اندر پہلو در پہلو اتنی پرتیں اور اس قدر جہتیں رکھتا ہے کہ بقول حقانی القاسمی ''ہر جہت کے احاطے کے لیے ایک سفینہ چاہیئے'' ان جہتوں میں ساختیات پس ساختیات اور مشرقی شعریات،، ردِتشکیل، اسلوبیات، اطلاقی تنقید، فکشن اور شعر یا تقاری اساس تنقید وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ جن کے مطالعہ سے مابعد جدیدیت کی تفہیم آسان ہوجاتی ہے۔ گوپی چند نارنگ کے تنقیدی نظریات کو ارباب نقد ونظر نے ان کی تھیوری سازی کی روشنی میں اہمیت وافادیت کا اعتراف کرتے ہوئے حالؔی کے بعد نظریہ سازی کا سہرا موصوف کے سر بندھا ہے۔'' (۱۵۳)

پروفیسر گوپی چند نارنگ اردو ادب میں ایک بہترین محقق، نقاد اور ماہر لسانیات کے طور پر اپنی ایک منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ آپ کی ادبی صلاحیت کا لوہا اہل قلم حضرات نے مانا ہے۔ اور تنقیدی، تحقیق اور لسانی نقطۂ نظر سے اپنی رائے بھی بیان کی ہے۔ محبوب راہیؔ نے اپنے مضمون مین ان تمام اہل قلم حضرات کی رائے کو یکجا کیا ہے جو خود بھی مستند مانے جاتے ہین۔ ان حضارات میں مجتبیٰ حسین، مشتاق صدف، مظہر امام، حقانی القاسمی، قاضی عبد الودود، نظام صدیقی، سید مسعود حسین رضوی ادیب، ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور، مالک رام، آل احمد سرور، گوپال متّل، ڈاکٹر تابش مہدی، پروفیسر عبدالکلام قاسمی، اور نند کشور وکرم جیسے حضرات کے نام شامل ہیں۔

محبوب راہیؔ نے گوپی چند نارنگ کو انکے استاد خواجہ احمد فاروقی کے نظریے سے بھی سمجھنے کی کوشش کی ۔خواجہ احمد فاروقی نے گوہی چند نارنگ کو کئی خطوط لکھے جنہیں یکجا کر کے ''خواجہ احمد فاروقی کے خطوط گوپی چند نارنگ کے نام'' کے عنوان سے شائع کیا گیا۔ اس تصنیف میں خواجہ احمد فاروقی کے ۱۷ خطوط شامل ہیں۔ جو یکم مئی ۱۹۵۴ء تا ۱۲ دسمبر ۱۹۸۷ء تقریباً ۳۳ سال کے درمیانی وقفہ میں لکھے گئے ہیں۔ گوپی چند نارنگ اور ان کے استاد خواجہ احمد فاروقی کے مابین محبت کا اظہار کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''خواجہ صاحب کے مشفقانہ اور مربیانہ خطوط جو نارنگ صاحب کے تئیں والہانہ محبتوں کے اظہار کے ساتھ ان کی سلیقہ مندی، دیانتداری اور خداداد صلاحیتوں کے اعتراف نامے ہیں۔ یہ دراصل نتیجہ ہے ان عملی سعادت مندیوں کا جو نارنگ صاحب کو قدم بہ قدم صبر آزماں مراحل، مصائب اور نا قابل برداشت مشکلات کی خارزار وادیوں سے گزرنے، لگاتار جسمانی مشقتیں جھیلنے، ذہنی کشمکشوں سے جوجھنے، اعصابی کرب وابتلا سے نبرد آزماں رہنے اور صبر وتحمل کے تلخ گھونٹ پیتے ہوئے مسلسل جدوجہد کرتے رہنے کے بعد کامرانی اور شادمانی کے ثمر شیریں کی شکل

میں حاصل ہوا ہے۔''(۱۵۴)

''گوپی چند نارنگ سے ایک ملاقات''اس مضمون کے تحت محبوب راہی نے اس ملاقات کا زکر کیا ہے جب جب آپ اپنے تحقیق مقالہ ''ڈاکٹر مظفر حنفی فن اور شخصیت'' کی تکمیل کے سلسلے میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ سے جامعہ ملیہ اسلامیہ یونیورسٹی نئی دہلی میں ملاقات کے لیے گئے تھے۔نارنگ صاحب اس وقت یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے۔آپ نے وہاں پر فیسر نارنگ سے ایک انٹرویو لیا جو کئی رسائل و جرائد میں بھی شائع ہوا۔اس انٹرویو میں آپ نے مظفر حنفی اور گوپی چند نارنگ کے مابین ادبی تعلقات اور مظفر حنفی کے لیے آپ کے خیالات کو جاننے کی کوشش کی۔ایک سوال ''بحیثیت رفیق کار آپ مظفر حنفی کو کیسا پاتے ہیں؟'' کے جواب میں پروفیسر نارنگ کا جواب سنیئے۔

> ''وہ اپنے فرائض انتہائی خوش اسلوبی اور ذمہ داری کے ساتھ ادا کرتے ہیں بحیثیت استاد اور شعبۂ اردو کے رکن کے وہ اپنی تعلیم و تدریس کی ذمہ داریوں کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔موسم کیسا ہو،مصروفیت کچھ ہو،نجی دقتیں ہوں،طبیعت ناساز ہو،حتی الامکان مظفر حنفی صاحب اپنی کلاس پڑھانے ضرور جاتے ہیں۔طلبہ کو پورا وقت دیتے ہیں۔نہایت ہمدردی اور ان کے مسائل سنتے ہیں اور مدد کرتے ہیں۔نیز تحقیق کرنے والے اسکالروں کی رہنمائی بھی پوری توجہ سے کرتے ہیں۔وہ میرے شعبہ کے ان رفقہ میں سے ہیں جن کی ذات اور آفاقیت پر مجھے پورا فخر ہے۔شعبہ کا کوئی بھی اور کیسا ہی کام ہو جب اس کی ذمہ داری لیتے ہیں تو اسے وقت کے اندر ہورا کرتے ہیں۔یہ خوبی تمام لوگوں میں نہیں ملتی۔''(۱۵۵)

ایک اور سوال کہ ''آپ برسوں سے مظفر حنفی صاحب کے بے حد قریب رہے ہیں۔آپ نے ان کا بہت قریب سے مطالعہ کیا ہوگا۔ان کی شخصیت کا تجزیہ کیا ہوگا۔ان کے بارے میں کچھ رائے قائم کی ہوگی برائے کرم اپنی اس رائے کا اظہار فرمایئے۔'' کے جواب میں پروفیسر گوپی چند نارنگ اپنی رائے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> ''مظفر حنفی صاحب کا مطالعہ وسیع،زہن روشن اور شخصیت بڑی دلاسا ہے۔شاد عارفی کی شخصیت سے انہوں نے علاوہ بعض دوسرے خصائص کے حق گوئی بھی سیکھی ہے۔ان کی طبیعت میں ایک خاص نوع کی جرأتمندی اور استقامت ہے۔وہ جہاں احسان شناس،اخلاص شعار اور خلیق وضعدار ہیں۔وہاں ضرورت پڑنے پر صاف صاف اپنی رائے کا اظہار بھی کر دیتے ہیں۔جس سے بعض اوقات بعض حضرات غلط فہمی کا شکار بھی ہو سکتے ہیں۔لیکن اس میں قصور نیت اور خلوص کا نہیں ہوتا بلکہ ایسا بر

بنائے راستی وحق گوئی ہوتا ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں جس طرح بعض لوگ ظاہر پرست اور بعض باتن پرست ہوتے ہیں مظفر صاحب حق پرست ہیں۔''(۱۵۶)

یہ تصنیف ۲۰۱۳ء میں ایم۔آر۔پبلی کیشنز کے زیر اہتمام وجود میں آئی۔اس تصنیف پر ایم۔آر۔پبلی کیشنز نے بھی تبصرہ فرمایا جو کتاب کے پچھلے فلیپ پر آویزاں ہے۔تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

''محبوب راہیؔ اور نذیرؔ فتح پوری کی یہ کتاب ''گوپی چند نارنگ ایک ہمہ جہت شخصیت'' بھی پروفیسر نارنگ کی خدمت کا اعتراف ہے۔محبوب راہی معروف شاعر و ادیب ہیں۔ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور انہیں متعدد انعامات و اعزازات سے نوازہ بھی گیا ہے۔انہوں نے غیر ملکی دورے بھی کیے اور برسوں درس وتدریس سے وابستہ بھی رہے ہیں۔نذیر فتح پوری ایک نمائندہ شاعر و ادیب بھی ہیں اور معتبر محقق بھی۔چار برسوں سے سہ ماہی رسالہ اسباق نکال رہے ہیں۔یقین ہے کہ ان دونوں مصنفین کی یہ کاوش اہل زبان وادب میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔''(۱۵۷)

تفصیلی مطالعہ کے بعد یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ تصنیف گوپی چند نارنگ کی شخصیت اور ادبی خدمات کا احاطہ کرتی ہے اور نارنگ شناسی میں مفید ثابت ہوتی ہے۔

محبوب راہیؔ بحیثیت مضمون نگار

ارشد مینانگری ایک جامع الکمالات قلم کار

محبوب راہیؔ نے مختلف حضرات کے فکر وفن پر کتابیں شائع کیں۔اللہ نے آپ کو وسیع القلبی سے نوازہ ہے۔یہ صفات کم ہی لوگوں میں پائی جاتی ہے۔دورِ حاضر کے حالات دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آج کا فنکار اپنی ہی تخلیقات کا تذکرہ پسند کرتا ہے۔اور اس کی

یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہر شخص بس اسی کی تعریف وتوصیف میں لگا رہے۔لیکن محبوب راہیؔ کھلے ذہن اور کھلے دل سے نہ صرف دوسروں کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں بلکہ انہیں پرخلوص انداز میں داد وتحسین بھی دیتے ہیں اور دنیا ادب کے بھی ان کی کاوشات اور خدمات سے روبرو کروانے کے لیے مضامین وتصانیف بھی تحریر کرتے ہیں۔آپ کی ایک ایسی ہی محبت بھری کاوش یہ تصنیف ''ارشد مینانگری ایک جامع الکمالات قلم کار'' ہے۔جو اسباق پبلی کیشنز پونے کے زیر اہتمام ۲۰۱۳ء میں شائع ہوئی۔یہ تصنیف ادب کی معروف شخصیت ارشد مینانگری کی ادبی تحریروں اور مجموعوں پر مشتمل ادبی مضامین کا مجموعہ ہے۔ارشد مینانگری ایک فعال شخصیت کے مالک ہیں۔جو دھرن گاؤں ضلع جلگاؤں مہاراشٹر میں ۳ مارچ ۱۹۴۲ء میں پیدا ہوئے۔آپ کا پورا نام مومن شیخ عبدالرشید شیخ

محبوب ہے۔آپ درس وتدریس کے پیشے سے وابسطہ رہے۔اوراس کے ساتھ ہی اردوادب کے خدمت گزار بھی بنے رہے۔اب تک آپ کے تقریباً چھ شعری مجموعے اورسیکڑوں مضامین مختلف اخبارات رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔آپ کی انہیں ادبی خدمات کا اعتراف ڈاکٹرمحبوب راہیؔ نے اس تصنیف میں کیا ہے۔اس تصنیف کی اشاعت کے پیچھے بھی ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا جسے بیان کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''بات محض یہ تھی کہ چند ماہ بیشتر عزیزی علم طاہر نے اپنے والد محترم کی مطبوعات بھیج کر مجھ سے ایک آدھ مضمون لکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔میں اپنی ہمہ وقتی تخلیقی اور تصنیفی مصروفیات کی بنا پر کئی دنوں تک تکمیل سے معذور رہا۔تو یہ مطالبہ دن بہ دن شدید تر ہوتا چلا گیا۔میں ٹھہرا مروّت کا آدمی لہٰذا سوائے پایہ تکمیل کو پہنچانے کے میرے لیے کوئی راہ مفر ہی نہ جائے پناہ۔لہٰذا یہی کوئی ہفتہ عشرہ قبل میں ارشد صاحب کی تمام چھ مطبوعات ''احساس'' کے دوشمارے اور ''بیباک'' کے گوشہ ارشد مینا نگری پر مبنی تمام شمارے لے کر یکسوئی سے مضمون کی تیاری مین جٹ گیا۔اب جو دستیاب مواد سے منتخب اشعار نشان زد کرنے موصوف کی مختلف تصانیف پر مشاہیر ارباب قلم کے پیش لفظ،مقدموں،تنقیدی و تجزیاتی مجامین ،طویل ومختصر آرا اور تبصروں سے اقتباسات نقل کرنے کا سلسلہ شروع ہوا تو محبوب کی زلف کی طرح طویل سے طویل تر ہوتا چلا گیا۔''(۱۵۸)

۹۶ صفحات پر مشتمل اس تصنیف میں ''ارشد مینا نگری کا شناختی اشاریہ'' ندیم ارشد کی تحریر ہے۔اس کے علاوہ ''ارشد مینا نگری اپنے خاندان کے آئینہ میں'' بھی ندیم ارشد کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔اس تصنیف کا انتساب محبوب راہی اس انداز میں تحریر کرتے ہیں۔

''موضوعِ کتاب
ارشد مینا نگری کے نام
جن کی تخلیقی رنگا رنگیاں
اس کتاب کے عالمِ وجود میں آنے کی
محرک ہوئیں''(۱۵۹)

بعنوان ''گفتِ باہمی'' نذیرؔ فتح پوری محبوب راہی کی ادبی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کتاب کی خوبیوں سے ہمیں روشناس کراتے ہیں۔محبوب راہیؔ کی ادبی شخصیت سے پردہ اٹھاتے ہوئے ڈاکٹر نذیرؔ فتح پوری فرماتے ہیں۔

''ڈاکٹر محبوب راہی ہم عصر اہل قلم کی تخلیقی ہنر مندیوں کو بہ نظر استحان ملاحظہ کرنے کے سلسلے میں کافی مقبول ہیں۔ بلکہ صحیح معنوں میں مقبول ترین ہیں۔ کچھ لوگ محض نام کے مقبول ترین ہوتے ہیں لیکن راہیؔ صاحب نام اور کام دونوں میدانوں میں یکساں طور پر مقبولیت کے حامل ہیں۔ یہ محبوبیت اور مقبولیت ان کو ان کے حاتم طائیانہ مزاج اور قلندرانہ طبیعت کی بنا پر میسر آئی ہے۔ یہ ان کے لیے تحفۂ خداوندی ہے جو باعث افتخار و انبساط ہے۔''(۱۶۰)

''ابتدائیہ'' کے تحت محبوب راہیؔ نے ارشد مینا نگری کی ادبی خدمات پر نظر کرتے ہوئے اس کتاب کے جواز میں آنے کا یہ مقصد بیان کیا ہے۔

''مجھے ارشد مینا نگری کی ان فکری و فنی رنگا رنگیوں کی جلوہ نمائی کرنی ہے جن کی عطر بیزیوں سے چمنستان ادب کا گوشہ گوشہ مہک رہا ہے۔ اور جن کے اطراف میں دنیائے نقد و ادب کے بیشتر اربابِ قلم اپنی گرانقدر تحریروں کے وسیلے سے رطب اللسان ہیں۔ جس ہمہ اوصاف اور کثیر الصفات قلمکار ارشد مینا نگری کے نام نامی کی گونج شعری و ادبی دنیا کے کونے کونے میں مختلف حوالوں سے سنائی دیتی رہی ہے۔''(۱۶۱)

''احساس'' ارشد مینا نگری کا شعری مجموعہ ہے۔ جس پر تبصرہ کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''احساس میں شامل سرسری مطالعہ کے نتیجے میں ایک خوشگوار احساس سے دو چار ہوتے ہوتے جہاں ارشد مینا نگری کے تخیل کی بلند پروازی، فکر و نظر کی وسعت و شادابی، زبان کی طہارت و پاکیزگی، اور طرز اظہار کی جدت و ندرت کا اندازہ ہوتا ہے۔''(۱۶۲)

محبوب راہی نے ارشد مینا نگری کے شعری مجموعہ ''نئے اجالے'' پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ اس مجموعے میں حمد ،نعت، گیت، اور نظمیں شامل ہیں۔ ارشد مینا نگری کی نظم نگاری کے متعلق محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''ارشد مینا نگری کا تعلق چونکہ فلمی دنیا سے رہا ہے۔ لہٰذا موصوف اس طلسم نگری سے اپنی وابستگی کے دستاویزی شواہد اس سے وابستہ صف اول کے جادوگروں دلیپ کمار، محمد رفیع اور لتا منگیشکر کے لاجواب اور بے مثال فن پر اپنی دلکش اور اثر انگیز نظموں کے وسیلے سے خراج تحسین کی صورت میں پیش کیے ہیں۔''(۱۶۳)

''دھرتی کے تارے'' ارشد مینا نگری کا شعری مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں آپ نے بچوں کے لیے سبق آموز نظمیں لکھی ہیں۔ یہ مجموعہ ادبِ اطفال میں اضافہ کی صورت ہے۔ آپ کی نظم سے ایک بند ملاحظہ ہو ؎

سب اپنے کوئی غیر نہیں ہم کو تو کسی سے بیر نہیں
سب ایک ہماری نظروں میں ہم آپ کے آپ ہمارے ہیں
ہم بچے پیارے پیارے ہیں

آپ کی اس نظم سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے بہت ہی شیریں زبان استعمال کی ہے۔محبوب راہی نے اس مجموعے پر بھی مختلف حضرات کی رائے کیجا کر کے تبصرہ تحریر کیا ہے۔

''عید'' پر تبصرہ کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''خوشیوں کے سب سے بڑے تہوار ''عید'' کو موضوعِ سخن بنا کر اس پر البیلے رسیلے چوبیس گیتوں ۔ ۴ دلکش نظموں۔ ۱۲ فکر انگیز غزلون کے پہلو بہ پہلو ۶۸ قطعات۔ ۵۰ ثلاثیاں۔ ۲۲ دوہے۔ ۴ رباعیات۔ ۴ سانیٹ اور ۱۰ پہیلیوں جیسی ہمہ رنگ اور ہمہ جہت جیسی اوصاف پر پوری ۱۸۸ شعری تخلیقات سے سجے سجائے خوش رنگ اور معطر و مطہر گلدستے کی شکل میں ۱۵۲ صفحات پر مشتمل موضوعاتی انفرادیت کا حامل یہ مجموعہ جس کے آخری ۱۶ صفحات چکنے دبیز کاغذ پر رنگین، دلکش اور جاذب نظر تصویروں سے آویزاں ہیں۔'' (۱۶۴)

''سہروں کے چہرے'' ارشد مینا نگری کا ایک منفرد شعری مجموعہ ہے۔جس میں دلہوں کے لیے سہرے لکھے گئے ہیں۔اس نوعیت کا یہ پہلا شعری مجموعہ ہے۔اور اسی لیے اولیت کا تاج اسی کے سر رکھا گیا۔مبارک باد کے مستحق ہیں جناب ارشد مینا نگری جنہوں نے اس منفرد موضوع پر توجہ کی اور سہرا غزل ،سہرا گیت، قطعات،ثلاثی،غزل نما سانیٹ،رباعی،دوہے،ہائیکو جیسی اصناف میں سہرے کے موضوع کو قلم بند کیا۔اس کے ساتھ ساتھ ضریفانہ قطعات،مہندی گیت، ہلدی گیت، اور طریفانہ سہرے بھی شامل کئے ہیں۔جو آپ کی انفرادیت پسندی کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔محبوب راہی نے اس مجموعے پر بھی تبصرہ تحریر فرمایا اور اردو ادب کی معزز شخصیات کی رائے اپنے مضمون میں شامل کیں جو ان حضرات نے اس مجموعے کے متعلق بیان کی تھیں۔

خدا نے ماں کو عظیم مرتبہ بخشہ اور اس کے قدموں تلے جنت ڈال دی۔تمام شعراء و ادیب نے ماں کو موضموع بنا کر شاعری اور نثر

دونوں میدانوں میں اپنے احساسات ظاہر کئے اور ماں کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی منفرد انداز میں گرہ کشائی کی۔ارشد مینا نگری نے بھی اپنی ماں کی محبت میں سرشار ہو کر مجموعہ شائع کیا جس کا عنوان بھی ''ماں'' ہی ہے۔محبوب راہیؔ نے اس مجموعے کا مطالعہ بڑی محبت اور شفقت سے کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ۔

''عظیم اور شاہکار کتاب '' ماں'' ارشد مینا نگری کی شہرت اور ناموری اور تخلیقی

عظمت و برتری کو ابدیت اور استحکام عطا کرنے کا موجب ہوئی۔ بہر جانب اس سے ان تعریف وتوصیف، داد و دہش اور تحسین وستائش کے گلہائے عطر بیز کی بارشوں سے شرابور و سرشار کیا گیا جیسے بہر اعتبار حق بحقدار رسید ہی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔''(۱۶۵)

ارشد مینا نگری کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ مشاعروں میں خوب پسند کیے جاتے ہیں۔ان کا انداز، بیان خوبصورت ہے۔جس کا اعتراف مشہور و معروف شعراء نے کیا ہے۔جناب عتیق احمد عتیق آپ کی ملک گیر محبت اور مقبولیت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

''ارشد مینا نگری کا اسلوب آج کے دیگر شعراء سے نہ صرف جدا ہے بلکہ اس کی چاہت و مقبولیت کا عالم ہے کہ پورے ہندوستان میں جہاں اہم شعراء کی مجلس اور مشاعرے منعقد ہوتے ہیں وہاں انہیں ضرور بلایا جاتا ہے۔وہ ملک بھر کے مشاعروں کے ذریعہ اپنی زندگی آمیز اور زندگی آموز کلام و ترنم سے عوام کو محفوظ و مستفیض فرما کر خود کو بھی ہر طرح کی شاعرانہ ہر دلعزیزی سے ہم کنار کئے ہوتے ہیں۔''(۱۶۶)

یہ کتاب ارشد مینا نگری کے لیے محبوب راہیؔ کی محبت کا اعتراف ہے۔۹۶ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں راہیؔ نے ارشد کے شعری مجموعوں اور مشاعروں سے متعلق خیالات مفصل اور جامع انداز میں بیان کئے اور اپنی تنقیدی بصیرت کا ثبوت دیتے ہوئے ارشد کے شعری مجموعوں سے تحریری انصاف کیا ہے۔

ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی اس محبت بھری تصنیف کا تجزیہ کرتے ہوئے قمر سنبھلی اپنے مضمون ''ارشد مینا نگری اپنے فکر وفن کے آئینہ میں'' رقم طراز ہیں۔

''ڈاکٹر محبوب راہیؔ کو اللہ نے بہت سی صفات عطا کی ہے۔ان میں ایک بڑا وصف وسیع القلبی بھی ہے۔آج کا فنکار صرف اپنی فتوحات کا تذکرہ ہی پسند کرتا ہے۔اور چاہتا ہے کہ ہر شخص بس اسی کے گُن گائے۔مگر محبوب راہیؔ بڑے کھلے دل سے دوسروں کی خدمات کا نہ صرف اعتراف کرتے اور بہ نظر تحسین دیکھتے ہیں۔ بلکہ دنیائے ادب کو ان کی فتوحات و خدمات سے اپنی تحریروں اور تصانیف کے ذریعہ متعارف کرانے کی بھی سعی مشکور فرماتے رہتے ہیں۔''(۱۶۷)

کتاب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تصنیف اردو ادب کے شائقین کے لیے مفید ثابت ہوگی اور ارشد مینا نگری کے فکر وفن کو سمجھنے میں معاون ہوگی۔

پیکرِ جہد و عمل غنی غازی

غنی غازی عرف عبدالغنی ۲۷ مئی ۱۹۵۹ء کو ناندوارہ ضلع بلڈانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم وہیں ہوئی۔ اپنے ابتدائی زمانے میں آپ اپنے دوست کے ساتھ اسی اسکول میں پڑھنے چلے جایا کرتے تھے جہاں محبوب راہیؔ مدرس تھے۔ لاکھنواڑہ اسکول میں غنی غازی اپنے ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ محبوب راہی کی کلاس میں پڑھنے کے لیے بیٹھ جایا کرتے تھے۔ غنیؔ غازی اس وقت سے ہی محبوب راہیؔ کو اپنا استاد تسلیم کر لیتے ہیں لیکن آپ دونوں کی باقاعدہ ملاقات ۱۹۷۷ء میں اس وقت ہوئی جب محبوب راہیؔ بی۔ ایڈ کالج میں انعقاد پزیر کل ہند مشاعرے میں شرکت کے لیے بالاپور تشریف لے گئے۔ جب آپ بالاپور بس اسٹینڈ پر پہنچے تو جو دو شخص آپ کا استقبال کرنے وہاں آئے تھے ان میں غنیؔ غازی بھی شامل تھے۔ جب غنی غازی نے اپنا تعارف محبوب راہیؔ کو دیا تو آپ کے ذہن میں ہلچل پیدا ہوئی۔ اور وہی چھوٹا بچہ یاد آ گیا جو بچپن میں اپنے ننہالی بچوں کے ساتھ آپ کے اسکول میں آجایا کرتا تھا۔ غنی غازی بہت محبت و شفقت و احترام سے پیش آئے، اور اس ملاقات کے بعد ہی آپ پر غنی غازی کی ادبی شخصیت کے راز وہ ہوئے۔ یہ تصنیف غنی غازی کی ادبی کاوش کا اعتراف ہے۔

''جواز اس کتاب کے منشاء شہود پر آنے کا''، ''پیکرِ غنی غازی جس کو جانا ہے بہت اونچا حد پرواز سے'' مضامین کے تحت محبوب راہیؔ نے غنی غازی سے اپنی ملاقات اور اور ان کی ذاتی اور ادبی زندگی پر نظر ڈالی ہے۔ غنی غازی کی تصانیف میں ''مردا گھر'' (ناول)، ''ریت کے گھروندے (بچوں کی کہانیوں کی کتاب)''، ''مٹی کے گھروندے (بچوں کی کہانیوں کی کتاب)'' اور شبنم کے موتی (بچوں کی کہانیوں کی کتاب)'' وغیرہ شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔

آپ نے روز نامہ ''قومی آواز'' (ممبئی) اور ہفت روزہ اخبار ''عالم'' (ممبئی) میں کالم نگاری بھی کی ہے۔ غنی غازی نے بوں کی نفسیات پر گرفت بناتے ہوئے ان کے لیے نصیحت آموز کہانیاں تحریر کیں ہیں۔ غنی غازی کی انہین خصوصیات کو دیکھتے ہوئے یہ تصنیف ترتیب دی اور غنی غازی کی قصیدہ خوانی نہ کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

> ''میری ناقص رائے میں کسی شاگرد کے کار ہائے نمایاں کو تعریفی، توصیفی، اور تحسینی ستائش اور اعترافی راویۂ نگاہ سے دیکھنے اور دنیا کو دکھانے کی روایت کا آغاز کرنے والی اس کتاب کو قبولیت خاص و عام کا شرف اور پسندیدگی سعادت عطا کرنے کا ایک مستحکم معتبر اور مثبت جواز میری نظر میں یہ بھی ہے کہ اس تمامتر عمل کو اور کچھ نہ سہی محض اس شاباشی سے تعبیر کیا جائے گا جو ابتدائے آفرینش سے اساتذہ اپنے بچّوں یا شاگردوں کو کسی امتحان یا آزمائشی مقابلے نمایاں اور امتیازی کامیابی پر

دعاؤں کے ساتھ دیتے آئے ہیں۔اس تناظر میں اس کتاب کو میرٹ سرٹیفکٹ یا سند امتیاز سے بھی موسوم کیا جا سکتا ہے۔''(۱۶۸)

اس تصنیف میں محبوب راہی نے غنی غازی کے افسانے ''ماں کی نصیحت''، ''حسن سلوک'' اور ''شبنم کے موتی'' کو بھی شامل کیا ہے۔اس کے علاوہ غنی غازی کی تخلیقات پر جن ارباب نقد وبصیرت نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ان کے مضامین بھی شامل کئے ہیں۔''غنی غازی کی ناول نگاری'' جو عبدالرحیم نشتر نے تحریر کیا ہے کو شامل کیا گیا ہے اس مین غنی غازی کی ناول نگاری پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''غنی غازی نے کمال خوبی اور بڑی چابکدستی سے کہانی کے تانے بانے جڑے ہیں۔اور نہایت محتاط ہنرمندی کے ساتھ کہانی کو آگے بڑھاتے گئے ہیں۔لیکن یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے غنی غازی بچوں کے ادب کے تقاضوں کو بہ ہموار اور بہ حسنِ تمام نبھالے گئے ہیں۔نہ ان کا بیان الجھتا ہے نہ زبان لڑسکھڑاتی ہے۔وہ سارا سفر بڑی مشاقی سے طے کر گئے ہیں۔''(۱۶۹)

آپ کی تصنیف ''شبنم کے موتی'' کا پیش لفظ ڈاکٹر خواجہ عبدالغفور نے تحریر کیا ہے۔اس پیش لفظ میں غنی غازی کے افسانوں کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

''ان کی کہانیاں شبنم سے دھلے صاف ستھرے گل وگلزار میں اصلی موتی کی طرح آبدار ہیں۔نئے موضوعات کے لیے ان کی مسلسل جستجو اور ان میں رنگ آمیزی نے بچوں کے ادب کے لیے گراں قدر سرمایہ فراہم کیا ہے۔ان کی مستقل اور مسلسل جد وجہد اور قلمی کاوشوں سے امید کامل ہے کہ یہ اپنا مقام کافی بلند و بالا بنا لیں گے۔''(۱۷۰)

''شبنم کے موتی'' پر محمد شریف قریشی نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔اور وہ غنی غازی کے لیے دعا کرتے ہیں کہ۔

''میری دعا ہے کہ بچوں میں رہ کر بچوں کے لیے وہ اسی طرح کامیابی سے لکھتے رہیں۔اور بڑون کے لیے اپنی عمر کی رفتار کے نقوش بھی تحریر کے ذریعہ کاغز پر محفوظ کرتے رہیں تا کہ لوگ کہہ سکیں کہ وہ دونوں فن میں ماہر ہیں۔''(۱۷۱)

غنی غازی کی ترتیب شدہ تصنیف ''پھول پتّے'' میں انہوں نے مراٹھی زبان میں کہانیوں کو ترجمہ کر کے بچوں کی مطالعہ کی میز تک پہنچایا۔آپ نے ترجمہ نگاری کے ذریعہ بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔جس کا اعتراف محبوب راہیؔ نے ''غنی غازی کی ترجمہ نگاری'' اور ڈاکٹر شیخ فرید نے ''غنی غازی کے مراٹھی کہانیوں پر ایک نظر'' میں

کیا ہے۔آپ کی ترجمہ نگاری پر اظہار خیال کرتے ہوئے محبوب راہیؔ فرماتے ہیں۔

''ایسا ترجمہ جو ترجمہ کی بجائے خاص اس زبان کی تخلیق کا لطف دے جس میں ترجمہ کیا ہے ان سب کے لیے مترجم کا دونوں زبانوں پر یکساں قدرت رکھنا، دونوں کا مزاج شناس ہونا ضروری ہے۔''پھول پتّے'' میں شامل کہانیاں ثبوت فرہم کرتی ہیں کہ غنی غازی کو اردو اور مراٹھی دونوں زبانوں پر ایک جیسا عبور حاصل ہے۔انہیں دونوں زبانوں کی ساخت، مزاج اور جغرافیائی ،تاریخی ،تہذیبی اور معاشرتی پس منظر سے خاصی آگاہی ہے۔''(۱۷۲)

اس کے علاوہ ''ریت کے گھروندے'' پر بھی مختلف حضرات نے تبصرہ شائع کیے جن میں حسن عباس فطرت، محبوب راہیؔ، خالد اگاسکر، رشید قاسمی، یعقوب الرحمٰن اور عبد السمیع بوبیرے وغیرہ کے تبصرہ شامل تصنیف کئے گئے ہیں۔

غنی غازی نے لاکھنواڑہ میں اردو ہائی اسکول اینڈ جونیئر کالج ادارہ بھی قائم کیا ہوا ہے۔جو علم و ادب کے میدان میں اپنی روشنی بکھیر رہا ہے۔اس ادارے کے لیے بھی بلال احمد علی احمد مومن نے اپنے تاثرات بیان کیے ہیں جو اہمیت کے حامل ہیں۔اور اس کتاب مین شامل کیے گئے ہیں۔

محبوب راہیؔ نے غنی غازی کی کاوش کو سراہا ہے۔یہ تصنیف اس بات کا اعتراف ہے۔جس کے متعلق نذیرؔ فتح پوری فرماتے ہیں۔

''زیر مطالعہ کتاب میں ڈاکٹر محبوب راہیؔ نے غنی غازی کو پیکرِ جہد و عمل قرار دیا ہے۔وہ غنی غازی کے لیے یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ اب بھی ان کو''حد پرواز سے بہت اونچا جانا ہے''۔دراصل زندگی میں کامیابی کے لیے جد و جہد کرنے والوں کی حیثیت شاہین کی سی ہوتی ہے۔شاہین جو بقول علامہ اقبالؔ پہاڑوں پر بسیرا نہیں کر سکتا ،وہ تو و پرواز کا حامل ہوتا ہے۔وسعتوں کا طالب ہوتا ہے۔آسمانوں کی پنہائیوں میں اڑنا اپنے بال و پر کے لیے افتخار کا باعث سمجھتا ہے۔اپنی تحریروں میں ڈاکٹر راہیؔ نے غنی غازی کو شاہین کے پیکر میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔کتاب کے مطالعہ سے یہ حیرت انگیز انکشاف ہوتا ہے کہ غنی غازی ڈاکٹر محبوب راہیؔ کو اپنا استاد مانتے ہیں۔''(۱۷۳)

نذیرؔ فتح پوری کے اس قول کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ محبوب راہی اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے نظر آتے ہیں اور اپنے شاگرد کی صلاحیتوں کا اعتراف کھلے دل سے کرتے ہیں۔جو اس کتاب کی بھی خاص

خوبی ہے۔اس خوبی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نذیر فتح پوری فرماتے ہیں۔

''یہ کتاب جوآپ کے زیر مطالعہ ہے اس کی انفرادیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ایک استاد نے ایک شاگرد کے حالات زندگی اور ابتدائی جدوجہد سے لے کر موجودہ کامیابیوں اور کامرانیوں کو نمایاں کرنے کے لیے یہ کتاب سپرد قلم کی ہے۔اب تک تو یہی دیکھنے میں آیا ہے عموماً شاگرد ہی یہ کارنامہ انجام دیتے ہیں کہ اپنے استاد کے حالات زندگی پر قلم اٹھایا اور دنیا کو اپنی تحریروں کے ذریعہ استاد کے علمی وادبی کارناموں سے روشناس کیا۔''(۱۷۴)

مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ محبوب راہی کی ایک بہترین کوشش ہے جسے ادبی حلقوں میں پسند کیا جائے گا۔

حوالاجات باب پنجم

نمبر	نام کتاب/رسالہ	مصنف/مرتب	صفحہ نمبر	سن اشاعت
۱۔	مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے	محبوب راہیؔ	۴۸۰	۱۹۸۷ء
۲۔	مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے	محبوب راہیؔ	۴۸۲	۱۹۸۷ء
۳۔	مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے	محبوب راہیؔ	۴۸۵	۱۹۸۷ء
۴۔	مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے	محبوب راہیؔ	۴۸۶	۱۹۸۷ء
۵۔	اشاعت کا ۲۴واں سال ششماہی اسباق پونہ	نذیر فتح پوری	۶۵	دسمبر ۲۰۰۴ء
۶۔	اشاعت کا چوبیسواں سال	نذیر فتح پوری	۳۱	دسمبر ۲۰۰۴ء
۷۔	محبوب راہیؔ ایک مطالعہ	ڈاکٹر امین انعامدار	۷۲	۲۰۰۶ء
۸۔	محبوب راہیؔ ایک مطالعہ	ڈاکٹر امین انعامدار	۹۱	۲۰۰۶ء
۹۔	محبوب راہیؔ ایک مطالعہ	ڈاکٹر امین انعامدار	۱۹۰	۲۰۰۶ء
۱۰۔	تجزیات وتعبیرات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۷	۲۰۰۶ء
۱۱۔	تجزیات وتعبیرات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۷	۲۰۰۶ء
۱۲۔	تجزیات وتعبیرات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۰	۲۰۰۶ء
۱۳۔	تجزیات وتعبیرات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۵	۲۰۰۶ء
۱۴۔	تجزیات وتعبیرات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۵۸	۲۰۰۶ء
۱۵۔	تجزیات وتعبیرات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۹۴	۲۰۰۶ء
۱۶۔	تجزیات وتعبیرات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۳۱	۲۰۰۶ء
۱۷۔	تجزیات وتعبیرات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۷۷	۲۰۰۶ء
۱۸۔	تجزیات وتعبیرات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۸۷	۲۰۰۶ء
۱۹۔	تجزیات وتعبیرات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۹۹	۲۰۰۶ء

۲۰۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۳۶/۲۳۷ ۲۰۱۴ء
۲۱۔	زاویۂ نقد و نظر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۷ ۲۰۱۰ء
۲۲۔	زاویۂ نقد و نظر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۵ ۲۰۱۰ء
۲۳۔	زاویۂ نقد و نظر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۴۳ ۲۰۱۰ء
۲۴۔	زاویۂ نقد و نظر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۴۶ ۲۰۱۰ء
۲۵	زاویۂ نقد و نظر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۵۷ ۲۰۱۰ء
۲۶	زاویۂ نقد و نظر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۷۰ ۲۰۱۰ء
۲۷	زاویۂ نقد و نظر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۸۵ ۲۰۱۰ء
۲۸۔	زاویۂ نقد و نظر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۹۵ ۲۰۱۰ء
۲۹۔	زاویۂ نقد و نظر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۸۱ ۲۰۱۰ء
۳۰	زاویۂ نقد و نظر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۰۱ ۲۰۱۰ء
۳۱۔	زاویۂ نقد و نظر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۳۴ ۲۰۱۰ء
۳۲۔	زاویۂ نقد و نظر	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۴۰ ۲۰۱۰ء
۳۳۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈکٹر عبدالوحید نظامی	۲۷۲ ۲۰۱۴ء
۳۴۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۹ ۲۰۱۲ء
۳۵۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۱ ۲۰۱۲ء
۳۶۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۳ ۲۰۱۲ء
۳۷۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۸ ۲۰۱۲ء
۳۸۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۳۹ ۲۰۱۲ء
۴۰۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۴۴ ۲۰۱۲ء
۴۱۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۵۰ ۲۰۱۲ء
۴۲۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۵۹ ۲۰۱۲ء

۴۳۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۶۷	۲۰۱۲ء
۴۴۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۸۶	۲۰۱۲ء
۴۵۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۹۲	۲۰۱۲ء
۴۶۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۱۷	۲۰۱۲ء
۴۷۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۱۹	۲۰۱۲ء
۴۸۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۹۲	۲۰۱۲ء
۴۹۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۳۶	۲۰۱۲ء
۵۰	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۴۲	۲۰۱۲ء
۵۱۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۵۳	۲۰۱۲ء
۵۲۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۵۱	۲۰۱۲ء
۵۳۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۹۰	۲۰۱۲ء
۵۴۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۴۴	۲۰۱۴ء
۵۵۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدلواحید نظامی	۲۴۵	۲۰۱۴ء
۵۶۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۴۹	۲۰۱۴ء
۵۷۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۵۱	۲۰۱۴ء
۵۸۔	تاویلات وتمثیلات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۹	۲۰۱۲ء
۵۹۔	تاویلات وتمثیلات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۵۳	۲۰۱۲ء
۶۰۔	تاویلات وتمثیلات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۶۲	۲۰۱۲ء
۶۱۔	تاویلات وتمثیلات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۱۷	۲۰۱۲ء
۶۲۔	تاویلات وتمثیلات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۳۸	۲۰۱۲ء

۶۳۔	تاویلات وتمثیلات	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۲۶۸	۲۰۱۲ء
۶۴۔	ایک کتاب ڈاکٹرمحبوب راہیؔ کی کثیرالکلامی پر	ڈاکٹرعبدالوحیدنظامی	۲۸۰	۲۰۱۴ء
۶۵۔	ترجیحات وتوضیحات	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۳	۲۰۱۲ء
۶۶۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۶۳	۲۰۱۲ء
۶۷۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۷۸	۲۰۱۲ء
۶۸۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۹۳	۲۰۱۲ء
۶۹۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۱۱۰	۲۰۱۲ء
۷۰۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۱۲۴	۲۰۱۲ء
۷۱۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۱۳۹	۲۰۱۲ء
۷۲۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۲۵۲	۲۰۱۲ء
۷۳۔	باتیں مشاعروں کی	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۲۰	۲۰۱۳ء
۷۴۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۵۵	۲۰۱۳ء
۷۵۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۴۲	۲۰۱۳ء
۷۶۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۵۵	۲۰۱۳ء
۷۷۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۹۴	۲۰۱۳ء
۷۸۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۱۱۴	۲۰۱۳ء
۷۹۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۱۲۲	۲۰۱۳ء
۸۰۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۱۰	۲۰۱۳ء
۸۱۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۱۷	۲۰۱۳ء
۸۲۔	تذکرہ ہم نفساں	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۸	۲۰۱۴ء
۸۳۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۷۸	۲۰۱۴ء
۸۴۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۹۹	۲۰۱۴ء
۸۵۔	=	ڈاکٹرمحبوب راہیؔ	۶۱	۲۰۱۴ء

۸۶۔	تذکرہ ہم نفساں	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۰۱	۲۰۱۴ء
۸۷۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۵۳	۲۰۱۴ء
۸۸۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۸۲	۲۰۱۴ء
۸۹۔	توضیحات وترسیلات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۳۴	۲۰۱۴ء
۹۰۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۴۸	۲۰۱۴ء
۹۱۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۹۷	۲۰۱۴ء
۹۲۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۱۱	۲۰۱۴ء
۹۳۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۲۰	۲۰۱۴ء
۹۴	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۳۷	۲۰۱۴ء
۹۵۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۴۹	۲۰۱۴ء
۹۶۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۵۷	۲۰۱۴ء
۹۷۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۷۳	۲۰۱۴ء
۹۸۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۸۶	۲۰۱۴ء
۹۹۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۹۱	۲۰۱۴ء
۱۰۰۔	یادگارِ زمانہ ہیں یہ لوگ	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۶	۲۰۱۵ء
۱۰۱۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۴۷	۲۰۱۵ء
۱۰۲	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۴۸	۲۰۱۵ء
۱۰۳	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۷۶	۲۰۱۵ء
۱۰۴	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۸۳	۲۰۱۵ء
۱۰۵	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۹۴	۲۰۱۵ء
۱۰۶	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۱۳	۲۰۱۵ء
۱۰۷	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۱۹	۲۰۱۵ء

۱۰۸	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۲۹	۲۰۱۵ء
۱۰۹	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۴۴	۲۰۱۵ء
۱۱۰	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۶۳	۲۰۱۵ء
۱۱۱۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۸۶	۲۰۱۵ء
۱۱۲	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۰۲	۲۰۱۵ء
۱۱۳۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۶۸	۲۰۱۵ء
۱۱۴۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۸	۲۰۱۵ء
۱۱۵۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۹	۲۰۱۵ء
۱۱۶۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۱	۲۰۱۵ء
۱۱۷۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۳	۲۰۱۷ء
۱۱۸۔	ترقیمات وترتیلات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۶۱	۲۰۱۷ء
۱۱۹۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۶۹	۲۰۱۷ء
۱۲۰۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۸۱	۲۰۱۷ء
۱۲۱۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۹۷	۲۰۱۷ء
۱۲۲۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۰۶	۲۰۱۷ء
۱۲۳۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۳۹	۲۰۱۷ء
۱۲۴۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۴۳	۲۰۱۷ء
۱۲۵۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۵۸	۲۰۱۷ء
۱۲۶۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۹۲	۲۰۱۷ء
۱۲۷۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۰۳	۲۰۱۷ء
۱۲۸۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۳۶	۲۰۱۷ء
۱۲۹۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۴۶	۲۰۱۷ء
۱۳۰۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۵۳	۲۰۱۷ء
۱۳۱۔	=	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۶۴	۲۰۱۷ء

۱۳۲۔ ترقیمات وترتیلات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۶۸	۲۰۱۷ء
۱۳۳۔ ترقیمات وترتیلات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۳۱۶	۲۰۱۷ء
۱۳۴۔ مکتوبات محبوب راہیؔ بنام نذیرؔ فتح پوری	ڈاکٹر ذاکر نعمانی	۱۱	۲۰۱۵ء
۱۳۵۔ مکتوبات محبوب راہیؔ بنام نذیرؔ فتح پوری	ڈاکٹر ذاکر نعمانی	۲۶	۲۰۱۵ء
۱۳۶۔ مکتوبات محبوب راہیؔ بنام نذیرؔ فتح پوری	ڈاکٹر ذاکر نعمانی	۱۳	۲۰۱۵ء
۱۳۷۔ مکتوبات محبوب راہیؔ بنام نذیرؔ فتح پوری	ڈاکٹر ذاکر نعمانی	۱۳	۲۰۱۵ء
۱۳۸۔ مکتوبات محبوب راہیؔ بنام نذیرؔ فتح پوری	ڈاکٹر ذاکر نعمانی	۱۱۵	۲۰۱۵ء
۱۳۹۔ زندگی اپنی (خودنوشت)	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۶	۲۰۱۵ء
۱۴۰۔ زندگی اپنی (خودنوشت)	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۳-۱۲	۲۰۱۵ء
۱۴۱۔ زندگی اپنی (خودنوشت)	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲	۲۰۱۵ء
۱۴۲۔ زندگی اپنی (خودنوشت)	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۷-۶	۲۰۱۵ء
۱۴۳۔ پونے سے رانچی کا سفر	نذیرؔ فتح پوری	۲۳	۲۰۱۱ء
۱۴۴۔ سفر ہے سرما	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۹۲	۲۰۱۱ء
۱۴۵۔ ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۴۰	۲۰۱۴ء
۱۴۶۔ ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۳۹	۲۰۱۴ء
۱۴۷۔ ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۴۲	۲۰۱۴ء

۱۴۸۔ ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر — ڈاکٹر عبدالوحید نظامی — ۲۶۶ — ۲۰۱۴ء

۱۴۹۔ ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر — ڈاکٹر عبدالوحید نظامی — ۲۶۷ — ۲۰۱۴ء

۱۵۰۔ ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر — ڈاکٹر عبدالوحید نظامی — ۲۷۰-۲۶۹ — ۲۰۱۴ء

۱۵۱۔ گوپی چند نارنگ ایک ہمہ جہت شخصیت — ڈاکٹر محبوب راہیؔ، نذیرؔ فتح پوری — ۸ — ۲۰۱۳ء

۱۵۲۔ گوپی چند نارنگ ایک ہمہ جہت شخصیت — ڈاکٹر محبوب راہیؔ، نذیرؔ فتح پوری — ۲۸ — ۲۰۱۳ء

۱۵۳۔ گوپی چند نارنگ ایک ہمہ جہت شخصیت — ڈاکٹر محبوب راہیؔ، نذیرؔ فتح پوری — ۴۷ — ۲۰۱۳ء

۱۵۴۔ گوپی چند نارنگ ایک ہمہ جہت شخصیت — ڈاکٹر محبوب راہیؔ، نذیرؔ فتح پوری — ۶۰-۵۹ — ۲۰۱۳ء

۱۵۵۔ گوپی چند نارنگ ایک ہمہ جہت شخصیت — ڈاکٹر محبوب راہیؔ، نذیرؔ فتح پوری — ۶۱-۶۲ — ۲۰۱۳ء

۱۵۶۔ ارشد مینانگری ایک جامع الکمالات قلم کار — ڈاکٹر محبوب راہیؔ، نذیرؔ فتح پوری — پچھلا فلیپ — ۲۰۱۳ء

۱۵۷۔ ارشد مینانگری ایک جامع الکمالات قلم کار — ڈاکٹر محبوب راہیؔ — ۶ — ۲۰۱۳ء

۱۵۸۔ ارشد مینانگری ایک جامع الکمالات قلم کار — ڈاکٹر محبوب راہیؔ — ۵ — ۲۰۱۳ء

۱۵۹۔ ارشد مینانگری ایک جامع الکمالات قلم کار — ڈاکٹر محبوب راہیؔ — ۱۵ — ۲۰۱۳ء

۱۶۰۔	ارشد مینانگری ایک جامع الکمالات قلم کار	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۹-۲۸	۲۰۱۳ء
۱۶۲۔	ارشد مینانگری ایک جامع الکمالات قلم کار	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۳۲	۲۰۱۳ء
۱۶۳۔	ارشد مینانگری ایک جامع الکمالات قلم کار	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۴۵	۲۰۱۳ء
۱۶۴۔	ارشد مینانگری ایک جامع الکمالات قلم کار	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۵۵	۲۰۱۳ء
۱۶۵۔	ارشد مینانگری ایک جامع الکمالات قلم کار	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۷۰	۲۰۱۳ء
۱۶۶۔	ارشد مینانگری ایک جامع الکمالات قلم کار	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۸۸	۲۰۱۳ء
۱۶۷۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی کثیر الکلامی پر	عبدالوحید نظامیؔ	۲۵۹	۲۰۱۴ء
۱۶۸۔	پیکر جہد و عمل غنی غازی	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۹	۲۰۱۴ء
۱۶۹۔	پیکر جہد و عمل غنی غازی	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۷۱	۲۰۱۴ء
۱۷۰۔	پیکر جہد و عمل غنی غازی	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۷۳	۲۰۱۴ء
۱۷۱۔	پیکر جہد و عمل غنی غازی	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۷۴	۲۰۱۴ء
۱۷۲۔	پیکر جہد و عمل غنی غازی	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۷۷-۷۶	۲۰۱۴ء
۱۷۳۔	پیکر جہد و عمل غنی غازی	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۵	۲۰۱۴ء
۱۷۴۔	پیکر جہد و عمل غنی غازی	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۱۶	۲۰۱۴ء

باب ششم

محبوب راہیؔ معاصرین کی نظر میں

ماحصل

باب ششم
محبوب راہیؔ معاصرین کی نظر میں
ماحصل

ہندوستان ایک ایسا وسیع ملک ہے جو کئی صوبوں کو سمیٹے ہوئے ہیں اور اس کا ہر ایک صوبہ اپنی ایک منفرد پہچان رکھتا ہے۔ ایسا ہی ایک سوبہ مہاراشٹر بھی ہے جو اپنی ذرخیزی اور خوشبودار فضاؤں کے لیے مشہور ہے۔ مہاراشٹر میں کئی ضلع شامل ہیں، جو اپنی منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک ضلع بلڈانہ ہے جس کا ایک چھوٹیا سا گاؤں ماٹر گاؤں ہیں، اور یہیں ۲۰ رجون ۱۹۳۹ء کو محبوب راہیؔ کی ولادت ہوئی۔ آپ بنیادی طور پر شاعر اور بلند پایہ نثر نگار ہیں۔ آپ ایک شاعر و نقاد کے ساتھ ساتھ سوانح نگار کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔ آپ کی پیدائش ایک معزز گھرانے میں ہوئی، گھر کا ماحول مذہبی ہے۔ اس ماحول کے اثرات آپ کے ذہن میں پڑے اور آپ مذہبی روایت کے پاسدار بن گئے۔

مذہب آپ کے خمیر میں رچا بسا ہے، اور خون بن کر آپ کی رگوں میں دوڑتا ہے آپ کے بنیادی نظریہ اور فطری رجحان کے زیرِ اثر لاشعوری طور پر مذہب آپ کی رگ و پے میں سرایت کرتا ہے۔

آپ کی ابتدائی زندگی غریبی اور مفلسی میں گزری، لیکن پھر بھی آپ نے ہمت نہ ہاری اور تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کی اس کوشش میں آپ کامیاب بھی ہوئے۔ آپ نے تعلیمی شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی۔ یہ سند آپ کو یونہی حاصل نہیں ہوئی بلکہ اس کے لیے آپ نے جی توڑ محنت کی، جس کا ثمرہ ''مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے'' کی شکل میں آپ کو ملا۔

محبوب راہیؔ ایک ایسے باغ کے مالک ہیں جس میں بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی بھی پھل پھول رہے ہیں۔ آپ نے اس چمن کی آبیاری اپنے خونِ جگر سے کی اور آج اس باغ کو پھلتے پھولتے دیکھ کر باغباں ہوتے ہیں۔

آپ کی زندگی کا ایک بڑا حصہ درس و تدریس میں گزرا بحیثیت مدرس آپ نے ہزاروں بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا اور آپ کے طالبِ علم آج ملک اور بیرونِ ملک میں اچھے عہدوں پر فائز ہیں۔

آپ نے شاعری و نثر دونوں ہی میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے، جس کا صلہ آپ کو انعامات و اعزازات کے روپ میں ملا۔ ان انعامات و اعزازات میں مہاراشٹر، یوپی، بہار، مغربی بنگال کی کئی صوبائی اردو

ایکٹرمیوں کے انعامات شامل ہیں۔اس کے ساتھ ہی آپ کو اپنی تدریسی خدمات کے لیے صدرِ جمہوریہ ہند کے ہاتھوں مثالی مدرس کے نیشنل ایوارڈ سے بھی نوازا جاچکا ہے۔

اپنی ملازمت کے سلسلہ میں آپ کھام گاؤں، پیپل گاؤں، لاکھنواڑہ، بارسی ٹاکلی رہے۔دورِحاضر میں مستقل طور پر آپ بلڈانہ میں سکونت پذیر ہیں اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ پرسکون زندگی گزار رہے ہیں۔

دورِحاضر کے مشاعرے تہذیب سے عاری ہیں۔موجودہ دور میں مشاعرے ادبی نہ رہ کر بازاری سطح تک آگئے ہیں۔شاعر مشاعروں میں شرکت کے لیے اپنی فیس مقرر کرکے رکھتے ہیں۔کچھ شاعر اور شاعرات تو ایسے بھی ہیں جو دوسروں سے غزل لکھوالاتے ہیں اور مشاعروں میں ناز وادا کے ساتھ اس کلام کو پیش کرتے ہیں۔ شاعر شراب نوشی کی بری عادت میں مبتلہ ہوتے ہیں اور منتظمین مشاعرہ سے اس شرط پر مشاعرہ کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ اسٹیج پر انہیں شراب منہ کروائیں گے۔محبوب راہیؔ ان سب کے بے حد خلاف ہیں، آپ کبھی بھی اس غیر مہذّب حرکت کو مشاعروں میں برداشت نہیں ہیں اور ایسا کرنے والے شخص کو ڈانٹ بھی لگادیتے ہیں۔محبوب راہیؔ اس قسم کے مشاعروں میں جانے سے پرہیز کرتے ہیں اور اس قسم کی حرکت کرنے والے لوگوں کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔آپ کی اس جرأت مندی کی وجہ سے کئی لوگ آپ کے حریف بھی بن بیٹھے ہیں۔

محبوب راہیؔ اعلیٰ تعلیم یافتہ شخصیت ہیں۔آپ کی ڈگریاں دیکھ کر کئی لوگوں کو آپ سے حسد بھی ہوتی ہے۔ جس کے سبب وہ آپ پر تنقیدی حملہ کرتے ہیں۔لیکن محبوب راہیؔ حاسدین کے ان تنقیدی حملوں سے گھبراتے نہیں ہیں، اور انہیں اپنی قلم سے منہ توڑ جواب دیتے ہیں۔

اگر ہم آپ کی ادبی نشوونما کے تعلق سے حالات کا جائزہ لیں تو علاقہ برار کے اردو زبان وادب کی تاریخ بے مثال رہی ہے۔یہاں کے علاقہ میں شعراء ادیبوں کی تخلیقات کے بیش بہا خزانے موجود ہیں۔اور انہیں تخلیق کاروں نے اپنی قلم کے جوہر دکھائے اور گوہر آب داری کی چمک سے یہاں کے ادبی ماحول کو ماند نہیں ہونے دیا، اپنی تخلیقی کاوشوں سے ادبی فضاؤں کو ہمیشہ سرسبز رکھا۔

اس ادبی خزانہ کو محبوب راہیؔ نے بھی اپنی ادبی تخلیقات سے خوب مالا مال کیا۔

بزرگ حضرات اور محبوب راہیؔ کے ہم عصر شعراء حضرات نے مل کر علاقہ برار کے ادبی ماحول کو پروان چڑھایا اور اپنی تخلیقات کے ذریعہ ادب میں اضافہ کررہے ہیں۔

آپ کے ادبی سفر میں آپ کے دوست واحباب نے آپ کی حوصلہ افزائی کی۔لیکن آپ کو اس طرف راغب کرنے میں سب سے بڑا ہاتھ آپ کے مرحوم استاد ''مصطفیٰ خاں صاحب'' کا ہے جنہوں نے آپ کو اس

طرف راغب کر کے آپ کی حوصلہ افزائی کی جس کے طفیل آج آپ اس مقام تک پہنچیں اور آج تقریباً ۴۸ رکتابوں کے مصنف ہیں۔جس میں ہر طرح کی اصناف مثلاً غزل،نظم،نعت، گیت، رباعی،قطعہ، دوہے،طنز ومزاحیہ شاعری بچوں کے لیے نظمیں،تنقیدی مضامین ،تحقیقی مقالہ،سفر نامہ،خطوط نگاری،سوانح نگاری،ترتیب واتخاب وغیرہ موجود ہیں۔

محبوب راہیؔ ہندوستان کے سب سے زیادہ چھپنے والے شاعر اور ادیب ہیں۔ ملک وبیرونِ ملک کے رسائل وجرائد میں آپ کی تخلیقات وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں۔

محبوب راہیؔ نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز غزل سے کیا۔لیکن راہیؔ کے یہاں ایسا نہیں ہے کہ انہیں صرف غزل ہی محبوب ہو۔آپ ہر صنف میں خوش دلی سے طبع آزمائی کرتے ہیں اور جب جس صنف کا خیال آیا بس اس پر قلم اٹھا دیا اور پھر وہ قلم اس طرح سحر دکھاتا ہے کہ قاری کو اپنی طرف خود بہ خود متوجہ کر لیتا ہے۔شاعری کی بات کریں تو آپ نے حمد،نعت، گیت،غزل،تضمین،نظم، بچوں کے لیے نظمیں، دوہے،قطعہ، رباعی وغیرہ تقریباً ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔

شعر؟

آپ کے شعری مجموعہ ثبات (غزلیات) ، رنگارنگ (بچوں کی منظومات) ، تردید(غزلیات،رباعیات)، گل بوٹے (بچوں کی منظومات)، بازیافت (غزلیات، رباعیات) ،پیش رفت (غزلیات، رباعیات)،نرمی آواز مکے اور مدینے (حمد ونعت،منقبت)، ہرمایہ نجات (حمد،نعت ومنقبت)،غزل رنگ (دیوان گری غزلیات)،نئی پھلواری (بچوں کی منظومات)، دھنک رنگ جذبے (دیونا گری،نظمیں، گیت، رباعیات ،قطعات، دوہے)، مہکتی پھلواری (بچوں کی منظومات)، چاندنی تخیل کی (غزلیات)، زاویہ نقد ونظر (تحقیقی،تنقیدی، تجزیاتی مضامین)، الحمدللہ (حمد ومناجات)، برلب کوثر (نعت)،غزل کے بعد (نظمیں، گیت، قطعات، رباعیات)، بند مٹھی کا بھرم (غزلیں)، اناپ شناب (طنزیہ ومزاحیہ منظومات)، آئینہ وطن (قومی وطنی نظمیں)، روشنی،خوشبو، ہوا (غزلیات)، رنگارنگ پھلواری (بچوں کی منظومات)، متائے نجات (حمد ونعت) وغیرہ شائع ہو کر قارئین سے داد وتحسین حاصل کر چکے ہیں۔

محبوب راہیؔ کی تخلیقی زندگی کی شروعات جدیدیت مابعد کے اس دور میں ہوئی جب انسان، انسان سے بیزار، مایوس، از خود رفتہ اور لایعنیت کا شکار تھا۔جس کے سبب لوگ انسانوں کا درد بانٹنے اور اسے کم کرنے کے بجائے اسے خود کی طرف ڈھکیلنے کو اپنی خوبی سمجھتے تھے،لیکن محبوب راہیؔ اس سے بچے رہے اور روشن مستقبل کی

آرزو امید کے لیے آگے بڑھتے گئے۔ایسا نہیں ہے کہ اس ماحول کی وحشت ناکی نے آپ کو متاثر نہ کیا ہو۔آپ پر بھی مایوسی طاری ہوئی لیکن پھر جلد آپ نے اپنے آپ کو اس لعنت سے محفوظ کرلیا اور اپنی روشن مستقبل کی طرف عزم وحوصلہ کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔

اردغزل دنیائے شعروادب کی سب سے مقبول ترین صنف سخن ہے۔اسی لیے رشید احمد صدیقی نے اسے ''اردو شاعری کی آبرو'' کہا ہے۔تو فراقؔ احمد گورکھپوری نے ''اردو کی پاکیزہ صنف'' قرار دیا اور نیاز احمد فتح پوری نے اسے ''موسیقی کا رس'' بتایا اور ان کے ساتھ ہی ڈاکٹر یوسف حسین خاں نے غزل کو ''اردو کی عظیم اصناف'' قرار دای ہے۔یہ غزل کی مقبولیت ہی تھی کہ ہر بڑے شاعر نے اس کی عظمت کا اعتراف کیا۔یہاں تک کہ مخالف بھی غزل سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔

مہاراشٹر میں علاقائی سطح پر جب اردو غزل کا جائزہ لیں تو ستّر کی دہائی کے بعد ابھرنے والے غزل گو شعراء میں محبوب راہیؔ منفرد پہچان رکھتے ہیں۔اور اپنے پیش رو شعراء میں کسی کی بھی تقلید نہیں کرتے ہوئے اپنے لیے راستہ خود بنایا ہے اور اپنی کوششوں میں کامیاب بھی ہوئے۔شاعری میں محبوب راہیؔ کی زبان سادگی کے ساتھ دلکش بھی لئے ہوئے ہیں۔آپ کی شاعری انسانی احساسات کی ترجمانی کرتی ہے آپ نے اپنی غزل کو فی لوازمات سے آراستہ کیا غزل میں مطلع، ردیف، قافیہ، مقطع اور بحر کی پابندی کے ساتھ غزلوں کو سنوارا اور سجایا ہے۔

آپ کے کلام میں موضوعات کی کوئی قید نہیں بلکہ مختلف موضوعات کو اپنی شاعری میں سمویا ہے۔آپ کی غزل کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ ایک ہی زمین و بحر میں طویل غزلیں بھی کہیں ہے، جس پر ہر کسی کو عبور حاصل نہیں ہوتا، لیکن اس مشکل مرحلہ کو بھی آپ نے بہت خوبصورتی سے انجام دیا۔

کم سے کم الفاظ میں ایک مکمل مضمون ادا کردینا غزل کی اہم خوبی ہے جس پر محبوب راہیؔ کی غزلیں کھری اترتی ہیں۔محبوب راہیؔ کی غزلوں میں غالبؔ کی طرح ہی فکر کی آنچ، جذبے کی وارفتگی میں ڈھل کر نمودار ہوتی ہے آپ کی فکر کو تخیل کی پرواز حاصل ہے۔اور فکر اور جذبے ایک دوسرے میں مدغم ہوتے نظر آتے ہیں۔

محبوب راہیؔ ہم عصر شعراء میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔آپ نے دوسرے شعراء وحضرات کی پیروی نہ کرتے ہوئے اپنا لب ولہجہ ایجاد کیا آپ کی غزلیں کبھی کبھی مبہم ہوتی ہے جس کے سبب ایک طلسمی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، جس سے شعر میں تاثیر بڑھ جاتی ہے اور شعر کا مفہوم محدود نہ رہ کر وسعت حاصل کرلیتا ہے۔

آپ کی غزل کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ جدید ترسیل سے تعلق ہونے کے باوجود اپنی شعری روایتوں سے غیر متعلق نہیں ہے۔آپ کے شعری موضوعات میں رنگا رنگی نظر آتی ہے۔آپ زندگی کے ہر چھوٹے بڑے پہلو پر

اپنی بینی نظر رکھتے ہیں، اشعار میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے وہ آپ کے ذاتی تجربات اور مطالع کے وسیلے سے شعر میں شامل ہو گیا ہے، جن اشعار میں آپ کے ذاتی تجربات شامل ہیں وہ قدرتی طور پر قارئین کو بہت زیادہ متاثر کرتے ہیں اور ان کا اثر دیر پا ہوتا ہے، اس کے علاوہ جو مضامین آپ نے مستعار لیے ہیں انہیں بھی آپ نے اپنے لب ولہجہ کی بنا پر اثر انگیز بنا دیا ہے۔

محبوب راہیؔ مظفر حنفی سے بہت قریب رہے ہیں، جس کے سبب آپ کے لہجہ میں بھی وہی نکھار پن شامل ہو گیا ہے، جو مظفر حنفیؔ کے یہاں دیکھنے کو ملتا ہے۔ جو فکر کی صلابت مظفر حنفیؔ کی پہچان ہے۔ اس کی صاف جھلکیاں محبوب راہیؔ کے کلام میں جا بجا نظر آتی ہے۔ کہیں آپ کا لہجہ تیکھا ہوتا ہے تو کہیں پھولوں کی خوشبو روح اور جسم کو تر و تازہ کرتی ہے آپ دردِ دل بھی بیاں کرتے ہیں اور اس کے ساتھ دوا کا انتظام بھی کرتے ہیں۔

آپ نے مظفر حنفیؔ کے رنگ میں بھی غزلیں کہی ہے ۱۹۸۰ء کے بعد آپ کے جو شعری مجموعے شائع ہوئے ہیں ان میں آپ کی غزلوں کا رنگ جدا تھا۔ جن میں معصومیت کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں حالات کے سبب تلخ و ترش خیالات بھی شامل ہیں۔

محبوب راہیؔ کی شاعری صرف محبوب کے خدوخال کو بیان کرنے والی شاعری نہیں ہے بلکہ آفاقی موسموں کا نقشہ ہے۔ جو شاعر نے سینہ فطرت پر مرتب کر دیا ہے۔ راہیؔ کی شاعری میں فطری پھیلاؤ، بکھراؤ اور الجھاؤ کرویٹیں لیتا محسوس ہوتا ہے۔

۱۹۸۰ء سے پہلے آپ کی غزلوں میں معصومیت سادگی اور پرکاری رونما ہوتی ہے۔ ثبات میں شامل غزلیں اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کی یہ غزلیں، رمزیت، اثباتیت اور اشاریت سے بھرپور ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ مفہوم اور بلیغ ہیں۔ آپ نے ہمیشہ کھلی آنکھوں کا استعمال کرتے ہوئے اپنے ذہن کو کشادہ رکھا اور دوسروں کی عینک سے حالات کا مشاہدہ نہیں کیا۔ آپ نے زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ہی اپنے اشعار میں بھی ماحول کی تبدیلی کو قبول کیا۔

شمس الرحمن فاروقیؔ

محبوب راہیؔ کی غزل گوئی پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''محبوب راہیؔ کی غزل میں بے تکلفی اور روانی جا بجا نظر آتی ہے وہ دنیا کو کڑی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور جو کچھ انہیں نظر آتا ہے وہ ان کے جذبۂ برہمی و ناآسودگی اور بھی شدید کر دیتا ہے۔ لیکن محبوب راہیؔ کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے غصہ کو کاغذ پر بے محابا

اگل نہیں دیتے۔ وہ رواں اور شگفتہ زبان میں اور مشکل لیکن بولتی ہوئی زمینوں میں اپنی برہمی اور احتجاج کا اظہار کرتے ہیں، اس اظہار کے شاعرانہ عناصر میں پہلا عنصر تو ترنم کا ہے کہ ان کے کمزور شعر بھی پڑھنے اور سننے میں رواں لگتے ہیں۔ ان کی دوسری صنف جو ان کے نئے مجموعے ''بند مٹھی کا بھرم میں گذشتہ مجموعوں سے زیادہ فراوانی کے ساتھ نظر آتی ہے وہ ان کے لہجے کا تفکر ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ عمر کے ساتھ محبوب راہیؔ کے احساس کی شدت تو بڑھی ہے لیکن بات کو روی کر کہنے کا فن بھی اب انہیں حاصل ہو گیا ہے۔'' (۱)

محبوب راہیؔ حق پرستی پر قائم رہے۔ اپنی شاعری میں آپ نے بے باکی صاف گوئی و بے ساختگی سے کام لیا۔ اور معاشرے کی تمام اچھائیوں اور برائیوں کو اپنے اشعار میں بیان کر دیا۔ آپ اپنے عہد پر خود اپنی ذات کے حوالے سے طنز کرتے ہیں۔ اور جن نفسیاتی امراض میں ہماری نوجوان نسل مبتلا ہے۔ اس پر وار کرتے ہیں۔

موجودہ دور کے لوگوں کے قول و فعل میں تضاد پایا جاتا ہے محبوب راہیؔ اس برائی کو برداشت نہیں کرتے اور لوگوں کو اس سے بچے رہنے کی نصیحت کرتے۔

محبوب راہی کی شاعری کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ وہ کچھ جدید فنکاروں کی طرح خود کی ذات اور کرب والم کے حصار میں قید نہیں ہوئے۔ ملک و معاشرے کی بدحالی و زوال کا آپ کو شدید احساس ہے، جس کے سبب آپ اپنی قوم کی زبوحالی کا تذکرہ اپنی شاعری میں کرتے ہیں اور اس کا موازانہ روش ماضی اور عالی ہمت اسلاف سے کرتے ہیں۔ تا کہ اپنی قوم کو اس کے روشن ماضی کی شاندار تاریخ سنا کر ان کے دلوں میں ہمت و حوصلہ، جوش و ولولہ پیدا کر سکیں۔

آپ کی شاعری میں دنیا کی بے ثباتی اور بے اعتباری اور انسان کی صورتِ حال پر بڑے فکر انگیز انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ اس عہد کے جدید فلسفہ کے حامل قلم کاروں سے جو نظریہ و یقین کو انسان کے لیے بوجھ اور فن کے لیے عذاب تصور کرتے ہیں وہ ان لوگوں سے سخت اختلاف کرتے ہیں اور ہمت و حوصلہ سے کام لیتے ہیں۔ آپ فنکار کو اپنے عہد کا ایسا رہبر بنانا چاہتے ہیں، جو لوگوں کو اندھیرے سے اجالوں کی طرف گامزن کرے نہ کہ انہیں اندھیرے کی طرف دھکیلے۔

اپنے اشعار میں رجا کا عنصر شامل کرتے ہیں اور اپنی شاعری کے ذریعہ ہمیں پیغام دیتے ہیں کہ ہمیں شکست تسلیم نہ کرتے ہوئے ہمیشہ پرامید بنے رہنا چاہیے۔ محبوب راہیؔ نے اپنی غزلوں میں جہاں ایک طرف

بڑی بحروں کا استعمال کیا ہے وہیں چھوٹی بحروں میں بھی اچھے شعر کہے ہیں۔صنعتوں کا استعمال کر کے شعروں کی خوبصورتی کو دوبالا کیا ہے،اور اشعار کی روانی وخوش بیانی قیامت برپا کرتی ہے۔

محبوب راہیؔ کی شاعری میں انسان دوستی کا عنصر بھی موجود ہے آپ نے گروہ بندہ ذات پات کی تفریق جماعت ساری باہمی اختلافات اور ذاتی مفادات سے اوپر اٹھ کر سوچا اور اپنے اشعار میں انسان دوستی کا پیغام دیتے نظر آئے۔

محبوب راہیؔ کی شاعری میں مسائل سے جھوجھنے،خلوص ومحبت اور ایثار سے قربانی،عزم وحوصلہ سے نبرد آزماں ہونے کی تلقین کرتی ہے۔آپ کی شاعری اندھیروں میں بھی اجالے تلاش کر لیتی ہے۔جناب وارث علوی نے آپ کے ایک شعری مجموعہ ''بند مٹھی کا بھرم'' غزلوں کو ''شاعری کی بوطیقا'' تسلیم کیا۔

آپ کی شاعری میں زندگی سے براہِ راست مکالمہ کیا گیا ہے جس کے سبب آپ کے اشعار تجربے کی بھٹی میں تپتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔محبوب راہیؔ نے اپنی غزلوں میں اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ اشعار بہ وزن رہے،آپ کے تقریباً سبھی اشعار بحر میں ہے خارض از بحر نہیں۔

پروفیسر سلیمان اطہر جاوید

محبوب راہیؔ کی غزل گوئی پر پروفیسر سلیمان اطہر جاوید نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''ڈاکٹر محبوب راہیؔ ہمارے ان شاعروں میں ہیں جنہوں نے اردو شاعری کی صالح اقدار کا احترام کیا ہے۔یہ اقدار خواہ روایتی ہوں یا روایت سے دور،ان سے متاثر ہونے کے باوجود محبوب راہیؔ کے کلام میں ان کا اپنا رنگ ہے اور یہ رنگ زندگی کو قریب سے دیکھنے اس کی خوب وخراب کو برتنے اور اس کے جلال وجمال سے محفوظ ہونے کا نتیجہ ہے۔انہوں نے شعری ریاضت سے اس رنگ کو چوکھا بنا دیا ہے۔'' (۲)

حمد خدائے تعالیٰ کی تعریف میں پیش کی جاتی ہے۔چرند پرند انسان یا جانور اور دنیا کی تمام مخلوقات اپنے اپنے انداز میں خدا کی حمد وثنا کرتے ہیں اور اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔انسان نے خدا کی تعریف کے لیے اپنے دلی جذبات کا اظہار شعر کی شکل میں کیا،اور یہ صنفِ حمد کہلائی۔دورِ قدیم سے ہی شعراء خدا کے حضور میں

اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے آئے ہیں۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ڈاکٹر محبوب راہی نے بھی عشق حقیقی سے سرشار ہوکر اپنے خیالات کا اظہار حمد ومناجات کی شکل میں کیا۔ جس کا ثبوت آپ کے وہ شعری مجموعہ ہیں جو شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔

تیری آواز مکے اور مدینے

یہ آپ کی حمد ومناجات کا پہلا مجموعہ ہے جو ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا۔ محبوب راہی کی شاعری تقدیسی رنگ بھی قابل احترا ہے۔ عشقِ الٰہی میں حمدیں عشقِ رسولؐ میں مناجاتیں اور بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کی عقیدت میں منقبتیں لکھیں۔ ''سرمایہ نجات'' آپ کا دوسرا حمدیہ اور نعتیہ مجموعہ ہے جو ۱۹۹۹ء میں شائع ہوکر منظرِ عام پر آیا اس میں بھی آپ کی حمد ونعت اور منقبت شامل ہیں۔

الحمدللہ

آپ کا تیسرا شعری مجموعہ ہے جو اسباق پبلی کیشنز پونے کے زیرِ اہتمام ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا۔ یہ مجموعہ حمد ومناجات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے ہر کلام سے پہلے یا تو حمد باری تعالیٰ لکھا ہے جلی حرفوں میں مناجات باری تعالیٰ درج ہے، اس کا انتساب آپ نے ادارہ ادب اسلامی مہاراشٹر کے نام کیا ہے، انتساب ملاحظہ ہو۔

ادارۂ ادب اسلامی مہاراشٹر کے نام جس کا ودیعت کردہ حفیظ میرٹھی ایوارڈ اس مجموعہ کی اشاعت کا سبب ہوا۔ ۱۵۶ رصفحات پر مشتمل اس کتاب میں تقریباً ۹۹ رحمد ومناجات شامل ہیں۔

برلب کوثر

''برلب کوثر'' بھی حمد ونعت کے سلسلہ کی کڑی میں یہ مجموعہ ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں آپ نے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی محبت میں سرشار ہوکر اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔

متاع نجات

''متاع نجات'' حمد ونعت پر مشتمل آپ کا اگلا مجموعہ ہے جو ۲۰۱۶ء میں ارقم پبلیکشنز سے شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں آپ کی تقریباً ۳۴۲ رحمد، نعت، مناجات، رباعیات، نعتیہ، رباعیات، سلام وغیرہ شامل ہیں۔

محبوب راہی کی حمدیہ نعتیہ شاعری کی یہ خاصیت رہی ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری میں کس ایک مضمون کو دوہرایا نہیں ہے۔ آپ نے نعت گوئی کے اداب کا پورا التزام کیا ہے، آپ نے حضورؐ سے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کیا اور ساتھ ہی پیارے نبی کی سیرت وکردار کو پیش کرکے معاشرہ کی اصلاح کے روشن پہلو تلاش کیے۔

نعت گئی کا فن تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے، ہر کوئی اس مشکل صنف میں طبع آزمائی کرنے سے پرہیز کرتا ہے۔

محبوب راہیؔ نے بھی اس صنف میں طبع آزمائی کی اور جوش میں ہوش نہ کھوتے ہوئے اپنے ہوش و حواس پر قابو رکھ کر سرورِ کائنات کی مدحت بیان کی۔ اس بیان میں آپ نے بال برابر بھی لغزش (غلطی) کو تاہی نہیں برتی بلکہ پیارے نبی کے شایانِ شان ان کے اوصاف بیان کیے۔

وقتاً فوقتاً آپ اپنے قارئین کے سامنے حمد و نعت پیش کرتے رہے جس کے اعتراف میں ادارہ ادبِ اسلامی مہاراشٹر کی جانب سے راہیؔ کو حفیظ میرٹھی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ یہ ایوارڈ خصوصاً انہیں شعراء کو دیا جاتا ہے جو مذہبی بنیادوں پر اسلامی شاعری کرتے ہیں۔ راہیؔ کو بھی یہ سرفراز حاصل ہے۔

اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے ''م۔ ناگ'' ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی حمدیہ نعتیہ شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''اسلامی شاعری میں ڈاکٹر محبوب راہیؔ کہی بھی یکسانیت یا دو ہرانوں سے دوچار نہیں ہیں۔ ان کے یہاں نعت گوئی کے آداب کا پورا التزام ملتا ہے۔ ان میں صرف حضورؐ سے اپنی بے پناہ محبت و شگفتگی اور عقیدہ کا اظہار ہے بلکہ آپ کی سیرت و کردار کے ذریعہ اصلاح معاشرہ کے لیے ایک روشن مثال پیش کر کے پوری انسانیت کی رہبری و رہنمائی کا سامان پیدا کیا ہے۔'' (۳)

نظم کا لفظ ''موتیوں کو پرونے سے تعبیر کیا جاتا ہے'' لیکن یہ لفظ اس بندش سے آزاد ہے اور دنیا کی ہر شے مثال حسن و عشق، خوشی، غم، غصہ عصری ماحول کی عکاسی دہشت گردی، مناظر فطرت، قومی یکجہتی، مذہبی عقیدت غرض کہ ہر موضوع اس نظم میں جذب ہو کر ہمارے سامنے پیش ہوئے۔

اردو کے تقریباً سبھی شعراء نے نظم کے پیرائے میں اظہارِ خیال کیا ہے اور یہ فہرست کافی طویل ہے اس فہرست میں ایک نام محبوب راہیؔ کا بھی شامل ہے۔ آپ نے غزلوں کے ساتھ ساتھ نظموں میں بھی طبع آزمائی کی، کیونکہ محبوب راہیؔ استاد رہ چکے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ طلبہ و طلبات کے بیچ گزارا ہے اس لئے آپ بچّوں کی ضروریات ان کی نفسیات سے بہت حد تک واقفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ نے اپنی نظموں کے ذریعہ بچّوں کے کردار کو سجانے سنوارنے اور نکھارنے اور ان کی معلومات میں اضافہ کرنے کی سلیقہ سے کوشش کی ہے۔ آپ کی نظموں میں موضوعات کا تنوع ہے ہلکی پھلکی مترنّم بحروں کا استعمال ہوا ہے۔ زبان سادہ ہے، اور

فرینگ بچّوں کی نفسیات سے متعلق ہے، جس کے سبب انہیں سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ جس طریقہ سے نعت گوئی ایک مشکل فن ہے۔ اس طریقہ سے بچوں کے لئے ادب تخلیق کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں، لیکن محبوب راہیؔ اس میدان میں بھی کامیابی کے ساتھ فتح کی منزلوں تک پہنچ گے۔ اور آپ نے اپنی نظموں کے ذریعہ بچّوں کے ادب میں اپنی ایک منفرد شناخت قائم کی۔

آپ نے بچّوں کے لئے متعدّد نظمیں جنہیں۔ رنگا رنگ (تین ایڈیشن۔ بچّوں کی منظومات۔ ۱۹۸۲) گل بوٹے (بچّوں کی منظومات، ۱۹۸۳)، نئی پھلواری (بچّوں کی منظومات دو ایڈیشن۔ ۲۰۰۴)، مہکتی پھلواری (بچّوں کی منظومات۔ ۲۰۰۷) آئینہ وطن (قومی و وطنی نظمیں۔ ۲۰۱۱)، رنگا رنگ پھلواری (دو ایڈیشن بچّوں کی منظومات۔ ۲۰۱۱) جو شائع ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہے اور دار و تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

بچوں کے لئے نظمیں لکھنے کی ابتداء اسماعیل میرٹھی سے بھی مانی جاتی ہے۔ آپ نے اسماعیل میرٹھی کے اس مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے اپنا تعاون پیش کیا اور بچوں کے لیے نصیحت آموز نظموں کا انبار لگا دیا۔ جس کے سبب مرحوم رضا نقوی نے نقوی نے راہیؔ کو ''جنوبی ہند کا اسماعیل میرٹھی'' کے لقب سے نوازا۔ محبوب راہیؔ نے ادبِ اطفال سے متعلق جو نظمیں تحریر کی سہل ممتنع کی نادِر مثال ہیں اور اسماعیل میرٹھی سے لے کر اب تک لکھی جانے والی نظموں سے مسابقت رکھتی ہے۔ یہ تمام نظمیں اپنے موضوعات و عنوان کا پورا حق ادا کرتی ہیں اور بچوں کے ادب کے لیے ہمہ گیر اصلاحی تعمیری تعامل کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ ان خوبیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کی نظمیں ہندوستان کی تمام زبانوں کے نصاب میں داخل ہونے کے لائق ہیں۔

مذہبی تفریق میں نہ بٹ کر آپس میں مل جُل کر رہنا اور قومی یکجہتی کی مثال قائم کرنا یہ خوبی محبوب راہیؔ کی نظموں کا خاصہ ہے، سلاست روانی بے ساختگی اور نرم و نازک رنگ و آہنگ کی بنا پر آپ کی نظمیں ذہن تفریح کے لحاظ سے قابلِ مطالعہ ہیں، اور ساتھ ہی بچوں کو اچھی عادتیں نیک چلنی اور بہترین انداز میں زندگی کے مراحل طے کرنے کی تعلیم بھی دیتی ہے۔ آپ نے اپنی نظموں میں جن بحروں کا انتخاب کیا ہے وہ تحت اللفظ میں بھی موسیقی کی فضاء پیدا کرتی ہے، نظموں کا آہنگ بحروں کی روانی کو قائم رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے، اس کے ساتھ ہی آپ لفظوں کے انتخاب پر بھی آپ خاص توجہ دیتے ہیں تاکہ نغمگی اور روانی برقرار رہے۔

آپ نے یہ نظمیں لکھتے وقت جن مقاصد کو مدّنظر رکھا ان میں دین سے لگاؤ، علم سے محبت، انسان دوستی بھائی چارگی اور قومی یکجہتی کا جذبہ پیدا کرنا خاص مقاصد ہیں۔ آپ کی نظمیں ان مقاصد کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ آپ ایک طویل عرصہ سے بچوں کے لیے مسلسل لکھتے آرہے ہیں، کیونکہ آپ ایک معلم ہیں اس لیے

آپ کو بچوں کی نفسیات، خیلات واحساسات کا بغور مطالعہ کیا ہے، جس کے سبب آپ اچھی اور کامیاب نظمیں لکھنے میں فتح یاب ہوئے اور معیاری نظمیں وجود میں آئی۔ ان نظموں کو پڑھ کر بچوں میں محنت ولگن، آداب واحترام، عزم وحوصلہ دوسروں کی پریشانیوں کو جاننا ان کی مدد کرنا اور قومی ملی وطنی ہمدردی کا جذبہ بچوں میں پیدا کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔

محبوب راہیؔ نے بچوں کے عادات واطوار کی مناسبت سے مخلصانہ ومشفقانہ رویہ اپنایا ہے۔ بچوں کے سادہ ذہن میں اچھی اور نیک باتیں پہچاننے کے ساتھ ان باتوں پر عمل کرنے کی ترغیب بھی کی جس انداز میں یہ نصیحتیں بچوں تک پہنچائی جاتی ہے وہ متوازن ہوتی ہے جس کے سبب وہ تھوپی ہوئی محسوس نہیں ہوتی اور بچہ اسے خوشی کے ساتھ قبول کرلیتا ہے۔

ڈاکٹر ذاکر نعمانی

ڈاکٹر ذاکر نعمانی محبوب راہیؔ کی بچوں کی منظومات پر اپنی ناقدانہ منظر ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں؛

> ''راہیؔ صاحب کا بیشتر حصہ بچوں کے درمیان گزرا ہے جس کی وجہ سے موصوف کو بچوں کی ذہن استعداد، تعلیمی ضروریات، فطری ذوق، نفسیاتی تقاضوں اور جبلی مطالبون سے بخوبی واقفیت ہوچکی ہے لہٰذا بچوں کے لیے تخلیق شعر وادب کرتے ہوئے مندرجہ بالا امور کو انہوں نے بروئے کار لایا ہے اور کھیل ہی کھیل میں ہر عمر کے بچوں کے لیے متنوع موضوعات اور دلکش عنوانات پر ڈھیر ساری نظمیں تخلیق کرنا ان کے لیے گویا باتیں ہاتھ کا کھیل ہوگیا ہے اور یہ کھیل راہیؔ صاحب مدتوں سے کھیلتے آرہے ہیں جن میں بیشتر کے دو۔دو تین۔تین ایڈیشن شائع ہونا ان کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ (۴)

آپ نے ابتدائی دور میں دوسرے موضوعات پر بھی نظمیں تحریر کی ہیں۔ مختلف موضوعات پر آپ کی تحریر کردہ نظمیں آپ کے مجموعہ ''غزل کے بعد'' میں شامل ہیں۔ ابتدائی دور کی نظموں میں جوش وجذبہ کی فراوانی اور جوانی کی امنگوں کے باعث سادگی روانی اور برجستگی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی دیگر نظموں میں حاضرا پر تبصرہ کی صورت میں ان موضوعات میں مضحکہ خیز رسومات، تعصب، فسادات، منافقت، فرقہ وروایت، خودغرضی، سیاست کی ہالاکیاں، دین ومذہب کی پامالی اور کرپشن وغیرہ کو تنقید کا شانہ بنایا گیا ہے۔

آپ کی نظموں میں بھی فکر و احساس کی وسعت محسوس ہوتی ہے۔آپ کا مطالعہ بہت وسیع ہے دنیا کو بہت قریب سے دیکھا سمجھا اور محسوس کیا ہے۔جس کے سبب آپ کے تجربوں میں پختگی نظر آتی ہے۔

محبوب راہی ''شفیع الدین نیّر'' کے بعد سب سے زیادہ نظمیں کہنے والے شاعروں میں شمار ہوتے ہیں۔آپ کی نظموں نے شفیع الدین نیر کی کمی کو پورا کیا ہے، اکثر محبوب راہیؔ پر زور گوئی کا الزام لگایا گیا ہے لیکن اس کے باوجود آپ نے بھی لکھتے وقت کمیوں سے چشم پوشی نہیں کی اور فنی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھتے ہوئے ادب تحریر کیا۔

آپ کی نظم نگاری پر سید شکیل دسنویؔ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> محبوب راہیؔ کے احساسات وجذبات ایک باطنی نظام کے پابند ہیں جو اشعار میں تہ داری اور پیرایہ اظہار میں تازہ کاری کا دلکش منظر نامہ ترتیب دیتے ہیں۔ابتدائی دور میں غزل کے مقابلہ میں نظم کا پلڑا بھاری تھا۔اس کے جلوے میں قصیدہ، ہجو، مرثیہ، مثنوی، مسدس اور شہر آشوب وغیرہ کا طویل کاروں چلتا تھا۔
>
> نظم میں کوئی ایک موضوع یا خیال ابتدا سے اختتام تک کا سفر طے کرتا ہے۔یہی زنجیر تسلسل نظم کی ساختیاتی انفرادیت ہے۔محبوب راہیؔ کی نظموں سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ ایک مضطر اور بے چین شاعر اپنی ذات کے حوالے سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہے، خود کو Revel کرنا چاہتا ہے، اور اس وسیلہ اظہار کے ذریعہ اپنے تپتے ہوئے جذبات واحساسات قاری کے ذہن میں منتقل کرنا چاہتا ہے۔'' (۵)

ڈاکٹر محبوب راہیؔ نے رباعی جیسی مشکل ترین صنف میں طبع آزمائی کی، حالانکہ آپ کی رباعیوں کا مجموعہ شائع نہیں ہوا لیکن رسائل وجرائد میں وقف وقف سے آپ کی رباعیاں شائع ہوتی رہتی ہے۔محبوب راہیؔ جب نثر لکھتے ہیں تو وہ بہت پیچدار اور گھماؤ انداز کی ہوتی ہے لیکن شاعری اور خاص کر رباعیوں میں آپ سہل ممتنع سے کام لیتے ہیں، آپ کی رباعیوں کا مطالعہ کرتے وقت اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ رباعیوں کے مصرع بڑی آسانی سے ہماری سماعتوں میں اترتے جاتے ہیں اور شعری بلاغت اور فکری دبازت کہیں متاثر ہوتی۔

چونکہ محبوب راہیؔ نے طنزیہ ومزاحیہ شاعری میں بھی طبع آزمائی کی ہے اس لئے آپ کی رباعیوؤں میں بھی طنز کی کاٹ موجود ہے جو انسان کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے، لیکن راہیؔ کو طنز، استہزا، پھکڑ پن چوٹ، ٹھٹھول کے مابین جو حدِ فاصل ہیں اس کا اچھی طرح احساس ہے، اس لئے وہ اپنی طنزیہ شاعری میں بڑے سلیقے اور شاعرانہ

احتمام کے ساتھ بات کرتے ہیں ان کی طنز کہیں ٹھٹول کہیں پھکّڑ پن کا شکار نہیں ہوئی۔

محبوب راہیؔ کی رباعیوں میں مثبت سے زیادہ منفی نظریات شامل ہیں۔ وہ سماجی اور انسانی معاشرت کے درمیان سانس لیتی زندگی کے ٹوٹتے رشتوں بکھرے خوابوں اور خودغرض کے سانچیں میں ڈھلتی انسانی فکر کے شاقی نظر آتے ہیں۔

محبوب راہیؔ کی رباعیات میں روایت کی پاسداری نظر آتی ہے، مواد و متن معانی و مفاہیم، حال اور احوال تقریباً سبھی لحاظ سے ان کی رباعیاں روایت کی عکّاس وغمّاز نظر آتی ہے۔

راہیؔ کی رباعیوں میں اپنے معاشعرے اور حالات بھی جلوہ نما ہے آپ نے آس پاس کے دکھ درد اور تمام سفّاق حالاتوں کو رباعیوؤں میں کامیابی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

محبوب راہیؔ نے رباعی گوئی کے میدان میں بھی اپنے اسلوب اور اپنی فکری ریاضت کو قائم رکھا ہے اور رباعی میں انہیں مضامین سے استفادہ کیا ہے جو ہماری خوبصورت بامعنٰی اور مستحکم روایت کی شناخت ہے۔ محبوب راہیؔ نے گیت نگاری پر بھی اپنی توجّہ صرف کی ہے۔ آپ کے گیتوں میں مٹھاس موجود ہے اور موضوعات کی بھی قید نہیں ہے۔ آپ نے اِن گیتوں کو دل کی آواز کے ساتھ ساتھ دنیا کی آواز بھی بنا دیا ہے، کیونکہ اِن گیتوں میں آپ نے عاشِق و معشوق سے متعلق جذبات کا ہی بیان نہیں کیا بلکہ آپ نے سیای و سماجی موضوعات کو بھی بیان کیا ہے، تشبیہ اور استعارہ کا استعمال بھی آپ بخوبی کرتے ہیں کہیں آپ کا لہجہ تلخ ہوجاتا ہے لیکن یہ تلخ اور کڑواہت بے سبب نہیں بلکہ موجودہ حالات کی وجہ سے ہی درپیشی آتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ تلخی اشعار میں بھی اتر آئی مجموعی طور پر آپ کے گیتوں کی تعداد کم ہے لیکن یہ گیت بہ معنی ہے اور حقیقت سے روبہ رو کرواتے ہیں قطعہ کے چھوٹے سے پیمانے میں ایک مکمل موضوع بیان کرنا حالانکہ مشکل نظر آتا ہے۔ لیکن اتنا بھی مشکل نہیں، محبوب راہیؔ نے بھی اپنی تمام صلاحیتوں کا استعمال کیا اور بہترین قطعات تحریر کئے۔

آپ کے قطعات میں زندگی کے مختلف حالات کو مختلِف انداز میں بیان کیا ہے۔ اور چھوٹی سے چھوٹی پریشانی پر بھی آپ کی پینی نظر ہے، اور آپ نے ان تمام حالات کو اپنے قطعات میں سمونے کی کوشش کی ہے، آپ کے قطعات کی زبان صاف ستھری صادہ اور دلکش ہے، اندازِ بیان بھی اچھا ہے اور تشبیہ اور استعار کے استعمال سے آپ نے اپنے قطعات کو سنوارا سجایا ہے۔

محبوب راہیؔ نے دوہا جیسی مشکل ترین صنف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ آپ کے دوہے، بحر اور وزن کی پابندی میں تحریر کیے ہیں، دکھ، درد، غم، غصہ، اپنوں کی بے وفائی، سیاست کی چالاکیاں، اپنوں کی ایذا رسانیاں اور

پند ونصائح سبھی کچھ ان دوہوں میں شامل ہیں۔لیکن انداز اس قدر خوبصورت ہیں کہ پڑھتے وقت دل کو مسرت حاصل ہوتی ہے۔استعاراتی اندازِ بیان میں دوہوں کو مستحکم کیا ہے، دوہوں میں جو حالات بیان کیے گئے ہیں وہ اس انداز سے بیان کیے گئے ہیں کہ وہ ایک دائرے میں بندھ کر نہیں رہتے ہیں اور انہیں آج سے بیس سال بعد بھی پڑھا جائیگا تو وہ وقت اور حالات کے مطابق ہونگے۔دوہوں کی زبان سادہ اور دلکش ہونے کے ساتھ ساتھ ادبی بھی ہے۔کیونکہ دوہا ہندی صنف ہے، اس لیے ہندی الفاظ کا استعمال بھی کیا گیا ہے، دوہے جیسی مشکل صنف میں محبوب راہیؔ نے اپنی بات کو وزن دار بنانے کے لئے محاوروں اور ضرب المثل کا بھی استعمال کیا ہے، جو آپ کے دوہوں کو وسعت بخشتا ہے۔

محبوب راہیؔ نے غزل، نظم حمد ونعت وغیرہ کے ساتھ ساتھ تضمین میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔آپ کی تضمینات کا مجموعہ ''آرائش جمال'' کے عنوان سے شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکا ہے اور اربابِ فکر ونظر سے داد وتحسین حاصل کر چکا ہے۔

اس مجموعہ ایک سنجیدہ متحری ادراک اور توانائی سے بھر پور تخلیق کار سانس لیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔محبوب راہیؔ کی تضمینات احساسات، خیالات اور جذبات کی رعنائی کی بنا پر زندہ اور حرارت انگیز ہیں، آپ کی جادو بیانی نے خیالات کو نئے جہانِ معنی سے روشناس کرایا ہے۔

محبوب راہیؔ نے طنز ومزاح نگاری میں بھی طبع آزمائی کی حالانکہ یہ سلسلہ اکبرالہ آبادی سے شروع ہوا اور محبوب راہیؔ تک پہنچا ہے۔اس درمیان سیکڑوں شعراء نے طنز وظرافت کے بہت بہترین نمونے تخلیق کیے ہیں۔کہ آج ان کی بدولت طنز ومزاح بھی ایک صنفِ ادب کی حیثیت حاصل کر چکی ہے۔آپ نے اپنا طنزیہ ومزاحیہ مجموعہ ''اناپ شناپ'' شائع کیا جو ۲۰۱۴ء میں رحمانی پبلی کیشنز ملیہ گاؤں سے شائع ہوا جس میں تقریباً ۱۰۵ غزلیں، نظمیں، تضمین، گیت وغیرہ شامل ہیں۔اور اس مجموعے میں طنز ومزاح کے اچھے اور سچے نمونے شامل ہیں ان مزاج کی لطافت اور طنز کی نشتریت موجود ہیں۔

راہیؔ نے اپنے گردوپیش کے ماحول کا بڑی گہرائی سے جائزہ لیا اسی لیے آپ کے طنز ومزاحیہ کلام میں زندگی کی نہ ہمواری سیاسی بدکاری شعری انانیت کی، فنکاروں کی مذمت، لیڈروں کے فریب، میر وغالب کی ہمسری کا دعویٰ الیکشن کے تماشہ، گلے باز، شاعروں کا المیہ، ٹی۔وی مضرااثرات، شادی کے فائدے دور نقصانات حق گوئی کی سزا، بابری مسجد کی شہادت کا درد، انگیز بیان، قومی یکجہتی اور اتحاد کی نصیحت ہونیوالی بہو اور داماد کی اچھائیاں اور برائیاں، رشوت کی کرشمہ سازئیاں اور اردو کے ساتھ اپنایا جانے والا دشمنانہ روّیہ بھی شامل ہیں۔ان تمام

موضوعات کے ساتھ ساتھ اس مجموعہ میں انسانی زندگی اور اس کے ماحول کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے، یہ مجموعہ سنجیدہ ظرافت کا بہترین نمونہ ہے اور مزاح میں پھکڑ پن عامیانہ پن بلکل بھی نہیں ہے۔ مجموعہ کی زبان سیدھی سادی اور دل کو موح لینے والی ہے۔

راہیؔ صاحب کو اپنی ایک مزاحیہ نظم ''آج کا نیتا'' کے لیے زندہ دالانِ حیدرآباد کا ''کل ہند'' اوّل انعام بھی موصول ہوا۔ اشعار ملاحظہ ہو ؎

اشعار ؟

آپ کی طنزیہ ومزاحیہ شاعری میں کاٹ موجود ہیں۔ تجربات کا شاعرانہ اظہار کیا گیا ہے۔

آپ نے لاتعداد غزلیں، نظمیں بڑوں اور بچوں کا ادب تخلیق کیا۔ شعری ادب کے ساتھ ساتھ آپ نثری ادب میں گہری نظر رکھتے ہیں۔ آپ کی تصانیف جو تنقید وتحقیق، سفرنامہ، سوانح حیات، خطوط نگاری سے تعلق رکھتی ہیں، شائع ہوکر منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ اس کے علاوہ کئی نثری وشعری مجموعہ مسودے کی شکل میں موجود میں اور مستقبل میں منظرِ عام پر آنے کی امید ہے۔

آپ نے اپنی تخلیقات میں پرگوئی کے ساتھ خوب گوئی کے تناسب کو قائم رکھا ہے۔ آپ کو وِدربھ یا مہاراشٹر کے علاوہ تک ہی محدود نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ آپ پورے ہندوستان کے ساتھ ساتھ بے رونے ہندوستان میں اپنی ایک منفرد پہچان رکھتے ہیں، اردو ادب کے ساتھ ساتھ ہندی ادب والے بھی آپ کو اردو زبان کے نمائندہ ادیب کے طور پر جانتے ہیں۔

آپ نے شاعری کے ساتھ نثر کے میدان میں بھی کارہائے نمایاں انجام دئے آپ کے مضامین ملکی اور غیر ملکی رسائل اور جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ تنقید وتحقیق نوعیت کے مضامین یکجا کر کے کتابی صورت میں منظرِ عام پر آتے ہیں اور قارئین سے داد حاصل کرتے ہیں۔

تنقید اور تحقیق کے میدان میں آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیا۔ آپ نے ''مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے'' عنوان سے مظفر حنفیؔ صاحب پر تحقیقی مقالہ تحریر کیا۔ جس کے تحت مظفر حنفیؔ کی شخصیت اور ادبی زندگی سے روبرو ہونے کا موقع میسر آیا، اس کے علاوہ تنقیدی وتحقیقی مضامین پر مشتمل تقریباً ۲۰ تصانیف شائع ہوچکی ہیں۔ ان تصانیف میں سیکڑوں مضامین شامل ہیں جو اردو ادب کی مشہور ومعروف ہستیوں سے لے کر گمنام ہستیوں تک سبھی شامل ہیں، یہ آپ کا خاصہ ہے کہ آپ نے گمنام ہستیوں پر بھی قلم اٹھایا اور ان کی تصانیف کا ادبی جائزہ لیا، اور ادب میں انہیں ایک خاص مقام دلانے کی کوشش کی۔

شعراء وادیب کی تخلیقات میں محاسن ومکاتب پر آپ کی بھرپور نظر ہوتی ہے اور اسی لیے آپ کی تنقید اعتدال وتوازن لیے ہوتی ہے۔ آپ کہیں بھی بے اعتدالی سے کام نہیں لیتے، جس تصنیف پر بھی آپ نے اپنی تنقیدی نظر ڈالی اس کی تمام خوبیوں اور خامیوں کو بیان کیا۔ ادب میں کئی ایسے ادیب ہیں جنہوں نے اپنے دوست کی تخلیق میں تمام خوبیاں بیان کر دی اور خامیوں سے چشم پوشی کر گئے اور پھر جب کسی دشمن کی تصنیف پر اظہار خیال کیا تو تمام خامیوں کو اجاگر کر دیا اور خوبیوں پر نظر نہیں ڈالی، لیکن محبوب راہیؔ کے یہاں یہ روّیہ نہیں ملتا۔ وہ جب کسی تصنیف پر نگاہ ڈالتے ہیں تو دوست اور دشمن کو فرق کے بھول کر تصنیف کی خوبیوں اور خامیوں پر اپنی توجہ مرہوز کرتے ہیں، جس کے سبب آپ کی تنقید میں اعتدال وتوازن پیدا ہو گیا ہے۔

محبوب راہیؔ کی تخلیقات میں بیبا کی اظہارِ بیان، ایمانداری، صاف گوئی، جذبہ واحساس کی صداقت، مشق ومحنت دولت ایمان اور صداقت پسندی کا طرّہ امتیاز ہے۔ محبوب راہیؔ کے تحقیقی تنقیدی تجزیاتی اور تبصراتی مضامین میں بصارت وبصیرت وادراک کی کوئی کمی نہیں ہے، اور افہام اور تفہیم کے مراحل سے گزار کر تخلیقات میں محاسن ومعائب کی شناخت اس پر خود بہ خود جلوا فروز ہو جاتی ہے۔

کچھ ادب نواز شخصیتوں نے محبوب راہیؔ کی زود گوئی پر انگنت نمائی کی لیکن یہ انگشت نمائی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ لکھتا وہی ہے جس کے پاس لکھنے کی صلاحیت ہو۔ جس کے پاس الفاظ کا ذخیرہ ہو، جو تجزیات کی بھٹی میں تپا ہو جس کا مشاہدہ وسیع ہو، آپ پر لگا ہوا یہ الزام کہ آپ زور گو ہو، بے بنیاد سا لگتا ہے، کیونکہ آپ نے اپنے مشاہدات اور تجزیات کو الفاظ کے پیکر میں ڈھال کر پیش کیا، یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔

تحقیق وتنقید نگاری میں حق گوئی اور اعتدال پسندی نہایت اہم ہے، ایک محقق تب تک تنقید وتحقیق کا حق ادا نہیں کر سکتا جب تک وہ حق پسندی اور اعتدال پسندی سے کام نہ لیں، محبوب راہیؔ نے بھی تحقیق وتنقید کے میدان میں حق گوئی اور اعتدال پسندی سے کام لیا اور اپنی تخلیقات میں کھرے کھوٹے کے فرق کو واضح کیا، جب آپ کسی ادبی شہ پارے پر اپنی تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو اعتدال وتوازن سے کام لیتے ہوئے فن پارے کی خوبیوں اور خامیوں پر اپنی گرفت کرتے ہیں۔ اور اس فن پارے میں جتنی بھی خوبیاں ہے، ان کو منظرِ عام پر لانے کی پوری کوشش کرنے کے ساتھ ہی اگر اس فن پارے میں کوئی خاصی موجود ہے تو اسے بھی بیان کرتے ہیں، لیکن خامی بیان کرتے وقت آپ کا روّیہ سمجھانے والا ہوتا ہے نہ کہ دشمنانہ آپ نے اپنے دوست واحباب کی تصنیفات پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ان کے ساتھ پورا پورا انصاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس طرح محبوب راہیؔ کا اندرون پاک ہے اسی طرح آپ کی نثر بھی بغض اور کینا کی لعنت سے پاک ہے، آپ کی نثری زبان میں

شستی ،شائستگی لطافت کی چاشنی اور سادگی کے ساتھ بے ساختہ اظہار ہے۔ جسے پڑھنے والا بے اختیار پڑھتا چلا جاتا ہے،اس کی دلچسپی میں کوئی کمی نہیں آتی ،جبکہ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ تحقیقی وتنقیدی نثر لکھتے وقت نثر خشک ہوجاتی ہے یا پھر اسے جان بوجھ کر گنجلک اورادک بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔لیکن محبوب راہیؔ کی نثر اس طرح کی کمیوں سے پاک صاف نظر آتی ہے،اس کے پیچھے سب سے خاص وجہ یہی ہے جب آپ کسی شاعر وادیب پر قلم اٹھاتے ہیں وہ بڑی کشادہ دلی، وسیع النظری سے ان کے فکر وفن کا جائزہ لیتے ہیں آپ جب بھی کسی پر لکھنے بیٹھتے ہیں تو مثبت اندازِ فکر اختیار کرتے ہیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ ادیب اور شاعر دوسروں کے اعترافِ فن میں ذرا کاٹ کٹر سے کام لیتے ہیں،اور کبھی کبھی تو فن کار کی تخلیق سے عیب ڈھنڈ ڈھنڈھ کر بیان کرنا اپنے لیے باعثِ افتخار سمجھا ہے،لیکن محبوب راہیؔ اس زمرے میں نہیں آتے ،وہ شاعر وادیب کی تمام خوبیوں کو بڑی خوش دلی سے بیان کرتے ہیں،اور شاعر وادیب کی عیوب پر دشمنانہ طریقہ سے وار نہیں کرتے۔

محبوب راہیؔ کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ وہ ایسے مضامین کو بھی بڑی آسانی سے لکھ لیتے ہیں،جن پر اکثر شعراوادیب کی گرفت کم رہتی ہے،محبوب راہیؔ نے اپنے مضامین کے ذریعہ ہندو مسلم ایکتا اور بھائی چارے کو ایک دھاگے میں پرونے کی کوشش کی ہے اور قومی یکجہتی کا پیغام دیا ہے۔

محبوب راہیؔ کو اللہ نے بہت ساری خوبیوں سے نوازہ ہے جس میں وسیع القلبی خاص ہے۔اسی خوبی کے سبب آپ نے ادب کی مشہور ومعروف ہستیوں سے لے کر کم نام اور گمنام شخصیات پر قلم اٹھایا ان کے فن اور شخصیت پر مضامین تحریر کیے۔ یہ مضامین رسائل وجرائد کی زینت بنتے رہتے ہیں، اور کتابیں منظرِ عام پر آکر اردو دنیا کو متوجہ کرتی رہتی ہیں،جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ دوسرے قلم کاروں کی کاوِشات کو پورے خلوص دل سے اپناتے ہیں۔

محبوب راہیؔ نے ''سفر ہے شرط'' لکھ کر بحیثیت سفر نامہ نگار اپنی ایک پہچان بنائی۔کسی سفر کی روداد کو اگر محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو اس کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ انہیں کتاب کی شکل میں شائع کروادیا جائے تاکہ آئندہ نسلیں بھی انہیں پڑھیں اور فیضیاب ہوسکے۔ دستاویزی شکل اختیار کرلینے کے بعد ان میں بدلاؤ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، اسی لیے محبوب راہیؔ نے بھی اپنے مختلف اشعار کی روداد قلم بند کی اور انہیں یکجا کرکے ''سفر ہے شرط'' کے نام سے شائع کیا۔ یہ سفر نامہ جن میں تاثرات کا ایک جہان آباد ہے،آپ جہاں کہیں گئے جس کسی سے ملے جو دیکھا اس کے منفی ومثبت احساسات کو اپنے سفر نامہ میں بیان کردیا۔

اس سفر نامہ میں آپ کے سفرِ حج دوہا نظر کا غیر ملکی سفر، اس کے علاوہ دہلی، راجستھان ،کوکن، شعلہ پر،کولکا تا، اجنتا ایلورا اور ممبئی کے اسفار پر مکمل روداد بیان کیے،جن کے مطالعہ سے کئی اَن سُنے قصے جو آپ کی ادبی اور ذاتی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے سامنے جلوہ نما ہوئے جن سے قارئین لطف اندوز ہوتا ہے اور عبرت بھی حاصل کرتا ہے،محبوب راہیؔ کی شاعری جتنی تہ دار اور گہرائی لیے ہوتی ہے ان کے سفر نامہ، اتنی ہی آسان اور شگفتہ نثر میں لکھے گئے ہیں۔نثر کی یہ شگفتگی قارئین کو اپنی سحر بیانی میں باندھ لیتی ہے۔

مکتوب نگاری اردو ادب کی ایک ایسی منفرد صنف ہے جس کے ذریعہ ہمیں ماضی کو جاننے کے مواقع فراہم ہوئے حالانکہ غالبؔ سے پہلے بھی کسی نے خط لکھے ہی ہونگے لیکن اس کی با قائدہ ابتداء غالب کے خطوط سے مانی جاتی ہے،خطوطِ غالب کی اشاعت کے ساتھ ہی خطوط نویسی کو ایک ادبی صنف کا درجہ حاصل ہوا ہے۔ دورِ حاضر میں موبائیل اور انٹرنیٹ کے ذریعہ جو انقلاب برپا ہوا ہے وہ خطوط نویسی کے لیے بہت خطرناک ثابت ہوا اس کی روایت ماند پڑ چکی ہے،لیکن پھر بھی وقتاً فوقتاً شعراء وادیب خطوط کے مجموعہ شائع کر کے اس روایت کو ضلع بخشنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔خطوط کے ایسے ہی مجموعوں میں ''مکتوباتِ مظفر حنفیؔ بنام محبوب راہی'' اور ''مکتوباتِ محبوب راہیؔ بنام نذیر فتح پوری'' ہیں۔ جو خطوط نویسی سے تعلق رکھتے ہیں، پہلے مجموعہ میں مظفر حنفیؔ کے تحریر کردہ خطوط ہیں جو راہیؔ کو لکھے گئے ہیں۔اور دوسرے مجموعہ میں راہیؔ کے وہ تحریر کردہ خطوط ہیں جو نذیر فتح پوری کے نام لکھے گئے ہیں۔ان خطوط کے مطالعہ سے چند بے حد دلچسپ انکشافات اجاگر ہوتے ہیں۔

ان خطوط کے مطالعہ سے مکتوب اور مکتوب الہٰ کے درمیان محبت خلوص اپنائیت کے ساتھ ساتھ ادبی رشتوں پر بھی روشنی پڑھتی ہے۔ ار دونوں کے مابین میں کس طرح کا رشتہ ہے کہ متعلق مزید انکشافات ہوتے ہیں۔محبوب راہیؔ کے خطوط سے ان کی سادہ بیانی اور ذاتی زندگی سے متعلق کئی ایسے واقعہ پر روشنی پڑتی ہے جو آپ نے اپنے سوانح میں بھی بیان نہیں کی ہے۔ جب آپ اپنے حالاتِ زندگی سے متعلق کسی بات کا بیان کرتے ہیں تو بنا کسی بناؤ سنگار سادگی سے اپنے عزیز دوست کو بیان کر دیتے ہیں جس کے سبب راہی اور نذیر کے مابین محبت اور شفقت کا اندازہ ہوتا ہے، اسی طرح جو خطوط مظفر حنفیؔ نے محبوب راہیؔ کو تحریر کیے ہیں ان سے ان دونوں کے ادبی اور ذاتی رشتوں کا پتہ چلتا ہے، یہ دونوں مجموعہ خطوط نویسی کی دم توڑتی روایت میں اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

محبوب راہیؔ نے اپنی خودنوشت سوانح ''زندگی اپنی'' کے زیرِ عنوان تحریر کی ہے جو قسط وار دو ماہی ''گلبن'' میں شائع ہوئی اس کے تحت محبوب راہیؔ نے اپنے بچپن کی زندگی کے حالات وکوائف قلم بند کیے ہیں، انہوں نے اسے مختلف عنونات میں تقسیم کیا ہے اور اسی وجہ سے اس میں ربط وتسلسل نہیں ہے،لیکن بے تکلفی موجود ہے۔موقع

محل کے لحاظ سے جو قصہ انہیں پہلے یاد آیا وہ اسے تحریر کرتے چلے گئے، یہ تمام واقعات ان کی ذاتی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں، اور اس وقت کے سیاسی وسماجی معاشراتی حالات سے بھی آگاہ کرتے ہیں، حالانکہ انہوں نے اپنی سوانح سلسلہ وار نہیں لکھی ہے مگر پھر بھی وہ بے حد دلچسپ ہے۔ کیونکہ اندازِ بیان اتنا مؤثر اور سادہ ہے کہ جب قاری اسے پڑھنا شروع کرتا ہے تو اسے بیچ میں ادھورا نہیں چھوڑتا بلکہ پورا پڑھ کر ہی دم لیتا ہے۔

محبوب راہیؔ کی یادداشت بھی کمال کی ہے جب وہ اپنے بچپن کے واقعات کا ذکر کرتے ہیں تو ہر چھوٹی سے چھوٹی بات جو انہیں یاد ہے اسے وہ اپنی تحریر میں بڑی معصومیت سے بیان کرتے ہیں۔ حالات کے بیان میں کسی طرح کا بناؤ سنگار نظر نہیں آتا۔

محبوب راہیؔ کی یہ تصنیف زندگی کی مکمل عکاسی کرتی ہے۔

نذیر فتح پوری محبوب راہیؔ کی نثر نگاری کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''راہیؔ صاحب کے قلم کی روشنائی میں حلال کم اور جمال زیادہ ہے، سخت گیری اور گرفتِ بیجا کا عمل ان کے یہاں منقود ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود رفیق القلب ہیں، شقی القلب نہیں۔ وہ جب لکھتے ہیں قلم کو اجالوں میں ڈبو کر لکھتے ہیں۔''

(۶)

عتیق احمد عتیق

محبوب راہیؔ کی نثر نگاری پر اپنی ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''راہیؔ صاحب کی نثری زبان بھی بہت سادہ اور رواں ہوتی ہے۔ وہ اپنے ماضی الضمیر کی ادق لفظیات کے ذریعہ بوجھل نہیں بناتے، چونکہ موصوف دونوں ہی اصناف کے مزاج اور تیور سے بخوبی واقف ہیں اس لیے ان کے علمی وادبی مضامین اور مختلف الموضوعات کتابوں پر ان کے تبصرہ بھی ثقیل نہیں ہوتے بلکہ سہل ممتنع کی تعریف میں آتے ہیں۔ دراصل راہیؔ صاحب کا ذہن تو وسیع ہے ہی فکر بھی وسیع ہے اور شخصیت بھی وسیع۔ اسی بنا پر ان کی تحریر وتخلیق کا دائرہ بھی وسیع ہے۔'' (۷)

محمود شیخ

ڈاکٹر محبوب راہیؔ کے تذکرہ نگاری پر اپنا اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آپ نے ایک بزرگ اور باعمل فنکار کی حیثیت سے علاقہ برار کے ہم عصر قلم کاروں کو متعارف کرانے کی مستحسن کوشش کی ہے۔ جسے آپ کی وسیع القلبی پر محمول کیا جائے گا۔ کیا کسی مشہور آدمی کی کوئی ایسی کتاب آپ کی نظر سے گزری ہے جس نے اپنے ہم عصروں کی اس قدر پذیرائی ہو؟ زیادہ تر لوگ اپنے ہی نفس کے غلام ہوتے ہیں، آپ نے انہیں ایک صالح روایت کو اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔''

(۸)

ڈاکٹر پنڈت آنند موہن، زتشی گلزار دہلوی

محبوب راہیؔ کی ادبی شخصیت کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''راہیؔ صاحب کی تخلیق میں ایمانداری، صاف گوئی، بے لاگ، بے باک، بے داغ، اظہارِ بیان، جذبہ و احساس کی صادق ترسیل، مشق ومحنت، دولت ایمان اور صداقت پسندی آپکا طرّۂ امتیاز ہے۔ نئی نسلوں کی تربیت، ذہنی بیداری، حمیت قومی اور مذاق سلیم پیدا کرنے کی بھرپور کوشش نے آپ کی شخصیت کو پُرکشش بنا دیا ہے۔ آپ دور کے نئے لکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ اور شمعِ ہدایت ہیں۔

ڈاکٹر محبوب راہیؔ ہر طرح پختہ کار اور ذمہ دار اردو کی قلم کار ہیں۔ ان کے بارے میں جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔ مگر بوری کے چاولوں میں سے مٹھی بھر چاول اٹھا کر، چاول کی ذات کا پتہ لگ جاتا ہے۔'' (۹)

دل تاج محلی

ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی ادبی شخصیت پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آپ کے دائرۂ فکر وقلم کو محدود نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے طرح طرح کے موضوعات پر خاصہ فرسائی کی ہے۔ بالیدہ ذوق ونظر کے مالک استاد فن ہیں، آپ نو واردان قلم کی رہبری فرماتے ہیں جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ آج کے اس بے حس اور بے ضمیر دور میں حضرت محبوب راہیؔ کی شخصیت کا ثانی ملنا ناممکن تو نہیں دشوار ضرور ہے۔ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ آپ برّصغیر کے تشنگانِ ادب کی رہبری

فرمارہے ہیں اورانکساری کا عالم یہ ہے کہ ہنوز راہیؔ ہیں۔ (۱۰)

خیال انصاری

ڈاکٹرمحبوب راہیؔ کی ادبی خدمات کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''راہیؔ صاحب آپ نے اردو زبان اور بعدازاں اردو ادب کو جس خلوص سے اپنی خدمات دی ہیں وہ اب اردو جہاں میں واضح اور ایک مثال بن چکی ہے۔اردو کی تمام اصناف کو اپنی فکر کے موتیوں سے آراستہ کرنے میں آپ کی شخصیت گنے چنے چندلوگوں میں شمار کی جائے گی۔'' (۱۱)

وصیل خان (مبصر اردو ٹائمز)

ڈاکٹرمحبوب راہیؔ کی ادبی تخلیقات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''محبوب راہیؔ ایک ایسے قلم کار ہیں جنہیں ادوبی دنیا میں متعارف کرائے جانے کی صورت باقی نہیں رہ گئی ہے۔ملک کے بیش تر جرائدورسائل اوراخبارات میں ان کی تخلیقات اس تواتر کے ساتھ شائع ہوئی ہے کہ فی زمانہ کوئی بھی انکا ہمعصر نظر نہیں آتا۔ یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اتنی کثرت کے ساتھ تخلیقی عمل کے باوجود یہاں معنویت اور مقصدیت کے ساتھ فن کا معیار بھی پوری طرح سے برقرار ہے۔وہ ادب کے تقریباً اصناف میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔نثرونظم پرانہیں یکساں قدرت حاصل ہے۔اپنے اندرون کے تمام جذبات واحساسات کو وہ صفحہ قرطاس پر اس طرح بکھیر دیتے ہیں کہ کوئی گوشہ بھی تاریک نہیں رہ جاتا۔'' (۱۲)

ڈاکٹرمظفرحنفی

محبوب راہیؔ کی ادبی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''راہیؔ سے میری قریبی کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔اس وجہ سے ان کے بارے میں توصیفی کلمات کہنے میں تکلف ہوتا ہے کہ لوگ اسے جانبداری بحرمحمول کریں گے ہرچند کہ محبوب راہیؔ وفودشوق میں مجھ پر قلم اٹھاتے ہیں تو کوئی تکلف رواں نہیں

رکھتے ،لیکن یہ اپنے اپنے مزاج کی بات ہے۔اب میں اپنی ناقدانہ اصابت رائے کو محفوظ رکھتے ہوئے اتنا تو کہہ ہی سکتا ہوں کہ اپنے ہمعصروں اورودر بھ کے اصحاب قلم میں ان کا قد اس لیے بہتوں سے نکلتا ہوا ہے کہ وہ غزل، نظم، نعت ومنقبت، تنقید، تحقیق، طنزومزاح، صحافت ادب اطفال جیسے متنوع میدانوں میں بیک وقت اپنی اہمیت کا اعتراف کرا چکے ہیں۔'' (۱۳)

عظیم راہیؔ

ڈاکٹرمحبوب راہیؔ کی ادبی شخصیت کا مطالعہ بڑی گہری نظر سے کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

''راہیؔ صاحب نے معنوی طور پر اپنا ناقدانہ بڑھانے کے لیے کبھی سستے طریقے نہیں اپناتے ایسی مبالغہ آمیزاور سستی جذباتیت کومشتعل کرنے والی شاعری سے شعوری طور پر احتراز کیا جو اللہ اوراس کے رسولؐ کی ناراضگی کا باعث ہوتی ہے۔یا جس کے تخلیق کاروں کوافلاطون نے اپنی مثالی جمہوریہ سے دربدری کا حکم دے دیا تھا۔

محبوب راہیؔ کی شاعری ان کے لیے راہِ نجات بھی ہے اور سرمایہ نجات بھی۔ موصوف نے نونہالانِ قوم وملت کے لیے رنگا رنگ گل بوٹے سجا کر نئی پھلواری کا انتظام کیا ہے۔طنزومزاح کے دشت میں بھی اپنی فکر کے گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ تہنیتی نظمیں،سہرے،رخصتیاں،قطعات،رباعیات،کیا ہے جونہیں لکھا ہے۔راہیؔ صاحب نے پھر یہ کہ جدید شاعری میں اپنے مقام''ثبات'' کی''تردید'' کے ساتھ پیش رفت، جاری رکھتے ہوئے اپنے آپ کی بازیافت کی اور بہرصورت، بندمٹھی کا بھرم قائم رکھا۔علاوہ ازیں نثر کی میدان میں سیکڑوں مضامین ،تبصرے ،تنقیدی، تحقیقی، ہنگامی، موضوعاتی اور تجزیاتی مقالوں کے انبار لگا دیے۔جو کچھ لکھا خوب سے خوب لکھا۔ان پر لکھا جن پر کس نے نہیں لکھا، چبے چبائے نوالوں سے پرہیز کرتے ہوئے گمنام اور غیر معروف لیکن حقیقی Geniune فنکاروں کومنظرِ عام پر لانے کا کارخیر اگر کسی نے انجام دیا ہے تو بلاشبہ وہ محبوب راہیؔ کی ذات ہے۔وہ سرسری

انداز میں کسی کے فن سے نہیں گزرتے جو کچھ لکھتے ہیں ڈوب کر اور کھل کر کر سکتے ہیں
اور متعلقہ فنکار کے زیادہ سے زیادہ مثبت پہلو عوام کے سامنے لاتے ہیں۔ مومن
،مومن کا آئینہ ہوتا ہے کی مصداق منافقت انہیں چھو کر بھی نہیں گزری ہے ہر ایک
کے لیے سراپا خلوص اور پیکر محبت ہیں۔'' (۱۴)

اس مقالہ کے آخری باب میں ماحصل کے تحت محبوب راہیؔ کی ادبی خدمات پر رائے قائم کی گئی ہے اور معاصرین کی نظر میں ان کے مقام و مرتبہ کا تعین بھی کیا گیا ہے۔ اور آپ کی شاعری اور نثر کے مختلف پہلو پر تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے۔

آخر میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محبوب راہیؔ ایک روشن ستارے کے مانند ہیں جس کی روشنی بہت دور تک اور بہت دیر تک پھیلتی رہے گی۔ آپ اردو ادب کے ان شاعروں اور ادیبوں میں شمار کیے جاتے ہیں جن کی علمی و ادبی بصیرت اور فن شاعری پر گرفت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی نظر میں شعر و ادب تنقید حیات بھی ہے اور تہذیبِ حیات بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری و نثری اصناف موجودہ سماج کی آئینہ دار ہیں۔

☆☆☆

حوالہ جات باب ششم

نمبر	نام کتاب/رسالہ	مصنف/مرتب	صفحہ نمبر	سنِ اشاعت
۱۔	سہ ماہی اسباق، پونہ	نذیر فتح پوری	۱۳	۲۰۰۶ء
۲۔	سہ ماہی اسباق، پونہ	نذیر فتح پوری	۳۶	۲۰۰۷ء
۳۔	ایک کتاب محبوب راہی کی کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۱۸۴-۱۸۵	۲۰۰۴ء
۴۔	ایک کتاب محبوب راہی کی کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۲۶	۲۰۰۴ء
۵۔	ایک کتاب محبوب راہی کی کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۱۶-۲۱۷	۲۰۰۴ء
۶۔	سہ ماہی اسباق، پونہ	نذیر فتح پوری	۶۵	۲۰۰۴ء
۷۔	ایک کتاب محبوب راہی کی کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۸۹	۲۰۰۴ء
۸۔	ایک کتاب محبوب راہی کی کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۹۲	۲۰۰۴ء
۹۔	ایک کتاب محبوب راہی کی کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۹۳	۲۰۰۴ء
۱۰۔	ایک کتاب محبوب راہی کی کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۹۴-۲۹۵	۲۰۰۴ء
۱۱۔	ایک کتاب محبوب راہی کی کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۹۷	۲۰۰۴ء
۱۲۔	ایک کتاب محبوب راہی کی کی کثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامی	۲۵۷	۲۰۰۴ء
۱۳۔	اگلا فلیپ محبوب راہی ایک مطالعہ	ڈاکٹر امین انعمدار	اگلا فلیپ	۲۰۰۶ء
۱۴۔		ڈاکٹر امین انعمدار	۱۶۲	۲۰۰۶ء

تلخیص

مقالے کا موضوع : ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی حیات اور ادبی خدمات

مقالہ نگاری : حنا کوثر

نگراں : ڈاکٹر حسن آرا

ریٹائرڈ صدر شعبۂ اردو

گورنمنٹ آرٹس کالج، کوٹہ (راجستھان)

ڈاکٹر محبوب راہیؔ کی حیات اور ادبی خدمات

یہ تحقیقی مقالہ چھ ابواب پر مشتمل ہیں۔

باب اوّل : شخصیت اور سوانح

باب دوم : محبوب راہیؔ کا ادبی پس منظر

باب سوم : محبوب راہیؔ کی غزل گوئی

باب چہارم : محبوب راہیؔ کی نظم نگاری

باب پنجم : محبوب راہیؔ نثر نگاری

باب ششم : محبوب راہیؔ معاصرین کی نظر میں

ماحصل

باب اوّل: شخصیت اور سوانح

ہندوستان ایک ایسا وسیع ملک ہے جو کئی صوبوں کو سمیٹے ہوئے ہیں اور اس کا ہر ایک صوبہ اپنی ایک منفرد پہچان رکھتا ہے۔ ایسا ہی ایک سوبہ مہاراشٹر بھی ہے جو اپنی ذرخیزی اور خوشبودار فضاؤں کے لیے مشہور رے ہے۔ مہاراشٹر میں کئی ضلع شامل ہیں، جو اپنی منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک ضلع بلڈانہ ہے جس کا ایک چھوٹا سے گاؤں ماٹرگاؤں ہیں۔ اور یہیں ۲۰ رجون ۱۹۳۹ء کو محبوب راہیؔ کی ولادت ہوئی۔ آپ بنیادی طور پر شاعر اور بلند پایہ نثر نگار ہیں۔ آپ ایک شاعر و نقاد کے ساتھ ساتھ سوانح نگار کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے حمد و نعت، گیت، قطعہ، دوہے، رباعیات، تضمین، طنز و مزاحیہ نظموں میں بھی طبع آزمائی کی۔

آپ کی پیدائش ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے آباء واجداد مغلیہ دور میں پٹیل کے عہدے پر فائز تھے۔ اس دور میں پٹیل کا عہدہ اعزازی ہوا کرتا تھا لیکن خاندان کے لیے منفعت بخش نہیں تھا۔ گھر کا ماحول مذہبی ہے۔ اس ماحول کے اثرات آپ کے ذہن میں پڑے اور آپ مذہبی روایت کے پاسدار بن گئے۔

مذہب آپ کے خمیر میں رچا بسا ہے، اور خون بن کر آپ کی رگوں میں دوڑتا ہے آپ کے بنیادی نظریہ اور فطری رجحان کے زیرِ اثر لاشعوری طور پر مذہب آپ کی رگ و پے میں سرایت کرتا ہے۔

آپ کی ابتدائی زندگی غربت و مفلسی میں گزری، آپ کے والدین نے آپ کی تربیت بہترین انداز میں کی، ان مشکل معاشی حالات کے باوجود بھی آپ نے ہمّت نہ ہاری اور تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کی اس کوشش میں آپ کامیاب بھی ہوئے۔ آپ نے تعلیمی شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی۔ یہ سند آپ کو یونہی حاصل نہیں ہوئی بلکہ اس کے لیے آپ نے جی توڑ محنت کی، جس کا ثمرہ ''مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے'' کی شکل میں آپ کو ملا۔

آپ کی زندگی کا ایک بڑا حصّہ درس و تدریس میں گزرا بحیثیت مدرس آپ نے ہزاروں بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا اور آپ کے طالبِ علم آج ملک اور بیرونِ ملک میں اچھے عہدوں پر فائز ہیں۔

اپنی ملازمت کے سلسلہ میں آپ کھام گاؤں، پیپل گاؤں، لاکھنواڑہ، بارسی ٹاکلی رہے۔ دورِ حاضر میں مستقل طور پر آپ بلڈانہ میں سکونت پذیر ہیں اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ پرسکون زندگی گزار رہے ہیں۔

محبوب راہیؔ اعلیٰ تعلیم یافتہ شخصیت ہیں۔ آپ کی ڈگریاں دیکھ کر کئی لوگوں کو آپ سے حسد بھی ہوتی ہے۔ جس کے سبب وہ آپ پر تنقیدی حملہ کرتے ہیں۔ لیکن محبوب راہیؔ حاسدین کے ان تنقیدی حملوں سے گھبراتے نہیں

ہیں، اورانہیں اپنی قلم سے منہ توڑ جواب دیتے ہیں۔

آپ نے شاعری ونثر دونوں ہی میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے، جس کا صلہ آپ کو انعامات واعزازات کے روپ میں ملا۔ ان انعامات واعزازات میں مہاراشٹر، یوپی، بہار، مغربی بنگال کی کئی صوبائی اردو ایکٹرمیوں کے انعامات شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو اپنی تدریسی خدمات کے لیے صدرِ جمہوریہ ہند کے ہاتھوں مثالی مدرس کے نیشنل ایوارڈ سے بھی نوازا جاچکا ہے۔

آج محبوب راہیؔ ایک ایسے باغ کے مالک ہیں جس میں بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی بھی پھل پھول رہے ہیں۔ آپ نے اس چمن کی آبیاری اپنے خونِ جگر سے کی اور آج اس باغ کو پھلتے پھولتے دیکھ کر باغباں ہوتے ہیں۔

باب دوم: محبوب راہیؔ کا ادبی پس منظر

اگر ہم آپ کی ادبی نشوونما کے تعلق سے حالات کا جائزہ لیں تو علاقہ برار کے اردو زبان وادب کی تاریخ بے مثال رہی ہے۔ یہاں کے علاقہ میں شعراء وادباء کی تخلیقات کے بیش بہا خزانے موجود ہیں۔ اور انہیں تخلیق کاروں نے اپنی قلم کے جوہر دکھائے اور گوہر آب دار کی چمک سے یہاں کے ادبی ماحول کو ماند نہیں ہونے دیا، اپنی تخلیقی کاوشوں سے ادبی فضا کو ہمیشہ سرسبز رکھا۔ اس ادبی خزانہ کو محبوب راہیؔ نے بھی اپنی ادبی تخلیقات سے خوب مالا مال کیا۔

بزرگ شعراء حضرات اور محبوب راہیؔ کے ہم عصر شعراء نے مل کر علاقہ برار کے ادبی ماحول کو پروان چڑھایا اور اپنی تخلیقات کے ذریعہ ادب میں اضافہ کررہے ہیں۔

آپ کے ادبی سفر میں آپ کے دوست واحباب نے آپ کی حوصلہ افزائی کی۔ لیکن آپ کو اس طرف راغب کرنے میں سب سے بڑا ہاتھ آپ کے مرحوم استاد ''مصطفیٰ خاں صاحب'' کا ہے جنہوں نے آپ کو اس طرف راغب کرکے آپ کی حوصلہ افزائی کی جس کے طفیل آج آپ اس مقام تک پہنچیں اور آج تقریباً ۴۸ رکتابوں کے مصنف ہیں۔ جس میں ہر طرح کی اصناف مثلاً غزل، نظم، نعت، گیت، رباعی، قطعہ، دوہے، طنز ومزاحیہ شاعری بچوں کے لیے نظمیں، تنقیدی مضامین، تحقیقی مقالہ، سفرنامہ، خطوط نگاری، سوانح نگاری، ترتیب واتنخاب وغیرہ موجود ہیں۔ علاقہ برار میں ادب کی محفلیں غلام حسینؔ چشتی ایلچپوری، عبداللہ منظرؔ، مصطفیٰ خاں جمیلؔ، غلام ربّانی نعیمؔ، یحییٰ نشیطؔ، ڈاکٹر صفدر، پروفیسر مصطفیٰ خاں، رفیق شاد اکولوی، خلشؔ تسکین، شکیل اعجازؔ، مرحوم عبد

اللطیف خاں، ڈاکٹر ذاکر نعمانی، رفیق شاکرؔ جیسے ادباء کے دم قدم سے روشن ہیں۔

محبوب راہیؔ ہندوستان کے سب سے زیادہ چھپنے والے شاعر اور ادیب ہیں۔ ملک و بیرونِ ملک کے رسائل و جرائد میں آپ کی تخلیقات وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں۔

باب سوم: محبوب راہیؔ کی غزل گوئی

محبوب راہیؔ نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز غزل سے کیا۔ لیکن راہیؔ کے یہاں ایسا نہیں ہے کہ انہیں صرف غزل ہی محبوب ہو۔ آپ ہر صنف میں خوش دلی سے طبع آزمائی کرتے ہیں اور جب جس صنف کا خیال آیا بس اس پر قلم اٹھا دیا اور پھر وہ قلم اس طرح سحر دکھاتا ہے کہ قاری کو اپنی طرف خود بہ خود متوجہ کر لیتا ہے۔ شاعری کی بات کریں تو آپ نے حمد، نعت، گیت، غزل، تضمین، نظم، بچوں کے لیے نظمیں، دوہے، قطعہ، رباعی وغیرہ تقریباً ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہو ؎

اندھیرے چند لمحوں میں بساط اپنی اٹھالیں گے
بہے گا نور سڑکوں پر ذرا سورج نکلنے دو

جھیلنا کرب کی دوزخ اسے جنّت لکھنا
اس قرینے سے شب و روز کی حالت لکھنا

پہنچا بلندیوں پہ بھی انسان کے ساتھ ساتھ
حد فلک کو چھونے لگا آدمی کا کرب
ہاتھ کٹ جاتے ہیں سر تن سے جدا ہوتے ہیں
کھیل بچّوں کا نہیں حرفِ صداقت لکھنا

شرافت، قابلیت، آدمیت
غلط ہے سب اگر سچ بولتا ہے

ہر نیکی کرتے ہوئے شہرت کی خاطر
اللہ سے بھی سودے بازی کرتے ہو

ان اشعار کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ راہیؔ علاقۂ برار کے نمائندہ غزل گو شعراء میں انفرادی مقام ومرتبہ رکھتے ہیں۔آپ نے عشقِ حقیقی اور عشق مجازی سے اپنی غزلوں کو روشن کیا ہے، سجایا ہے، سنوارا ہے۔آپ کے دل میں جو جذبات انگڑائیاں لیتے ہیں اسے غزل کے پیکر میں ڈھال دیتے ہیں۔ زندگی کی دھوپ چھاؤں سے حاصل تجربات سے انہوں نے اپنی غزلوں کو بلند و بالا کیا ہے۔

محبوب راہیؔ کی شاعری مسائل سے جھوجھنے، خلوص ومحبت، ایثار، قربانی، عزم وحوصلہ سے نبرد آزماں ہونے کی تلقین کرتی ہے۔آپ کی شاعری اندھیروں میں بھی اجالے تلاش کر لیتی ہے۔

اگر آپ کی حمد ونعتیہ شاعری کے بارے میں بات کریں تو آپ کی حمد یہ نعتیہ شاعری کی یہ خاصیت رہی ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری میں کسی ایک مضمون کو دوہرایا نہیں ہے۔آپ نے نعت گوئی کے اداب کا پورا التزام کیا ہے، آپ نے حضورؐ سے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کیا اور ساتھ ہی پیارے نبی کی سیرت وکردار کو پیش کر کے معاشرہ کی اصلاح کے روشن پہلو تلاش کیے۔

نعت گوئی کا فن تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے، ہر کوئی اس مشکل صنف میں طبع آزمائی کرنے سے پرہیز کرتا ہے محبوب راہیؔ نے اس صنف میں بھی طبع آزمائی کی اور جوش میں ہوش نہ کھوتے ہوئے اپنے ہوش وحواس پر قابو رکھ کر سرورِ کائنات کی مدحت بیان کی۔اور بال برابر بھی لغزش (غلطی) کو تاہی نہیں برتی بلکہ پیارے نبی کے شایانِ شان ان کے اوصاف بیان کیے۔

وقتاً فوقتاً آپ اپنے قارئین کے سامنے حمد ونعت پیش کرتے رہیں جس کے اعتراف میں ادارہ ادبِ اسلامی مہاراشٹر کی جانب سے راہیؔ کو حفیظ میرٹھی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ یہ ایوارڈ خصوصاً انہیں شعراء کو دیا جاتا ہے جو مذہبی بنیادوں پر اسلامی شاعری کرتے ہیں۔راہیؔ کو بھی یہ سرفراز حاصل ہے۔چند اشعار ملاحظہ ہو ؎

تو ہی مالک ہے روزِ محشر کا
ہے تیرے ہاتھ پر جزا و سزا
تیری ہر شئے پہ حکمرانی ہے
تو ہی باقی، ہر ایک فانی ہے
دلوں میں اپنے جو حبِّ رسولؐ رکھتے ہیں
وہ اور کب کوئی شوق فضول رکھتے ہیں

بوجھ عصیاں کا لے آیا ہوں اب تیرے حضور
بخش دے سارے گناہوں کو اب میرے حضور

باب چہارم: محبوب راہیؔ کی نظم نگاری

اردو کے تقریباً سبھی شعراء نے نظم کے پیرائے میں اظہارِ خیال کیا ہے اور یہ فہرست کافی طویل ہے اس فہرست میں ایک نام محبوب راہیؔ کا بھی شامل ہے۔ آپ نے غزلوں کے ساتھ ساتھ نظموں میں بھی طبع آزمائی کی، کیونکہ محبوب راہیؔ استادرہ چکے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ طلبہ وطلبات کے بیچ گزارا ہے اس لئے آپ بچّوں کی ضروریات ان کی نفسیات سے بہت حدتک واقفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی نظموں کے ذریعہ بچّوں کے کردار کو سجانے، سنوارنے، نکھارنے اور ان کی معلومات میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ کی نظموں میں موضوعات کا تنوع ہے ہلکی پھلکی مترنّم بحروں کا استعمال ہوا ہے، زبان سادہ ہے اور بچّوں کی نفسیات سے متعلق ہے، جس کے سبب انہیں سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ جس طریقہ سے نعت گوئی ایک مشکل فن ہے۔ اس طریقہ سے بچوں کے لئے ادب تخلیق کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں، لیکن محبوب راہیؔ اس میدان میں بھی کامیابی کے ساتھ فتح و کامرانی کی منزلوں تک پہنچ گے۔ آپ نے اپنی نظموں کے ذریعہ بچّوں کے ادب میں اپنی ایک منفرد شناخت قائم کی۔

آپ نے ابتدائی دور میں دوسرے موضوعات پر بھی نظمیں تحریر کی ہیں۔ مختلف موضوعات پر آپ کی تحریر کردہ نظمیں آپ کے مجموعہ ''غزل کے بعد'' میں شامل ہیں۔ ابتدائی دور کی نظموں میں جوش وجذبہ کی فراوانی، جوانی کی امنگوں کے باعث سادگی روانی اور برجستگی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی دیگر نظموں میں حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کی صورت میں ان موضوعات میں مضحکہ خیز رسومات، تعصب، فسادات، منافقت، فرقہ وروایت، خودغرضی، سیاست کی ہالاکیاں، دین ومذہب کی پامالی اور کرپشن وغیرہ کو تنقید کا شانہ بنایا گیا ہے۔

محبوب راہی ''شفیع الدین نیّر'' کے بعد سب سے زیادہ نظمیں کہنے والے شاعروں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی نظموں نے شفیع الدین نیر کی کمی کو پورا کیا ہے، اکثر محبوب راہیؔ پر زود گوئی کا الزام لگایا گیا ہے لیکن لکھتے وہی ہیں جن مین لکھنے کی صلاحیت ہو۔ کبھی لکھتے وقت آپ نے کبھی بھی کمیوں سے چشم پوشی نہیں کی اور فنی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھتے ہوئے ادب تحریر کیا۔ آپ نے غزل، حمد ونعت، نظم کے ساتھ ساتھ گیت، قطعہ، دوہے، رباعیات، تضمین اور طنز ومزاحیہ نظموں میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔

راہیؔ صاحب کو اپنی ایک طنزیہ نظم ''آج کا نیتا'' کے لیے زندہ دالانِ حیدرآباد کا ''کل ہند'' اوّل انعام بھی موصول ہوا۔ نظم سے بند ملاحظہ ہو ؎

لوگ رشوت کہتے ہیں اس کے لیے نذرانہ ہے
اس مجاہد ہر اک اقدام بے باکانہ ہے
قصر شاہی سے بھی برتر اس کا دولت خانہ ہے
قوم کے سِوک کا جو انداز ہے شاہانہ ہے
قوم آگا ہے جو اور قوم ہے جس کی غلام
رہنما اردو میں ہے ہندی میں نیتا جس کا نام

☆☆☆

ہو زبانوں کے وہ جھگڑے یا مذاہب کے فساد
مزرع فصل سیاست کے لیے ہے خوب کھاد
انتشار وبرہمی کا کیوں کرے وہ انسداد
اس میں تو ہے اس کی دوکانِ سیاست کا مفاد
خود ہی کرتا ہے فسادوں کا جو ہر دم اہتمام
رہنما اردو میں ہ ہندی میں نیتا جس کا نام

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں ہے کہ محبوب راہیؔ نے ہر موضوع پر نظم لکھی ہیں۔ چاہے ذاتی موضوعات ہو یا معاشری، مذہبی ہو یا وطن دوستی، انسانی زندگی ہو یا قدرتی اشیاء، آزادی ہو یا بچوں کا ادب ہر موضوع پر آپ نے قلم کو رواں رکھا ہے۔

باب پنجم: محبوب راہیؔ کی نثر نگاری

آپ نے شاعری کے ساتھ نثر کے میدان میں بھی کارہائے نمایاں انجام دئے آپ کے مضامین ملکی اور غیر ملکی رسائل اور جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ تنقید و تحقیقی نوعیت کے مضامین یکجا کر کے کتابی صورت میں منظرِ عام پر آتے ہیں اور قارئین سے داد و تحسین حاصل کرتے ہیں۔

آپ نے ''مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے'' عنوان سے مظفر حنفیؔ صاحب پر تحقیقی مقالہ تحریر کیا۔ جس کے تحت مظفر حنفیؔ کی شخصیت اور ادبی زندگی سے روبرو ہونے کا موقع میسر آیا، اس کے علاوہ آپ کی تنقیدی و تحقیقی مضامین پر مشتمل تقریباً ۲۰ رتصانیف شائع ہوچکی ہیں۔ ان تصانیف میں سیکڑوں مضامین شامل ہیں جو اردو ادب کی مشہور و معروف ہستیوں سے لے کر گمنام شخصیات تک سبھی کا احاطہ کرتی ہے، یہ آپ کا خاصہ ہے کہ آپ نے گمنام ہستیوں پر بھی قلم اٹھایا اور ان کی تصانیف کا ادبی جائزہ لیا، اور ادب میں انہیں ایک خاص مقام دلانے کی کوشش کی۔

تحقیق و تنقید نگاری میں حق گوئی اور اعتدال پسندی نہایت اہم ہے، ایک محقق تب تک تنقید و تحقیق کا حق ادا نہیں کرسکتا جب تک وہ حق پسندی اور اعتدال پسندی سے کام نہ لیں، محبوب راہیؔ نے بھی تحقیق و تنقید کے میدان میں حق گوئی اور اعتدال پسندی سے کام لیا اور اپنی تخلیقات میں کھرے کھوٹے کے فرق کو واضح کیا، جب آپ کسی ادبی شہ پارے پر اپنی تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو اعتدال و توازن سے کام لیتے ہوئے فن پارے کی خوبیوں اور خامیوں پر اپنی گرفت کرتے ہیں۔ اور اس فن پارے میں جتنی بھی خوبیاں ہے، ان کو منظرِ عام پر لانے کی پوری کوشش کرنے کے ساتھ ہی اگر اس فن پارے میں کوئی خامی موجود ہے تو اسے بھی بیان کرتے ہیں، لیکن خامی بیان کرتے وقت آپ کا روّیہ سمجھانے والا ہوتا ہے نہ کہ دشمنانہ۔ آپ نے اپنے دوست واحباب کی تصانیف پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ان کے ساتھ پورا پورا انصاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس طرح محبوب راہیؔ کا اندرون پاک ہے اسی طرح آپ کی نثر بھی بغض اور کینا کی لعنت سے پاک ہے، آپ کی نثری زبان میں شستی، شائستگی لطافت کی چاشنی اور سادگی کے ساتھ بے ساختہ اظہار ہے۔ جسے پڑھنے والا بے اختیار پڑھتا چلا جاتا ہے، لیکن اس کی دلچسپی میں کوئی کمی نہیں آتی، جبکہ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ تحقیقی و تنقیدی نثر لکھتے وقت نثر خشک ہوجاتی ہے یا پھر اسے جان بوجھ کر گنجلک اور ادک بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن محبوب راہیؔ کی نثر اس طرح کی کمیوں سے پاک صاف نظر آتی ہے، اس کے پیچھے سب سے خاص وجہ یہی ہے جب آپ کسی شاعر و ادیب پر قلم اٹھاتے ہیں وہ بڑی کشادہ دلی، وسیع النظری سے ان کے فکر و فن کا جائزہ لیتے ہیں آپ جب بھی کسی پر لکھنے بیٹھتے ہیں تو مثبت اندازِ فکر اختیار کرتے ہیں۔

محبوب راہیؔ کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ وہ ایسے مضامین کو بھی بڑی آسانی سے لکھ لیتے ہیں، جن پر اکثر شعرا و ادیب کی گرفت کم رہتی ہے، محبوب راہیؔ نے اپنے مضامین کے ذریعہ ہندو مسلم یکجہتی اور بھائی چارے کو ایک دھاگے میں پرونے کی کوشش کی ہے اور قومی یکجہتی کا پیغام دیا ہے۔

آپ نے ہر مضامین پر قلم اٹھایا ہے۔ ایک اور جہاں آپ نے ''سفر ہے شرط'' لکھ کر بحیثیت سفر نامہ نگار

اپنی پہچان بنائی ہے تو وہیں مظفر حنفیؔ اور نذیرؔ فتح پوری کو لکھے گئے خطوط کے مطالعے سے مکتوب اور مکتوبِ الیہ کے درمیان محبت ،خلوص ،اپنائیت کے ساتھ ساتھ ادبی رشتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے جو خطوط نویسی کی دم توڑتی روایت میں اضافہ کرتی ہے۔اپنی خودنوشت سوانح زندگی میں اپنا بچپن اور زندگی کے تمام حالات اور کوائف کو قلم بند کرا سے مختلف عنوانات میں تقسیم کیا ہے۔جس بھی موضوع پر آپ لکھتے ہیں اس کی تفصیل اور جزیات پیش کرتے ہیں۔

باب ششم: محبوب راہیؔ معاصرین کی نظر میں

ماحصل

اس طرح مقالے کی آخری باب بابِ ششم میں محبوب راہیؔ کی ادبی شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس باب میں راقمہ نے محبوب راہیؔ کی شخصیت کو اردو ادب کے معجز حضرات کی نظر سے جانچنے اور پرکھنے کی کوشش کی ہے۔اور آپ کی شاعری اور نثر کے مختلف پہلوؤں پر تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے۔ان میں سے ڈاکٹر مظفر حنفیؔ، نذیرؔ فتح پوری، عتیق احمد عتیقؔ، محمود شیخؔ، ڈاکٹر پنڈت آنند موہنؔ، زتشی گلزار دہلویؔ، دل تاج محلؔ، خیال انصاری، وصیل خان (مبصر اردو ٹائمز)، عظیم راہیؔ وغیرہ کی رائے شامل ہیں۔

آخر میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محبوب راہیؔ ایک روشن ستارے کے مانند ہیں جس کی روشنی بہت دور تک اور بہت دیر تک پھیلتی رہے گی۔آپ اردو ادب کے اُن شاعروں اور ادیبوں میں شمار کیے جاتے ہیں جن کی علمی وادبی بصیرت اور فنِ شاعری پر گرفت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ان کی نظر میں شعر وادب حیات بھی ہے اور تہذیبِ حیات بھی۔یہی وجہ ہے کہ ان کی شعری ونثری اصناف موجودہ سماج کی آئینہ دار ہیں۔

کتابیات Bibliography

نمبر	نام کتاب	مصنف/مرتب	موضوع	سنِ اشاعت
۱۔	ثبات	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	غزلیات	۱۹۷۹ء
۲۔	رنگا رنگ	ڈاکٹر محبوب راہیؔ	بچوں کی منظومات	جون، ۱۹۸۳ء
۳۔	=	=	=	=
۴۔	=	=	=	=
۵۔	تردید	=	غزلیات	۱۹۸۳ء
۶۔	گل بوٹے	=	بچوں کی منظومات	۱۹۸۳ء
۷۔	بازیافت	=	غزلیات/رباعیات	۱۹۸۵ء
۸۔	مظفر حنفی شخصیت اور کارنامے	=	تحقیقی مقالہ	۱۹۸۷ء
۹۔	=	=	=	=
۱۰۔	پیش رفت	=	غزلیات، رباعیات	۱۹۹۴ء
۱۱۔	تری آواز مکے اور مدینے	=	حمد و نعت، منقبت	۱۹۹۸ء
۱۲۔	سرمایہ نجات	=	حمد و نعت	۱۹۹۹ء
۱۳۔	غزل رنگ (دیوناگری)	=	منقبت	۲۰۰۰ء
۱۴۔	بند مٹھی کا بھرم	=	غزلیات	۲۰۰۳ء
۱۵۔	نئی پھلواری (دو ایڈیشن)	=	بچوں کی منظومات	۲۰۰۴ء
۱۶۔	اناپ شناب	=	طنزیہ و مزاحیہ منظومات	۲۰۰۵ء
۱۷۔	=	=	=	۲۰۱۱ء
۱۸۔	تجزیات و تعبیرات	=	تحقیقی تنقیدی مضامین	۲۰۰۶ء

۱۹۔	دھنک	رنگ	=	نظمیں، گیت، رباعیات قطعات، دوہے ۲۰۰۶ء
	جذبے (دیوناگری)			
۲۰۔	محبوب راہیؔ ایک مطالعہ	ڈاکٹر امین انعمدار		محبوب راہیؔ کی شخصیت اور فن ۲۰۰۶ء
				مضامین
۲۱۔	مہکتی پھلواری	ڈاکٹر محبوب راہیؔ		بچوں کی منظومات ۲۰۰۷ء
۲۲۔	چاندنی تخیل کی	=		غزلیات ۲۰۰۹ء
۲۳۔	زاویہ نقد و نظر	=		تحقیقی تنقیدی تجزیاتی ۲۰۱۰ء
				مضامین
۲۴۔	الحمدللہ	=		حمد و مناجات ۲۰۱۰ء
۲۵۔	برلب کوثر	=		نعت ۲۰۱۰ء
۲۶۔	غزل کے بعد	=		= ۲۰۱۰ء
۲۷۔	سفر ہے شرط	=		سفرناموں کا مجموعہ ۲۰۱۱ء
۲۸۔	آئینہ وطن	=		قومی وطنی نظمیں ۲۰۱۱ء
۲۹۔	اردو کا سفر دیر سے حرم تک	=		تنقیدی و تجزیاتی مضامین ۲۰۱۲ء
۳۰۔	آرائش حمال	=		تضمینات ۲۰۱۲ء
۳۱۔	تاویلات و تمثیلات	=		تنقیدی و تجزیاتی مضامین ۲۰۱۲ء
۳۲۔	ترجیحات توضیحات	=		= ۲۰۱۲ء
۳۳۔	تذکرۂ ہم نفساں	=		علاقہ برار کے ہم عصر ۲۰۱۲ء
				قلمکاروں پر
۳۴۔	توضیحات و ترسیلات	=		تنقیدی و تجزیاتی مضامین ۲۰۱۳ء

۳۵۔	باتیں مشاعروں کی	=	=	۲۰۱۳ء
۳۶۔	خوشبو، روشنی، ہوا	=	غزلیات	۲۰۱۳ء
۳۷۔	گوپی چند نارنگ ایک ہمہ جہت شخصیت	=	راہیؔ اور نذیر فتح پوری کے مضامین	۲۰۱۳ء
۳۸۔	ارشد مینا نگری ایک جامع الصفات قلم کار	=	فکر وفن کا تجزیاتی مطالعہ	۲۰۱۳ء
۳۹۔	رنگا رنگ پھلواری	=	بچوں کی منظومات	۲۰۱۱ء
۴۰۔	=	=	=	۲۰۱۱ء
۴۱۔	یادگارِ زمانہ ہیں یہ لوگ	=	تنقیدی وتجزیاتی مضامین	۲۰۱۵ء
۴۲۔	زندگی اپنی (خودنوشت)	=	سوانح ڈاکٹر محبوب راہیؔ	۲۰۱۵ء
۴۳۔	متاعِ نجات	=	=	۲۰۱۶ء
۴۴۔	زندگی ایک مطالعہ	ڈاکٹر امین انعمدار	=	۲۰۰۶ء
۴۵۔	ایک کتاب ڈاکٹر محبوب راہیؔ کیکثیر الکلامی پر	ڈاکٹر عبدالوحید نظامیؔ	تحقیق وتنقید	۲۰۱۴ء

Vol. 14
168-169
OCT/NOV-2020

ماہنامہ

بیباک

مالیگاؤں

ISSN : 2320-9313

Mahnama Be-Baak Malegaon

قیمت: ₹30

ایڈیٹر: پرویز احمد عثمانی

حنا کوثر

HINA KAUSAR
RESEARCH SCHOLAR,
AKBAR PATANG
WALE KI GALI,
MAQBARA,KOTA
RAJASTHAN.
MOB. : 9928988965

ڈاکٹر ذاکر نعمانی: شخصیت و ادبی کاوشات

''مکتوباتِ محبوب راہی بنام نذیر فتح پوری'' کے تناظر میں

علاقہ مہاراشٹر اپنی ادبی زرخیزی و شادابی کے سبب ایک منفرد پہچان رکھتا ہے۔ یہاں کی پرسکون فضا میں ہر شئ کو پھلنے پھولنے کا موقع ملتا ہے۔ یہاں مراٹھی زبان رائج ہے۔لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری زبانیں بھی پھل پھول رہی ہیں۔ان میں اردو بھی شامل ہے۔ اردو اپنی آب و تاب کے ساتھ اس علاقے میں چمک رہی ہے۔اسے سجانے سنوارنے میں یہاں کے شعرا و ادباء نے اپنا خونِ جگر صرف کیا ہے۔اردو کے متوالے اپنی خصوصی کاوشوں کے دم پر ادب تخلیق کر رہے ہیں اور اردو کی ترویج و ترقی میں اپنا تعاون پیش کر رہے ہیں۔ادب کے ایسے ہی ایک متوالے ''ڈاکٹر ذاکر نعمانی'' ہیں۔آپ کا اصل نام محمد ذاکر ہے اور ادبی دنیا میں ڈاکٹر ذاکر نعمانی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ والد کا نام قاری عبد الکریم نعمانی نقشبندی ہے۔آپ کی ولادت یکم جولائی ۱۹۷۸ء کو اکولہ مہاراشٹر میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم اکولہ کی نگر پریشد اسکول میں درجہ چہارم تک حاصل کی پھر شہر ہی کے ضلع پریشد ہائی اسکول ''رتن لال پلاٹ (اکولہ) سے درجہ دہم تک تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد ۱۹۹۶ء میں شہر کے خان محمد اصغر حسین جونیئر کالج سے بارہویں جماعت میں اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔سیتا بائی آرٹ کالج سے بی۔اے کی سند حاصل کی۔ ۲۰۰۱ء میں خان محمد اصغر حسین بی۔ایڈ کالج اکولہ سے بی۔ایڈ کی ڈگری حاصل کی اور جون ۲۰۰۲ء میں ملازمت کی ابتدا ہوئی۔اکولہ شہر کی گورنمنٹ اردو ہائی اسکول میں بحیثیت معاون معلم آپ کا تقرر ہوا۔حالانکہ آپ ملازمت میں آگئے لیکن علم حاصل کرنے کی پیاس اب بھی باقی تھی۔لہٰذا ایم۔ایڈ۔ میں داخلہ لیا۔ ۲۰۰۴ء کو پی ایچ۔ڈی (تعلیم) میں داخلہ لیا۔آپ کے نگراں مرحوم یوسف افغانی مقرر ہوئے۔امراوتی یونیورسٹی نے ۲۰۰۷ء میں آپ کو پی ایچ۔ڈی کی ڈگری تفویض کی۔اس کے ساتھ ہی آپ نے پانچ مضامین (اردو، فارسی، سیاسیات، تاریخ، انگریزی) میں ایم۔اے کی سند بھی حاصل کی۔یہ ڈگریاں آپ نے سنت گاڈ گے بابا امراوتی یونیورسٹی امراوتی، ناگپور یونیورسٹی اور مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی سے فاصلاتی تعلیم کے ذریعہ حاصل کی۔

سال ۲۰۱۱ء میں سنت تکڑو جی مہاراج ناگپور یونیورسٹی ناگپور سے اردو میں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے داخلہ لیا اور ڈاکٹر اے۔آر۔خان کی نگرانی میں آپ کا رجسٹریشن ہوا۔ ڈاکٹر اے۔آر۔خان کے انتقال کے بعد ڈاکٹر عقیلہ غوث کی نگرانی میں ۲۰۱۸ء میں آپ کو پی۔ایچ۔ڈی (اردو) کی ڈگری تفویض ہوئی۔

آپ کے ادبی سفر کا آغاز سال ۱۹۹۸ء میں ہوا جبکہ آپ نے اخبارات میں رپورٹنگ کرنا شروع کی۔اس کے ساتھ ہی اخبارات میں مراسلہ لکھنا بھی شروع کیا۔یہ سلسلہ آگے بڑھا اور تعلیمی، سماجی اور شخصی مضامین روز نامہ اردو ٹائمز ممبئی میں شائع ہونے لگے۔اس کے ساتھ ہی آپ نے اکولہ کے معروف افسانہ و افسانچہ نگار اور بچوں کے ادیب محمد رفیع الدین مجاہد کے افسانچوں کو ''چنگاریاں'' کے عنوان سے کتابی شکل میں مرتب کیا۔اس کے علاوہ ایک اور کتاب ''مکتوباتِ محبوب راہی بنام نذیر فتح پوری'' بھی مرتب کی جس کے لیے آپ کو قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان حکومت ہند کی جانب سے دس ہزار روپے کے انعام سے نوازا گیا۔

ان تصانیف کے علاوہ ''تعلیمی اور شخصی مضامین'' اور ''تبصروں کی دنیا'' نامی یہ دو مجموعے زیرِ طبع ہیں اور ان شاء اللہ جلد ہی منظرِ عام پر آئیں گے۔آپ محبوب راہی کو اپنا استاد تسلیم کرتے ہیں اور انہیں سے مشورۂ سخن کرتے ہیں۔آپ کی ان تمام ادبی خدمات سے ''مکتوباتِ محبوب راہی بنام نذیر فتح پوری'' تصنیف کا جائزہ یہاں لیا جا رہا ہے۔

دورِ قدیم میں خط مراسلت کا اہم ذریعہ تھا۔خطوط کے ذریعے ہی

ہمیں اپنے اپنے مکتوب الیہ کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہے۔ اگر ہمیں غالبؔ کے خطوط نہ ملے ہوتے تو ہم غالبؔ کی ذاتی زندگی اور اس وقت کے حالات کو اتنے بہتر طریقے سے نہیں جان پاتے۔ وہ غالبؔ کے خطوط ہی ہیں جو ہمارے لیے ادبی ذخیرہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ٹیکنالوجی کے اس دور میں خطوط نگاری کی روایت ماند پڑ گئی ہے۔ لیکن پھر بھی شعرا و ادباء کے خطوط وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں جو دستاویزی حیثیت کے حامل ہیں۔ خطوط اپنے آپ میں ایک تہذیب سمیٹے ہوئے ہیں۔ خطوط میں استعمال ہونے والے آداب و القاب سے مکتوب الیہ کی حیثیت اور اس کے لیے عزت و احترام کا اندازہ ہوتا ہے۔ دور حاضر میں اس کی ماند پڑتی روایت کے متعلق سید ظفر ہاشمی فرماتے ہیں۔

''ذاتی خطوط نویسی ختم ہو رہی ہے بلکہ ختم ہو چکی ہے۔ اس لیے جیسا کہ قبل عرض کر چکا ہوں کہ تین چار دہائیوں بعد چھوٹے بڑے کا لحاظ جو تھوڑا بہت اب بھی باقی ہے بالکل مفقود ہو جائے گا۔ باپ اپنے بیٹے اور بیٹی کے تخلیے میں تانک جھانک کر چٹخارے لے گا اور یہی وقت ہوگا جب شاید کوئی محقق اس بات کی تاک جھانک کرے کہ اگلے وقتوں میں ذاتی خطوط کیسے ہوتے تھے اور ان کی معرفت رشتوں کا تقدس اور تعلقات کی شدت کو کس طرح ناپا اور پرکھا جاتا تھا اور ان خطوط میں وقت کی نبض کس طرح دھڑکتی تھی اور حالات حاضرہ پر کس طرح گرفت کی جاتی تھی اور بڑے بڑے علمی اور دینی مسائل کس طرح حل کیے جاتے تھے۔ اتنا ہی نہیں دانشوروں عالموں ولیوں بزرگوں اور رہنماؤں کی خدمات اور ملفوظات نیز مشورے اور پیغامات کی کس طرح دوسروں تک ان کے خطوط کے وسیلے سے موثر رسائی ہوتی تھی۔'' (مکتوبات محبوب راہیؔ بنام نذیرؔ فتح پوری، ص،۱۱، ۲۰۱۵ء مرتب، ڈاکٹر ذاکر نعمانی)

لیکن اس روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے محبوب راہیؔ نے اپنے دوست و احباب کو خطوط لکھے۔ انہیں میں سے ایک دوست نذیرؔ فتح پوری ہیں جن سے محبوب راہیؔ کی طویل مراسلت رہی ہے۔ آپ دونوں کے مابین یہ دوستانہ مراسم تقریباً چالیس سال پرانے ہیں۔ اس طویل مدت کے دوران آپ نے نذیرؔ صاحب کو سینکڑوں خط لکھے جن میں سے زیادہ تر خط نذیر صاحب نے سنبھال کر رکھے۔ جس کے متعلق نذیر صاحب فرماتے ہیں۔

''محبوب راہیؔ سے میری اور مجھ سے محبوب راہیؔ کی مراسلت کی عمر لگ بھگ چالیس سال پرانی ہے، ابتدا میں وہ طویل طویل خط مجھے لکھا کرتے تھے۔ ہر خط میں کوئی نہ کوئی کام کی بات ضرور ہوتی تھی۔ وہ خود بھی نئے نئے لکھاری تھے اس لیے ان کے قلم کی کاوشوں کا شوق عروج پر تھا۔ خوبصورت جملوں کا خزانہ تو پہلے ہی دن سے ان کے مصرف میں تھا، وہ مقفیٰ اور مسجع نثر لکھنے پر مہارت رکھتے تھے، آج کے مقابلے میں پہلے ان کی نثر میں بے تکلفانہ اظہار کا عنصر کثرت سے پایا جاتا ہے۔ جتنے خطوط انہوں نے مجھے لکھے ہیں ممکن ہے کسی اور کو بھی لکھے ہوں۔ لیکن میں ان کے سارے خط محفوظ نہ رکھ پایا۔ دو مرتبہ کی نکل مکانی کے سبب میرا بہت سا ادبی سرمایہ ضائع ہوا ان میں راہیؔ صاحب کے کچھ خطوط بھی ہو سکتے ہیں، تاہم جتنے خطوط دستیاب ہوئے وہ ذاکر نعمانی صاحب کو سونپ دیئے ہیں۔''
(مکتوبات محبوب راہیؔ بنام نذیرؔ فتح پوری، ص،۲۶، ۲۰۱۵ء مرتب، ڈاکٹر ذاکر نعمانی)

نذیرؔ فتح پوری کے نام یہ خط تقریباً ''۲۷ ستمبر ۱۹۷۸ء سے لے کر ۱۲ دسمبر ۲۰۰۸ء'' کے درمیانی وقفہ میں لکھے گئے ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد ۸۰ سے زیادہ ہے۔ یہ تمام خطوط ڈاکٹر ذاکر نعمانی نے یکجا کیے اور ۲۰۱۵ء میں ''مکتوبات محبوب راہیؔ بنام نذیرؔ فتح پوری'' کے نام سے اسباق پبلی کیشنز کے زیر اہتمام شائع بھی کیے۔

ذاکر نعمانی اس تصنیف کی اشاعت کے سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''راہیؔ صاحب اپنی زود نویسی اور کثیر الکلامی کی بناء پر جہاں تہاں موضوع بحث بنے رہتے ہیں اردو شعر و ادب کی مروجہ صنف کا کوئی موضوع ان کے قلم کی دسترس سے دور نہیں رہ پاتا مدیران رسائل و جرائد نیز اپنے قلمکار احباب کے نام خطوط نویسی میں بھی موصوف کیوں کر پیچھے رہے ہوں گے۔ لہٰذا دستیاب ہونے کی صورت میں کیوں نہ استاد محترم کے مکتوبات

پر مشتمل ایسی کوئی کتاب میں بھی مرتب اور شائع کروں۔"
(مکتوبات محبوب راہیؔ بنام نذیرؔ فتح پوری، ص،۱۳، ۲۰۱۵ء
مرتب، ڈاکٹر ذاکر نعمانی)

ذاکر صاحب کی یہ خواہش پوری ہوئی اور نذیر فتح پوری کے پاس محبوب راہیؔ کے تقریباً ۸۸ خطوط دستیاب ہوئے۔ ان خطوط کے متعلق ذاکر نعمانی فرماتے ہیں۔

"نذیرؔ فتح پوری نے اپنے پاس چند خطوط محفوظ ہونے کی نوید سناتے ہوئے مزید تلاش کا وعدہ کیا اور ہفتہ عشرہ کی تلاش و جستجو کے نتیجے میں راہیؔ صاحب کے اپنے نام (۸۸) طویل و مختصر خطوط ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب ہوئے اور احقر کی درخواست پر دستاویزی نوعیت کا یہ سرمایہ ضروری حواشی کے ساتھ بذریعہ ڈاک مجھے مرحمت فرما کر راہی صاحب سے اپنی بے مثال محبت، بے کراں خلوص اور ادب دوستی کا ثبوت فراہم کیا۔" (مکتوبات محبوب راہیؔ بنام نذیرؔ فتح پوری، ص، ۱۳، ۲۰۱۵ء مرتب، ڈاکٹر ذاکر نعمانی)

محبوب راہیؔ کے ان خطوط سے ان کی ذاتی زندگی کے کئی راز فاش ہوتے ہیں۔ ان کی پی۔ ایچ۔ ڈی۔ اور نذیرؔ فتح پوری سے ان کے دیرینہ تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کے تقریباً چالیس سال نذیرؔ فتح پوری کے ساتھ ادبی دوستی میں گزارے ہیں۔ اس طویل مدت میں دونوں کے مابین ہزارہا موضوعات پر بحث ہوئی۔ ان بحث و مباحث کا ذکر بھی ان خطوط میں شامل ہے۔ اپنی ذاتی زندگی پر گفتگو کرتے ہوئے ایک خط میں جو آپ نے ۱۳۔ اگست ۲۰۰۴ء کو لکھا ہے، فرماتے ہیں۔

"خط ملا۔ قدرے تفصیلی لیکن ایسا تفصیلی نہیں جیسا کہ ہوا کرتا تھا۔ بہر حال تھوڑے سے حالات سے بہت سے حالات کا اندازہ ہوا۔ واقعہ ہے کہ جن مسائل میں آپ گھرے ہیں بفضلہ تعلی میں ان سے دور ہوں۔ بنیادی مسئلہ روزی روٹی کا ہے جس سے اللہ نے مجھے اور میرے چار بیٹوں (اور بیٹی بھی) کو نجات دے رکھی ہے۔ بہت زیادہ فراغت نہ سہی ایسی تنگ دستی بھی نہیں کہ کوتاہی قسمت کا گلہ کر کے کفران نعمت کا ارتکاب کیا جائے۔ اللہ آپ کے تمام مسائل دنیوی کو حل کر کے آخرت میں بھی سر خرو فرمائے جس کے لیے میں اکثر فکر مند رہا کرتا ہوں۔" (مکتوبات محبوب راہیؔ بنام نذیرؔ فتح پوری، ص،۱۱۵، ۲۰۱۵ء مرتب، ڈاکٹر ذاکر نعمانی)

ان خطوط کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں خط کی زبان اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ خطوط کی سادگی اور بے تکلفی سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نذیرؔ فتح پوری سے آپ کے تعلقات نہایت خوشگوار رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اسباق (رسالہ) اور دوسرے احباب کے بارے میں بھی مزید معلومات حاصل ہوتی ہے۔

مبارک باد کے مستحق ہیں ڈاکٹر ذاکر نعمانی جنہوں نے اس طرف توجہ مرکوز کی اور ان خطوط کو یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کیا اور انہیں ضائع ہونے سے بچا لیا۔

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محبوب راہیؔ نے ختم ہوتی ہوئی صنف کو زندہ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہی ان کا سب سے بڑا اور قابل قدر کارنامہ ہے اور اردو کے مکتوباتی سرمائے میں ایک اہم اضافہ بھی ہے۔

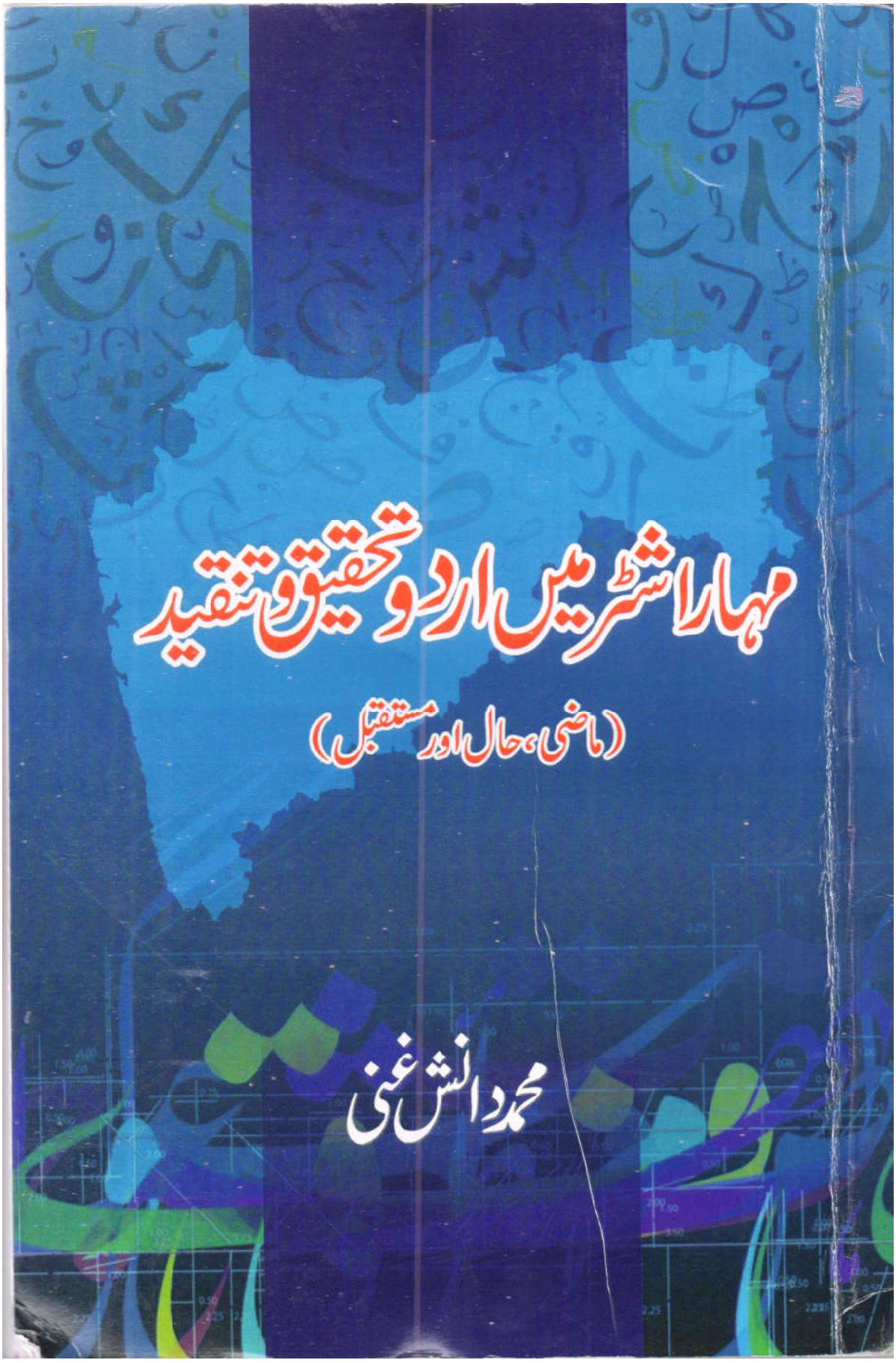
مہاراشٹر میں اردو تحقیق و تنقید
(ماضی، حال اور مستقبل)
محمد دانش غنی

حنا کوثر
کوٹہ (راجستھان)

محبوب راہی کی تحقیق وتنقید نگاری

مہاراشٹر ہندوستان کا ایک ایسا صوبہ ہے جس نے اپنے علمی اور ادبی ماحول کی خوشبو سے ہندوستان کو مہکا دیا ہے۔ اسی مہاراشٹر کے ''ضلع بلڈانہ'' کی ایک ادبی شخصیت ''ڈاکٹر محبوب راہی'' ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی کے ۳۸ رسال اردو ادب کی خدمت کرتے ہوئے گزار دئے۔ محبوب راہی کی زندگی تصنیف وتالیف میں ہی گزری ہے وہ ایک بیدار مغز انسان اور صاحبِ نظر شاعر وادیب ہیں۔ ان کی شخصیت رنگا رنگ بھی ہے اور ہمہ جہت بھی۔ محبوب راہی ایک طویل صبر آزماں مگر جدّ وجہد پیہم سے کامیاب ادبی سفر طے کر کے اس مقام تک پہنچیں ہیں۔

محبوب راہی ایک بہتر شاعر اور نثر نگار دونوں ہی حیثیت سے اردو ادب میں اپنی ایک منفرد پہچان بنا چکے ہیں۔ شاعری میں جہاں آپ نے غزل، نظم، بچوں کے لئے نظمیں، حمد ونعت، قطعہ، گیت، رباعیات، طنزیہ ومزاحیہ منظومات، تضمینات اور دوہے وغیرہ میں طبع آزمائی کی ہے وہیں نثر میں بھی تحقیقی، تنقیدی، تجزیاتی مضامین، سفرنامہ اور سوانح میں اپنے قلم کا زور آزماں چکے ہیں۔ اب تک آپ کی تقریباً ۴۴ رکتابیں شائع ہو چکی ہے۔ تنقید اور تحقیق کے میدان میں آپ کے مضامین کے مجموعوں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ تنقیدی اور تحقیقی مضامین سے متعلق آپ کے تقریباً ۱۰ رمجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

محبوب راہی ایک زود گو قلم کار ہیں جنہوں نے مختلف موضوعات پر سینکڑوں مضامین تحریر کئے ہیں جنہیں انہوں نے یکجا کر کے اپنے مضامین کے مجموعے ایک خاص ترتیب کے ساتھ شائع کئے ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک تصنیف ''تذکرۂ ہم نفساں'' ہے۔ ''اردو کا سفر دیر سے حرم

تک''۔اس سلسلے کی دوسری کڑی ہے۔جس کے متعلق محبوب راہی فرماتے ہیں:

''غیر مسلم قلم کاروں پر مضامین کے مجموعے ''اردو کا سفر دیر سے حرم تک'' کے بعد یہ کتاب اپنے منتشر شیرازہ تخالیق کو باضابطہ سمیٹنے کے سلسلے کی دوسری کڑی ہے۔زیرِ نظر کتاب میں بیشتر مضامین مخصوص علاقہ برار کے ہم عصر میں قلم کاروں سے متعلق ہیں جن میں کثرت اکولہ ضلع کے قلم کاروں کی ہے۔امراوتی ،ایوت محل، بلنڈانہ، ان چار اور نوتشکیل شدہ واشم ان پانچ اضلاع پر مشتمل علاقہ برار جغرافیائی اعتبار سے تو نہیں البتہ علمی، ادبی اور تہذیبی وثقافتی اعتبار سے اپنی ایک تاریخی اور دستاویزی شناخت رکھتا ہے۔''

(تذکرہ ہم نفساں،ص:۸،۲۰۱۴-ڈاکٹر محبوب راہی)

اس تصنیف میں علاقہ برار کے ہم عصر قلم کاروں کو شامل کیا گیا ہے۔۲۵۶ رصفحات پر مشتمل اس تصنیف میں تقریباً ۴۳ رمضامین شامل کیے گئے ہیں۔

''دیوان شاہ سید غلام حسین ایلچپوری'' علاقہ برار سے تعلق رکھنے والے ''جناب سید غلام حسین چشتیؒ ایلچپوری کے کلام کو''دیوان حسین'' کے نام سے مرتب کر کے ''ڈاکٹر سید عبدالرحیم'' اور ''ڈاکٹر ضیاء الدین دیسائی'' شائع کیا جن کی خدمات کا اعتراف محبوب راہی نے اس مضمون میں کیا ہے۔اسی طرح ایک نوجوان شاعر ''محمد یحیٰ جمیل'' نے ''مشکل افکاری'' کا شعری کلام ''غمِ جاوداں'' کے نام مرتب کر کے شائع کیا،انہیں کی خدمتوں کا اعتراف سے ''مشکل افکاری کا شعری کلام ''غمِ جاوداں'' میں کیا گیا ہے۔''شیر برار مرحوم عبداللہ منظر کی یاد میں'' اس مضمون کے تحت محبوب راہی نے (مرحوم) عبداللہ خاں منظر کے شعری مجموعے پر اظہارِ خیال کیا اور ساتھ ہی ان کی ذاتی اور سیاسی زندگی کے کچھ پہلوؤں پر بھی روشنی ڈلی ہے۔اور اس بات کا بھی انکشاف کیا ہے کہ آپ ''شیر برار'' کے نام سے مشہور ہو چکے تھے۔

ڈاکٹر ''نذیر فتح پوری'' نے ڈاکٹر محبوب راہی سے ایک تحریری انٹرویو بھی لیا ہے۔جسے محبوب راہی نے ''ڈاکٹر راہی سے بات چیت نذیر فتح پوری کے سوالات کی روشنی میں'' عنوان کے

تحت کتاب میں شامل کیا ہے۔اس انٹرویو میں نذیر فتح پوری نے محبوب راہی کی ادبی زندگی، ذاتی زندگی، مشاعروں میں شرکت، ملازمت اور اردو کے مستقبل سے متعلق سوالات کے جوابات لیے ہیں۔جن کا محبوب راہی نے نہایت تفصیل کے ساتھ تسلی بخش جواب دیا ہے۔اس انٹرویو کے تحت آپ اپنی زندگی کے بہت سے راز فاش کیے ہیں جن سے قارئین اب تک ناواقف تھے۔''گلشن سخن میں نو بہ نو شگوفوں کی خوشبو لٹانے والا شاعر غلام ربانی نعیم، مضمون کے تحت محبوب راہی نے غلام ربانی نعیم کی ادبی زندگی اور ذاتی زندگی پر تبصرہ پیش کیا ہے۔یہ تبصرہ ربانی نعیم کے مسودے ''مشکِ ختن'' کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔جس میں محبوب راہی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ربانی نعیم دنیاوی اور ادبی زندگی میں کس قدر قابل انسان ہیں۔''مصطفیٰ جمیل کے تخلیقی سفر کی روداد''میں مصطفیٰ جمیل کے اوّلین شعری مجموعہ ''عکسِ جمیل'' کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔

''کلاسیکی روایت کے امین جہانگیر جوہر اور ان کے فن پر ایک نظر''اس مضمون کے تحت محبوب راہی نے اپنے ہم عصر جہانگیر جوہر کی شاعری پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔یحییٰ نشیط جو اردو ادب میں ایک مستند تنقید و تحقیق نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں، موصوف کی ایک تصنیف ''اردو میں حمد و مناجات''جس پر محبوب راہی کو اظہارِ خیال کا موقع ملا اور وہ اپنے مضمون ''یحییٰ نشیط کی اردو میں حمد و مناجات''میں فرماتے ہیں:

> ''ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے ہر ہر صفحہ پر ایسے ایسے پُر از معلومات انکشاف کئے ہیں کہ عقل و ادراک عالم استعجاب میں غرق ہو جاتے ہس۔موصوف نے صرف اردو میں حمد و مناجات پر سرسری روشنی ڈالنے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ دنیا بھر کے مذاہب، زبانوں، فلسفوں، پیغمبروں، شاعروں، ادیبوں اور دانشوروں کے ارشادات، اقوال اور افکار کے حوالوں سے اللہ جل شانہٗ کے وجود، اس کی الوہیت، وحدانیت اور مطلق العانیت کے تصور اس کے خیر اور رب العالمین ہونے کے اعتراف اور غیر اللہ سے انکار کو دلیلوں کے ساتھ ثابت کیا ہے۔اس کے ساتھ ہی عالمی مذاہب اور عالمی زبانوں میں حمد و مناجات کے تحت عالمگیر حیثیت کے حامل مدبرین،

مفکرین اور مصنفین کے شہ پاروں سے نادر کمیاب مثالیں پیش کرتے ہوئے اپنے مطالعے اور علم کی وسعت، عمق اور گہرائی و گیرائی کے مظاہر، اردو میں حمدیہ شاعری، تاریخ وارتقا، اردو کی حمدیہ شاعری میں فلسفیانہ رجحان، اردو کی متصوفانہ حمدیہ شاعری، اردو کی مناجاتی شاعری اور قرآن کا اثر اردو کی حمدیہ شاعری جیسے ذیلی عنوانات کے تحت معلومات کے بیش بہا خزانے لٹاتے ہوئے پیش کیے ہیں''۔

(تذکرۂ ہم نفساں، ص: ۷۸۔ ۲۰۱۴)

''ثریا صولت حسین''، جن کا آبائی وطن لکھنؤ ہے۔ ان کے شعری مجموعے ''اشکِ رواں'' پر تبصرہ کرتے ہوئے محبوب راہیؔ نے ''ثریا صولت حسین اور اشکِ رواں'' مضمون تحریر کیا۔ یہ مضمون ثریا صولت حسین کی شاعری کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

''ندائے سحر ایک دوفینۂ گم گشتہ کی بازیافت'' قاضی محمد مستقیم الدین سحرؔ بلنڈانوی کے شعری مجموعہ کی روشنی میں محبوب راہیؔ نے سحرؔ کی شعری خوبیوں سے روشناس کراتے ہوئے ''ڈاکٹر صفدر کا لفظوں پہ رم'' اس مضمون میں محبوب راہیؔ نے ڈاکٹر صفدرؔ کی ادبی تخلیقات کا ذکر کیا ہے جن میں تنقیدی مضامین کا مجموعہ ''جدید شعری تنقید''، ''قلقل'' (نظموں ں کا مجموعہ) اور 'لفظوں پہ رم'' غزلوں کا مجموعہ وغیرہ شامل ہیں۔ لفظوں پہ رم مجموعہ میں شامل غزلوں کا تنقیدی جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

پروفیسر مصطفےٰ خاں جو محبوب راہیؔ کے عزیز استاد ہیں جن کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''اطلاعاً عرض ہے کہ موصوف کا شمار میرے ان چند اساتذہ کرام میں ہوتا ہے جن کا میری شخصیت کی تشکیل وتعمیر میں نمایاں کردار رہا ہے۔ اپنی تحریروں میں بارہا استاذی محترم پروفیسر مصطفےٰ خان کے اعلیٰ وارفع شعری وادبی ذوق کا تذکرہ کرتے ہوئے اعتراف کرتا رہا ہوں کہ میری ذات

DR. MAHBOOB RAHI
KI HAYAT AUR ADABI KHIDMAT
(डॉ. महबूब राही की हयात और अदबी खिदमात)

A THESIS

Submitted for the award of Ph. D. degree

In Urdu

(Faculty of Arts)

To the

University of Kota

By

HEENA KOUSAR

Under the supervisior of

Dr. Husn Ara
Department of Urdu

Govt. Arts College, Kota
UNIVERSITY OF KOTA, KOTA (RAJASTHAN)

2021